
سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
موت کے سوداگر
حصہ
18

موت کے سوداگر

اقلیم علیم

ایک نوجوان کی خودنوشت اس نے منشیات کے عالمی اسمگلروں کے خلاف ذاتی طور پر محاذ کھولا اور وطن عزیز سے ان ملک دشمنوں کا صفایا کرنا اپنا ایمان بنالیا۔ شہر، شہر، ملک ملک، اور براعظم براعظم اپنے مشن کی تکمیل کے لئے خاک اڑانا اس نوجوان کا شغل ہو گیا مگر موت کے سوداگر بھی تو اس کی جان کے دشمن بن گئے۔ انھوں نے بھی اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ایک جنگ جو ابھی جاری ہے۔

سسپنس کا تعمیری سلسلہ۔ آئندہ نسلوں کو زہر فروخت کرنے والوں کی تصویریں

''اب خاموش رہو۔ مجھے اشتعال مت دلاؤ ورنہ ناشا بن جائے گا۔''

''مجھے جو کچھ کہنا تھا، وہ کہہ ڈالا۔ تم دیکھ لینا کہ میری ں پرخلوص دعا کے باوجود کچھ بھی نہیں ہوگا اور ہم خیریت سے نیویارک پہنچ جائیں گے۔ اس محفوظ سفر کا سبب یہ ہوگا لہ میری زبان کالی نہیں، لال گلابی ہے۔ اس کی بد عائیں نہیں، صرف دعائیں قبول ہوتی ہیں۔''

احتیاط کے تقاضے کے پیش نظر میں خاموش رہا۔ ہری کسی بھی بات میں سے بات نکال کر وہ کسی نئی بحث کا غاز کرسکتی تھی۔ بہتری اسی میں تھی کہ میں اپنی زبان بند ہوں۔

''عورت اگر میرے جیسی ہو تو زندگی ایک حسین اب ثابت ہوتی ہے۔ مرد کو مقتول کی بیوہ جیسی کمینی رت ٹکرا جائے تو ساری عمر ایک دردناک عذاب میں زرتی ہے.....''

اس کی بڑبڑاہٹ پر میں بولے بغیر نہ رہ سکا ''یہ سب کس کو سنا رہی ہو؟''

''کسی کو بھی نہیں۔ اونچی آواز میں سوچ کر اپنا دل خوش کر رہی ہوں۔''

''کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں یہاں سے کہیں اور جا کر بیٹھ جاؤں؟''

''ایسی غلطی نہ کرنا۔'' وہ جلدی سے بولی ''جہاز کا عملہ پورے حسن اخلاق سے تمہیں واپس اسی جگہ پہنچا دے گا۔ طیارہ فضا میں بلند ہونے تک مسافروں کو ایسی ادل بدل کی اجازت نہیں ہوتی۔ بعض مسافر آخری وقت پر ہانپتے کانپتے جہاز میں پہنچتے ہیں اور اپنی جگہ کسی اور کو براجمان پا کر چراغ پا ہو جاتے ہیں۔''

اس وقت غصہ دکھا کر ویرا سے جیتنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کرلیا اور اپنی جگہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر سکون رہا پھر ویرا کی دھیمی دھیمی آواز پگھلے ہوئے سیسے کی طرح میرے کانوں میں اترنے لگی۔ اس بار بھی اس کا انداز خود کلامی کا سا تھا۔

''ایک طرف کوئی اس کے شوہر کی کنپٹی پر طمنچہ مار کر

اسے بے ہوش کر رہا تھا اور وہ اپنے آشنا کی بانہوں میں مدہوش ہوئی جا رہی تھی۔ خوب رو مگر صورت حرام عورتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اجنبی سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان کو دانہ ڈالنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ گیلی دلدل میں بویا جانے والا ہر بیج آخر گل سڑ کر برباد ہو جاتا ہے......''

چند ثانیوں تک میں وہ سب سنتا رہا پھر اپنی.....

قوتِ ارادی کے سہارے میں نے اپنی پوری توجہ اخبار کے اس صفحے پر مرکوز کر دی جس پر برطانیہ کے شاہی خاندان کی عورتوں کی بے وفائیوں پر ایک مضمون موجود تھا۔ ویرا کے ہونٹ دھیرے دھیرے ہل رہے تھے مگر میں اس کی آواز نہیں سن رہا تھا۔

میں وہ دلچسپ، رنگین اور سنسنی خیز مضمون پڑھ کر فارغ ہوا تو ویرا اپنی بے نتیجہ خود کلامی سے اکتا کر خاموش ہو چکی تھی۔

میں اسے سن کے مضمون کے کچھ منتخب اقتباسات سنانے لگا تا کہ اس کا موڈ بدل سکے۔

آج شہزادی ڈیانا مکافاتِ عمل سے دوچار ہو کر اس دنیا سے بہت دور جا چکی ہے لیکن اس کی پر اسرار اور حادثاتی موت سے برسوں پہلے ویرانے ورجن اطلانتک کے اس جہاز میں بیٹھے بیٹھے فی البدیہہ کچھ ایسی باتیں کہہ دی تھیں جو آج بھی اٹل محسوس ہوتی ہیں۔

اس کا خیال تھا کہ شہزادی ڈیانا نے شہزادہ چارلس کی بے وفائیوں اور بے اعتنائیوں کا انتقام لینے کے لیے شاہی خاندان اور روایات سے بغاوت کر کے عام مردوں سے پینگیں بڑھانے کا جو طور طریقہ اپنایا ہے، وہ اسے مقبولیت کی انتہا پر پہنچا دے گا۔ وہ ہر مرد کے خوابوں کی شہزادی بن جائے گی۔ لوگ یہ سوچنے لگیں گے کہ کسی دن وہ اچانک ان کا ہاتھ تھام کر انہیں بھی کسی فائیو اسٹار ہوٹل کی رومان پرور خوابگاہوں میں لے جائے گی۔ سب کچھ بھی رہا ہو، وقت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ تاریخ عالم کی مقبول ترین بے راہ رو شہزادی تھی۔

سگریٹ پینے کی خواہش میرے دل میں رفتہ رفتہ اتنا زور پکڑ گئی کہ جہاز مجھے ایک قید خانہ محسوس ہونے لگا۔

لاؤنج کی آزاد فضا کے مقابلے میں ویرا بھی وہاں زیادہ خوش نہیں تھی۔

خدا خدا کر کے بورڈنگ مکمل ہوئی۔ وقت پورا ہوتے ہی گینگ وے دروازے سے ہٹا لیا گیا۔ میں نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے دروازہ بند اور پھر لاک ہوتے دیکھا۔ کیبن کے پر سکون ماحول میں تھوڑی سی ہلچل پیدا ہوئی۔ راہداریوں میں باوردی عملے کے اراکین متحرک نظر آنے لگے۔ پیجنگ سسٹم پر پرواز اور تحفظ کے بارے میں روایتی اور رسمی اعلانات ہونے لگے۔

یک بیک میری نگاہوں میں چار چہرے مجسم ہو گئے جو سب بے جان اور بگڑے ہوئے تھے۔

ہم دونوں اس سرزمین پر خاصے کشت و خون میں ملوث رہے تھے۔ گیتا ہمارے ہاتھوں قتل نہیں ہوئی مگر وہ ہماری ہی وجہ سے جیمز پنڈت کی گولی کا نشانہ بنی تھی۔

جیمز پنڈت، رمیش اگروال اور راما کا روزیٹی براہ راست ہمارے مقتول تھے۔ لندن پولیس اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ، پوری سرگرمی سے ان کے قاتلوں کو تلاش کر رہی تھی اور ہم دونوں اطمینان سے اس طیارے میں سوار تھے۔

طیارہ رن وے پر حرکت میں آ چکا تھا۔ سرے پر پہنچ کر وہ تیزی سے رفتار پکڑتا اور پھر اس کے پہیے پل بھر میں اس زمین سے اپنا رابطہ منقطع کر لیتے جہاں کا قانون ہمارا متلاشی تھا۔

بظاہر ہم دونوں کی سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ہم نے اپنے مخالفوں کو بہت کامیابی کے ساتھ جل دے کر اس سفر کی راہ ہموار کی تھی مگر میں پھر بھی اپنے وجود میں سنسنی اور بے نام سے خوف کی لہریں سرایت کرتی محسوس کر رہا تھا۔

رن وے کے آخری سرے پر کنٹرول ٹاور سے اجازت ملنے کے انتظار میں طیارہ ذرا سی دیر کے لیے رکا رہا پھر ایک لطیف جھٹکے کے ساتھ پوری قوت سے آگے دوڑ پڑا۔ میری کمر پوری طرح پشت گاہ سے ٹک گئی۔

زمین پر دوڑتے ہوئے مشینی عفریت کی رفتار لمحہ بہ لمحہ بڑھتی رہی پھر اچانک اس کا اگلا حصہ اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا۔ ویرا پر جوش انداز میں میرا ہاتھ دبانے لگی۔

اس وقت لندن کی فضاؤں سے گہرے سرمئی بادل اتنے نیچے آئے ہوئے تھے کہ زمین چھوڑنے کے چند سیکنڈ بعد ہی ہمارا طیارہ ان ہلکی بھاری بدلیوں میں سے گزرنے لگا۔

وہ کیفیت ذرا سی دیر قائم رہی۔ ٹن کی آواز کے ساتھ تمباکو نوشی کی ممانعت کے روشن حروف یکلخت معدوم ہو گئے ممنوعہ..... نشستوں کے سوا جہاز کے بیشتر حصوں میں متعدد مسافروں نے سگریٹیں سلگانی شروع کر دیں۔ میری جاتی ہوئی سگریٹ ویرا نے اچک لی اور میں پیکٹ میں سے نئی سگریٹ کا انتخاب کرنے لگا۔

کچھ دیر تک جہاز غیر محسوس انداز میں اپنی مطلوبہ بلندی کی طرف اٹھتا رہا۔ بڑھتی ہوئی اس بلندی کا اندازہ زمین کے مناظر سے ہو رہا تھا جو بادلوں کی رکاوٹ کے بغیر نظر آ رہے تھے۔

یورپ کی ان سرحدی فضاؤں میں تسلسل نہیں تھا۔ ذرا ذرا سی دیر کے بعد بہت نیچے منڈلاتے ہوئے بادل سب کچھ اپنی اوٹ میں چھپا لیتے تھے۔

جہاز کا رخ سیدھا ہوتے ہی جہاز کا عملہ مشروبات کے ساتھ مسافروں کے خدمت میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اپنے ہم سفروں کا جائزہ لینے کے لیے نشست چھوڑی اور پچھلے باتھ روم کی طرف ہو لیا۔

پورے کیبن میں اِکّا دُکّا نشستیں ہی خالی تھیں۔ لندن کے ہتھرو اور گیٹ وک ایئر پورٹ سے نیو یارک کے لیے ان دنوں یومیہ پروازوں کی تعداد شاید دس سے بھی متجاوز تھی۔ اس پرواز پر مسافروں کی تعداد دیکھ کر یہ گمان ہو رہا تھا جیسے روئے زمین کا ہر شخص اپنی جنت گم گشتہ کی تلاش میں امریکا کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہو۔

ان مسافروں میں اکثریت سفید فاموں کی تھی۔ ان کا تعلق یورپ کی مختلف نسلوں سے تھا۔ کچھ مسافر عرب اور ایشیائی بھی تھے۔ تنگ راہ داری سے گزرتے ہوئے میں نے ایک ایشیائی نوجوان کو دیکھا۔ وہ اپنے خدوخال سے پاکستانی معلوم ہو رہا تھا اور ہاتھ میں موٹی سی ایک کتاب لیے اس کے مطالعے میں مصروف تھا۔

شاید اس کی چھٹی حس نے احساس دلایا کہ کوئی رک کر اس کی طرف متوجہ ہے۔ اس نے جلدی سے کتاب بند کر دی اور مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگا۔

اس وقت میں نے دیکھا کہ کتاب کا نام ''یو ایس اے۔ ایک اجمالی تعارف'' تھا ''ہیلو کیا تم پاکستانی ہو؟'' میں نے جوابی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے پوچھا۔

''جی مجھے خرم سلطان کہتے ہیں۔'' اپنا تعارف کراتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا دیا۔

''میں اسلم خان ہوں۔'' میں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے بتایا۔

''کیا آپ امریکا میں ہی رہتے ہیں؟'' میری خود اعتمادی دیکھ کر اس نے سوال کیا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ پہلی بار امریکا جا رہے ہو؟'' میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

''جی پڑھنے کے لیے جا رہا ہوں۔ پہلی بار ملک سے باہر نکلا ہوں۔''

''تمہاری منزل نیویارک ہی ہے یا آگے جاؤ گے؟'' میں بلا وجہ وہاں رکا رہا۔

''مجھے فلاریڈا میں داخلہ ملا ہے۔ سب بندوبست ہو چکا ہے مگر وہاں میرا کوئی شناسا نہیں ہوگا۔''

''فکر مت کرو۔ وہاں تمہیں بہت سے دوست مل جائیں گے۔ امریکی قوم دوست بنانے اور پھر بھول جانے کے فن میں بہت ماہر ہے۔ بس یہاں کے لفنگوں سے ذرا ہوشیار رہنا۔''

میں اس کے کندھے پر تھپکی دے کر آگے نکل گیا۔ دروازے کے قریب رک کر میں نے اپنی سگریٹ ختم کی اور پھر ایک خالی باتھ روم میں گھس گیا۔

میں واپس اپنی سیٹ پر آیا تو ویرا ہم دونوں کے لیے اسکاچ لے چکی تھی۔

وہ لندن سے نیویارک کی نان اسٹاپ پرواز تھی جسے مختصر سا ساحلی علاقہ عبور کر کے مسلسل کھلے سمندر پر اڑنا تھا۔ سفر کے طویل دورانیے کے ساتھ ایک نقصان یہ تھا کہ ہم مشرق سے مغرب کی طرف جا رہے تھے اور یوں ہمارے اس دن میں چار گھنٹوں کا اضافہ ہو جانا تھا۔

یہ تیز رفتار طیاروں سے طویل سفر کے وہ رموز تھے جو

بیشتر تجربہ کار مسافروں کے علم میں تھے۔ انہوں نے آرام کے لیے اپنی کھڑکیوں کے بلائنڈز گرا کر روشنیاں کم کر دی تھیں تاکہ ہلکی سی نیند لے سکیں مگر ویرا نے ایسے کسی اہتمام کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے مے نوشی میں مصروف تھے کہ غیر متوقع طور پر خرم سلطان وہیں آ پہنچا۔ میرے ساتھ ویرا کو دیکھ کر وہ جھجکا مگر میں نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا ”آؤ اگر کچھ دیر کے لیے یہاں بیٹھنا چاہتے ہو تو روزی تمہاری سیٹ پر چلی جائے گی۔“

”میں دراصل آپ سے کچھ مشورہ کرنا چاہ رہا تھا۔“ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

ویرا نے میرے اشارے کا انتظار کیے بغیر اپنی جگہ چھوڑ دی اور باہر نکل آئی۔

خرم سلطان نے سر کو خم دے کر انگریزی میں ویرا کا شکریہ ادا کیا اور اسے اپنا سیٹ نمبر بتا دیا۔ ویرا خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ عقبی نشستوں کی طرف چل دی۔

خرم سلطان میرے پاس بیٹھ گیا مگر اس کے چہرے سے تذبذب اور بے یقینی کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ ہمت کر کے میرے پاس چلا تو آیا تھا لیکن سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ بات کس طرح شروع کرے۔

میں نے بھانپ لیا کہ وہ کسی پیچیدہ مسئلے سے دوچار تھا۔ رسمی فقروں کی ناکامی کے بعد میں نے کھل کر اس سے کہا ”اگر تم کسی گمبھیر مسئلے سے دوچار ہو تو مجھ پر پورا بھروسا کرو۔ میں تمہاری مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔ اسی تذبذب میں تم نیویارک پہنچ گئے تو کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔“

”دو...... دراصل میں ایک پیکٹ کی طرف سے پریشان ہوں...... پاکستان میں مجھے اس پر شبہ تک نہیں ہوا تھا لیکن ملک سے فاصلہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں وسوسے سر ابھار رہے ہیں۔ اگر میرا شک درست نکلا تو میں برباد ہو چکا ہوں۔“

”سفید شکر کا چکر تو نہیں ہے؟“ میں نے ہیروئن کا نام لیے بغیر پوچھا۔

”شاید وہی ہو۔ میرے والد صاحب کے ایک دوست نے وہ پیکٹ دیا تھا۔ مجھے کچھ پتا نہیں کہ اس میں کیا ہے۔ نیویارک میں ایک شخص مجھ سے وہ پیکٹ لے لے گا۔“ اس کے ہونٹوں پر پسینے کے قطرے ابھر آئے۔

”تم پڑھے لکھے ہو۔ آج کل کے ماحول سے واقف ہو۔ دیکھے بھالے بغیر وہ پیکٹ کیوں لے آئے؟“

”وہ صاحب ابا کے دوست ہی نہیں، میرے محسن بھی ہیں۔ میں انکار نہیں کر سکا۔ اب دو کلو وزنی وہ پیکٹ مجھے اپنی تباہی کا پیغام بنتا نظر آ رہا ہے۔“

”کوئی محسن کسی کو یوں تباہ نہیں کرتا...... وہ کون ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ ٹریول ایجنسی کے مالک ہیں۔ اس سفر کے لیے انہوں نے مجھے ادھار ٹکٹ دلوایا ہے۔ جب حالات سازگار ہوں گے تو ان کا قرض ادا کروں گا بس اسی مروت میں ان سے انکار نہیں کر سکا۔“

”پھر اب وسوسے کیوں آ رہے ہیں؟“

”گھر کا ماحول کچھ اور تھا۔ وہاں سے نکل کر میں نے مختصر سے وقت میں جو کچھ دیکھا ہے، اس نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اگر پیکٹ میں سفید شکر ہی ہے تو انکل نے بہت کم پیسوں میں اپنا کام نکالا ہے۔ میرے ٹکٹ کے بدلے یہ ایک ڈیل ان کے دن پھیر سکتی ہے۔“

”وہ پیکٹ اب تک محفوظ کیسے ہیں؟“ میں نے تعجب سے سوال کیا۔

”کراچی میں طالب علم سمجھ کر کسی نے پڑتال نہیں کی۔ لندن میں بھی صرف سوٹ کیس دیکھا گیا۔ بریف کیس کھولنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ امریکا والے پاکستانیوں کے معاملے میں بہت سخت ہیں۔ اس پیکٹ میں کچھ بھی ہو، میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”دو کلو وزنی پیکٹ!“ میں نے قسطوں میں حاصل ہونے والی معلومات کو حیرت سے دہرایا ”تم اسے سوٹ کیس کے بجائے بریف کیس میں لیے پھر رہے ہو؟ تمہیں کیا بتایا گیا تھا اس پیکٹ کے بارے میں؟“

”پیتل کا منقش جیولری بکس بتایا گیا تھا لیکن اب مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ لکڑی کے کسی ڈبے میں سفید شکر بھری ہوئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اسے کہاں تلف کروں۔“

”تم کراچی سے یہاں تک اسے سینے سے لگا کر لائے ہو اور اب یکایک اتنی بدگمانی کا شکار ہو رہے ہو۔ تمہاری یہ باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔“ اس کے مسئلے نے مجھے واقعی الجھا دیا تھا۔

”آپ کیا، کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ ادب، احترام اور بڑوں کے سامنے کم گوئی کے گھٹے گھٹے گھریلو ماحول سے ہزاروں میل دور نکل آنے کے بعد ہی ان اثرات سے آزاد ہو سکا ہوں اور اب اپنی عقل سے سوچ رہا ہوں۔ میں نے آپ پر بھروسا کیا ہے۔ میری گلو خلاصی کی کوئی راہ بتائیے۔“

”پہلے اسے کھول کر دیکھو کہ اس میں کیا بھرا گیا ہے۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہو سکے گا۔“

”وہ پیکٹ اس طرح بند کیا گیا ہے کہ ایک بار کھول کر اسے دوبارہ اصل حالت میں لانا ناممکن ہے۔ اس میں کچھ بھی ہو۔ میں اس سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔“

”اگر تمہارا شبہ غلط نکلا تو اپنے انکل کو کیا جواب دو... گے؟“

میں نے ہلکے سے طنز سے پوچھا۔

”کہہ دوں گا کہ لندن ایئرپورٹ پر کسٹم والوں نے وہ پیکٹ روک لیا۔“ وہ تقریباً جھلا کے بے بسی سے بولا ”اڑتے ہوئے جہاز پر میں مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ یہاں دیا سلائی یا لائٹر کی لو سے زیادہ آگ ملنی مشکل ہے ورنہ میں پیکٹ اسی میں جھونک دیتا، میں اسے کہاں لے جاؤں؟“

”پرسکون رہنے کی کوشش کرو۔“ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا ”غنیمت ہے کہ اس وقت تمہیں ہوش آ گیا ہے۔ پیکٹ لے کر باتھ روم میں جاؤ۔ تمہارے خدشات درست ثابت ہوں تو سفوف کموڈ میں بہا کر پیکنگ برباد کر دو اور اسے دیوار گیر ڈسٹ بن میں ڈال دو۔ سب کچھ ٹھیک ہو تو کھلا ہوا پیکٹ واپس لے آؤ۔ تم یہ عذر پیش کر سکتے ہو کہ اسے کسٹم والوں نے کھلوایا تھا۔“

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یوں میری طرف دیکھنے لگا جیسے میرے سر پر اچانک سینگ نکل آئے ہوں۔ کئی ثانیوں کے سکوت کے بعد اس نے ممنونیت سے لبریز، بھرائی ہوئی آواز میں کہا" آپ کو اعتماد میں لے کر میں نے غلطی نہیں کی۔ یہ سب سامنے کی باتیں ہیں مگر خوف اور دباؤ سے میرا ذہن ماؤف ہو کر رہ گیا تھا۔ مجھے کچھ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔ آپ نے میری مشکل آسان کی ہے۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔"

میں نے آخری گھونٹ لے کر اپنا گلاس خالی کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"آ...... آپ کہاں؟ آپ بیٹھیں۔ میں چند منٹ میں آ کر رپورٹ دیتا ہوں۔" خرم سلطان نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ممنونیت کا اظہار کیسے کرے۔

"تم چلو، میں ٹوائلٹ سے باہر رہ کر دیکھ بھال کرتا رہوں گا۔" میں نے اسے تھپکی دی۔

وہ اپنی نشست کی طرف ہولیا۔ میں اس کی مخالف سمت میں آگے بڑھ گیا۔ آگے سے گھوم کر میں دوسری راہداری سے عقبی حصے میں پہنچا تو خرم اپنی جگہ پر موجود تھا۔ ویرا واپس جا چکی تھی۔

میں فلائٹ کچن سے بیئر کا ایک ڈبا لے کر ٹوائلٹس کے قریب دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت میرے ذہن پر صرف اور صرف ایک ہی فکر سوار تھی کہ خرم سلطان پاکستان کے کسی متوسط گھرانے کا ایک ہونہار سپوت تھا جس نے اپنی قابلیت کے سہارے فلوریڈا کی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا اور مجھے اس کے مستقبل کو ذلت و رسوائی کی بھیانک دلدلوں میں گم ہونے سے بچانا تھا۔

میرے لیے اس وقت وہ ایک لڑکا نہیں تھا بلکہ اپنے جیسے پرعزم نوجوانوں کی ایک پوری کھیپ کا نمائندہ تھا۔ یہ وہ بچے ہیں جو اپنے شوق اور صلاحیتوں کے سہارے اپنے گھرانے اور ملک کے بہتر مستقبل کے لیے آسمان سے تارے توڑ لانے کا خواب آنکھوں میں سجائے اپنے گھروں کی دہلیز سے باہر قدم رکھتے ہیں۔ مالی ناآسودگی ان کی راہ کا پہلا اور سب سے وزنی پتھر ہوتی ہے جسے ہٹائے بغیر وہ ترقی کے راستوں پر گامزن نہیں ہو سکتے۔

...... کچھ نوجوان اس پتھر کو ٹھوکر سے اڑا کر آگے بڑھ جاتے ہیں، کچھ اسے چوم کر چھوڑ دیتے ہیں اور حوصلہ ہار کر اپنی راہ بدل لیتے ہیں۔ جوان دونوں کے بین بین ہوتے ہیں، وہ مدد اور سہاروں کے لیے ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتے ہیں۔

موت کے سوداگر اور مقدروں کے خریدار ہر لمحے ایسی تشنہ نگاہوں کے متلاشی رہتے ہیں۔ مدد اور سہارے کے نام پر ایسے نوخیز لڑکوں کو اپنا چارا بنا لیتے ہیں۔ جو کامیاب رہے تو ان لوگوں کو برسوں کے لیے ایک نیا... کارندہ مل جاتا ہے۔ بازی الٹ جائے تو ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ پکڑا جانے والا زندگی بھر کے لیے راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے۔

اس وقت تک یقین سے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی تھی لیکن خرم کے اندیشے بتا رہے تھے کہ اس کے باپ کے کسی دوست نے ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر نیویارک تک کے دو طرفہ ٹکٹ کے عوض اس سے ہیروئن کے کیریر کا کام لینا چاہا تھا۔

اگر خرم کا اندیشہ درست تھا تو اس بچے کو تباہی سے بچانا میرا فرض تھا۔

میں اپنی جگہ کھڑا خنک بیئر کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا اور سگریٹ پھونکتا رہا۔ آخر خرم نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ٹوائلٹس کی طرف آنے لگا۔

بظاہر وہ خالی ہاتھ تھا لیکن اس کے کوٹ کا بایاں حصہ قدرے نیچے جھول رہا تھا۔ شاید دوسرے مسافر اس فرق کو محسوس نہ کر سکے ہوں مگر میں نے بھانپ لیا کہ ٹریول ایجنٹ کا دیا ہوا دو کلو وزنی پیکٹ بریف کیس سے نکل کر خرم کے کوٹ کی اندرونی جیب میں منتقل ہو چکا تھا۔

میرے قریب سے گزرتے ہوئے خرم نے میری طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں دہشت اور امید کا ایک عجیب سا، ملا جلا تاثر موجود تھا۔

جہاز کو ہوا میں بلند ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ کھانے پینے کے باقاعدہ دور کا بھی آغاز نہیں ہوا تھا۔ اس

وجہ سے ٹوائلٹس پر مسافروں کا منظم حملہ شروع نہیں ہوا تھا۔ خرم سلطان پیش قدمی کرتا ہوا ایک خالی ٹوائلٹ میں غائب ہو گیا۔

اضطرار کے عالم میں، میں نے چند لمبے لمبے گھونٹ لے کر بیئر کا کین خالی کر دیا۔ ہلکے المونیم کا خالی ڈبا کچن کے کاؤنٹر پر رکھ کر میں نے نوجوان اسٹیورڈ سے دوسرا کین طلب کیا۔ فرمائش کی تعمیل ہوتے ہی میں نے کین کا سلور ٹیگ اڑایا اور دوبارہ اپنی جگہ آ کھڑا ہوا۔

خرم سلطان کو ٹوائلٹ میں گئے خاصی دیر ہو چکی تھی۔ پیکٹ بے ضرر ہوتا تو اسے جلد باہر نکل آنا چاہیے تھا۔ وہاں صورت حال بالکل برعکس تھی۔

پیکٹ میں چھپائی گئی ہیروئن کو کموڈ میں بہا کر تلف کرنا زیادہ دیر کا کام نہیں تھا۔ اس کی پیکنگ کو کسی اوزار کے بغیر چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل کر کے کوڑے دان میں ڈالنا دشوار ہو سکتا تھا اور شاید وہ ان ہی مراحل سے گزر رہا تھا۔

دوسرا کین ختم ہونے سے پہلے ہی ٹوائلٹ کا دروازہ کھلنے کا کھٹکا ہوا اور خرم سلطان باہر آ گیا۔ اس کے چہرے سے گھبراہٹ اور پریشانی ہویدا تھی۔

اس بار میں نے لاتعلقی کا رویہ ختم کر کے اسے راستے میں روک لیا۔

نگاہیں چار ہوتے ہی اس نے آنکھیں موند کر ہولے ہولے پلکیں اوپر اٹھائیں۔ وہ اس کی طرف سے اطمینان کا اظہار تھا "میرا ڈر صحیح تھا۔ آپ نے میری صحیح رہنمائی کی......"

"روزی کی جگہ بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

ذہن پر سے ایک بوجھ اتر جانے کے بعد میں وہیں کھڑا بیئر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس دوران میں ویرا برے برے منہ بناتی ہوئی دوبارہ پیچھے آ گئی تھی۔ اس سے نظریں چرا کر میں محض کن انکھیوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا لیکن وہ ویرا تھی۔ اسے ان حربوں سے زیر کرنا ممکن نہیں تھا۔

وہ خرم کی خالی کی ہوئی نشست کے قریب سے گزرتی ہوئی سیدھی چلی آ رہی تھی۔

اپنی جان بچانے کے لیے اس بار میں بالکل انجان بن کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔

اپنی گردن پر اس کے نرم و نازک ہاتھ کا حرارت آگیں لمس محسوس کر کے میں نے چونک کر پلٹنے کی اداکاری کی تو وہ ملامت آمیز نظروں سے مجھے گھور رہی تھی۔

"کیا بحر اوقیانوس میں مچھلیاں تلاش کر رہے ہو؟" اس نے زہریلی آواز میں پوچھا۔

"تم بھی جھانکو۔ دن کی روشنی میں جھاگ اڑاتی سمندری موجوں کا منظر بہت حسین معلوم ہو رہا ہے۔"

"میں یہ پوچھنے آئی [illegible] تک جاری رہے گی؟" [illegible] لڑکا تمہیں اسی قدر پسند آ گیا ہے تو [illegible] اپنی جگہ بدل لیتی ہوں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" میں نے جھلا کر کہا "تم ہمیشہ واہیات باتیں سوچتی ہو۔"

"وہ دوبارہ وہاں کیوں گیا ہے؟" اس بار ویرا کی آواز نرم ہو گئی "اگر وہ گھگیا کر تمہارا حوالہ نہ دیتا تو میں اسے پھٹکار کر بھگا دیتی۔"

"کسی نے ڈیڑھ دو کلو سفوف اس کے سر منڈھا ہوا تھا۔ میری ہدایت پر وہ اسے کموڈ میں بہا کر واپس آیا ہے اور اس وقت قابل رحم حالت میں ہے۔ میں......"

"اس کو پورے جہاز میں تمہارے سوا کوئی اور ہمدرد نظر نہیں آیا تھا؟" ویرا نے میری بات کاٹ کر پوچھا "جہاں جاتے ہو، جدھر سے گزرتے ہو، بیٹھے بٹھائے مصیبتیں مول لیتے رہتے ہو۔"

"آئندہ احتیاط کروں گا۔ شاید میری چھٹی حس مجھے زبردستی خطرات کی طرف دھکیلتی رہتی ہے۔ اب میں اس رو سے بچنے کی کوشش کروں گا۔"

"کراچی سے آتے ہوئے سلیم اکبر خان ٹکرا گیا تھا، اس بار یہ لڑکا مل گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سارے بین الاقوامی یتیم، لاوارث اور مظلوم تمہاری تلاش میں ہوائی جہازوں پر مارے مارے پھرتے رہتے ہیں اور تم ان کی درد بھری فریاد سن کر کسی فلمی ہیرو کی طرح ان کی مدد کے

لیے پہنچ جاتے ہو۔"

"حالات تمہارے سامنے ہیں۔تم خود بتاؤ کہ میں کیا کرسکتا ہوں؟"

"اسے جلد از جلد فارغ کرو۔ میں اپنی جگہ بیٹھ کر ستانا چاہتی ہوں۔"

اپنا نادر شاہی حکم جاری کرکے اس نے میرا جواب سننے کی زحمت نہیں کی اور واپس لوٹ کر خرم کی خالی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

میرے لیے ویرا کا وہ چڑچڑا پن قابل فہم تھا۔ ہم دونوں لندن سے پرواز کر چکے تھے لیکن نیویارک کے بارے میں بالکل خالی الذہن تھے۔ وہاں متوقع طور پر جو حالات رونما ہوسکتے تھے ان کے پیش نظر پیشگی تیاری اور مشاورت ضروری تھی۔

میں ایک مرتبہ پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ مجھے دیکھتے ہی خرم مودبانہ انداز میں اپنی سیٹ میں یوں سکڑ کر رہ گیا جیسے میرے بیٹھنے کے لیے زیادہ جگہ پیدا کر رہا ہو۔

"ہارڈ بورڈ کے ڈبے میں پولی تھین کی دس سربند تھیلیوں میں بہت باریک سفوف موجود تھا۔ میں نے وہی کیا جو آپ نے کہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں ایک بڑی مصیبت سے بال بال بچا ہوں۔ اللہ انکل انعام کو غارت کرے۔ کوئی گڑبڑ ہوجاتی تو وہ بالکل الگ ہوکر سارا الزام میرے سر تھوپ دیتے۔ وہ اتنے مکار ہیں کہ ابا بھی ان کی باتوں میں آکر میری طرف سے بدگمان ہوجاتے۔"

"یہ انکل انعام وہی ٹریول ایجنسی والے ہیں جنہوں نے رقم لیے بغیر تمہارے ٹکٹ کا بندوبست کیا تھا؟" میں نے تائید طلب لہجے میں پوچھا۔

"جی...... اگر میں اب بھی گھر والوں کو اصل بات بتاؤں تو وہ یقین نہیں کریں گے کہ انکل انعام اتنے پاجی ہوسکتے ہیں۔ میں سب کو یہی بتاؤں گا کہ پیکٹ کسٹم والوں نے ضبط کرلیا۔"

"یہ کہانی سنا کر تم اپنی شامت کو دعوت دو گے۔" میں نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"وہ کیسے؟" میرے الفاظ نے ایک مرتبہ پھر اسے

وہ کر دیا۔

"تمہارے انکل انعام اس کھیل کے سب سے بڑے فنکار ہیں۔ وہ کیسے مان لیں گے کہ کسٹم والوں نے ان کا سفوف ضبط کرکے سفوف اسمگل کرنے والے کو چھوڑ دیا۔ دو کلو تو بہت بڑی مقدار ہے، سب جانتے ہیں کہ سو دو سو گرام اسمگل کرنے والے بھی پکڑے جاتے ہیں تو ان کی بہت بری درگت بنتی ہے۔"

"اوہ......!" اس کے دہانے سے بے اختیار ایک گہرا سانس آزاد ہوگیا" آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اس قصے کے اس پہلو پر تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔"

"تم اس قدر احمق اور سادہ لوح ہو تو ملک سے باہر نکلے ہی کیوں تھے؟" ہمدردی کے ساتھ ساتھ مجھے اس پر غصہ بھی آنے لگا۔" یہ معاملات زندگی یا موت سے زیادہ نازک ہوتے ہیں۔"

"آپ ہی بتائیں کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ انکل انعام نے مجھے میرے کس گناہ کی سزا دی ہے۔" اس کی آواز روہانسی ہوگئی۔

"بریف کیس گم یا چوری ہوجانے کی کہانی ہی تمہیں ان پیچیدگیوں سے بچا سکتی ہے۔"

اس کی شفاف آنکھوں میں تیز چمک عود کر آئی" آپ واقعی کمال کے آدمی ہیں۔ چٹکی بجاتے میں ہر مشکل کا آسان ساحل سوچ لیتے ہیں۔ اس جہاز میں آپ نہ ملتے تو آج میں جیتے جی مر جاتا۔"

"اتنا خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے رکھائی سے کہا۔ "تم نے قد ضرور نکال لیا ہے لیکن ذہنی طور پر ابھی نابالغ ہو۔ تم نے یہ سوچا ہے کہ نیویارک میں جو شخص پیکٹ کا انتظار کر رہا ہے وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔"

"وہ ائرپورٹ کے باہر میرے نام کی تختی لے کر میرا انتظار کرے گا۔ اسی کے ساتھ میں نیوآرک ائرپورٹ سے جے ایف کے ائرپورٹ جاؤں گا جہاں سے فلوریڈا کے لیے سفر کرنا ہوگا......"

"یہ سب ماضی کے پروگرام ہیں۔" میں نے اسے بات پوری کرنے کا موقع دیئے بغیر کہا" پیکٹ کے بغیر تم نے اس سے رابطہ کیا تو وہ تمہارے ساتھ ہر بدسلوکی کرسکتا ہے۔"

اس کی بدلتی ہوئی ابتر حالت دیکھ کر میں نے دانستہ یہ خطرہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ شخص جھلا کر اسے گولی بھی مار سکتا تھا۔

خرم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا" پھر تو مجھے اس سے ملنا ہی نہیں چاہیے۔ اگر انکل انعام کا رابطہ کسی مجرم سے ہے تو وہ مجھے ہلاک بھی کرسکتا ہے۔ دو کلو مال کی قیمت بہت ہوتی ہے۔ اسے کموڈ میں بہاتے ہوئے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ چکر دور تک چلتا رہے گا...... اب میں آپ ہی کے رحم و کرم پر ہوں۔"

"میں سوچتا ہوں کہ تمہارے لیے کیا کیا جاسکتا ہے۔ تم بھی ان باتوں پر غور کرتے رہو، باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ اب تم روزی کو واپس یہاں بھیج دو۔"

جہاز پر اس لڑکے سے میری اتفاقی ملاقات گلے پڑتی نظر آرہی تھی۔ نیوجرسی کے نیوآرک ائرپورٹ پر سخت کسٹم چیکنگ میں اس لڑکے کا پکڑا جانا یقینی تھا۔ اعلیٰ تعلیم کے بجائے کسی امریکی جیل کی تنگ و تاریک کوٹھری کے خوف نے اسے حواس باختہ کیا ہوا تھا۔ میں نے اسے ہیروئن تلف کرنے کا مشورہ دیا اور وہ آنکھیں بند کرکے اس مشورے پر عمل کر گزرا۔

گلوخلاصی کی اس تدبیر کے دوسرے مضمرات بعد میں سامنے آئے جو خاصے سنگین بلکہ ہولناک تھے۔ میں نے اسے بہت زیادہ دہشت زدہ نہیں کیا تھا لیکن میرا ذہن دور تک کام کر رہا تھا۔

خرم سلطان اسے جل دے کر نیوآرک ائرپورٹ سے ہمارے ساتھ نکل جاتا تب بھی اس کے سر پر خطرے کی تلوار لٹکتی رہتی۔ نام نہاد انکل انعام اپنے آدمی کو فلوریڈا تک بھیج سکتا تھا۔ یونیورسٹی یا پھر اس کے ہاسٹل میں پکڑے جانے کی صورت میں خرم کی پوزیشن بہت زیادہ مخدوش ہوجاتی۔ کوئی بھی بریف کیس کی چوری کی کہانی کو تسلیم نہ کرتا۔ اس سے صرف ایک سوال کیا جاتا کہ اس نے امریکا پہنچنے کے بعد ہیروئن کہاں اور کس دام پر بیچی تھی۔

چند منٹ بعد ویرا اپنی جگہ پر لوٹ آئی اور آتے ہی بولی ''کیا بات ہے؟ وہ یہاں آیا تھا تو خوشی سے اس کا چہرہ چمک رہا تھا اور اب وہ بہت متفکر نظر آرہا ہے۔''

''الو کا پٹھا ہے اور وقت سے پہلے انڈا توڑ کر باہر نکل آیا ہے۔ میں اس سے کہیں زیادہ پریشان ہوں۔''

''کیوں؟ کیا اپنی اولاد پالنے کے بجائے اس پلے پلائے کو گود لے بیٹھے ہو؟''

''اس وقت اس کی گردن چوہے دان میں پھنسی ہوئی ہے۔ میں نے اسے مشورہ دیا تھا اس لیے اب میں اس کے بارے میں فکر مند ہوں۔''

''شاید اپنے دشمنوں کی تعداد تمہیں کم محسوس ہو رہی تھی جو یہ نئی مصیبت لے بیٹھے ہو......''

وہ مجھ پر تنقید کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتی تھی۔ اس وقت تو قدرت نے اسے ایک بہترین بہانہ مہیا کیا تھا۔ اس کی تقریر میں روانی آنے سے پہلے ہی میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''پہلے پوری کتھا سن لو۔ یہ جلے کٹے تبصرے تم بعد میں بھی کر سکتی ہو۔'' میں نے کہا۔

ویرا نے اپنے قریب سے گزرتی ہوئی ایئر ہوسٹس سے دو ڈبل اسکاچ طلب کیے۔ وہ سر ہلا کر کچن کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ ویرا سگریٹ سلگانے لگی۔

خرم سلطان کی کہانی نئی تھی نہ زیادہ طویل۔ ویرا اس کے سارے رموز و نکات خود ہی سمجھ سکتی تھی۔ ایئر ہوسٹس کے لوٹنے سے پہلے ہی کہانی مکمل ہو چکی تھی۔

برف کے ڈلوں پر اسکاچ کی چھوٹی چھوٹی بوتلیں انڈیلتے ہوئے ویرا بولی ''اگر یہ لڑکا پیشہ ور اسمگلروں کے کسی ریکٹ کا آلۂ کار بنا ہے تو یقین رکھو کہ ہم دونوں تو کیا، دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں بچا سکے گی۔ وہ پاکستان لوٹ جائے تب بھی وہ اپنا مال واپس لیں گے یا اسے مار دیں گے۔''

''یہ اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مال لینے کے لیے آنے والے کو دیکھ لیا جائے۔''

''کھلاڑی کبھی کسی اناڑی کے ساتھ ایسا کچا لین دین نہیں کرتے۔ یہ بتاؤ کہ پاکستان سے مال بھیجنے والے ٹریول ایجنٹ کے بارے میں تم نے کیا رائے قائم کی ہے۔''

''بہت مکار اور خود غرض آدمی ہے۔ جو شخص دولت کمانے کی دھن میں اپنے دوست کی اولاد کو رگید ڈالے، اس کے بارے میں تم خود بھی ایک رائے قائم کر سکتی ہو۔''

''کسی نہ کسی حد تک ہر شخص خود غرض ہوتا ہے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اپنے پیشے میں وہ کتنا منجھا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ٹریول ایجنسی کی آڑ میں ایک مدت سے یہ دھندا چلا رہا ہو۔''

''اس بارے میں سوچنا پڑے گا۔'' میں نے گلاس سے اسکاچ کا ایک گھونٹ لے کر کہا ''یا تم خود ہی اس لڑکے سے بات کر کے دیکھ لو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہیں کوئی نیا نکتہ سوجھ جائے۔''

ویرا کچھ نہ بولی۔ دونوں خاموشی سے اپنے اپنے گلاس سے شغل کرنے میں مصروف ہو گئے۔

طیارے پر موجود مسافروں کو اشتہا انگیز مشروبات سے شغل کرنے کے لیے خاصا وقت دینے کے بعد جہاز کے عملے نے پوری تندہی سے کھانا لگانا شروع کر دیا۔ ویرا کے لیے اسکاچ کی مقدار غالباً تسلی بخش نہیں تھی۔ اس نے کھانے کے ساتھ پینے کے لیے قیمت دے کر ریڈ وائن کی بوتل منگوالی۔

''تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ امریکا میں معیاری وقت کا کیا تصور ہے؟'' کھانے کے دوران میں ویرا کو نہ جانے کیوں وہ سوال یاد آ گیا جس کا جواب مشکل نہیں تو پیچیدہ ضرور تھا۔

''میں امریکا کبھی نہیں گیا لیکن اس ملک کے رقبے کے بارے میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ نیویارک اور فرانسسکو کے درمیان ایک گھنٹے کے فرق سے چار مختلف ٹائم زون ہیں۔ الاسکا اور ہوائی کے لیے پانچواں ٹائم زون ہے جو نیویارک سے چھ گھنٹے پیچھے ہے۔''

ویرا تعریفی انداز میں مسکرا دی ''یہ اچھی بات ہے کہ تم تھوڑا بہت پڑھتے بھی رہتے ہو۔ امریکا کے حکمراں بد دیانت ہیں مگر یہ ملک قدرت کی بے شمار دولتوں سے مالا مال ہے۔''

’’وطن سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ خرم سلطان کے دل میں اپنے گھریلو ماحول سے بغاوت کے جراثیم پیدا ہورہے ہیں اور منزل قریب آنے کے ساتھ تمہارے دل میں امریکا کی محبت بیدار ہورہی ہے۔ شاید یہ اتفاق نہیں، ایک حقیقت ہے کہ رشتوں کی قدر و منزلت فاصلوں کے ساتھ گھٹتی بڑھتی ہے۔‘‘

وہ استہزائیہ انداز میں ہنس پڑی ’’امریکا وہ سرزمین ہے جہاں امریکی قومیت کا تصور ناپید ہے۔ وہاں بہت سی قومیں اپنی اپنی تہذیب، زبان اور اقدار کے ساتھ رہ کر بھی امریکی کہلاتی ہیں۔ کوئی دوسروں پر تنقید نہیں کرتا......‘‘

’’کالوں پر تنقید وہاں عام ہے۔‘‘ میں نے قطع کلامی کرکے تصحیح کی۔

’’وہاں جاؤ گے تو خود دیکھ لوگے کہ جن کالوں پر تنقید کی جاتی ہے، وہ کون ہیں۔ وہاں تمہیں اعلیٰ ترین انتظامی اور عدالتی عہدوں پر بھی بہتیرے کالے نظر آئیں گے جن کی رنگ کی بنا پر حق تلفی نہیں کی جاتی۔ رنگ، نسل اور جنس کی بنیاد پر وہاں کسی سے کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا۔‘‘

’’وہ ایسی ہی مقدس سرزمین ہے تو وہاں ٹی، ڈیوڈ اسٹارز، مافیا اور سی آئی اے جیسے جرائم پرور ادارے کیسے پنپ رہے ہیں؟‘‘ میں نے پوچھا۔

’’یہ بے مہار آزادیوں کے شاخسانے ہیں۔ امریکا کے قانون میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ ایک غیر ملکی مجرم کے اغوا کی ناکام کوشش کو چھپانے کے لیے وہ کسی بے گناہ امریکی شہری کو ویت نام سنڈروم کا شکار قرار دے ڈالے اور پھر ہر بربادی اس کے سر منڈھ دے مگر تم سلطان شاہ کے قصے میں دیکھ ہی چکے ہو کہ اس اعلان کا پورا اہتمام کیا جاچکا تھا۔‘‘

’’اگر قانون کو کتابوں میں دفن کرکے اس کے رکھوالے ایسی سنگین من مانیاں شروع کردیں تو پھر کیا باقی رہ جاتا ہے؟ ایک دن وہ آئے گا کہ شخصی آزادیاں بھی ایک ایک کرکے سلب کرلی جائیں گی اور لبرٹی کا مجسمہ اپنی مشعل سمیت اوندھے منہ سمندر میں گر پڑے گا۔‘‘

’’آثار یہی بتاتے ہیں لیکن وقت کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ جو ہورہا ہے، وہ کسی روک ٹوک کے بغیر ہوا چلا جارہا ہے۔ کولمبیا آج ایسی ہی بے رحمانہ پامالیوں کا...... عبرتناک نمونہ بنا ہوا ہے۔‘‘

میں ہنس پڑا ’’امریکا اور کولمبیا پر لعنت بھیجو۔ کھانے کا لطف اٹھاؤ۔‘‘

’’میں کوئی روبوٹ نہیں ہوں جو ایک وقت میں صرف ایک کام کرتا ہے۔‘‘ ویرا اپنا ہاتھ روک کر تلخ اور استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی ’’اپنے گرد و پیش کے واقعات کے بارے میں سوچنا میرا حق بلکہ فرض ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی میرا ذہن کام کررہا ہے اور میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ تم صحرا کی نرم ریت پر سجے ہوئے سکون پرور نخلستان سے کھولتی ہوئی دلدلوں کی طرف جارہے ہو......‘‘

’’تمہارے یہ سوچے سمجھے ڈائیلاگ ہمارے ٹیلی وژن کی کسی بھی سیریل کی کامیابی کی ضمانت بن سکتے ہیں۔‘‘ میں نے اس کی بات کاٹ کر مسرت سے اسے مطلع کیا۔

’’تم نے اس وقت بہت گہری بات کہی ہے۔‘‘ وہ نیا لقمہ لے کر بولی ’’تم برا نہ مانو تو میں کہوں گی کہ تمہاری یہ مختصر سی بات تمہاری پوری قوم کی نفسیات کی عکاسی کرتی ہے۔‘‘

’’میں برا مانوں یا نہ مانوں، تم اپنی بات کہہ گئی ہو مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں ٹیلی وژن سیریل کی کامیابی کا ذکر کرکے میں نے کیا تیر مارا ہے۔‘‘

’’تمہاری قوم کھیلوں اور ڈراموں میں جتنی دلچسپی لیتی ہے، اس کا عشر عشیر بھی نظام یا سسٹم کی کامیابی میں نہیں پایا جاتا۔ ہر شخص خود کو سسٹم سے الگ مخلوق تصور کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس پر کسی دوسرے سیارے سے آئی ہوئی مخلوق حکمراں ہے جس کی کامیابی یا ناکامی کے لیے جدوجہد کرنا اس کے فرائض میں شامل نہیں ہے اور یہی لاتعلقی تمہاری بربادی کا سبب بن رہی ہے۔‘‘

میں نے چھری اور کانٹا نوائل ٹرے میں رکھ کر ہولے سے تالیاں بجائیں اور کہا ’’تم امریکی مخلوق ہو اور ہم دیسی مخلوق ہیں۔ پچھلے برسوں سے ہم لوگوں میں یہ خیال گہری جڑیں پکڑ رہا ہے کہ ہم جو چاہیں کرلیں، ہوتا وہی ہے جو

امریکی مخلوق چاہتی ہے۔ حد یہ ہے کہ ہمارے ووٹوں سے بھی وہی لوگ منتخب ہوتے ہیں جو امریکا کے منظور نظر ہوتے ہیں۔ ایسے بھیانک بے بسی کے عالم میں صرف لاتعلقی ہی جنم لیتی ہے۔ جب نتائج پر اپنا اختیار نہ ہو تو کوشش کا کیا حاصل؟‘‘

’’تم بھی احمقوں کے اسی ٹولے سے تعلق رکھتے ہو پھر تم کیوں ٹی سے لڑ رہے ہو؟ امریکا ٹی کی بالادستی چاہتا ہے۔ ہتھیار ڈال دو اور اس کی اطاعت قبول کرلو۔‘‘

’’یہ میرے ذاتی وقار کا معاملہ ہے۔ میرے جیتے جی ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔‘‘

’’یہی بات میں بھی کہہ رہی ہوں۔‘‘ وہ زور دے کر بولی ’’مقصد اور منزل سے یہ لگن دوسروں میں کیوں نہیں پائی جاتی؟ تمہارے لوگ اپنی ہی سرزمین پر اپنے اندیشوں اور خدشات کے غلام کیوں بن گئے ہیں۔ ناانصافی کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت سے کیوں محروم ہوچکے ہیں؟‘‘

’’روزی ڈرالنگ‘‘ میں یک لخت سنجیدہ ہونے پر مجبور ہوگیا۔ ’’یہ کوئی مشینی عمل نہیں ہوتا۔ ایک بٹن دبا کر کسی قوم کو بے حس یا پرعزم نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ برین واشنگ کا دھیما اور مسلسل عمل ہوتا ہے جو عشروں پر محیط ہوتا ہے......‘‘

اس نے سرد لہجے میں... میری بات کاٹ دی۔ ’’کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہارے ساتھ برین واشنگ کا یہ عمل کب اور کیوں شروع ہوا؟‘‘

’’اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ بالغ کو ہر اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے۔ نومولود کے ساتھ جو کچھ کیا جائے، وہ اسے رسم اور دستور سمجھ کر قبول کرلیتا ہے......‘‘

’’پھر تم ایسی کی تیسی میں جاؤ۔‘‘ میری کٹ حجتی پر وہ چڑ کر بولی۔ ’’میں آج کہے دیتی ہوں کہ تم اور تمہارے اول خان جیسے دیوانے پتھروں کی دیوار سے سر پھوڑ کر ایک دن فنا ہوجائیں گے مگر وقت کا دھارا یوں ہی بہتا رہے گا۔ تم اس کا رخ نہیں بدل سکو گے۔‘‘

’’رخ بدلے یا نہ بدلے۔ میں سکون سے ضرور مر سکوں گا۔ میری سرخ روئی کے لیے صرف یہ احساس کافی ہوگا کہ میں نے اپنے حصے کا کام پوری ایمان داری سے سرانجام دیا ہے۔‘‘

’’اس کے لیے بھی تم قسم نہیں کھا سکتے۔‘‘ ویرا نے اچانک ہی پینترا بدل دیا ’’کیا غزالہ سے شادی کے بعد تم نے اس سے کبھی کوئی بے وفائی نہیں کی۔‘‘

’’یہ تم کیا بات نکال بیٹھیں؟‘‘ میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ’’ابھی ملک و قوم کے لیے ایک عظیم تر جدوجہد کی باتیں ہورہی تھیں اور اب تم ذاتیات پر اتر آئیں۔‘‘

’’بات یہی ہے مائی ڈیئر اسلم خان! جو آدمی اپنی ذاتی زندگی میں مخلص اور ایمان دار نہیں ہوسکتا، وہ معاشرے کی بھلائی کے لیے کیا کرسکتا ہے؟ تمہارے یہاں ہر شخص کی زندگی کے کسی نہ کسی گوشے سے کوئی نادرہ جھانکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ نادرائیں کسی کو کچھ نہیں کرنے دیتیں۔‘‘

’’نادرہ ......نادرہ...... نادرہ پتا نہیں، وہ عورت تمہارے ذہن سے کیوں چپک کر رہ گئی ہے۔‘‘

’’حقیقت کے اظہار پر منافق یوں ہی چڑتے ہیں۔‘‘ وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی ’’اس کا نام سن کر تم یوں بدکتے ہو جیسے میں نے تمہاری دم مروڑ دی ہو۔‘‘

’’کبھی کبھی تم بلندیوں پر پرواز کرتے کرتے اچانک کسی اندھی کھائی میں گر پڑتی ہو اور وہاں ایسے سوقیانہ الزامات ہی تمہارا سہارا بنتے ہیں۔‘‘ میں نے برہمی سے کہا۔

’’نادرہ کا نام میں نے بلا سبب نہیں لیا تھا۔ سی آئی اے کے ایجنٹوں نے اس کے بیٹے کا تعلیمی کیریر برباد کردینے کی دھمکی دے کر اسے اپنا آلہ کار بنانا چاہا تھا اور اب انعام نامی ایک پاکستانی نے اعلیٰ تعلیم کے لیے مالی امداد دینے کے بہانے تمہارے چوزے کو اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ یہ محض اتفاقات نہیں ہیں۔ تمہارے ملک میں غیر ملکی ڈگریوں کے حصول کی ایک دوڑ سی لگی ہوئی ہے۔ اس دوڑ میں متوسط طبقہ سب سے زیادہ سرگرم ہے اور وہی دشمنوں کا نشانہ بن رہا ہے۔‘‘

ویرا نے نادرہ کے ذکر کے بارے میں وہ وضاحت پیش کرکے میرا غصہ ٹھنڈا کردیا۔ وہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی کہ اونچے خواب دیکھنے والے دشمنوں کے چنگل کے اسیر

ہوتے ہیں۔ پاکستان کے متوسط گھرانوں میں یہ وبا عام تھی کہ وسائل سے تجاوز کر کے اپنے بچوں کو اعلیٰ غیر ملکی تعلیم دلائی جائے اور پھر ان کے سہارے اپنے سماجی رتبے کو بلند تر کر کے خود کو منوایا جائے۔

وہ نکتہ ذہن میں آتے ہی میں خرم سلطان کے بارے میں سوچنے لگا۔

ویرا نے اس کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے ہوئے پتے کی بات کہی تھی کہ اگر وہ پیشہ ور اسمگلروں کا شکار ہوا تھا تو اس کی گلو خلاصی محال تھی اور وہ کسی اناڑی مہم جو کے ہتھے چڑھا تھا تو اسے بچانے کے لیے کچھ نہ کچھ کیا جا سکتا تھا۔

میں لذیذ کھانے سے انصاف کرتے ہوئے خاموشی سے اپنی اور خرم کی گفتگو کو ذہن میں دہرانے لگا۔ اس وقت اسی کی باتوں سے مجھے کوئی سراغ مل سکتا تھا۔

معاً مجھے یاد آیا کہ خرم نے اپنے ذریعے روبہ عمل آنے والی اکلوتی ڈیل کے ذریعے اپنے انکل انعام کے دن پھرنے کا ذکر کیا تھا۔

میں نے بار باران الفاظ کو یاد کیا اور اپنے ذہن میں گھماتا رہا۔ اس فقرے سے ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ انعام کے مالی حالات بہت زیادہ مستحکم نہیں تھے۔ متوسط طبقے کے بیشتر لوگوں کی طرح وہ بھی ترقی کے لیے ہاتھ پیر مار رہا تھا اور اسی دھن میں اس نے خرم سلطان کے ذریعے ہیروئن کی ایک کھیپ پاکستان سے امریکا پہنچانے کی کوشش کی تھی۔

کھانا ختم کرنے تک میں ایک نتیجے پر پہنچ چکا تھا۔ ائر ہوسٹس خالی برتن اٹھا کر لے گئی تو میں نے ویرا کو اپنی رائے سے آگاہ کر دیا۔

''یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ اپنی رائے قائم کر لی ہے تو اس لڑکے سے بھی اس کی تصدیق کر لو۔'' ویرا نے کہا۔

اگر تمہاری رائے درست ہے تو اس کی بہت بڑی مشکل آسان ہو جائے گی۔''

''اگر وہ میری رائے کی تصدیق کر دیتا ہے تو تمہاری حکمت عملی کیا ہوگی؟''

''یہ طے ہے کہ امیگریشن اور کسٹم کے مراحل سے ہمیں الگ الگ گزرنا ہے۔ ان سے نمٹنے کے بعد تم اپنے چہیتے کو ساتھ لے کر نکل جانا۔ میں اس کے استقبال کے لیے آنے والے کو دیکھ لوں گی۔''

''وہاں تم کوئی ہنگامہ کھڑا کر کے اسے خوف زدہ نہیں کر سکو گی۔''

''یہ میں بھی جانتی ہوں۔'' اس نے طنز سے کہا ''اس کی شناخت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ خرم سلطان کے نام کا پلے کارڈ لیے کھڑا ہوگا۔ میں اپنا پاسپورٹ تمہارے پاس چھوڑ دوں گی۔ مجھے خالی ہاتھ دیکھ کر وہ شبہ تک نہیں کر سکے گا کہ میں کسی لمبی پرواز سے وہاں پہنچی ہوں۔''

''اور پھر تم اس کے ساتھ رمبا سمبا ناچنا شروع کر دو گی۔'' اسے خاموش پا کر میں نے چڑ چڑے لہجے میں کہا ''تمہارے اسی گھنے پن سے میں چڑتا ہوں۔''

''میں اسے بتاؤں گی کہ میں ایف۔ بی۔ آئی کی ایجنٹ ہوں اور اس کا مہمان ہیروئن سمیت پکڑا گیا ہے۔ وہ فرار ہونے کی کوشش کرے گا اور میں اسے کامیاب ہونے کا موقع دوں گی۔''

''لیکن بعد میں وہ خرم کو تنگ کرے گا......'' میں نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا۔

''خرم پڑھنے آیا ہے تو وہ فلوریڈا کے کسی بڑے شہر میں ہی جائے گا۔ وہاں انعام کا آدمی اسے آسانی سے نہیں گھیر سکتا۔ کوئی رابطہ ہوا تو وہ یہی بتائے گا کہ ایف بی آئی نے پورے گروہ کو پکڑنے کے لیے اسے محدود آزادی دی ہے۔ اس کے بعد وہ خرم کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔''

''بظاہر یہ سب ٹھیک لگتا ہے لیکن عملی دنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔'' میں نے کہا۔

''منشیات بلکہ ہیروئن اور کوکین کے بارے میں امریکی حکام کے بیچ کے آدمی کے بجائے اصلی مجرم میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ یہاں ایسی مثال بھی موجود ہے کہ دو برس کی جدوجہد کے بعد پولیس نے کسی کو ناوٹ بنا کر کسی بڑی مچھلی پر ہاتھ ڈالا ہے۔''

''اب میں اس سے زیادہ کھل کر بات کر سکوں گا۔'' میں نے جواب دیا ''یہاں کے حالات کے بارے میں تم مجھ سے زیادہ باخبر ہو۔''

''لیکن ایک بات ضروری ہے۔'' اس نے مجھے تاکید کی ''اب وہ نیویارک سے سیدھا اپنی منزل کی طرف نہیں جائے گا۔ اسے دو چار دن نیویارک میں رکنا ہوگا تاکہ وہ یہ کہہ سکے کہ ایف بی آئی والوں نے دو چار دن تک باز پرس کے بعد اسے رہا کیا ہے۔''

''ان چار دنوں کے اضافی اخراجات کے لیے اسے رقم بھی درکار ہوگی۔''

''کسی سے ہمدردی کرنا اتنا سہل نہیں ہوتا۔ یہ قیمت تمہیں ادا کرنی ہوگی۔''

''یہ قیمت ادا کرنے کے باوجود خرم کا میزبان تمہارے گلے پڑ گیا تو کیا ہوگا؟''

''ہم کولمبیا نہیں، امریکا جا رہے ہیں۔ وہاں جرائم ضرور ہوتے ہیں لیکن قانون کی بالادستی کا خوف ابھی باقی ہے۔ بڑے سے بڑا مجرم بھی قانون سے ٹکر لینے کے بجائے فرار کی راہ اختیار کرنے میں عافیت سمجھتا ہے۔ میری زبان سے ایف بی آئی کا نام سنتے ہی اس کی روح فنا ہو جائے گی۔''

''کیا امریکا کا فیڈرل بیورو آف انوسٹی گیشن اسی قدر راست باز اور پارسا ادارہ ہے؟''

ویرا کا سر نفی میں ہلنے لگا ''واٹر گیٹ اسکینڈل کی تشہیر کے بعد امریکا میں بہت تیزی سے کرپشن اور بدعنوانیوں کو سر اٹھانے کا موقع ملا ہے۔ اوپر کی سطح پر بری طرح گند گھولا جا رہا ہو تو ماتحت بیوروکریسی سے نیکی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ایف بی آئی سمیت ہر سرکاری ادارے اور محکمے میں دھاندلیاں ہوتی ہیں لیکن یہ امریکا کی خوش نصیبی ہے کہ اس سرزمین [illegible] داروں کا احترام آج بھی باقی ہے۔''

''اور نیویارک پہنچ کر تم امریکا کی اسی خوش نصیبی سے فائدہ اٹھاؤ گی۔''

''نیویارک نہیں نیوآرک۔'' اس نے میری تصحیح ضروری سمجھی۔ ''میں قابلیت نہیں بگھار رہی لیکن لینڈنگ سے پہلے تمہیں اتنا ضرور بتانا چاہوں گی کہ نیویارک کا بین الاقوامی ہوائی اڈا جان ایف کینیڈی ائرپورٹ کہلاتا ہے اور یہ نیویارک کے کوئینز نامی ضلع میں واقع ہے، جب کہ نیوآرک، نیویارک کے جڑواں شہر نیوجرسی کا بین الاقوامی ہوائی اڈا ہے۔ وہاں سے نیویارک کے مرکزی علاقے کی مسافت ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ نہیں ہے۔ عملاً اسے بھی نیویارک ہی تصور کیا جاتا ہے۔''

''تم بلاوجہ مغز زنی نہ کرو۔ یہ جغرافیہ وہاں پہنچنے کے بعد ہی ذہن میں سمائے گا۔''

''نیویارک میں سارا جغرافیہ فیل ہو جاتا ہے۔ اسٹریٹ اور ایونیو سے لے کر پتے تک سارا کام محض نمبروں سے چلتا ہے۔ وہاں تمہیں قدم قدم پر میری مدد کی ضرورت ہوگی۔''

''میری کوشش ہوگی کہ ایسا برا وقت کبھی نہ آئے۔ تھوڑی دیر پہلے گیٹ وک کے ریستوران میں تم نے اپنا پیٹ بھرا ہے، نیویارک میں تمہارا پیر بھاری ہو گیا تو......''

ویرا نے میرے پہلو میں اتنے زور سے چٹکی لی کہ ایک دردناک سسکاری کے ساتھ میرا فقرہ ادھورا رہ گیا۔ اس میں سب سے بڑی خرابی یہی تھی کہ لاجواب ہو کر وہ ہاتھا پائی پر اتر آتی تھی۔

کیبن میں سے کھانے کے برتن سمیٹے جا چکے تھے۔ ہر نشست کے ساتھ لگے ہوئے ملٹی چینل ساکٹ سے منسلک ہونے والے...... سر بمہر ہیڈ فون اس سے پہلے تقسیم کیے جا چکے تھے۔ اسکرین پر کوئی کامیڈی فلم شروع ہو چکی تھی۔ کھانے کے بعد وہ آرام کے لمحات تھے۔ جہاز کے کیبن میں روشنیاں کم کر دی گئی تھیں۔ مسافروں کی رضامندی سے میزبان خواتین کھڑکیوں کے بلائنڈز گرا رہی تھیں تاکہ سورج کی چمکتی ہوئی کرنوں کو روک کر جہاز میں خواب ناک سماں باندھا جا سکے۔

[illegible]ب ناک کھلے سمندر پر گھنٹوں جاری رہنے والی اس پرواز سے بیشتر مسافروں نے خود ہی اپنے سروں پر لگی ہوئی روشنیاں گل کر لی تھیں۔ جہاز کے عملے کا پر اخلاق رویہ چھا رہا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے جہاز میں دن دہاڑے رات [illegible] ڈیرے ڈال دیے۔

''سب جانتے [illegible] کہ یہ سفر چند گھنٹوں میں ختم ہو جائے گا مگر پھر بھی اس کا ایک عجیب مزہ ہے۔'' کیبن

کے ملگجے سے ماحول میں ویرا میرے کان کے پیچھے منمنائی" زمین سے ہزاروں میٹر کی بلندی پر جہاز کی ایک الگ ہی دنیا ہوتی ہے جس میں اجنبی دوست بن جاتے ہیں اور منزل پر پہنچتے ہی ایک دوسرے کو یوں بھول جاتے ہیں جیسے کبھی شناسائی ہی نہ رہی ہو۔"

"تم پر کوئی متعدی دورہ تو نہیں پڑ رہا؟" میں نے پرتشویش لہجے میں پوچھا" میرے کانوں کو تمہاری آواز کچھ بہکی بہکی سی لگ رہی ہے۔"

"اس وقت تمہارے شانے سے سر ٹکا کر سونے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"لیکن میرا شانہ خرم سلطان سے مذاکرات کے لیے میرے ساتھ جا رہا ہے۔ واپسی پر تم مستحق ثابت ہوئیں تو میں تمہیں کندھا دے دوں گا۔"

"تم......سفاک آدمی!" ویرا اس بار انگریزی میں قدرے بلند آواز میں بولی" میری بات یاد رکھو کہ میں اکیلی نہیں مروں گی۔ یہ جہاز پھٹ کر سمندر میں گرے گا اور میرے ساتھ تمہاری راکھ بھی بے رحم موجیں بہا کر لے جائیں گی۔"

"مس!" اچانک ہماری عقبی سیٹ سے ایک لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی" یسوع کو یاد کرو۔ آپس کے جھگڑے میں ایسی بدفالی منہ سے نہ نکالو۔ اس جہاز میں تم دونوں کے ساتھ سیکڑوں انسان سفر کر رہے ہیں۔ انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو انہیں بھی بد دعائیں دے رہی ہو۔"

میں نے اچک کر پشت گاہ سے پیچھے دیکھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر سفید فام تھا۔ مجھے متوجہ پا کر اس کے ساتھ بیٹھا ہوا عرب بول پڑا۔" تمہاری عورت سب کو کیوں کوس رہی ہے۔ اس کی زبان بند کرو ورنہ واللہ میں دروازہ کھول کر اسے ٹھنڈے سمندر میں پھینک دوں گا۔"

جذبات کی فراوانی میں اس نے انگریزی فقروں کے درمیان واللہ کا لفظ جوں کا توں استعمال کیا تھا۔

اس عرب کی مداخلت پر میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس کے کہے ہوئے فقرے ویرا کو اشتعال دلانے کے لیے کافی سے زیادہ تھے۔ اگر وہ عرب سے الجھ پڑتی تو جہاز میں اچھا خاصا بلوہ شروع ہو سکتا تھا اور ہم دونوں ہر ایک کی توجہ کا مرکز بن سکتے تھے۔

ویرا نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی لیکن بیٹھے ہی بیٹھے اس نے بلند آواز میں چند عربی الفاظ ادا کیے اور میں نے دیکھا کہ مداخلت کرنے والے کا چہرہ دھواں ہو گیا۔

"مم...... میں معذرت چاہتا ہوں۔" میں نے ان دونوں سے کہا۔" میری......"

ویرا نے میری پتلون کھینچ کر مجھے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا اور کہا" آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب یہ عرب نیویارک تک زبان نہیں کھولے گا۔" اس بار وہ اردو میں گویا ہوئی تھی۔

"کیا کہہ دیا تم نے اسے؟" میں نے اپنی نشست میں بیٹھ کر حیرت سے پوچھا" تمہاری بات سنتے ہی اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا۔"

"کوئی بھی اجنبی زبان سیکھنے کا بنیادی گر یہ ہے کہ پہلے اس کی بدترین گالیاں سیکھو۔ نوآموز ہونے کی وجہ سے کوئی ان کا برا نہیں مانتا۔ میری عربی آگے نہیں بڑھ سکی۔ بس ان ہی گالیوں تک محدود ہے اور میں نے اس کی خدمت میں وہی پیش کی تھیں۔"

"تم بہت بے شرم ہو گئی ہو۔ سننے والوں نے تمہارے بارے میں کیا سوچا ہوگا۔"

اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہا" عربی اس کے سوا کسی کے پلے نہیں پڑی ہوگی اور اب وہ مجھے جہاز سے باہر پھینکنے کے بجائے خود باہر کود جانے کے امکانات پر غور کر رہا ہوگا۔ بعض وزنی اور بھرپور گالیاں آدمی کو اندر سے بری طرح ادھیڑ ڈالتی ہیں۔"

"اردو بھی تم نے اسی طرح سیکھی تھی؟" میں نے اشتباہ آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ایک امریکی عورت کے لیے اردو میں بھی عربی کی طرح اجنبی تھی۔ چاہو تو کبھی اردو میں گالیوں کا مقابلہ کر کے میری معلومات آزما سکتے ہو۔" وہ مسکرا کے بولی۔

"ہو سکتا ہے کہ تم جیت جاؤ۔"

"اسی لیے تمہارے چہرے پر ہر وقت پھٹکار برستی

رہتی ہے۔" میں نے جل کر کہا۔

"اس ... پھٹکار کو میرے قدر دان مقناطیسی کشش کا نام دیتے ہیں۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

میں نے بھنا کر اپنی جگہ چھوڑ دی اور خرم سلطان کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

☆☆☆

اس بار خرم سلطان سے میرے مذاکرات بہت طویل ثابت ہوئے۔ جہاز کے ایک عقبی گوشے میں دو خالی نشستیں دیکھ کر ہم دونوں وہیں جا بیٹھے تھے۔ میں پیتا رہا اور وہ مونگ پھلی کے نمکین دانے ٹونگتا رہا۔ اسی دوران میں باتیں بھی ہوتی رہیں۔

ہماری گفتگو کا یہ سلسلہ اس وقت منقطع ہوا، جب جہاز نے ہچکولے کھانے شروع کیے۔ کپتان کے پیغام کے ساتھ ہی سیٹ بیلٹ باندھ لینے کی ہدایات روشن ہو گئیں۔ اس وقت ہمارا جہاز کسی موسمی طوفان کے سمندری خطے سے گزر رہا تھا۔

خود کو اسی نشست میں جکڑنے کے بجائے میں لڑکھڑاتا اور ہچکولے کھاتا ہوا اپنی اصل نشست پر پہنچا تو میری جگہ وہی عرب...... براجمان تھا جو برہمی کے عالم میں ویرا کو جہاز سے سمندر میں پھینکنے پر تلا ہوا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی اس نے ڈھٹائی سے کھیسیں پھیلا دیں اور اٹھ کر اپنی پچھلی نشست پر چلا گیا۔

"یہ یہاں کیوں جھک مار رہا تھا؟" میں نے اپنی سیٹ بیلٹ کا بکل لگاتے ہوئے ویرا سے پوچھا۔

"میری دی ہوئی گالیوں کے عملی امکانات پر تبادلہ خیال کر رہا تھا۔" ویرا نے سلگانے والی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"گالیوں پر تبادلہ خیال! میں اس بدمعاش کا سر توڑ دوں گا۔" میرا خون کھول اٹھا۔

"عورت سے ہم کلامی کو ترسا ہوا یمنی بدو ہے۔ اس پر غصہ مت کرو۔ میں مذاق کر رہی تھی۔"

"پر وہ کیا کہہ رہا تھا؟ اپنی جگہ چھوڑ کر تمہارے پاس کیوں آیا تھا؟"

"تم کسی اور کے پاس گئے تھے۔ وہ میرے پاس

آ گیا۔ ادھر ادھر کی باتیں کر رہا تھا۔ سب سے پہلے اس نے اپنی تلخ نوائی پر معذرت چاہی تھی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

میں نے اسے خرم سلطان سے طے ہونے والے پروگرام سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔

کھاتے پیتے اور ہنستے بولتے وہ سفر آخر کار اختتام تک پہنچ ہی گیا۔ پیجنگ سسٹم پر اعلانات کے ساتھ فضا میں طیارے کی بلندی تیزی سے کم ہونے لگی پھر ساحل کے ساتھ ساتھ بلند و بالا عمارتوں کی طویل سی لکیر نظر آنے لگی جو رفتہ رفتہ واضح ہوتی جا رہی تھی۔

آئزک بیل کے وطن کی سرزمین کے تیزی سے بدلتے ہوئے وہ مناظر بہت مسحور کن تھے جو آنے والوں کو فضا میں ہی اس ملک سے مرعوب کر دینے کے لیے کافی تھے۔

جہاز نے کنکریٹ اور انسانوں کے اس پر ہجوم جنگل پر تھکے تھکے انداز میں ایک لمبا سا چکر کاٹتے ہوئے اپنی بلندی میں مزید کمی کی۔ سورج کی تیز روشنی میں نیچے پھیلی ہوئی دنیا اس قدر دلچسپ نظر آ رہی تھی کہ میری طرح طیارے کے بیشتر مسافر کھڑکیوں سے نیچے جھانک رہے تھے۔

ویرا مجھے تیزی سے بدلتے ہوئے مناظر کے بارے میں بتاتی جا رہی تھی۔

اونچی عمارتوں کا ارتکاز نیویارک کی مین ہٹن ڈسٹرکٹ یا بورو میں ہے جو ایک دریائی جزیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ مین ہٹن کے ساتھ ساتھ پانی کی ایک واضح لکیر دوڑ رہی تھی جسے ویرا نے دریائے ہڈسن کا نام دیا۔ اس کے پار نیو جرسی کا شہر آباد تھا اور طیارے کا رخ اسی کے ہوائی اڈے کی طرف تھا۔

لینڈنگ کے روایتی لوازم سے گزرتا ہوا، ورجن اطلانتک کا وہ طیارہ آخر کار ٹھہر گیا۔ جہاز کے کپتان اور عملے کی ہدایات کے برعکس وہاں بھی مضطرب مسافروں نے طیارہ تھمنے سے پہلے اپنا دستی سامان سمیٹ کر نشستوں سے راہداریوں میں نکلنا شروع کر دیا۔

دنیا کا کوئی بھی خطہ ہو، انسانوں اور بالخصوص فضائی مسافروں کا رویہ کم و بیش یکساں ہی ہوتا ہے۔ بس اس کی شدت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

طیارے کا دروازہ کھلنے اور اس سے گزرگاہ منسلک ہونے کے بعد پہلے میں نے جگہ چھوڑی۔ اس سے پہلے ہی میں اپنے اور ویرا کے ڈیوٹی فری الاؤنس کے مطابق الکحل ملے مشروبات الگ کر چکا تھا۔

طے یہ ہوا تھا کہ پہلے میں تمام مراحل سے گزروں گا۔ اس کے بعد خرم سلطان میرے ساتھ آ ملے گا۔ ویرا کو آخر میں باہر نکل کر اس شخص کو گھیرنا تھا جو خرم سے ہیروئن وصول کرنے کے لیے ہوائی اڈے پر پہنچا ہوا تھا۔

راہداری میں رینگتی ہوئی قطار کے درمیان میں دروازے سے گزرا تو میرے ذہن میں عدم تحفظ کا ایک احساس جنم لے چکا تھا۔

مسافروں کی بھیڑ میں ایک طویل راہداری عبور کرنے کے بعد میں امیگریشن ہال میں پہنچا اور عقابی نظروں سے جائزہ لینے کے بعد ایک ایسی قطار میں کھڑا ہو گیا جس کے آخری سرے پر ایک نرم خو اور خوش رو خاتون نظر آ رہی تھی۔

لوگ اس مرحلے سے فارغ ہو کر جاتے رہے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ دوسرے ملکوں کے مقابلے میں امریکا والے اپنے ملک میں داخلے کی اجازت دینے کے معاملے میں خاصے بخیل تھے۔ اپنے آس پاس مجھے ایسے کئی پریشان چہرے نظر آ رہے تھے جنہیں امیگریشن والوں نے تفصیلی جرح کے لیے قطار سے الگ کر دیا تھا۔ لمحہ بھر کے لیے مجھے خیال آیا کہ شاید ان لوگوں سے کوئی مک مکا ہونے والا ہو لیکن کھلے طریقہ کار اور کڑی نگرانی کی وجہ سے شاید وہاں ایسا نہیں ہوتا۔

مجھے معلوم تھا کہ میرا پاسپورٹ جعلی تھا۔ مختصر ترین وقت میں سفری دستاویزات کی تیاری کے لیے اول خان نے کسی پیشہ ور جعل ساز کی خدمات حاصل کی تھیں جس نے پرانے پاسپورٹ پر میری تصویر لگا کر مجھے اسلم خان بنا دیا تھا۔

اس پاسپورٹ کے مطابق اسلم خان پہلے بھی کئی بار امریکا آ چکا تھا۔ اس کے پاسپورٹ پر کہیں بھی امریکا سے

اخراج کی کوئی مہر نہیں تھی مگر اول خان نے مجھے زبانی بتا دیا تھا کہ وہ شخص ہر بار کئی کئی مہینوں کے لیے امریکا میں رہا تھا۔

اس وقت میرے سامنے سب سے کٹھن مرحلہ یہی تھا کہ اسلم خان کے لیے امریکا کوئی نئی سرزمین نہیں تھی مگر میں وہاں اجنبی تھا۔

میں نے غور کیا تو خوشی ہوئی کہ میں نے امیگریشن کے لیے صحیح قطار کا انتخاب کیا تھا۔ بیشتر کاؤنٹرز پر کئی کئی مسافروں کو بعد کی تفصیلی جانچ پڑتال کے لیے الگ کر لیا گیا تھا مگر مجھ سے آگے کسی کو نہیں روکا گیا تھا۔ قطار میں بڑھنے والا ہر شخص ویزا کی مہر کے ساتھ آگے جا رہا تھا۔

میری باری بھی آ ہی گئی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنا جعلی پاسپورٹ اور احتیاط سے بھرا ہوا امیگریشن کارڈ اس خاتون کے حضور پیش کر دیا۔

پاسپورٹ ہاتھ میں لے کر اس نے گہری اور وجود میں اتر جانے والی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ اس کی انگلیاں مشینی انداز میں میرے جعلی پاسپورٹ کی ورق گردانی کر رہی تھیں۔

''تم امریکا کیوں آئے ہو؟'' اس نے سرد اور سپاٹ لہجے میں مجھ سے سوال کیا۔

''بہتر ماحول میں وقت گزارنے کی آرزو بار بار یہاں لے آتی ہے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''بہتر ماحول یا پھر یہاں کسی سے تمہاری دوستی ہے۔'' اس کی نظریں میرے چہرے سے ہٹ کر پاسپورٹ کے کھلے ہوئے صفحات پر جم گئیں۔

''کاش، کسی سے ایسی دوستی ہو سکے۔ ابھی تک دوستی کے لیے وقت خرید کر گزارہ کر رہا ہوں۔''

''تمہیں ایڈز کا خوف نہیں ہے؟'' اس کی بڑی بڑی آنکھیں ایک مرتبہ پھر میرے چہرے پر جم گئیں۔

لمحہ بھر کے لیے میرے وجود میں سنسنی سی سرایت کر گئی۔ مجھے علم نہیں تھا کہ امریکا میں پیشہ ور عورتوں کے ذریعے اس مرض کے پھیلنے کے امکانات ختم کرنے کے لیے کیا طریقہ کار رائج تھا...... روا روی میں کہی ہوئی ایک بات یک لخت ہی بہت سنجیدہ موڑ لے چکی تھی۔

’’موت آنی ہوتی ہے تو بستر پر بھی آجاتی ہے مگر ہم بستر پر سونا نہیں چھوڑتے۔‘‘ میں نے اپنا دل کڑا کر کے جواب دیا ’’پھر ایڈز سے دہشت کیوں ہو...... زندگی جتنی دی گئی ہے، اتنی ہی رہے گی پھر اسے خوف اور دہشت میں کیوں گزارا جائے۔ جو احتیاط ممکن ہے، وہ کی ہی جاتی ہے۔‘‘

’’مسلمان ہو؟‘‘ اس نے پاسپورٹ پر سرسری نظر ڈال کر پوچھا۔

’’ہاں۔‘‘ میں نے مختصر سا جواب دیا۔

’’بنیاد پرست؟‘‘ اس نے چبھتی ہوئی آواز میں اگلا سوال کیا۔ ’’کسی تنظیم کے رکن ہو؟‘‘

’’مذہب کے بنیادی اصولوں پر پختہ یقین رکھتا ہوں لیکن تمہارے مخصوص معنوں میں بنیاد پرست نہیں ہوں۔‘‘ اس بار میں نے پوری بے خوفی سے جواب دیا ’’نہ کسی تنظیم کا رکن ہوں۔‘‘

’’تم پہلے امریکا آتے رہے ہو تو تمہیں یہ ضرور معلوم ہوگا کہ بروکلین کہاں واقع ہے۔‘‘

’’یہ شاید نیویارک ہی کا کوئی علاقہ ہے جہاں کالوں کی کثرت ہے۔‘‘ میں نے کہا۔

’’یہ بات تم یقین سے نہیں کہہ سکتے؟‘‘ وہ میرے ساتھ گفتگو کو طول دے رہی تھی۔

’’امریکا میں اٹل باتیں بھی اسی بے یقینی سے کہی جاتی ہیں۔ گفتگو کا یہ مدافعانہ انداز میں نے یہیں کی سیاحت میں سیکھا ہے۔‘‘

’’یہاں کتنے دن رہنے کا ارادہ ہے؟‘‘ اس نے بال پین کو انگلیوں میں گھماتے ہوئے پوچھا۔

’’ایک ڈیڑھ ماہ۔ تروتازہ ہونے کے لیے اتنی مدت کافی ہونی چاہیے۔‘‘

’’اگر تمہیں داخلے کی اجازت نہ دی جائے تو کیا کرو گے؟‘‘ اس نے پوچھا۔

یک بیک میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے دلکش چہرے پر سنگلاخ سنجیدگی کا راج تھا۔ میں نے دھیرے سے کہا۔ ’’اس کا سبب جاننا چاہوں گا پھر واپس لوٹ جاؤں گا اور دوبارہ کبھی ادھر کا رخ نہیں کروں گا۔‘‘

اس نے اپنی ڈیسک پر سے ایک مہر اٹھا کر میرے پاسپورٹ پر ثبت کی اور پاسپورٹ بند کر کے میری طرف بڑھا دیا۔ اس مرحلے پر اس کے ہونٹوں پر لمحہ بھر کے لیے موہوم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی جو فوراً ہی معدوم ہوگئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا، جیسے وہ مسکراہٹ کو جرم سمجھتی ہو۔

وہ ایک سنگین مرحلہ تھا جو بخیر و خوبی گزر گیا۔ آئزک بیل کے گھر میں داخلے کا قانونی حق ملتے ہی میں اس خشک مزاج خاتون کا شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا۔

کسی فنی رکاوٹ کی وجہ سے بیگیج ہال میں مسافروں کا سامان اس وقت تک بیلٹ پر نہیں آیا تھا۔ ہال کے اختتام پر ایک ٹولی کی صورت میں کھڑے ہوئے چند کسٹم حکام جو شاید اسی پرواز کے مسافروں کی پڑتال پر مامور تھے، گہری نظروں سے ہال میں جمع ہونے والے مسافروں کا جائزہ لے رہے تھے۔

خرم سلطان کی آمد کے ساتھ ہی ہال میں سامان کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ امیگریشن کے کڑے مرحلے سے گزر کر وہ تیر کی طرح میرے پاس آیا تھا۔

’’یہاں امیگریشن والے بہت ہلکان کرتے ہیں۔‘‘ اس نے آتے ہی مجھے بتایا ’’پتا نہیں، اتنے ٹیڑھے سوال جواب کے باوجود لوگ کیوں ادھر کا رخ کرتے ہیں۔‘‘

’’برخوردار! یہ مجبوریاں ہیں جو لوگوں کو یہ سب برداشت کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔‘‘

’’مجھے تو خیر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی مجبوری ہے لیکن آپ......؟ آپ جیسے شریف اور معزز آدمی کو تو ادھر کا رخ بھی نہیں کرنا چاہیے۔‘‘

میں ہنس دیا پھر دھیرے سے بولا ’’پہلی بات تو یہ کہ میں اتنا شریف اور معزز نہیں ہوں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ دوسری اور اہم تر بات یہ ہے کہ امیگریشن والی نے مجھے زیادہ پریشان نہیں کیا۔‘‘

’’خدا کی پناہ!‘‘ وہ اپنے کانوں کو چھو کر بولا ’’منشیات کی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن لمبی تھوتھنی والا وہ امریکی مجھ سے ہم جنس پرستی کے شوق پر میری رائے دریافت کر رہا تھا۔ لاحول ولاقوۃ۔ ان لوگوں کی سوچ بہت گھٹیا اور ذلیل ہے۔‘‘

وہ نوجوان تھا۔ اپنی فکر کے اعتبار سے ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ وہ پاکستان کے ایک ایسے روایتی گھرانے سے نکل کر امریکا آیا تھا، جہاں انکل انعام جیسے مفاد پرست اور خود غرض آدمی کو رواداری اور بزرگی کے نام پر برداشت کیا جاتا تھا۔

امریکا اس کرۂ ارض پر بالکل ہی مختلف انسانوں کی سرزمین تھی۔ وہاں ہر شخص صرف اپنے لیے جیتا تھا۔ ڈالر وہاں کی ذاتی اور جذباتی زندگی میں بھی بہت اہمیت رکھتے تھے۔ ہر بات اور رشتے کو ڈالروں کی اسی ترازو میں تولا جاتا تھا۔ ڈالر تعلیم کی کنجی تھے اور ڈالر ہی رزق و روزی کا ذریعہ تھے۔ جو لوگ امریکی تہذیب کے اس جوہر کو سمجھ لیتے تھے، وہ ذاتی وقار اور انا کو بھول کر ہر لمحے اور ہر قیمت پر ڈالر کمانے پر تل جاتے تھے۔

ڈالر کمانے کی اس اندھی دوڑ میں غیر ملکی بس چند روز کے لیے حیران، متذبذب اور بے یقین رہتے تھے پھر وہ بھی لنگر لنگوٹ کس کر میدان میں کود پڑتے تھے۔ امریکا اس وقت بھی دنیا کا خوش حال ترین ملک تھا۔ وہاں سوئی سے ہوائی جہاز تک، ہر چیز مہنگی تھی لیکن انسانی عزت و آبرو کی ارزانی بے مثال تھی۔ چند ڈالروں کی سرمایہ کاری کے عوض کوئی بھی سرمایہ دار اپنی من پسند مسرتیں خرید کر شب و روز نہال رہ سکتا تھا۔

امریکا ایک انوکھا ملک ہے۔ وہاں ہر کام کسی شرم ساری کے بغیر ہوتا ہے اور شب و روز ہوتا ہے۔ بہت سے مرد کم سن عورتوں کے متلاشی رہتے ہیں اور عورتیں منہ مانگے داموں پر نوخیز لڑکوں کو ذاتی خدمت گاروں میں شامل کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان جو کچھ ہوتا ہے، وہ دنیا بھر میں ہوتا ہے۔ اسے قانون کا تحفظ حاصل ہو یا نہ ہو، رسوم و رواج کا درجہ ضرور حاصل ہوتا ہے۔

امیگریشن کے مرحلے پر مجھ سے ایڈز کے بارے میں گفتگو کی گئی تھی۔ خرم سلطان سے ہم جنس پرستی کے بارے میں اس کی رائے معلوم کی گئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ امریکا کے تہذیبی بازار میں جنس کا بیوپار سب سے زیادہ آسان اور مقبول تھا۔ ہر فرد کسی سرمایہ کاری کے بغیر من مانا منافع حاصل کر سکتا تھا اور لمبی تھوتھنی والے امیگریشن آفیسر نے اسی وجہ سے خرم سلطان سے خصوصی سوالات کیے تھے۔

سامان آجانے پر میں نے بیلٹ پر سے ویرا کا سوٹ کیس بھی اتار کر ٹرالی میں لاد لیا۔ خرم سلطان نے فرماں برداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹرالی خود سنبھال لی۔

اس کے دو بڑے اور وزنی سوٹ کیس دیکھ کر میں بوکھلا گیا ’’یہ کیا ہے؟‘‘

’’کچھ میری ضرورت کا سامان ہے۔ باقی چیزیں میں یہاں بیچنے کی نیت سے لایا ہوں۔‘‘ اس نے خفت آمیز لہجے میں بتایا ’’سنا ہے چمڑے اور سنگِ مرمر کا سامان یہاں مہنگا ہوتا ہے۔‘‘

’’پھر تم اپنی ٹرالی الگ ہی لے لو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے ساتھ میں بھی کسٹم کے بکھیڑے میں الجھ جاؤں۔ زیادہ مقدار میں لائی ہوئی ہر چیز تمہارے لیے مسئلہ بن جائے گی۔‘‘

نیویارک بلکہ امریکا کے روٹ پر دوسرے براعظموں سے چلنے والی پروازوں میں مسافروں پر سامان کے وزن کی کوئی پابندی عائد نہیں تھی۔ شرط صرف اتنی ہوتی تھی کہ مخصوص سائز کے دو سوٹ کیس ساتھ لے جائے جاسکتے تھے۔ اس سہولت کی وجہ سے اکثر و بیشتر مسافر ایسی اشیا بھی ساتھ لے جاتے تھے جو عام حالات میں چھونا بھی گوارا نہ کریں۔

ویرا بھی جلد ہی ہمارے ساتھ آملی۔ امیگریشن کے مرحلے سے الگ الگ گزرنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے ہمارا ایک جا ہونا خطرناک نہیں تھا۔

میرے اور ویرا کے سامان کی کسٹم چیکنگ میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوا۔ وہاں دوسرے مسافروں کے سامان میں بھی کھانے پینے کی اشیا تلاش کی جارہی تھیں ورنہ دوسری اشیا کے سلسلے میں نرمی سے کام لیا جارہا تھا۔

کسٹم کے بعد مجھے خرم کے انتظار میں رکنا پڑا۔ ویرا نے ایک سگریٹ سلگائی پھر پُرخیال لہجے میں بولی ’’میں یہاں وقت کیوں خراب کررہی ہوں؟ مجھے باہر نکل کر اپنا

کام کر لینا چاہیے۔"

اس کی تجویز مناسب تھی۔ میں نے سر ہلا کر تائید کی اور وہ نکاس کے راستے کی طرف چل دی۔ اس کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے میں ٹرالی دھکیلتا ہوا اسی طرف ہولیا۔

امریکا میں زندگی بہت مصروف ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنے چکروں میں اس طرح گھرا رہتا ہے کہ اسے دوسروں کے لیے ذرا بھی وقت نہیں ملتا۔ عمارت کے ممنوعہ حصے کے باہر مسافروں کے لیے آنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ ان میں بھی بیشتر ایشیائی اور مقامی کالے چہرے دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور یا... ان کے ہرکارے ہیں جو شکار کی تلاش میں گھات لگائے وہاں ٹہل رہے ہیں۔

میں ریلنگ کے پیچھے موجود اس مختصر سی بھیڑ کی طرف بڑھنے کے بجائے وہیں رک گیا۔

اس دوران میں ویرا تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی وہاں تک پہنچ چکی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس نے رک کر تحکمانہ انداز میں دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھے اور اس بھیڑ کا جائزہ لینے لگی۔

وہاں ایک ایشیائی بلکہ پاکستانی کے ہاتھ میں وہ گتے کا پلے کارڈ مجھے بھی نظر آ گیا تھا جس پر سیاہ مارکر سے بڑے حروف میں خرم سلطان کا نام لکھا ہوا تھا۔

ویرا نے اچانک اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر اونچی آواز میں کہا۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے الفاظ میرے پلے نہیں پڑ سکے لیکن اس کی کڑک دار آواز میرے کانوں میں ضرور آئی تھی۔

ویرا کی آواز کے ساتھ ہی وہ پلے کارڈ غائب ہو گیا۔ بھیڑ میں ذرا سی ہلچل ہوئی اور ویرا تیزی سے ریلنگ کے آخری سرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ تماشا دلچسپ ہو سکتا تھا۔ میں نے اس کا مشاہدہ کرنے کے لیے پیش قدمی شروع کر دی۔

ویرا ساز و سامان کے بغیر باہر نکلی تھی اور پھر اس نے اپنے شکار کو خائف کرنے کے لیے حاکمانہ تیور اختیار کیے تھے مگر میرے ساتھ سامان کی ٹرالی موجود تھی۔ باہر نکلتے ہی کئی افراد میری طرف لپکے۔ ان میں ایک پاکستانی بھی تھا۔ لمبے چوڑے کالوں نے اس کا راستہ مسدود کر کے اور کندھے مار کر اسے میرے قریب نہیں آنے دیا۔

ان میں سے ایک میرے ہاتھ سے ٹرالی چھیننے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسرا اس سے زیادہ چالاک نکلا۔ اس نے جھٹ ٹرالی پر سے دونوں سوٹ کیس اتار لیے۔

وہ دونوں ہی تیز اور ناقابلِ فہم لب و لہجے میں کچھ بول رہے تھے۔ زبان بلاشبہ انگریزی تھی مگر ادھورے الفاظ اور بگڑے ہوئے لب و لہجے کی وجہ سے کچھ بھی میرے پلے نہیں پڑ رہا تھا۔

ٹرالی چھوڑ کر میں پھرتی سے دوسرے کالے کے سر پر پہنچ گیا۔ وہ میری ہدایت یا رضامندی کا انتظار کیے بغیر ایک طرف چلا جا رہا تھا۔

"یہ سوٹ کیس واپس ٹرالی میں رکھ دو۔" میں نے اس کی قمیص پکڑ کر خوں خوار لہجے میں کہا۔

"ہا...... یو ینگ مین" اس نے مڑ کر بے نیازی سے کہا "تم ائرپورٹ پر آئے ہو تو تمہیں کہیں نہ کہیں جانا ہوگا۔ میں نیویارک کا کیڑا ہوں۔ میری لیموزین میں تمہیں لطف آ جائے گا۔"

"مجھے کیڑے مکوڑوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ شرافت سے سوٹ کیس رکھ دو ورنہ میں کسی پولیس والے کو بلاتا ہوں۔" اسے ہٹ دھرمی پر آمادہ پا کر میں نے مزید سختی سے کہا۔

وہ سر جھٹک کر مڑا تو خالی ٹرالی غائب ہو چکی تھی۔ پتا نہیں وہ کسی کالے کی شرارت تھی یا ائرپورٹ کے عملے کا کوئی مستعد اہلکار راستہ صاف رکھنے کے لیے اسے ہٹا لے گیا تھا۔

میں جس مقصد کے لیے ادھر آیا تھا، وہ سرے سے پورا نہیں ہو سکا تھا۔ ویرا کی کارگزاری کا مشاہدہ کرنے کے بجائے مجھے کالوں سے جان چھڑانے کی کوششوں میں الجھنا پڑا تھا۔ ٹرالی مفت میں ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

اپنے سامان کے بارے میں میرا سخت رویہ دیکھ کر دوسروں نے میرا رخ نہیں کیا۔ اپنا سامان بچا لینے کے بعد مجھے خرم سلطان کی فکر ہو گئی تھی۔ اس کے لیے ان لوگوں سے جیتنا آسان نہیں تھا۔

جوں ہی وہ عمارت سے برآمد ہوا، میں اپنے دونوں سوٹ کیسوں سمیت آگے بڑھا اور پھر میں نے اپنا سامان بھی اس کی ٹرالی میں لاد دیا۔

ٹیکسی ڈرائیوروں کو گمان ہوا کہ میں اسی کے انتظار میں وہاں رکا ہوا تھا۔ اس کے آ جانے پر ان لوگوں کے ایک غول نے دوبارہ ہمارا رخ کیا مگر اس بار ان کے تیور جارحانہ نہیں تھے۔

میں انہیں ٹال کر ان علامات کے سہارے آگے چل دیا جو پبلک ٹرانسپورٹ کی نشاندہی کر رہی تھیں۔ وجہ یہ تھی کہ میں نے ویرا کو اسی طرف جاتے دیکھا تھا۔

میں خرم کے ساتھ کنارے کنارے جا رہا تھا کہ بھیڑ سے اچانک ویرا کا چہرہ نمودار ہوا۔ اس نے ہاتھ ہلا کر مجھے اشارہ کیا اور رخ بدل کر اسی طرف چل دی جدھر ہم جا رہے تھے۔

ویرا کی رہنمائی میں ہم جلد ہی بس ٹرمنل پہنچ گئے جہاں اولمپیا ٹریلز کی لمبی چوڑی اور آرام دہ بس مین ہٹن جانے کے لیے موجود تھی۔

ویرا خالی ہاتھ اور ہم سے آگے تھی۔ اس نے کاؤنٹر سے ٹکٹ لیے اور بس کے دروازے کے قریب رک کر ہمارا انتظار کرنے لگی۔

غنیمت یہ تھا کہ مسافروں کی مدد کے لیے وہاں ایک پورٹر بھی موجود تھا جس نے چاروں سوٹ کیس بس کے نچلے حصے میں بنے ہوئے کارگو ہولڈ میں منتقل کیے اور ہم بس میں سوار ہو گئے۔

"بس کے مقابلے میں ٹیکسی زیادہ بہتر رہتی۔ سامان کے ساتھ ہم کہاں مارے مارے پھریں گے؟" بس میں نشستیں سنبھالنے کے بعد میں نے ویرا سے کہا۔

"فکر نہ کرو اور دیکھتے جاؤ۔ تمہارے دوست کی وجہ سے مجھے کچھ غیر ضروری احتیاط کرنی پڑ رہی ہے۔ ویسے بھی یہ بسیں ٹیکسی سے زیادہ محفوظ اور آرام دہ ہیں۔"

"میرا کام صرف یاددہانی کرانا تھا۔ اس سے آگے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے لیے آنے والے آدمی کا کیا بنا؟" خرم سلطان نے خائفانہ انداز میں پوچھا۔ ویرا کو اردو بولتے دیکھ کر وہ بہت حیران نظر آ رہا تھا۔

"وہ کوئی ٹٹ پونجیا تھا۔ میں نے قانون کے نام پر اسے للکارا تھا اور وہ فوراً ہی بھیڑ میں گھس کر فرار ہو گیا۔ چہرے مہرے سے وہ نیویارک کا کوئی ٹیکسی ڈرائیور معلوم ہو رہا تھا اور شاید تمہارا ہم وطن تھا۔"

"اس کے پیچھے تم کہاں غائب ہو گئی تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"وہاں موجود لوگوں کو اپنی جعلی سرکاری حیثیت کا یقین دلانے کے لیے اس کے پیچھے جانا ضروری تھا۔"

"حیرت ہے کہ لوگوں نے اسے پکڑنے یا روکنے کی کوشش نہیں کی۔"

"یہاں شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے۔ ہر ایک کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔ سب ڈرتے ہیں کہ کہیں بھاگنے والا ہتھیار نکال کر ان ہی کو نہ بھون ڈالے۔"

تھوڑی دیر میں بس کی تمام نشستوں پر مسافر آ گئے لیکن بس رکی رہی۔ ویرا نے بتایا کہ وہ بسیں مسافروں کی کمی بیشی کی پروا کیے بغیر سختی سے مقررہ وقت پر روانہ کی جاتی ہیں۔ ان کے منزل پر پہنچنے کے بارے میں وقت کا قطعی تعین ناممکن تھا کیونکہ راستے میں ٹریفک کی بھیڑ بھاڑ اکثر تاخیر کا سبب بن جاتی تھی۔

بس نیوآرک ائرپورٹ کے ٹرمنل سے روانہ ہوئی تو نیوجرسی سڑکوں پر ٹریفک کا زیادہ ہجوم نہیں تھا مگر دریائے ہڈسن پر بنے ہوئے خوب صورت پل سے ذرا پہلے بس کی رفتار خاصی کم ہو گئی۔ شاید اس کا سبب یہ تھا کہ نیوجرسی سے نیویارک جانے والے اسی راستے کو ترجیح دیتے تھے۔

نیویارک کی فلک بوس عمارتیں نیوجرسی سے بھی نظر آتی ہیں۔ جیسے جیسے فاصلہ کم ہوتا گیا، مین ہٹن کا چہرہ نکھر کر سامنے آتا گیا۔

مین ہٹن میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے پہلے اسٹاپ پر ہم نے بس چھوڑ دی۔ بس سے اترتے ہی ہمیں ٹیکسی مل گئی۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ اس کے اسٹیئرنگ وہیل پر ایک سفید فام نظر آ رہا تھا۔ اس کی جگہ کوئی پاکستانی یا بھارتی ہوتا تو ہم ٹیکسی میں گفتگو کی آزادی سے محروم ہو سکتے تھے۔

ویرا نے ٹیکسی ڈرائیور کو کسی سستے ہاسٹل کا رخ کرنے کی ہدایت کی تھی۔

جہاز پر دوران سفر میں ہی یہ طے کرلیا گیا تھا کہ خرم کو اس کی ناگہانی مصیبت سے نجات دلانے کے لیے غیر ضروری طور پر گلے کا ہار نہیں بنایا جائے گا۔

اسے دو تین دن نیویارک میں رہ کر فلوریڈا میں اپنی منزل کی طرف کوچ کر جانا تھا۔ ہیروئن کے بارے میں کوئی اس سے رابطہ کرتا تو وہ وہی کہانی سناتا جو اسے بتائی گئی تھی یعنی انسداد منشیات والوں نے ہیروئن کا پیکٹ ضبط کر کے دو روز تک اس سے باز پرس کی پھر بڑی مچھلیوں پر ہاتھ ڈالنے کی امید میں اسے رہا کر دیا۔ اس شخص کو مزید خوف زدہ کرنے کے لیے وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ اکثر اوقات نامعلوم اور پُراسرار لوگ اس کے اردگرد منڈلاتے رہتے ہیں۔

راستے میں ویرا نے نیویارک کے اضافی اخراجات کے لیے خرم کو دو سو ڈالر دینے چاہے تو اس نے رقم لینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس کی دانست میں ہمارا یہی احسان کافی تھا کہ کسی پرانی شناسائی کے بغیر ہم نے ایک مشکل وقت میں اسے مصائب سے بچایا تھا۔

وہ ٹریولرز چیک کی صورت میں خاصی رقم اپنے ساتھ لایا تھا مگر میں جانتا تھا کہ وہ اس کے ابتدائی تعلیمی اخراجات کے لیے تھی۔ اگر وہ اس میں سے ایک قابلِ ذکر رقم نیویارک میں خرچ کر دیتا تو اس کے لیے سنگین مالی مشکلات پیدا ہو سکتی تھی۔

ہائی نیویارک نامی ہاسٹل مین ہٹن کے جنوبی حصے میں واقع تھا جسے عرفِ عام میں ڈاؤن ٹاؤن کہا جاتا تھا۔ عام طور پر...... سیاح شہر کے مرکزی حصے کو ڈاؤن ٹاؤن کہتے ہیں لیکن مین ہٹن کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ یہ ایک دریائی جزیرے کی صورت میں صرف دو میل چوڑا اور کم و بیش تیرہ میل لمبا ہے اور مقامی اصطلاح میں اسے اپ ٹاؤن، مڈ ٹاؤن اور ڈاؤن ٹاؤن کے شمالی، وسطی اور جنوبی حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ شہر کا مرکزی حصہ مڈ ٹاؤن پر مشتمل ہے۔

ویرا ٹیکسی سے اتر کر خرم کے ساتھ ہاسٹل میں گئی اور جلد ہی وہ دونوں لوٹ آئے۔

ہاسٹل میں گنجائش موجود تھی۔ ٹیکسی سے خرم کے سوٹ کیس اتارنے کے بعد اسے گرمجوشی سے الوداع کہتے ہوئے میں نے دو سو ڈالر کے نوٹ خاموشی سے اس کی جیب میں ڈال دیے۔

ہم تینوں کی رفاقت بہت مختصر لیکن گہری رہی تھی۔ اس نے دل گرفتہ انداز میں ہم دونوں سے ہاتھ ملائے اور جب ٹیکسی وہاں سے روانہ ہوئی تو اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔

''اب کہاں چلوں؟'' ٹیکسی کو حرکت میں لانے کے بعد ڈرائیور نے پوچھا۔

''مڈ ٹاؤن کے کسی بھی اوسط درجے کے ہوٹل کی طرف چلو۔'' ویرا نے مشورہ دیا۔

شہر کے پرہجوم ٹریفک میں وہ سفر کافی طویل ثابت ہوا۔ سڑکیں بہت کشادہ تھیں لیکن دونوں طرف بنی ہوئی کثیر المنزلہ عمارات کی وجہ سے وہ تنگ محسوس ہو رہی تھی۔ بعض مقامات پر وہ عمارتیں ایک دوسرے سے یوں جڑی ہوئی تھیں کہ ٹیکسی سے کھلا آسمان ہی نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہمارے سفر کا یہ دوسرا دور ہوٹل پین پلازا پر ختم ہوا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی روکتے ہوئے کہا'' بے بی! یہ شہر کی بہترین جگہ ہے جو میرے علم میں ہے۔ کرایہ کم اور شہر کے قلب سے نزدیک تر۔''

''مجھے چلانے کی کوشش نہ کرو۔'' ویرا نے تمسخرانہ انداز میں کہا'' میں تبت سے نہیں آئی۔ اسی شہر میں پلی بڑھی ہوں۔ چاہو تو میں ابھی اس سے بہتر ہوٹلوں کے نام بتا سکتی ہوں۔''

''اس وقت تم مالک ہو۔'' وہ شانے اچکا کر بولا ''جو کہتی ہو وہی ٹھیک ہوگا مگر میں مناسب سی ٹپ کا حق دار ضرور بن چکا ہوں۔''

میں نے ویرا کے پہلو میں کہنی ماری کہ وہ اس سے باتوں کو طول نہ دے۔ ویرا نے فوراً ہی کرایہ ادا کیا۔ ہمارے دونوں سوٹ کیس بہت ہلکے تھے۔ ڈرائیور انہیں لے کر اندر چلا ہی تھا کہ ہوٹل کا پورٹر آ گیا۔

ڈرائیور اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ دونوں میں رسمی علیک سلیک ہوئی۔ ڈرائیور نے سوٹ کیس پورٹر کے

حوالے کرتے ہوئے خوش دلی سے کہا'' میری کو بتا دینا کہ یہ مہمان میرے ہیں۔''

وہ علاقہ مجھے پہلی نظر میں کچھ گندہ سا محسوس ہوا لیکن میں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ پین پلازا کی عمارت اندر سے بہت صاف ستھری اور آراستہ تھی۔ کاؤنٹر پر چند ضروری اندراجات کے بعد ہمیں، پانچویں منزل پر ایک کمرا مل گیا۔ پورٹر کے ساتھ کشادہ کمرے میں پہنچ کر طبیعت خوش ہوگئی۔ ہوٹل اور اس کے کمروں کا معیار اس علاقے سے کہیں بہتر تھا۔

پورٹر نے سامان ایک کونے میں لگا کر فریج وغیرہ کا جائزہ لیا۔ چند مشوروں سے نوازا اور ٹپ لے کر چلا گیا۔

ویرا نے کمرا بند کیا تو میں آرام دہ بستر پر دراز ہو چکا تھا۔

''اب تم کمرے میں بند ہو کر سستی پھیلاؤ گے!'' ویرا نے پلٹ کر آنکھیں نکالیں۔

''طویل سفر کی تکان تم بھی محسوس کر رہی ہوگی۔ ویسے لندن کے حساب سے رات ہو چکی ہے۔ جسمانی نظام کو وقت کی تبدیلی سے ہم آہنگ ہونے میں کچھ وقت تو ضرور لگے گا۔''

''اب تم لندن میں نہیں، نیویارک میں ہو۔ اسی شہر کی کسی عمارت میں آئزک بیل کا مسکن ہے۔ ہمیں یہاں ہر لمحے چوکنا رہنا ہوگا۔ غفلت کی اور مارے گئے۔''

''کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں اٹھ کر اسی وقت سڑکوں پر دوڑ لگانی شروع کر دوں۔''

''بدری ناتھ ہم سے پہلے یہاں پہنچ چکا ہے۔ اس نے اپنی سی ایس ڈی شیام ناتھ کو دے دی ہوگی۔ ہمیں سب سے پہلے اسی پر قبضہ کرنا چاہیے۔ اس کے بغیر تم آئزک بیل سے چھیڑ چھاڑ نہیں کر سکو گے۔''

''تھوڑی دیر بعد یہ کام کر لیا جائے گا۔ پہلے سوٹ کیس خالی کر ڈالو تاکہ میں کپڑے بدل سکوں۔''

ویرا جوتے اتار کر سوٹ کیسوں کی طرف متوجہ ہوگئی۔ میں نے ٹیلی وژن کھول دیا۔ ٹیلی وژن کے ساتھ ہی ایک تختی رکھی ہوئی تھی جس پر یہ اطلاع درج تھی کہ ہوٹل کے ٹیلی وژن پر نیویارک کے دو کیبل نیٹ ورک بھی دیکھے جا سکتے تھے۔

کپڑے بدل کر ہوٹل میں کافی دیر تک ستانے کے بعد میں نے بدری ناتھ کے کزن کو فون کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا نمبر ملا لیا۔

دوسری طرف سے امریکی لب و لہجے میں ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ میں نے اپنا نام گرنام بتا کر شیام ناتھ کے بارے میں پوچھا اور چند ثانیوں بعد وہ لائن پر آ گیا۔

بدری ہی کے مشورے پر میں نے اس کے کزن کے لیے گرنام سنگھ کا نام اختیار کیا تھا۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ شیام مجھ سے فوراً بے تکلف ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ بدری نے میرے لیے ایک پیکٹ اس کے حوالے کیا ہے جو میں کسی بھی وقت اس سے لے سکتا ہوں۔

اس نے معذرت چاہی کہ اپنے ہوٹل کے بزنس کی وجہ سے وہ سارا دن بے حد مصروف رہتا ہے اس لیے میرے پاس نہیں آ سکے گا۔ مجھے براڈوے پر واقع اس کے ہوٹل پہنچنا ہوگا۔

میں نے اس سے اس کے ہوٹل کا پتا لے کر شام میں کسی وقت پہنچنے کا وعدہ کیا اور فون بند کر دیا۔

ویرا نے پتا لے کر دیکھا اور مجھے بتایا کہ شیام کا ہوٹل وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔

''یہ تم کہہ رہی ہو۔ میرے جیسے اجنبی کے لیے یہ پتا آسان ثابت نہیں ہوگا۔''

''پتا نہیں ہمیں کب تک اس شہر میں رہنا پڑے۔ تمہیں مین ہٹن سے تھوڑی بہت واقفیت حاصل کرنی پڑے گی ورنہ انسانوں کے اس جنگل میں بار بار بھٹکتے رہو گے۔''

''آسان زبان میں کچھ سمجھا سکتی ہو تو میں سننے پر آمادہ ہوں۔'' میں نے کہا۔

''مین ہٹن پر شمال سے جنوب کی طرف جانے والی ہر سڑک ایونیو کہلاتی ہے جس کی شناخت اس کے نمبر سے ہوتی ہے۔ ان سڑکوں کو قطع کرتی ہوئی ذیلی سڑکیں مشرق اور مغرب کو ملاتی ہیں اور اسٹریٹ کہلاتی ہیں جن کے نمبر انتہائی جنوب سے شروع ہوتے ہیں......'' ویرا نے بولنا شروع کیا۔ ابتدا میں، میں صبر سے اس کی وہ بے مغز تقریر

سنتا رہا پھر اکتا کر میں نے اسے خاموش کر دیا۔
"مجھے کسی امتحانی پرچے میں مین ہٹن کا نقشہ نہیں بنانا جو تم اتنی تفصیل میں جا رہی ہو۔ تھوڑی بہت انگریزی جاننے والا اس شہر میں زیادہ دیر تک نہیں بھٹک سکتا۔"
"ہم اس وقت زیر زمین ٹرین کے پین اسٹیشن کے سامنے ہیں۔" وہ خفت آمیز لہجے میں بولی "یہاں سے صرف چھ بلاک آگے شیام ناتھ کا ہوٹل ہے۔ تم چاہو تو ٹیکسی سے وہاں چلے جاؤ۔"
"کیا تم میرے ساتھ نہیں چلوگی؟" میں نے چونک کر سوال کیا۔ میرے لیے یہ غیر معمولی بات تھی کہ ویرا از خود میرا پیچھا چھوڑنے پر آمادہ تھی۔
"یہاں قدم قدم پر میرے پہچان لیے جانے کا خطرہ ہے۔ میں نے اپنے بالوں کے اسٹائل سے چال ڈھال تک میں بہت سی تبدیلیاں کی ہیں، پھر بھی میں کوئی خطرہ مول نہیں لوں گی۔"
"میرے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ اب تم ایک گھڑ خانہ دار خاتون کی طرح ہوٹل میں رہوگی۔"
"اس بھول میں نہ رہنا۔ میں بستر توڑنے کے لیے نہیں آئی۔ آج رات میں اکیلی اس شہر کی سیر کو نکلوں گی اور پرانے ٹھکانوں پر جاؤں گی تاکہ یہاں کا نیا رنگ ڈھنگ دیکھ سکوں۔ یہ بھی پتا چل جائے گا کہ موجودہ تبدیلیوں کے ساتھ میں کس حد تک گمنام رہ سکتی ہوں۔"
"تمہاری تجویز مناسب ہے۔ میں دور رہ کر تمہاری دیکھ بھال کرتا رہوں گا۔"
"یہ مہربانی نہ کرو تو ہم دونوں کے حق میں زیادہ بہتر ہوگا۔" اس نے قدرے تلخی سے کہا۔
"میرے دور رہنے میں تم کو کیا پریشانی لاحق ہو سکتی ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔
"تمہارے دل میں حسد، رقابت اور تنگ نظری نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ جہاز میں وہ یمنی ذرا سی دیر کے لیے میرے پاس آ کر بیٹھا تو تم سلگ اٹھے۔ یہ مغرب ہے۔ یہاں میل جول کے انداز بہت مختلف ہوتے ہیں۔ میں خود ہی اپنے کسی ہمدرد سے مل بیٹھی تو اخلاقی گرم جوشی کا منظر تمہیں مشتعل کر دے گا......"

"تم ایک مدت تک پاکستان میں پاکستانی بن کر رہی ہو تو میں بھی چند روز کے لیے امریکیوں کی طرح ڈھیٹ، منہ پھٹ اور بے شرم بن سکتا ہوں۔ آزمائش شرط ہے۔"
ویرا صرف ہنس کر رہ گئی لیکن اس کی پیشانی پر تفکر آمیز لکیریں نمایاں تھیں۔
ویرا کے بغیر اس اجنبی شہر کی سیر کا تصور اس قدر دل خوش کن تھا کہ میں رات ڈھلنے کا انتظار نہیں کر سکا اور اسی وقت تیار ہو کر ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔
ہوٹل سے باہر آ کر میں بائیں طرف مڑا تو مجھے ایک جانی پہچانی فلک بوس عمارت کا ہیولا نظر آیا۔ وہ عمارت اسی سڑک پر کچھ دور دوسری طرف واقع تھی۔ چند قدم بعد ہی مجھے یاد آ گیا کہ وہ ایک زمانے میں دنیا کی بلند ترین عمارت کا اعزاز رکھنے والی امپائر اسٹیٹ بلڈنگ تھی جس کی ایک سمت پر میرے پین پلازا ہوٹل کی ۳۴ ویں اسٹریٹ واقع تھی۔
اس سڑک کے نکڑ پر آ کر میں دوبارہ بائیں طرف سیونتھ ایونیو پر مڑ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ لندن کے برعکس نیویارک کی ان مشہور سڑکوں پر پیدل چلنے والوں کی بھیڑ بھاڑ نہیں تھی، سڑکیں گاڑیوں سے بھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔
میں نے دوبارہ ہوٹل تک پہنچنے کے لیے ان دو سڑکوں کے اتصال کی کچھ نشانیاں ذہن نشین کیں اور آگے چل دیا۔ ویرا کی رہنمائی کے مطابق شیام ناتھ کا ہوٹل اسی طرف ہو سکتا تھا۔
ویرا نے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر چھ بلاک کے فاصلے کا ذکر کیا تو مجھے حقیقی فاصلے کا ادراک نہیں ہو سکا۔ اگلی اسٹریٹ پر پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ نیویارک میں وہ بلاک کافی طویل تھے مگر میں چلتا ہی رہا۔ فاصلے کے اس احساس نے میری حوصلہ شکنی نہیں کی تھی۔
پیش قدمی کرتے ہوئے مجھے جابجا سڑکوں کے نمبر نظر آ رہے تھے۔ وہ سب کچھ اس قدر نظم اور ترتیب سے تھا کہ مجھے بے اختیار ویرا کی سادہ سی وضاحت یاد آ گئی کہ مین ہٹن کا پورا علاقہ افقی اور عمودی سڑکوں کے درمیان بٹا ہوا تھا۔ ان کی مدد سے آدمی کسی بھی مطلوبہ مقام تک پہنچ سکتا

تھا۔

چالیسویں اسٹریٹ پر وسیع وعریض بس ٹرمنل کے قریب ہی شیام ناتھ کا چھوٹا سا ہوٹل آسانی سے مل گیا۔ وہاں کھانے پینے کے ساتھ گاہکوں کوشراب سے کافی تک، ہر پسندیدہ مشروب فراہم کرنے کا بندوبست تھا اور شام بھیگنے سے پہلے وہاں کی کئی میزیں آباد نظر آرہی تھیں۔

شیام نے خالص ہندوانی انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ مجھے ایک میز پر بٹھاتے ہی وہ اپنے کیش کاؤنٹر سے بدری ناتھ کا دیا ہوا پیکٹ نکال لایا۔

شیام بہت خوش مزاج اور یار باش آدمی تھا۔ شادی کے جھنجٹ میں پڑے بغیر بےفکری کی زندگی گزار رہا تھا۔ وہ مجھے دیر تک اپنے ساتھ بٹھائے رکھنے اور رات کا کھانا کھلانے پر مصر تھا مگر سی ایس ڈی ہاتھ آجانے کے بعد میں جلد از جلد ہوٹل پہنچنا چاہ رہا تھا۔ اس کے ساتھ امریکی بیئر کا ایک بڑا گلاس خالی کرنے کے بعد میں نے اس سے اجازت لے لی۔

باتوں ہی باتوں میں، میں نے اس سے یہ بھی معلوم کرلیا تھا کہ بدری نیویارک میں کسی گورے کا مہمان تھا جو اسے لینے کے لیے ائرپورٹ پر آیا تھا لیکن اس امریکی نے بدری کے مقامی پتے یا ٹھکانے کے بارے میں اسے ایک لفظ بھی نہیں بتایا تھا۔

پورٹ اتھارتی بس ٹرمنل پر مجھے آسانی سے ٹیکسی مل گئی اور میں چند منٹ میں ہوٹل واپس پہنچ گیا۔

ویرا بہت اضطراب اور پریشانی کے عالم میں میری واپسی کا انتظار کررہی تھی۔

''جس لڑکے کو تم معصوم اور بے گناہ تصور کررہے تھے، وہ ایک انسان کی بھینٹ لے چکا ہے۔'' ویرا نے میرے بیٹھتے ہی اضطراری لہجے میں وہ دھماکا کردیا۔

''خرم سلطان اور انسانی بھینٹ؟'' میں نے آنکھیں پھاڑ کر بے یقینی سے دہرایا۔

''تھوڑی دیر پہلے مقامی خبروں میں بتایا گیا ہے کہ بروکلین میں کسی شقی القلب قاتل نے ایک ٹیکسی میں اس کے پاکستانی ڈرائیور کو گولی مار کر ہلاک کردیا ہے۔''

''مگر اس ٹیکسی ڈرائیور سے خرم کا کیا تعلق؟ اسے ہاسٹل پہنچانے والا ٹیکسی ڈرائیور پاکستانی کب تھا جو تم ان دونوں باتوں کو ملا رہی ہو۔''

''یہاں بھی یورپ اور برطانیہ جیسے طور طریقے رائج ہیں۔ عوام سے اچھی یا بری خبر نہیں چھپائی جاتی۔ خبر کے ساتھ اس مقتول کو بھی اسکرین پر دکھایا گیا تھا جو چند گھنٹے پہلے ائیرپورٹ پر خرم سلطان کو لینے کے لیے آیا ہوا تھا۔ اسے پہچان لینے کے بعد میں وثوق سے بات کررہی ہوں۔''

''اوہ!'' بے اختیار میرے منہ سے ایک گہرا سانس آزاد ہوگیا۔ ''میری چھٹی حس بار بار مجھے کسی نامعلوم خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ میں حیران تھا کہ ہیروئن کی اسمگلنگ کا یہ قصہ اتنی آسانی سے کیسے طے ہوگیا۔ شاید اسے اس کی ناکامی پر سزائے موت دی گئی ہے۔''

''اس کی موت کے بعد اب خرم سلطان کی جان کو زیادہ سنگین خطرہ لاحق ہے۔'' ویرا پرتشویش انداز میں بولی ''مقتول کے بارے میں واقعات معلوم ہوتے ہی وہ پریشان ہوجائے گا۔ میرا خیال ہے کہ اسے اسی وقت فون کرکے ہوشیار کردینا چاہیے۔''

''یہ ہماری سب سے بڑی غلطی ہوگی۔ اسے بے خبر اور پرسکون رہنے دو۔ ایئرپورٹ پر اس نے اپنے میزبان کا سایہ تک نہیں دیکھا تھا۔ اس کے باہر آنے سے پہلے ہی تم نے اس شخص کو بھگا دیا تھا۔ تصویر کیا، لاش دیکھ کر بھی خرم اسے نہیں پہچان سکے گا۔''

''یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آرہا۔'' ویرا کی تشویش بدستور برقرار تھی ''ٹیکسی ڈرائیور کے قاتل اب خرم کی تلاش میں نکلیں گے اور وہ ضرور مارا جائے گا۔''

''شاید ایسا نہ ہو۔ میرا ذہن کچھ کڑیاں ملا رہا ہے۔ اگر وہ درست ہیں تو پھر یہ کچھ اور ہی معاملہ ہے۔''

''یعنی ٹیکسی ڈرائیور کے قتل کا ہیروئن کی اسمگلنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے؟''

''ضرور ہے۔ میرا خیال ہے کہ مرنے والا مڈل مین تھا۔ ٹریول ایجنسی والے انعام کی ملی بھگت سے اس نے یہ سارا چکر چلایا ہوگا۔ انعام مطمئن ہوگا کہ خرم کے ذریعے دو

کلو ہیروئن نیویارک بھیج کر وہ پلک جھپکتے میں کروڑ پتی ہوجائے گا......''

''مگر ہیروئن نیویارک کی کسی دکان میں سجا کر بیچی جانے والی چیز نہیں ہوتی۔'' ویرا میری بات کاٹ کر بولی ''اگر خریدار سامنے موجود نہ ہوتو ایسی قیمتی منشیات کی وقعت نمک کے تھیلے جتنی بھی نہیں رہتی۔ اس کے صحیح دام صحیح خریدار ہی دے سکتا ہے۔''

''گڈ!'' ایک مسکراہٹ کے ساتھ اس کی پوری بات سن لینے کے بعد میں نے تعریفی لہجے میں کہا ''میں بھی اسی طرف آرہا تھا۔ مرنے والے نے اس ہیروئن کا پیشگی سودا کیا ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے کوئی بڑی رقم پیشگی بھی لے لی ہو۔ پرواز آئی تو تم نے اسے للکار کر بازی بگاڑ دی۔ اس نے واپس جاکر گھبراہٹ کے عالم میں خریدار کو بلاکم وکاست ہر بات بتادی اور اس نے مڈل مین کو مروا دیا۔''

''آخر کیوں؟ اتنی کڑیاں جوڑ رہے ہو تو قتل کا کوئی سبب بھی تو سامنے آنا چاہیے۔''

''دو باتیں ہوسکتی ہیں۔'' میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ ''وہ کوئی زیر زمین گروہ ہے تو وہ کسی ایسے آدمی کا وجود برداشت نہیں کرے گا جو ان کے اصل دھندے سے واقف ہونے کے بعد ایف بی آئی جیسے کسی ادارے کی نظروں میں آگیا ہو۔ دوسرا جھگڑا پیشگی دی ہوئی رقم کی واپسی کا ہوسکتا ہے۔ ہیروئن ہاتھ سے نکل گئی، سودا منسوخ ہوگیا۔ خریدار نے رقم کی طلب کی۔ مقتول اسے اڑا چکا تھا۔ بات بڑھ گئی اور مڈل مین مارا گیا۔ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ اب امریکا میں کوئی نہیں جانتا کہ خرم سلطان پاکستان سے دو کلو ہیروئن لے کر نیویارک پہنچنے والا تھا۔ مجھے وہ لڑکا ہر خطرے سے باہر نظر آرہا ہے۔''

''کیا یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے مارنے سے پہلے اس سے بازپرس کرکے سب کچھ اگلوا لیا ہو؟''

''وہاں قصہ لڑکے کی بدنیتی یا فرار کا نہیں تھا۔ اصل دہشت یہ تھی کہ ایف بی آئی کی ایک خاتون افسر نے مقتول کو پہچان لیا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ بھی پھنس سکتے تھے۔ اس قسم کے مجرم اپنی گردن بچانے کے لیے دو کلو تو کیا دو من ہیروئن پر بھی لعنت بھیج سکتے ہیں۔''

''میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں بلیک ڈیڈ ضرور میری مدد کرسکتا ہے۔'' وہ بڑبڑائی۔

''بلیک ڈیڈ؟ یہ کیا بلا ہے؟'' میں نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔ ''تمہاری یہ خود کلامی مجھے الجھن میں ڈال دیتی ہے۔''

''نیویارک کئی انتظامی حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ ان میں ہارلم سب سے گندہ اور خطرناک علاقہ ہے۔ میری آخری معلومات کے مطابق بلیک ڈیڈ اس علاقے کا سب سے خطرناک آدمی ہوا کرتا تھا۔''

''سلیس اردو میں تم اسے نیویارک کا دادا بھی کہہ سکتی تھیں۔ اپنے نام کی طرح وہ یقیناً سیاہ فام ہی ہوگا۔''

''اس کا اصل نام کچھ اور ہے، وہ اپنی عرفیت سے پہچانا جاتا ہے۔ وہ اپنی ماں کی طرح سفید فام ہے لیکن اس کا باپ نیگرو تھا۔ وہ میری بہت عزت کیا کرتا تھا۔''

''جمی لائیڈ کے قتل کے بعد تم پورے یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں کہہ سکتیں۔''

''میں بلیک ڈیڈ سے ضرور رابطہ کروں گی۔ ویرا نہیں، اس کی سہیلی بن کر میں اس کے دل کا حال جان سکتی ہوں۔ میرے اگلے رویے کا انحصار اس کی نیت پر ہوگا۔''

میں کمرے میں لگے ہوئے فون سے سی ایس ڈی جوڑنے میں مصروف ہوگیا۔ وہ کام چند سیکنڈ میں مکمل ہوگیا۔ ویرا قریب کھڑی اس کارروائی کا جائزہ لے رہی تھی۔

میرا ارادہ آنرک بیل کو فون کرنے کا تھا مگر ویرا بلیک ڈیڈ سے بات کرنے پر مصر تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ بلیک ڈیڈ کی وفاداریوں میں تبدیلی نہ آچکی ہو تو وہ ہمارے لیے ایک مضبوط سہارا ثابت ہوسکتا تھا۔ تھوڑی سی بحث کے بعد میں نے اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

ویرا کی گھسی پٹی ڈائری میں اس کے بھلے دنوں کے بےشمار فون نمبرز موجود تھے۔ تھوڑی سی تلاش کے بعد اسے اپنا مطلوبہ نمبر مل گیا اور وہ فون کے قریب بیٹھ گئی۔

''اس تک رسائی کبھی بھی آسان نہیں رہی۔ مجھے ہمیشہ ایک پاس ورڈ دینا ہوتا تھا۔ خدا کرے کہ وہ پاس ورڈ

تبدیل نہ ہوا ہو ورنہ اس سے بات نہیں ہو سکے گی۔'' اس نے نمبر ملاتے ہوئے کہا۔

میں تجسس آمیز خاموشی کے ساتھ اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔

ریسیور میں گھنٹی بجنے کی آواز اتنی تیز اور واضح تھی کہ ویرا سے کئی فٹ دور ہونے کے باوجود مجھے سنائی دے رہی تھی۔ میں بہت تیزی کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑ کر ویرا کے ساتھ جا بیٹھا تا کہ دوسری طرف سے کہی جانے والی باتیں بھی براہ راست سن سکوں۔ ''پولر اسٹار۔ بلیک ڈیڈ سے بات کرادو۔'' رابطہ ہوتے ہی ویرا نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

''سوری بے بی!'' نشے میں چور ایک بھاری مردانہ آواز ابھری۔ ''دوسرا نمبر لکھ لو۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے ایک فون نمبر دہراتا چلا گیا اور پھر لائن بے جان ہوگئی۔

ویرا نے فون کے قریب پڑے ہوئے پیڈ پر وہ نمبر لکھ لیا اور بولی۔ ''خدا کا شکر ہے کہ پرانا پاس ورڈ چل گیا۔ اب کسی نہ کسی نمبر پر اس سے بات ہو ہی جائے گی۔''

پتا نہیں وہ آدمی تھا یا چھلاوا، ہر نئے نمبر سے ایک نیا فون نمبر دیا جاتا رہا۔ وہ کہیں بھی موجود نہیں تھا، ساتویں کوشش بار آور ثابت ہوئی اور فون ریسیو کرنے والی نے لمحہ بھر میں کال بلیک ڈیڈ کو منتقل کر دی۔

''تم کون ہو؟ کیا میں تم کو جانتا ہوں؟'' ریسیور پر ایک سخت اور بھاری مردانہ آواز گونجی۔

''نہیں، مگر تم مس لائیڈ کو ضرور جانتے ہو۔ میں اس کی سہیلی ہوں۔ تمہارا نمبر اور پاس ورڈ اسی نے دیا تھا۔'' ویرا رکے بغیر ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔

''اوہ، مس لائیڈ۔ وہ ایک عظیم باپ کی عظیم بیٹی ہے مگر وہ کہاں ہے؟'' ویرا کے لیے بلیک ڈیڈ کی زبان سے نکلنے والے ان بے ساختہ فقروں نے اس کی ہمدردیاں واضح کر دی تھیں۔

''وہ لندن میں ہے اور یہاں آنے کے لیے پر تول رہی ہے۔'' ویرا نے مجھے آنکھ مار کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

بلیک ڈیڈ کے فقرے سن کر اس کا چہرہ دمک اٹھا تھا۔

''نو، نو..... اسے روک دو۔ یہاں کا ماحول اس کے لیے سخت خطرناک ہے۔ پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے۔ اس کے پسینے پر اپنا خون بہانے والے اس کی جان کے دشمن ہو چکے ہیں۔ میرا پیغام اسے دے دینا۔ اب یہ بتا ڈالو کہ تم نے مجھے کیوں فون کیا ہے؟''

ویرا نے لمحہ بھر کے لیے خاموش سی ایس ڈی کی طرف دیکھا پھر اپنی اصل آواز میں بولی ''ڈیڈ! میں خود تمہارے شہر میں موجود ہوں......''

''اوہ.....نو'' بلیک ڈیڈ اس کی بات کاٹ کر بے یقینی سے بول پڑا۔ ''تم کو اندازہ نہیں کہ یہ تمہاری زندگی کی آخری غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤ۔ شاید میں بھی تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔ یہاں کی ہر ایجنسی آج تمہارے دشمنوں کی پشت پناہ بن چکی ہے۔''

''ہمدردی اور مشورے پر میں تمہاری بہت ممنون ہوں، ڈیڈ!'' ویرا نے سنجیدگی سے کہا ''فی الحال مجھے بروکلین میں ہونے والے قتل نے پریشان کیا ہوا ہے......''

''میرے آدمیوں کے ہاتھ صاف ہیں۔'' وہ ویرا کی بات کاٹ کے بول پڑا ''تم جانتی ہو کہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں نے سنا ہے کہ اسے مارنے والوں کا کسی ڈیوڈ اسٹار سے قریبی میل جول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کل تک بہت کچھ سامنے آجائے، اس بارے میں تمہاری پریشانی قابل فہم ہے۔''

بلیک ڈیڈ کی زبان سے ڈیوڈ اسٹار کا ذکر سن کر میرا دل بری طرح دھڑک اٹھا۔ خرم سلطان اور مقتول ٹیکسی ڈرائیور کی مثلث کے تیسرے کونے پر یکایک نمودار ہونے والا وہ نام کوئی اچھا شگون نہیں تھا۔

''کیا میں تھوڑی دیر کے لیے تم سے مل سکتی ہوں؟'' ویرا نے پُرامید لہجے میں پوچھا۔

''نہیں، بس فون کافی ہے۔'' اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر صاف انکار کر دیا ''مل بیٹھنا میرے ساتھ تمہارے لیے بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں اکیلا نہیں چلتا۔ تمہیں پہچان کر میرے آدمیوں میں سے کسی کے دل میں لالچ آگیا تو ہم دونوں تباہ ہو جائیں گے۔''

"پھر مجھے کوئی راہ بتاؤ۔ میں انتقام کی آگ میں جل رہی ہوں۔" ویرا نے کہا۔

"جو ہونا تھا، وہ ہوگیا۔ اب صبر کرو اور خاموشی سے واپس لوٹ جاؤ۔ یہاں تمہارے دشمن بہت طاقتور ہیں۔ وہ آسانی سے تمہیں پیس کر رکھ دیں گے۔ میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں، بائے!"

دوسری طرف سے سلسلہ کلام ختم کردیا گیا۔ ویرا نے شکست خوردہ انداز میں ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ اس کی آنکھوں سے یک بیک غصہ جھلکنے لگا تھا۔

"بہت کھرا اور صاف گو آدمی معلوم ہوتا ہے۔" میں نے توصیفی لہجے میں کہا۔

"بزدل ہے۔" ویرا حقارت سے بولی" طاقت وروں سے ڈرتا ہے اور کمزوروں پر راج کرتا ہے۔ اس کا یہ روپ آج میرے سامنے آیا ہے۔ میں اسے بے جگر سمجھتی تھی۔"

"ہر شخص کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں۔ یہی بہت بڑی بات ہے کہ وہ تمہیں ڈبل کراس نہیں کرے گا۔ اس نے تم سے یہ تک نہیں پوچھا کہ تم شہر میں کہاں مقیم ہو۔"

"اب اسے بھول جاؤ۔ وہ پیدائشی دوغلا ہے اور اس وقت اپنا دوغلا پن دکھا گیا۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ بردکلین کے قتل میں سی ڈیوڈ اسٹار کا نام کہاں سے آٹپکا۔"

"بلیک ڈیڈ کی کہی ہوئی اس بات پر تم کس حد تک اعتبار کرسکتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بے بنیاد ڈینگیں نہیں مارتا، نہ افواہوں پر یقین کرتا ہے۔ اسی وجہ سے میں اس بات کو اہمیت دینے پر مجبور ہوں۔ اس وقت آئزک بیل شی کے ساتھ ڈیوڈ اسٹارز پر بھی قابض ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ صرف دو کلو ہیروئن کے لیے وہ لوگ میدان میں اترے ہوں گے۔"

"یہ نہ بھولو کہ قطرہ قطرہ کر کے ہی دریا بنتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اب وہ لوگ بھی کھل کر ہیروئن کے کاروبار سے دولت کمانے کے دھندے میں لگ گئے ہوں۔"

"دیکھنا یہ ہے کہ صبح کے اخبارات میں اس قتل کو کس رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔"

"اچھا ہوا کہ پہلے بلیک ڈیڈ سے بات ہوگئی، اس کے انکشاف کی روشنی میں، میں آئزک بیل کو زیادہ خوف زدہ کرسکوں گا۔" میں نے فون اپنی طرف لیتے ہوئے کہا۔

وہ کوئی جواب دیے بغیر سگریٹ سلگانے میں مصروف ہوگئی۔ میں نے لمحہ بھر غور کرنے کے بعد آئزک بیل کا نمبر ملالیا۔ گھنٹی بجتے ہی وہ خود لائن پر آگیا۔

"میں تمہارا مشکور ہوں کہ تم نے اپنے وعدے پر عمل کر کے اپنی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا ہے۔" میں نے کسی تمہید کے بغیر تشکر آمیز لہجے میں کہا۔

"تم انقرہ جانے کے بجائے نیویارک کیوں آئے ہو؟" اس نے پورے اعتماد کے ساتھ تیکھے لہجے میں سوال کر کے مجھے بری طرح چونکا دیا۔

میں نے بہت تیزی سے سوچا کہ شاید فون پر بین الاقوامی کال کا مخصوص سگنل نہ سننے کی وجہ سے اس نے اندھیرے میں تیر چلا کر میری زبان سے حقیقت اگلوانے کی کوشش کی تھی۔

"اگر میں یہ کہوں کہ میں انقرہ میں ہی ہوں اور ایک سیٹلائٹ فون کے ذریعے تم سے رابطہ کررہا ہوں تو کیا تم پھر بھی اپنے سوال پر اصرار کرو گے؟" میں نے بھی اسی کے لہجے میں جواب دیا۔

"تم مریخ پر موجود ہونے کے دعوے کرتے رہو۔ اس سے حقائق نہیں بدل سکیں گے۔ آج شام دیرا کو نیو آرک ائرپورٹ پر دیکھا گیا تھا۔"

"دیرا تو اب تمہیں خواب میں بھی نظر آنے لگی ہوگی۔" میں نے طنز سے کہا۔

"اسے اپنی خوب صورتی پر بہت ناز ہے مگر میں اسے کسی قابل نہیں سمجھتا۔ بہت جلد اس کا چہرہ اتنا بگاڑ دیا جائے گا کہ وہ آئینوں سے نفرت کرنے لگے گی۔"

اچانک فون سے منسلک سی ایس ڈی پر سرخ بلب روشن ہونے کے ساتھ بزر کی ہلکی سی آواز آنے لگی اور میں نے بوکھلا کر ہاتھ سے کریڈل دبادیا۔ بزر فوراً خاموش ہوگیا۔

"بدری کا یہ تحفہ واقعی بہت کارآمد ہے۔" ویرا بول اٹھی "شاید وہ ایکس چینج کے ذریعے اس نمبر کا سراغ لگانے کی کوشش کررہا تھا۔ اب اسے نیویارک میں ہماری موجودگی کا علم ہو ہی چکا ہے تو اس سے پبلک بوتھ سے بات کرنی چاہیے۔"

"یہ کوشش میں اسی وقت کروں گا۔ بات مسلسل الجھتی ہی جارہی ہے۔"

"اس کا یہ دعویٰ حیران کن ہے کہ مجھے آج شام ائرپورٹ پر دیکھا گیا ہے۔"

"اس کے کسی آدمی نے دیکھا ہوتا تو وہ سائے کی طرح ہمارا پیچھا کررہا ہوتا اور ہم پر اب تک قیامت ٹوٹ پڑی ہوتی۔ ایسا تو نہیں کہ بلیک ڈیڈ نے اسے فون گھمادیا ہو؟"

"میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم نے اس کی باتیں اپنے کانوں سے سنی تھیں۔ وہ آخر میں روکھا ضرور ہوگیا تھا مگر وہ ایسی گھٹیا حرکت ہرگز نہیں کرسکتا۔" ویرا نے پُرزور لہجے میں کہا۔

"اور اس وقت آئزک بیل بھی جھوٹ نہیں بول رہا۔ اسے یہ خبر کس نے دی ہوگی؟"

"میرے لیے اس کی بات ناقابلِ یقین ہے۔ میں نے اپنے آپ میں اتنی نمایاں تبدیلیاں کرلی ہیں کہ میں سرسری انداز میں آئزک بیل کے سامنے سے گزر جاؤں تو ایک نظر میں وہ بھی مجھے نہیں پہچان سکے گا۔ جہاز میں پاکستان لڑکے کی ذرا سی پریشانی سے شروع ہونے والی یہ کہانی الجھتی ہی جارہی ہے۔"

"میں اسے فون کر کے آتا ہوں۔" میں نے مضطربانہ انداز میں اپنی جگہ چھوڑ دی "یہ معما حل نہ ہوا تو آج رات مجھے نیند نہیں آسکے گی۔"

"یہ یاد رکھنا کہ علاقہ ہوٹل سے ... رہو اور پھر واپسی پر پاکستان بھی بات کرنی ہے۔"

میں ایک مرتبہ پھر ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔ ویرا مجھے مین ہٹن کی تقسیم کے بارے میں چند موٹی موٹی باتیں بتا چکی تھی۔ میں ہوٹل سے شمال کے بجائے جنوب کی طرف ہولیا تاکہ شہر کے وسطی حصے کے بجائے جنوبی سرے کے کسی بوتھ سے آئزک بیل سے بات کرسکوں۔

ہوٹل سے ذرا سی دور سب وے کا پین اسٹیشن دیکھ کر میں اسی میں گھس گیا۔

دنیا کے دوسرے ترقی یافتہ اور بڑے شہروں کی طرح نیویارک میں بھی زیرِ زمین ریلوں کا جال پھیلا ہوا ہے جسے سب وے کہا جاتا ہے۔ میرے پاس دیوار گیر نقشوں وغیرہ کے مطالعے کا وقت نہیں تھا۔ میں نے نقشے کے جنوبی سرے پر ورلڈ ٹریڈ سینٹر کا نام پڑھا اور ٹکٹ لے کر نیچے پہنچ گیا۔ اسی کے ساتھ میں نے فون کارڈ بھی خرید لیا۔

نیویارک میں رات ہو چکی تھی۔ سب وے کے مشینی اور بے جان راستوں پر آتے جاتے بے شمار مسافروں کی صورت میں رنگ و بو کا ایک حسین سیلاب رواں تھا۔ روشنیوں اور روشن چہروں کے ہجوم سے گزرتا اور رہنما اشاروں کی تقلید کرتا ہوا میں اپنے مطلوبہ پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔

وہاں مجھ سے پہلے بہت سے مسافر موجود تھے اور ان کی تعداد میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

چند منٹ بعد شمال سے ٹرین آئی، دروازے کھلے، چند مسافر اترے اور اسٹیشن پر کھڑے ہوئے سارے مسافر اس روشن اور کشادہ زیرِ زمین ٹرین میں سوار ہو گئے۔

اس وقت میرے ذہن پر صرف اور صرف آئزک بیل کی فکر سوار تھی۔ میں اسٹیشنوں کا جائزہ لیتا رہا مگر... نیویارک میں اپنے پہلے زیرِ زمین سفر سے لطف اندوز نہیں ہو سکا۔

راستے میں، میں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ پلیٹ فارموں پر بھی فون بوتھ موجود تھے۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر میں پلیٹ فارم سے اوپر چلا آیا کیونکہ مجھے واپسی کا ٹکٹ بھی خریدنا تھا۔

اس بار آئزک بیل نے دوسری گھنٹی مکمل ہونے کے بعد فون اٹھایا۔

''بات ادھوری رہ گئی تھی۔'' میں نے اس کی آواز سن کر سکون سے کہا ''کہیں اب ویرا تمہیں اپنے دفتر میں تو نظر نہیں آ رہی؟''

''کاش وہ ادھر آنے کی حماقت کر سکے۔'' اس کی آواز میں حسرت امڈ آئی۔

''تمہارے شہر کا نظام بہت اچھا ہے۔ یہاں آ کر طبیعت خوش ہو گئی۔'' اس بار میں نے خود ہی شہر میں اپنی موجودگی کا اعتراف کر لیا۔ ''یہاں آتے ہی تمہارے فون نمبر کے ذریعے ہم نے تمہارا پتا حاصل کر لیا ہے اور جلد ہی تم سے ملاقات کے لیے تمہارے ٹھکانے پر چھاپا ماریں گے۔''

''ناممکن۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔'' اس کی اونچی اور غصیلی آواز سنائی دی ''یہ میرا ان لسٹڈ ڈائریکٹری اور ذاتی نمبر ہے۔ کمپنی کسی قیمت پر پتا نہیں دے سکتی۔''

''یہ مت بھولو کہ اس شہر میں ویرا بھی تھوڑا بہت اثر و رسوخ رکھتی ہے۔'' میں نے اسے چڑایا۔

''اگر تمہارا یہ جھوٹ درست ثابت ہوا تو میں کمپنی پر دعویٰ کر دوں گا۔'' وہ غرایا۔

''اس جھوٹ کے سچ ثابت ہونے کے بعد تم دعویٰ ٹھونکنے کے لیے زندہ نہیں رہ سکو گے۔ بہتر یہی ہے کہ صبح یہ کام کر لینا ورنہ مرنے کے بعد بھی پچھتاتے رہو گے۔''

''تم سچے ہو تو بتاؤ کہ تمہیں کیا پتا دیا گیا ہے؟'' اس کی آواز احمقانہ سی ہو گئی۔

''ابھی تم نے خود کہا تھا کہ وہ پتا کسی کو نہیں دیا جا سکتا، میں کیسے بتا سکتا ہوں۔''

''میں تمہاری کسی بات کا اعتبار نہیں کر سکتا۔ تھوڑی دیر پہلے تم مجھے جھٹلا رہے تھے اور اب خود ہی نیویارک میں موجودگی کا اعلان کر رہے ہو۔ شاید موت کی دہشت سے تمہارا دماغ چل گیا ہے۔''

''تمہاری پریشانی دور کرنے کے لیے میں نے یہ اعلان کیا ہے ورنہ میں انقرہ میں ہی ہوں۔''

''ٹی وی پر خبریں یا پھر صبح کے اخبار دیکھ کر تم دونوں کے حواس گم ہو جائیں گے۔ ویرا نے ایف بی آئی کی افسری کا ڈھونگ رچا کر جس ٹیکسی ڈرائیور کو خوف زدہ کیا تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔''

''مجھے معلوم ہے کہ اس خون میں تمہارے ایک ڈیوڈ اسٹار کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں۔ حیرت ہے کہ اب تمہارے معزز اور باحیثیت ساتھی ایسے گھٹیا جرائم بھی کرنے لگے ہیں۔''

''یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ عہد شکنی کی سزا صرف موت نہ مقرر کی جائے تو ہر حریص شخص وعدے توڑنے پر تلا رہے گا...... ویسے اس خون پر خود مجھے ملال ہے۔ مرنے والے نے اپنی سزا کا حکم سننے کے بعد دیوار پر لگی ہوئی ویرا کی تصویر کو دیکھا تھا اور بے ساختہ چیخ اٹھا تھا کہ ائرپورٹ پر اسے للکارنے والی عورت وہی تھی۔ میرے آدمی نے اس پر اعتبار نہیں کیا۔ وہ سمجھا کہ اس سے پیشگی رقم ہضم کر کے مال نہ دینے والا مجرم اپنی جان بچانے کے لیے بہانے بازی کر رہا ہے۔ یہ سب مجھے اس کی موت کے بعد معلوم ہوا ورنہ اس وقت میرے پاس ایک ایسا پاکستانی ہوتا جو ویرا کو اس کے موجودہ بہروپ میں بھی پہچان سکتا تھا۔''

چشم زدن میں سب کچھ واضح ہو گیا۔ آئزک بیل کی ڈیوڈ اسٹارز کا کوئی کروڑ پتی رکن ہی مقامی بدمعاشوں کے ذریعے ہیروئن کی خریداری میں سرمایہ کاری کر رہا تھا اور اس نے مقتول کی ناکامی کی خبر سن کر اس کے قتل کا حکم صادر کیا تھا۔

اس وقت وہ شخص موت کی دہشت میں مبتلا تھا۔ اس نے ویرا کو اس کے بدلے ہوئے روپ میں دیکھا تھا مگر اس کے خدوخال اس کے ذہن پر نقش ہو چکے تھے کیونکہ اسی کی وجہ سے وہ موت کی دہلیز پر پہنچا تھا۔ وہ اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔ ویرا کی دیوار گیر تصویر پر پہلی نظر پڑتے ہی اس نے اصل خدوخال پہچان لیے۔ موت کو سر پر منڈلاتا دیکھ کر اس کی ساری حسیں تیز ہو چکی تھیں مگر اس کی زندگی نہ بچ سکی۔ ڈیوڈ اسٹار کے آدمیوں نے اسی ٹیکسی کو اس کا مقتل بنا دیا۔

''حیرت ہے کہ ایک طرف تم ویرا کے دشمن ہو اور دوسری طرف اسے اتنی تکریم دیتے ہو کہ تمہارے ڈیوڈ اسٹارز اپنے اڈوں میں اس کی بڑی بڑی تصویریں لگائے بیٹھے ہیں۔'' اپنی ذہنی رو کے باوجود میں نے آئزک بیل کے ساتھ گفتگو کے تسلسل میں فرق نہیں آنے دیا۔

''وہ اشتہاری مجرمہ ہے اور اشتہاری مجرموں کی اس سے زیادہ تشہیر کی جاتی ہے۔ اسے تم عزت افزائی سمجھتے ہو تو یہ تمہاری بے شرمی اور ڈھٹائی ہے۔'' میری بات پر شاید اسے غصہ آ گیا تھا۔

''وہ موت کے دہانے پر پہنچے ہوئے ایک مظلوم کا

ہذیان تھا جس پر تم نے آنکھیں بند کر کے اعتبار کر لیا......"

اس نے تیز لہجے میں میری بات کاٹ دی "تم ابتدا سے اپنی بات پر اڑے رہتے تو شاید میں بھی کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتا۔ اب تم خود بہت سے اعتراف کر چکے ہو۔ پچھلی بار تم نے گڑبڑ کا اندازہ لگا کر بروقت فون کاٹ دیا تھا مگر اس بار میں نے تمہیں باتوں میں الجھا کر معلوم کر لیا ہے کہ تم ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے قرب و جوار میں موجود ہو۔ تم دونوں اپنی مرضی سے میری اس سرزمین پر آئے ہو مگر میری مرضی کے بغیر یہاں سے زندہ نہیں لوٹ سکو گے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ امریکا کی صدارت اب تم ہی کو سونپ دی گئی ہے۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑایا۔

"صدارت آنے جانے والی چیز ہے۔ ہم چار برس کی نہیں، صدیوں کی حکمرانی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ بہت جلد وہ دن بھی طلوع ہوگا جب تم جیسے بدخواہوں کو اپنے سروں میں ڈالنے کے لیے ہمارے جوتوں کی دھول بھی نصیب نہیں ہوگی۔ یہ تیاریاں اسی دن......"

میرے ذہن کے کسی گوشے میں خطرے کی گھنٹی گونجنے لگی۔ وہ باتوں کو طول دے کر شاید وقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اس کا کوئی آدمی اس فون بوتھ تک پہنچ سکتا تھا۔ میں نے اچانک اس کی بات کاٹ دی۔

"اس وقت تمہارا دماغ چل رہا ہے۔ باقی باتیں پھر کبھی ہوں گی۔" میں نے ریسیور ہک سے لٹکایا، کارڈ جیب میں ڈالا اور بہت تیزی سے ٹکٹ کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

خطرے کا احساس ہو جانے کے بعد میں جلد از جلد وہاں سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔

پین اسٹیشن پر سب وے سے نکل کر میں سڑک پر آیا تو ہوا میں خنکی پیدا ہو چکی تھی۔ رات کے اندھیرے میں جگمگاتی روشنیوں میں سڑکوں اور عمارتوں کا حسن ایک نئے انداز میں نمایاں ہو رہا تھا۔

☆☆☆

وہ نیویارک میں ہماری پہلی رات تھی۔ ویرا میری واپسی سے پہلے ہوٹل کی روم سروس کو کھانے کا آرڈر دے چکی تھی اور فلور کچن میں کھانا تیار تھا۔ میرے پہنچتے ہی روم سروس کی خوش ادا ویٹریس چمکتی ہوئی ٹرے میں کھانا لے آگئی۔

ویرا میرے پہنچنے سے پہلے ڈیوٹی فری اسکاچ سے شغل کر رہی تھی۔ ویٹریس کے چلے جانے کے بعد میں خاموشی سے کھانے کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے مجھے ٹوک دیا۔

"ایسی بے نیازی دکھانے کی کوشش مت کرو ورنہ میں یہ ٹرے تمہارے منہ پر الٹ دوں گی۔"

"کھانے کے ساتھ کہانی بھی چلتی رہے گی، اس وقت میرا ہاتھ نہ روکو۔ شہر کے دو چکروں میں جہاز کا کھایا پیا تک ہضم ہو چکا ہے۔" میں نے نرمی سے کہا اور بات شروع کر دی۔

ویرا کی توجہ کھانے سے زیادہ میری طرف مبذول رہی۔ سلطان شاہ کی بازیابی کے بعد وہ کہہ چکی تھی کہ آئزک بیل جیسے مکار آدمی کو باتوں میں الجھا کر اپنا الو سیدھا کرنا میرا ہی کام تھا اور اس بار نیویارک میں بھی یہی کچھ ہوا تھا کہ بہت سی ناقابل فہم باتیں اسی نے حل کی تھیں۔

پین پلازا ہوٹل سے آئزک بیل کو پہلی بار فون کرتے ہوئے میری نیت یہ تھی کہ اسے نیویارک میں اپنی موجودگی سے آگاہ کر کے اشتعال دلایا جائے تاکہ ہمیں اس کی کسی غلطی سے فائدہ اٹھانے کا بھرپور موقع مل سکے۔ یہ اتفاق تھا کہ بات کا رخ بدل گیا اور وہ آخر تک اسی غلط فہمی میں مبتلا رہا کہ میں نیویارک میں اپنی اور ویرا کی موجودگی چھپانا چاہ رہا ہوں لیکن اس نے اپنی عیاری سے میری زبان کھلوالی ہے۔

یہ درست ہے کہ کراچی سے لندن کے راستے نیویارک پہنچنے تک ہم دونوں نے اپنی اصلیت چھپائے رکھنے کے لیے بڑے جتن کیے تھے اور کوششیں صرف اس لیے کی گئی تھیں کہ نیویارک کے کسی ہوائی اڈے پر قدم رکھتے ہی ہمارے گریبانوں پر ہاتھ نہ ڈالا جا سکے۔

ایک بار اس ملک میں گھس آنے کے بعد روپوشی بالکل بے مقصد ہو کر رہ گئی تھی۔ امریکی حکام کے ریکارڈ کے مطابق ہم اس ملک میں پہنچے ہی نہیں تھے۔ بدلے

ہوئے ناموں اور جعلی سفری دستاویزات نے ہماری ہر مشکل آسان کر دی تھی۔ اس کے بعد میں نے صرف آئزک بیل کو اپنی موجودگی سے آگاہ کیا تھا۔

یہ بات ہر شک وشبہے سے بالا تھی کہ امریکی میرے اور ویرا کے بدترین دشمن تھے اور کھل کر آئزک بیل کا ساتھ دے رہے تھے۔ سلطان شاہ کے اغوا میں شرمناک ناکامی کے بعد ان کے مدافعانہ رویے میں شدت پیدا ہونے کے تمام تر امکانات موجود تھے مگر مجھے پورا یقین تھا کہ محض آئزک بیل کا بیان امریکی حکام کو یہ باور نہیں کرا سکے گا کہ ہم سلطان شاہ والے ڈرامے کی تکمیل کے اگلے ہی دن خودکشی کے ارادے سے نیویارک آ پہنچے تھے۔ کسی بڑے مقصد سے عاری سرکاری اہل کار ایسی دیدہ دلیری کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ان کی دوسری اور سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ ان کے پاس ویرا کی پرانی تصاویر موجود تھیں جبکہ میرا کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔ ویرا نے خود کو اس حد تک بدل لیا تھا کہ پرانی تصاویر دیکھ کر اسے پہچاننا ممکن نہیں رہا تھا۔ ان کا کام ناممکن نہیں تو بے حد دشوار ضرور تھا۔

ویرا شروع سے آخر تک میری ہر رائے سے متفق تھی کیونکہ اس میں اس کی سوچ اور مشورے بھی شامل رہے تھے۔ گفتگو کے پرپیچ مکالموں سے وہ خاصی محظوظ ہوئی اور دیر تک ہنستی رہی۔

"اب ایک احتیاط کرنی ہوگی۔" سب کچھ سن لینے کے بعد ویرا نے کہا "اگر اس سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو بھول کر میرے اور اپنے اصل ناموں کا اعتراف نہ کرنا۔ اپنے انکشاف کے توثیق کے لیے وہ تمہاری گفتگو ریکارڈ کر کے بھی کچھ نہ کر سکے گا۔"

"لیکن اب تمہیں کام کرنا پڑے گا۔ اس کے فون نمبر کے سہارے اس کا پتا معلوم کرنا تمہارے ذمے ہے۔ اس بارے میں، میں بالکل بے بس ہوں۔"

"اگر وہ اس کا نان ڈائریکٹری اور ذاتی فون ہے تو پتا ملنا بہت دشوار ہے۔ ایسے صارفین کے کوائف کمپنی کے اعلیٰ افسران کی تحویل میں رہتے ہیں۔ ان کاغذات تک رسائی ممکن نہیں۔"

"میری دھمکی کے بعد وہ کمپنی سے رجوع کرے گا اور اب وہ بھی ضرورت سے زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"مایوسی کی ضرورت نہیں۔ یہ نہ بھولو کہ ہم بدری ناتھ کے ایما پر یہاں آئے ہیں اور وہ ڈیوڈ اسٹارز کا مہمان ہے۔ ہمیں اس سے بھی مدد ملتی رہے گی۔"

"بدری ناتھ کا کوئی سراغ ملنے تک مجھے شیام سے رابطہ رکھنا پڑے گا۔ بدری نے شاید اسے بریف کر دیا تھا، اس وجہ سے اس بے چارے نے مجھ سے ہوٹل کا نمبر تک نہیں مانگا۔"

"تم اس کی خیر خبر رکھو۔ میں آج رات جائزہ لیتی ہوں کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"میرا مشورہ ہے کہ آج آوارہ گردی کا ارادہ ملتوی کر دو۔ آئزک بیل کے آدمی وحشت زدہ بھیڑیوں کی طرح شہر کی تفریح گاہوں میں ہماری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ وہ مجھے نہیں سونگھ سکیں گے۔" وہ ہنس کر بولی "اس وقت ہم بالکل غیر مسلح ہیں۔ ہماری پہلی ضرورت چند ہتھیاروں کی ہے۔ ٹائمز اسکوائر اور راک فیلر سینٹر کے درمیان چند ٹھکانے ایسے ہیں جہاں سے کچھ نہ کچھ ہاتھ آ سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم کراچی والوں سے بات نہیں کرو گی؟" میں نے پوچھا۔

"تم بھی کوشش کر کے دیکھ لو، ناکامی ہوگی۔ تمہاری غیر حاضری میں، میں دسیوں مرتبہ کوشش کر چکی ہوں مگر پاکستان کا کوڈ ملاتے ہی لائن ڈراپ ہو جاتی ہے۔ شاید اس وقت بیرونی دنیا سے پاکستان کا مواصلاتی رابطہ کٹا ہوا ہے۔"

ہم کراچی سے لندن پہنچے تو ہمارا وہ دن اٹھائیس گھنٹوں کی طوالت اختیار کر گیا۔ لندن سے نیویارک پہنچنے پر وقت کے فرق کی وجہ سے وہ دن انتیس گھنٹوں پر محیط ہونے والا تھا۔

اپنی حد سے بڑھی ہوئی اشتہا کی وجہ سے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ ہم بہت دیر سے کھانا کھا رہے تھے لیکن مقامی

وقت کے مطابق ہماری گھڑیوں نے صرف ساڑھے آٹھ بجائے تھے۔

کھانا ختم کرتے ہی ویرا نے باہر جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ میں نے ایک مرتبہ پھر اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ہر قیمت پر باہر جانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

میں نے دل ہی دل میں خیر و عافیت کے ساتھ واپسی کی دعائیں مانگتے ہوئے اسے رخصت کیا۔ جاتے جاتے اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اس کا انتظار نہ کروں۔ نیند آنے پر بے فکر ہو کر سو جاؤں۔ واپسی پر وہ نیچے سے انٹر کام پر مجھے خود ہی جگا لے گی۔

میں اسے دو مرتبہ کمرے میں چھوڑ کر باہر گیا اور دونوں بار خوش تھا، وہ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی گئی تو میں اندر تک سے ناخوش تھا۔ میں سگریٹ سلگا کر بستر پر دراز ہو گیا اور ٹیلی وژن دیکھنے لگا۔

اس وقت اسکرین پر موسیقی کا کوئی بے ہنگم پروگرام آ رہا تھا۔ مجھے کیبل ٹی وی کا خیال آیا اور میں نے چینل بدل دیا۔ اسکرین پر رومانی فلم نمودار ہو گئی جس میں ناشائستہ مناظر کی بہتات تھی۔ درمیانی وقفے میں ایک سلائیڈ دکھائی گئی جس میں مژدہ دیا گیا تھا کہ دس بجے کے بعد اس چینل پر صرف بالغوں کے لیے پروگرام پیش کیے جائیں گے۔

میں چکرا کر رہ گیا۔ میری دانست میں وہ فلم بھی صرف بہت زیادہ بالغوں کے لیے موزوں تھی۔ پتا نہیں دس بجے کے بعد وہ ابلاغ کے اس وسیلے سے چار دیواریوں میں کون سا زہر انڈیلنے والے تھے۔

میں نے اکتا کر ٹی وی بند کیا اور جیکٹ پہن کر کمرا چھوڑ دیا۔

ہوٹل سے باہر آ کر میں نے محسوس کیا کہ ہر طرف روشنیوں کی [illegible] ہونے کے باوجود اس وقت بلند عمارتوں کے زیر سایہ فٹ پاتھوں پر راہ گیروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ یہ اندازہ مجھے پہلے ہی ہو چکا تھا کہ نیویارک میں اسلام آباد کی طرح سڑکوں کے رخ پر دکانیں اور بازار بنانے کا رواج نہیں تھا۔ تمام تر دکانیں اور بڑے اسٹور گھوڑے کی نعل کی شکل میں بنے ہوئے شاپنگ مالز کے اندرونی حصوں میں واقع تھے۔ ان وسیع تجارتی عمارتوں کے درمیانی حصے گاہکوں کی گاڑیوں کی پارکنگ کے لیے مخصوص تھے۔

ایک بڑے اور گنجان آباد شہر کے راستوں پر راہ گیروں کا وہ قحط مجھے خوف آور محسوس ہونے لگا۔ یہ مجھے بعد میں پتا چلا کہ مین ہٹن میں ۳۴ ویں اسٹریٹ شہر کے مرکزی حصے کی آخری سڑک اور جنوبی حصے کی پہلی سڑک شمار کی جاتی تھی، اسی وجہ سے شام ڈھلے وہاں سناٹا ہو جاتا تھا اور ساری رونقیں ٹائمز اسکوائر اور اس کے گرد و نواح میں پھیلے ہوئے مرکزی بازاروں اور تفریح گاہوں میں منتقل ہو جاتی تھیں۔ بعض محتاط شہری رات گئے ادھر سے پیدل گزرنا بھی خطرناک سمجھتے تھے۔

نیویارک میں پہنچے بغیر اس بھرے پرے شہر میں لوٹ مار اور رہزنی کے واقعات کو سمجھنا محال ہوتا ہے۔ وہاں کے طرز تعمیر اور بود و باش کے قرینوں کو دیکھ کر بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ وہ شہر بناتے ہوئے چور، اچکوں اور رہزنوں کی سہولت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

کمرے سے باہر نکلتے ہوئے میں نے سوچا تھا کہ کسی پبلک بوتھ سے کراچی فون کروں گا۔ آئزک بیل سے ہونے والی گفتگو کے بعد حفظِ ماتقدم کے طور پر یہ ضروری تھا کہ ہوٹل کی حدود میں پاکستان سے اپنے گہرے روابط کو صیغۂ راز میں رکھا جائے۔

ہوٹل سے ذرا دور مجھے ایک بوتھ مل گیا۔ میں نے نیم دلی سے اول خان کے دفتر کا نمبر ملایا اور لائن ڈراپ ہوئے بغیر سلسلہ مل گیا۔

ریسیور اٹھانے والا اول خان تھا۔ میری آواز سنتے ہی وہ کھل اٹھا۔

''مجھے یقین تھا کہ تم امریکا پہنچتے ہی مجھے فون کرو گے۔ کل مجھے تمہارا پیغام مل گیا تھا۔''

''تمہارے لیے وہ کل کا پیغام رہا ہوگا۔ میرے لیے وہ آج صبح کی بات ہے اور ابھی تک رات نے پوری طرح ڈیرے نہیں ڈالے ہیں۔'' میں نے کراہنے والے انداز میں کہا۔

ہنسی کے ساتھ اس کی آواز ابھری ''فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ واپسی کے سفر میں وقت کی یہ ساری کمی بیشی برابر ہو جائے گی۔ انقرہ میں جو کچھ ہوا ہے، اس پر یہاں سب دنگ ہیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ پانسا کیسے پلٹ گیا۔ میں اس بارے میں تم سے بات کرنے کو ترسا ہوا ہوں۔''

وہ اس کا استفہامیہ فقرہ تھا۔ میں نے جواب دیا ''میں ایک ویران سڑک کے پبلک بوتھ سے بات کر رہا ہوں۔ اگر کوئی اچکا پستول سمیت یہاں نہ گھس آیا تو عافیت ہی عافیت رہے گی۔ تم اطمینان سے اپنے دل کی بھڑاس نکال سکتے ہو۔''

''سلطان شاہ کی حالت بہت خراب ہے مگر وہ خطرے سے......'' اس نے سنی سنائی بات دہرانے کی کوشش کی مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''اس بارے میں ایوب آغا سے میری بات ہو چکی ہے۔ اسے صرف آرام درکار ہے۔''

''آغا نے مجھے بتایا تھا کہ تم اس سے بات کرنے کے لیے بے چین تھے۔ میں نے آج صبح سلطان شاہ سے بات کی ہے۔ وہ حیران ہے کہ اس میں اتنی ہمت اور قوت کہاں سے عود کر آئی کہ وہ اپنے اغوا کنندگان کو طیارے سمیت اغوا کر کے قبرص لے گیا۔ اسے وہ واقعات ایک بھولے بھولے خواب کی طرح یاد ہیں۔''

''اصل واقعات کیا تھے؟ وہ تابوت سے باہر کیسے نکلا تھا؟'' میں نے بے چینی سے پوچھا۔

''اسے کوئی خواب آور انجکشن دیا گیا تھا۔ اسے ہوش آیا تو وہ تابوت میں ایک جمی ہوئی لاش کے ساتھ بند تھا۔ اس کا سارا بدن پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا، ذہن دھندلایا ہوا تھا اور برف کی سردی اس کی ہڈیوں میں سرایت کر رہی تھی۔ اسے کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے؟ وہ بہت دیر تک یوں ہی تابوت میں پڑا رہا۔ اس کا خیال ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے اندازے سے پہلے ہوش میں آ گیا تھا۔''

''یہ سب باتیں ہم آسانی سے تصور میں لا سکتے ہیں۔ اصل کھیل کب شروع ہوا؟''

''کسی نے اسے باہر نکالنے کے لیے تابوت کا ڈھکن کھولا تھا۔'' اول خان بتانے لگا ''سلطان شاہ آنکھیں موند کر اپنی ساری قوتیں مجتمع کرنے لگا۔ اس شخص نے جھک کر جوں ہی سلطان شاہ کی کمر کے نیچے ہاتھ ڈالا، اس نے اپنے شکار کی گردن پوری قوت سے دبوچ لی۔ اسے کچھ یاد نہیں کہ اس نے کس طرح اپنے حریف کو کوئی آواز نکالنے کا موقع دیے بغیر اس کی بھری ہوئی کلاشنکوف چھینی اور تابوت سے نکل کر اسے اپنے نشانے پر لے لیا۔ اس وقت پہلی بار اسے علم ہوا کہ وہ ایک طیارے میں محو پرواز ہے۔ اس کے بعد اس پر جنون کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ اپنے شکار کو مارتا ہوا کاک پٹ کی طرف لے گیا۔''

اول خان سانس لینے کے لیے رکا مگر میری دانست میں پوری تفصیل سامنے آ چکی تھی۔

طیارے میں اس وقت کل چھ نفوس موجود تھے۔ ایک کو سلطان شاہ نے کلاشنکوف کے دہانے پر لیا ہوا تھا۔ دو جہاز کے کاک پٹ میں پھنسے ہوئے تھے۔ بقیہ دو افراد مسلح ہونے کے باوجود بے بس تھے۔ ان کی کسی بھی مزاحمت کی صورت میں ان کا ایک ساتھی مارا جاتا پھر بھٹکی ہوئی کوئی بھی گولی ہزاروں میٹر کی بلندی پر اڑتے ہوئے جہاز کو آتشیں گولے میں بدل کر تباہ کر دیتی۔

وہ سب سلطان شاہ کی زندہ رہنے کی شدید ترین خواہش کا ناقابل یقین کارنامہ تھا۔

''اس نے جو کام دکھایا ہے اس پر اسے جو اعزاز دیا جائے، کم ہوگا۔'' میں نے اول خان کو مزید تفصیل میں جانے سے روکنے کے لیے کہا ''وہ واقعی شیر دل آدمی ہے۔''

''اس نے سب کچھ کر ڈالا۔ ان پانچوں کو باری باری مار ڈالنے کے بعد وہ خودکشی کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ اس کے سوا دوسرا کوئی انجام اس کے سامنے نہیں تھا مگر پھر راہ نکل آئی۔ وہ آخر تک یہ سمجھتا رہا کہ انقرہ کے بہانے وہ اسے کہیں اور لے جا رہے ہیں۔''

''تم نے اسے میری تشویش سے ضرور آگاہ کر دیا ہوگا؟'' میں نے پوچھا۔

اس کی ہلکی سی ہنسی کی آواز آئی پھر وہ بولا ''تمہاری کوششوں کے ذکر کے بغیر ہر بات ادھوری تھی۔ میں اب بھی یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ انحق نے اسے قبرص سے

انقرہ لے جا کر کیسے آزاد کر دیا۔‘‘
’’اندھی بلیک میلنگ۔‘‘ میں نے سپاٹ آواز میں کہا ’’اس کی دی ہوئی دھمکیوں کو میں نے اسی پر الٹ دیا۔ میرے لیے وہ بہت مشکل مرحلہ تھا مگر اسے ہار ماننی ہی پڑی۔‘‘
’’سلطان شاہ کو آزادی دلا کر اب تم خود اس کے نشانے پر جا بیٹھے ہو۔‘‘
’’اس کی سرکوبی کے لیے یہاں آنا ناگزیر تھا۔ وہ ابھی تک قلعے میں بیٹھ کر اپنے مہرے پٹوا رہا ہے۔ اب اسے میدان میں اترنا پڑے گا۔ تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ آج میں نے دوبارہ اس سے بات کی ہے۔‘‘
’’میرے لیے یہ خوشی کی نہیں، صدمے کی بات ہے۔ تم بہت تیز جا رہے ہو۔ ابھی اس کے زخم تازہ ہیں۔ تمہیں چند روز کے لیے خاموش رہنا چاہیے تھا۔ یہاں غزالہ تمہاری فکر میں گھلی جا رہی ہے۔ پل پل تمہاری خیر کی دعائیں مانگتی ہے اور تمہیں اپنی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔‘‘
’’میرے پیار کے ساتھ اسے بتا دینا کہ میں خود جلد از جلد لوٹنا چاہ رہا ہوں۔ میں نے ابھی تک انتظار میں ایک لمحہ نہیں گنوایا۔ بدری اپنا انتقامی مشن خود پورا کرتا رہے گا۔ میرا اور ویرا کا نشانہ صرف ایک ہے۔ جس دن اسحٰق کی گھنٹی بج گئی، میں لوٹ آؤں گا۔‘‘
’’یہاں ہم سب اس مبارک دن کے منتظر رہیں گے۔ ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔‘‘
اول خان کے آخری فقرے پر مجھے ویرا کا خیال آ گیا۔ وہ بالکل یکہ و تنہا نیویارک کی ان تفریح گاہوں کی طرف گئی تھی جہاں شہر بھر کے بدمعاشوں اور مجرموں کی کمین گاہیں ہو سکتی تھیں۔
اس نے ادھر جانے کا ارادہ کیا تو میں نے دور رہ کر اس پر نظر رکھنے کی بات چھیڑی تھی۔ تھوڑی سی بحث کے بعد اس نے آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ گئی تو میں یہ بات سرے سے بھول بیٹھا۔ وہ اکیلی تھی۔ اگر اسے وہاں کوئی مشکل پیش آ جاتی تو میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا کہ مجھے کوئی اچھی بری خبر مل جاتی۔ میرا دل مجھے ملامت کرنے لگا۔

’’میرے ہوٹل کا فون نمبر لکھ لو لیکن اشد ضرورت کے بغیر وہاں فون نہ کرنا۔‘‘ میں نے اول خان سے اپنی بات چیت کو اختتام تک پہنچاتے ہوئے کہا ’’میں خود ہی رابطہ کرتا رہوں گا۔‘‘
میں نے اول خان کو فون اور کمرے کا نمبر بتا کر کال ختم کر دی۔
ویرا کا دھیان آتے ہی میرے دل میں ایک بے نام سی اضطرابی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ رہ رہ کر مجھے وہم ہو رہا تھا کہ وہ کسی دشواری میں گھر چکی ہے۔
وہ ایک بڑا شہر تھا۔ اس کے بے شمار بھری پری تفریح گاہوں میں کسی کا کھوج لگانا سرے سے ممکن ہی نہیں تھا۔ میں سگریٹ پھونکتا ہوا چین پلازا کی طرف واپس ہو لیا۔
اس وقت پورے نیویارک میں میرا صرف دو افراد سے رابطہ ہو سکتا تھا، ان میں سے ایک میرا ازلی دشمن تھا اور دوسرا اکلوتا بہی خواہ۔
تنہائی میں پڑے پڑے سوچنے اور کڑھتے رہنے کے بجائے میں نے شیام ناتھ سے بات کر کے اپنے دل کا غبار ہلکا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ شہر میں ہوٹل چلا رہا تھا اس لیے اس سے رات گئے بھی اس کے نمبر پر بات کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔
’’اچھا ہوا کہ تم نے دوبارہ فون کر لیا۔‘‘ میری آواز سنتے ہی وہ چہکنے لگا۔ اس کے لہجے سے معلوم ہو رہا تھا کہ شام کے مقابلے میں اس وقت وہ زیادہ سرور میں تھا۔
’’کیوں؟ کیا میرے لیے کوئی اچھی خبر آ گئی ہے؟‘‘ میں نے اپنی آزردگی کو چھپا کر شوخی سے پوچھا۔
’’اچھی خبریں سرِ شام ہی بن سنور کر اپنی کوٹھریوں سے یہاں کے بازاروں میں آ جاتی ہیں۔ ان کے لیے انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ میرے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھتے تو میں تمہیں بہت سی گر کی باتیں بتا سکتا تھا۔‘‘
’’وہ پھر کسی وقت آ کر سن لوں گا۔ اس وقت یہ بتا دو کہ میرے فون نے تمہیں خوش کیسے کر دیا؟‘‘
’’تم لوگوں کی ساری باتیں اپنی سمجھ سے باہر ہیں۔ بدری میرا گھر چھوڑ کر کسی اور کے گھر جھک مار رہا ہے۔ تمہارا اتا پتا پوچھنے پر پابندی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ تم کو

کیسے پکڑوں۔‘‘
وہ اصل موضوع سے بہک رہا تھا۔ اپنی جھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے میں نے تحمل سے پوچھا ’’مجھے پکڑنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟‘‘
’’بدری کا فون آیا تھا۔ وہ صبح دس بجے میرے پاس آئے گا۔ اس نے تم کو بھی بلایا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہارا فون نہ آتا تو میں تمہیں یہ پیغام کیسے دے سکتا تھا؟ وہ آتا تو میرے سر پر سوار ہو جاتا اور شکوے شروع کر دیتا۔ یہ نخرے بس یاری نبھانے کے لیے اٹھاتا ہوں۔‘‘
’’تمہارے پاس اس کا فون نمبر بھی نہیں ہے؟‘‘ میں نے بے چینی سے سوال کیا۔
’’اس کا ہے نہ تمہارا۔ ایسی یاری اور رشتے داری کس کام کی، آدمی جب دوسرے پر بھروسا ہی نہ کرتا ہو۔‘‘ اس نے اپنی ترنگ میں کہا۔
’’تمہارے پاس اس کا فون کس وقت آیا تھا؟‘‘ میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔
’’بس ابھی تھوڑی دیر پہلے کی بات ہے۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ تمہارا فون آ گیا۔‘‘
’’میں کوشش کروں گا کہ صبح دس بجے تک تمہارے پاس آ جاؤں۔ اس وقت تم کہاں ملو گے۔‘‘ میں نے وہ قصہ وہیں ختم کرنا چاہا۔
’’اکیلا آدمی بہت سے بکھیڑوں سے آزاد ہوتا ہے۔ اپنی بھی یہی موج ہے۔ ہوٹل کے پیچھے ایک چھوٹے سے کمرے میں سو جاتا ہوں۔ میرے لیے تمہیں کہیں بھٹکنا نہیں پڑے گا۔‘‘
’’اب ذرا یہ بتاؤ کہ تمہارے شہر کی تفریح گاہیں کس علاقے میں واقع ہیں؟‘‘ میں نے وہ سوال سوچ سمجھ کر کیا تھا تاکہ وہ میری بے خبری پر چڑ کر ایک ہی بار سب کچھ بتاتا چلا جائے۔
یہی ہوا۔ وہ ہلکی سی استہزائیہ ہنسی کے ساتھ بولا ’’اس وقت تم نیویارک کے دل میں بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ خود ایک بڑا شہر ہے اور اس کی تفریح گاہیں بھی ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ میرے ہوٹل سے ذرا آگے بڑھو گے تو ایک نئی دنیا کو اپنا منتظر پاؤ گے۔‘‘

’’تم مصروف آدمی ہو۔ میں سوچ رہا تھا کہ کسی وقت تمہارے ساتھ ان سب کو دیکھ ڈالو۔ سیر و تفریح بعد میں ہوتی رہے گی۔‘‘
’’یہ نیک کام تمہیں خود ہی کرنا ہوگا۔ وہاں سارا مزہ پیدل دھکے کھانے میں ہے۔ گاڑی میں بیٹھ کر ہوا کے جھونکے کی طرح گزر گئے تو سب کچھ آپس میں گڈمڈ ہو جائے گا۔ تم مہینے بھر بھی اپنی راتیں اس دنیا میں گزارو تو ہر رات اس کا نیا روپ دیکھو گے۔ اس وجہ سے مین ہٹن کا مڈ ٹاؤن رومان اور امنگوں کا زرخیز خطہ کہلاتا ہے۔‘‘
ان نکات کا اندازہ مجھے بھی تھا لیکن میرے اندازے کے مقابلے میں اس کی رائے زیادہ مستند تھی۔ میں ساری رات بھٹکنے کے باوجود ویرا کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔
ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔
میں کمرے میں اکیلا تھا۔ سفر اور پھر بھاگ دوڑ کی وجہ سے تکان کا غلبہ تھا لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ویرا کی واپسی کے انتظار میں، میں بستر پر پڑا بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا۔ جب بڑھتا ہوا اعصابی تناؤ میری برداشت سے باہر ہونے لگا تو میں نے ویرا کی کھولی ہوئی بوتل سنبھالی اور پورے اہتمام کے ساتھ ٹیلی وژن کے سامنے بیٹھ گیا۔
بے کار رہ کر پریشان کن خیالات میں گھرے رہنے سے بہتر تھا کہ میں کسی طرح خود کو مصروف رکھوں۔
ٹیلی وژن پر کچھ دیر بعد خبروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مقبول احمد نامی ٹیکسی ڈرائیور کے قتل کی خبر چوتھے نمبر پر تھی۔
نیوآرک ائرپورٹ سے باہر میں نے اسے دور سے دیکھا تھا لیکن جب اس کے بے جان چہرے کا کلوزاپ دکھایا گیا تو مجھے اسے پہچاننے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہوئی۔ پتا نہیں وہ کس گھرانے کا کفیل اور سہارا تھا۔ پردیس میں آسانی سے دولت جوڑنے کی ہوس میں وہ بے دردی سے مار ڈالا گیا تھا۔ اس کے سینے کے اکلوتے زخم سے بہنے والے خون نے ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ سے

پائیدان تک کو خون میں لت پت کر دیا تھا۔ جرم سے نفرت کو ابھارنے کے لیے خبر کے ساتھ وہ مناظر دیر تک برقرار رہے پھر منظر بدل گیا۔

ویرا کے بعد اس قتل کی تصدیق بلیک ڈیڈ اور آئزک بیل نے بھی کی تھی مگر اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھنے کے بعد میں مزید افسردہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

لندن میں، میں نے جیمو پنڈت کو اسی کے بے آواز بارودی ہتھیار سے ختم کر کے اپنی آمد کا اعلان کیا تھا۔ نیو یارک میں آئزک بیل کے گرگوں نے مقتولوں کا خون بہا کر میرا استقبال کیا تھا۔

اسکاچ اپنے اثرات کے اعتبار سے میرے لیے کبھی بھی اشتعال آور ثابت نہیں ہوئی تھی۔ اپنے لیے میں نے اسے ہمیشہ مسکن پایا تھا اور اس وقت ٹیلی وژن پروگرام بھی کچھ خواب آور تھا۔ شروع سے جو چینل جاری تھا، بس وہی چلتا رہا۔ کیبل ٹی وی کے بالغوں والے پروگرام کے خوف سے میں نے چینل بدلنے کی کوشش نہیں کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ویرا کے بارے میں میری فکر مندی تشویش میں بدلنے لگی تھی۔

وہ قیامت کی گھڑیاں تھیں جو میں نے پین پلازا کی پانچویں منزل کے کمرے میں محبوس ہو کر گزاریں۔ ڈھائی بجے فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ویرا کی آواز سننے کی امید میں ریسیور اٹھایا۔

وہ ہوٹل کی لابی سے مجھے اپنی آمد کی اطلاع دے رہی تھی۔ میں کرسی میں تن کر بیٹھ گیا۔

واپسی پر اس کے چہرے پر ... کوئی رمق نہیں تھی۔ اسے نڈھال ... خود بخود کافور ہو گیا۔ اس نے اپنا ہینڈ بیگ مسہری پر پھینکا، میرے گلاس سے ایک بڑا گھونٹ لیا اور باتھ روم میں غائب ہو گئی۔ میں نے اپنا گلاس خالی کیا اور ٹیلی وژن سمیت روشنیاں گل کر کے بستر پر دراز ہو گیا۔

ویرا کی واپسی خاصی دیر میں ہوئی۔ کمرے میں اندھیرا پھیلا ہوا دیکھ کر اس نے حیرت ضرور ظاہر کی لیکن کوئی بلب روشن نہیں کیا۔ اپنا پرس بستر سے ہٹا کر خود بھی دراز ہو گئی۔

"کچھ ناراض معلوم ہو رہے ہو؟ تم نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ میں کیا جھک مار کر آ رہی ہوں۔" چند منٹ کی خاموشی کے بعد اس نے دھیمی آواز میں شکوہ کیا۔

"شہر تمہارا دیکھا بھالا ضرور ہے مگر یہاں کے لوگ تمہارے لیے بدلے ہوئے ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ تم نے یہ رات کٹی ہوئی آوارہ پتنگ کی طرح در بہ در بھٹکتے ہوئے گزاری ہو گی۔"

"بڑی حد تک تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔ آئزک بیل بہت جابر اور سفاک منتظم ہے۔ ہر اڈے اور جوئے خانے میں اس کے آدمی بھرے ہوئے ہیں۔ راس المیڈا کی موت کے بعد اس نے ہر ایسے آدمی کو نکال باہر کیا ہے جو جمی لائید کا ذکر ادب اور احترام سے کرتا تھا۔"

"اب وہ چھوٹی حد بھی بیان کر ڈالو جس سے میں لاعلم ہوں۔"

"میں اعشاریہ تین آٹھ کا پستول اور ایک ریوالور حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ وہ دونوں ہتھیار میرے دستی بیگ میں موجود ہیں۔"

"انہیں احتیاط سے کہیں چھپا دو۔ اب باقی باتیں صبح سویرے ہوں گی۔"

اسے دیکھ کر میرے ذہن پر سے دباؤ ختم ہو چکا تھا اور نیند پوری شدت سے حملہ آور ہو رہی تھی۔ میں نے اول خان اور بدری ناتھ کا ذکر صبح کے لیے ملتوی کر کے ویرا کی طرف کروٹ لے لی۔

ویرا باتھ روم کے کھلے ہوئے دروازے سے آنے والی دھیمی روشنی میں کچھ کھٹ پٹ کرتی رہی اور میں اپنے ذہن کو آزاد کرتے ہوئے نیند کی گہری وادیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

ویرا یقینی طور پر میرے بعد سوئی تھی مگر صبح وہ مجھ سے پہلے بیدار ہو کر ناشتے کے لیے پوری طرح تیار ہو چکی تھی۔ اس نے براہِ راست مجھے بیدار کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن کمرے میں دانستہ پرشور آوازیں پیدا کر کے مجھے بستر چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

میں جتنی دیر میں تازہ دم اور تیار ہو کر باتھ روم سے لوٹا، اتنی دیر میں ویرا ناشتا منگوا چکی تھی۔

"رات کو میں نے تمہاری نیند خراب نہیں کی۔ اب بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا خبریں ہیں؟" میرے بیٹھتے ہی اس نے جارحانہ لہجے میں اپنا مطالبہ پیش کر دیا۔

میرا اسے بے خبر رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اسے فوراً بتا دیا کہ دس بجے مجھے بدری ناتھ سے ملاقات کے لیے شیام کے ہوٹل پہنچنا تھا۔

ویرا اس چلر کے پورے پس منظر سے ناواقف تھی۔ اس کے استفسار پر مجھے وضاحت کرنی پڑی کہ میری اتفاقی فون کال اس ملاقات کا بہانہ بنی تھی ورنہ معاملہ آگے ٹل جاتا۔

"بدری کو بھی یہاں آئے زیادہ وقت نہیں ہوا پھر وہ اتنی عجلت میں تم سے کیوں ملنا چاہ رہا ہے؟" اس نے چائے بناتے ہوئے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"یہ اس سے مل کر ہی معلوم ہو سکے گا۔ میں خود اس ملاقات کو غیر معمولی اہمیت دے رہا ہوں۔" میں نے پوری ایمان داری سے کہا "ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی اہم اطلاع حاصل کر چکا ہو۔"

"تمہاری طرح وہ بھی تیز رفتاری سے کام لے رہا ہے۔ اب میں محسوس کر رہی ہوں کہ یہاں پوری طرح پیر جمائے بغیر آئزک بیل کو چھیڑ کر ہم نے غیر ضروری مشکلات کو دعوت دی ہے۔"

"بدری ناتھ کے بارے میں تم کیا خطرہ محسوس کر رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"وہ را کا ایک تجربے کار سیکرٹ ایجنٹ ضرور ہے لیکن ابھی وہ یہاں والوں کے طریقۂ کار سے بے خبر ہے۔ اگر وہ اسی بے خبری میں آئزک بیل کے کسی آدمی کو اپنے پیچھے لگا کر شیام کے ہوٹل تک لے آیا تو تم سوچ سکتے ہو کہ ہم تینوں کا کیا بنے گا۔"

"خطرہ ضرور ہے مگر پھر بھی میں اس سے ملنے جاؤں گا۔ اگر تمہارا خدشہ درست ثابت ہوا تو بھی مجھے نہیں پہچانا جا سکے گا۔ ان لوگوں کے لیے میں صرف ایک نام ہوں۔"

"مگر تم مشتبہ ضرور سمجھ لیے جاؤ گے۔ یہ رونمائی آگے چل کر تمہارے لیے مسائل پیدا کر دے گی۔" وہ براہِ راست کوئی مطالبہ کیے بغیر مجھے روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

میرے پاس کچھ وقت باقی تھا۔ ویرا سے تکرار ہوتی رہی۔ وہ اپنے موقف پر اڑی ہوئی تھی، میں اپنی ضد پر قائم تھا۔ مجبور ہو کر اس نے ہار مان لی۔

میں نے اسے وہ باتیں بتا دیں جو سلطان شاہ کی مہم جوئی کے بارے میں اول خان کے ذریعے میرے علم میں آئی تھیں۔ اسے یہ جان کر خوشی ہوئی۔ ابتدائی دہشت اور صدموں سے قدرے سنبھلنے کے بعد وہ کسی سے بات کرنے کے قابل ہو چکا تھا۔

چلتے چلتے ویرا نے بھرے ہوئے چیمبر کے ساتھ ریوالور میرے حوالے کر دیا۔ میں نے الٹ پلٹ کر اس کا جائزہ لیا اور بھانپ لیا کہ وہ نیا نہیں تھا۔

سیفٹی کیچ چیک کر کے میں نے پستول کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا تو اس نے مسکرا کر کہا "تم نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا؟"

"چوری کا معلوم ہوتا ہے۔"

"چوری کا نہیں ہے لیکن استعمال شدہ ضرور ہے۔ قمار خانوں میں لمبا جوا کھیلنے والے جب بری طرح ہارنے لگتے ہیں تو کھویا ہوا مال واپس کھینچنے کی امید پر تن کے کپڑوں کے سوا سب کچھ ہارتے چلے جاتے ہیں۔ میں نے دونوں ہتھیار برائے نام قیمت پر اسی طرح خریدے ہیں۔"

میں نے ہولے سے اس کی پشت پر ہاتھ رسید کیا اور اسے کمرے میں رکے رہنے کی ہدایت دے کر باہر نکل گیا۔ مسلح ہو جانے کے بعد میں خود کو زیادہ پُراعتماد محسوس کر رہا تھا۔

میں ایک بار شیام کے ہوٹل کا محل وقوع دیکھ چکا تھا۔ اس بار میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو براہِ راست پورٹ اتھارٹی بس ٹرمنل چلنے کی ہدایت دے ڈالی۔

لاہوری زبان میں نیو یارک کا وہ لاری اڈا بہت معروف اور مرکزی حیثیت کا حامل نظر آیا تھا جہاں کثرت سے مسافروں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ شیام ناتھ کے ہوٹل کے مقابلے میں وہاں کا پتا زیادہ معتبر تھا۔ بس پکڑنے کا آرزو مند سمجھ کر ٹیکسی ڈرائیور مجھے آسانی سے فراموش

کرسکتا تھا۔

بس ٹرمنل سے شیام کے ہوٹل کے بند دروازے صاف نظر آرہے تھے۔اس کے قرب وجوار میں منڈلاتے ہوئے لوگوں کا تفصیلی جائزہ لینے کے لیے میں ایک بُک اسٹال پر جا کھڑا ہوا۔

مقتول کے قتل کی مختصر سی خبر میں ٹیلی وژن پر دیکھ چکا تھا۔تفصیلات کا علم اخبارات ہی سے ہوسکتا تھا۔میں نے اسٹال سے نیویارک ٹائمز اور نیوز لائن خرید لیے۔

ان اخبارات کی سرخیوں پر سرسری نگاہ ڈالنے کے بہانے میں نے مزید کچھ دیر تک وہاں رکے رہنے کا جواز پیدا کیا۔جب مجھے یہ یقین ہوگیا کہ کوئی شخص شیام کے ہوٹل کی نگرانی نہیں کررہا تو میں اپنی جگہ چھوڑ کر ہوٹل کی طرف ہولیا۔

اس وقت میری رسٹ واچ دس بج کر سات منٹ بتارہی تھی۔وہ تاخیر میں نے دانستہ کی تھی تاکہ بدری ناتھ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ جائے اور میں اندر جانے سے پہلے نگرانی کے امکانات کا جائزہ لے سکوں۔

ہوٹل کی بیرونی دیوار پر کال بیل کے ساتھ انٹرکام بھی نصب تھا۔بٹن دبانے کے چند لمحوں بعد اسپیکر پر شیام ناتھ نے استفسار کیا۔میری زبان سے گرنام کا لفظ ادا ہوتے ہی دروازے پر بزر بجنے لگا۔وہ اس بات کی علامت تھی کہ برقی قفل کھولا جاچکا۔

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔دروازہ خود بخود بند ہوکر دوبارہ مقفل ہوگیا۔

ویران اور نیم روشن ہال میں خالی میزوں اور کرسیوں کے درمیان سے گزر کر میں آخری حصے کی طرف چل دیا جہاں ایک کھلے ہوئے دروازے کے سامنے شیام سلیپنگ سوٹ میں کھڑا ہوا تھا۔

مجھ سے تپاک سے ہاتھ ملا کر وہ اس دروازے میں گھس گیا۔

صاف ستھرے ہوٹل کے برعکس وہ کمرا بہت گندہ، بے ترتیب اور تنگ تھا۔دہرے بیڈ پر میلے اور شکن آلود کپڑوں کا ایک ڈھیر جمع تھا۔بدری ناتھ اسی سے ٹیک لگائے بے فکری سے بیٹھا ہوا تھا اور چیونگم سے جگالی کررہا تھا۔

اس سے لندن میں چند روز پہلے ہی میری ملا ہوئی تھی لیکن وہ ایسے تپاک سے مجھ سے گلے ملا برسوں بعد مجھے دیکھ رہا ہو۔

کمرے میں موجود اکلوتی کرسی پر کیسٹ پلیئر ساتھ بہت سے کیسٹ بکھرے ہوئے تھے۔

''اب تم دونوں اپنی مدد آپ کرو۔میں باتھ روم ہوں۔'' شیام ناتھ نے کسل مندانہ انداز میں انگڑائی کر ڈھٹائی سے کہا۔اس نے میرے بیٹھنے کے لیے بنانے کی اخلاقی پیشکش تک نہیں کی تھی۔میں کرسی پر بکھ ہوئی اشیا فرشی قالین پر منتقل کرنے میں مصروف ہوگیا۔

''شیام ہمیشہ سے ایسا ہی لاابالی اور بے پروا ہے بدری ناتھ نے جگہ بنانے میں میری مدد کرتے ہوئے آمیز لہجے میں کہا''شادی کرلیتا تو اس کی یہ عادتیں روز میں بدل سکتی تھیں۔''

وہ کتنا ہی لاابالی اور غیر ذمے دار رہا ہو لیکن اتنا دار ضرور تھا کہ ہم دونوں کو تخلیئے میں بات کرنے کا م دے کر باتھ روم کے بہانے غائب ہوگیا تھا۔

''اتنے بے تکے اور ہنگامی انداز میں مل بیٹھنے کی ضرورت پیش آگئی تھی؟'' کرسی صاف کرکے بیٹھنے بعد میں نے نیچی آواز میں بدری سے سوال کیا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے معاملے میں موڈ لے کا کردار بس کراچی تک محدود تھا۔اس سے آ میری ذور دوسرے ہاتھوں کو سنبھالنی ہے۔'' اس نے نا طب لہجے میں کہا۔

میں نے اثبات میں سر ہلا کر اس کے دعوے کی تا کی۔

''اس وقت میں ڈیوڈ اسٹارز کا مہمان ہوں۔ یارک میں آرام کرنے کے لیے مجھے صرف دو دن د گئے ہیں،اس کے بعد مجھے کہیں اور بھیج دیا جائے گا۔''

''اور یہی بات بتانے کے لیے تم آج مجھ سے ملنا رہے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''اس میں بتانے والی کوئی بات نہیں تھی۔پچھلی را میں نے سنا کہ ڈینی نیویارک آچکا ہے۔اس خبر سے

لوگوں میں خاصی ہلچل مچی ہوئی تھی۔معلوم ہوتا ہے کہ تم نے یہاں قدم رکھتے ہی اپنی کارروائیاں شروع کردی ہیں۔''

''یہ تمہارا مشورہ تھا کہ میں علی شیر کے بجائے ڈینی بن کر ان لوگوں کو دہشت زدہ کروں۔'' میں نے معصومانہ سادگی سے کہا۔''آئزک بیل کا نمبر تم دے ہی چکے تھے۔رات میں نے اسے فون کر ڈالا۔''

''میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ یہ تمہاری ہی شرارت ہوسکتی ہے۔تمہارے فون نے اس کو ہلا کر رکھ دیا ہوگا۔ پتا نہیں ڈینی سے یہ اتنے خوف زدہ کیوں ہیں؟''

''تمہارے کہنے پر میں نے اس کے لیے ڈینی کا نام اختیار تو کرلیا لیکن اب ڈر ہے کہ وہ مجھے اصل ڈینی سمجھ کر میرے خلاف اپنے وسائل داؤ پر لگا دے گا۔''

''یہ ہونا تھا اور یہی ہورہا ہے۔'' وہ رازدارانہ لہجے میں بولا۔''تمہارے فون کے بعد سے اس کے آدمی شہر بھر میں پھیل چکے ہیں۔وہ ڈینی کو ڈھونڈتے رہیں گے اور ہم دونوں بے فکری سے اپنا کام کرتے رہیں گے۔''

''تمہارے پاس آرام کے لیے صرف آج کا دن رہ گیا ہے۔کل پتا نہیں تم کہاں بھیج دیے جاؤ گے۔ہمارے کام کے آغاز کا دور تک نام ونشان نہیں ہے۔اگر ان کا ہاتھ میرے گریبان تک پہنچ گیا تو وہ مجھ ہی کو اصل ڈینی بنا ڈالیں گے۔ان کا بال بھی بیکا نہ ہوسکے گا۔''

''جو لوگ میری نگاہوں میں ہیں، میں ان کے بارے میں تمہیں بریف کرسکتا ہوں۔''

''چھوٹے شکار پر ہاتھ ڈالا تو ہم الجھ کر رہ جائیں گے۔ہوسکے تو کسی طرح آئزک بیل کا سراغ لگانے کی کوشش کرو۔''

''تم چاہو تو میں تمہیں اس کے دفتر کا پتا تک سمجھا سکتا ہوں۔وہاں گھسنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا۔یہاں پہنچنے کے بعد مجھے سب سے پہلے اسی کے پاس پہنچایا گیا تھا۔''

وہ اہم ترین اطلاع تھی اور بدری کسی احمق کی طرح اسے اپنے دل میں لیے بیٹھا تھا۔میں نے جوش کے عالم میں شانے پکڑ کر اسے جھنجھوڑ ڈالا''مجھے پتا بتاؤ۔دفتر نہ سہی، اسے دفتر کے باہر دیکھ لیا جائے گا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کیا سمجھوں۔'' وہ عجیب سی ہنسی کے ساتھ بولا''کبھی تم بالکل احمق اور سادہ لوح نظر آتے ہو اور کسی کسی وقت اس قدر بے خوف ہوجاتے ہو کہ تم سے ڈر لگنے لگتا ہے۔''

میں نے اس کی ہنسی میں شریک ہوکر کہا''شیام لوٹ آیا تو یہ باتیں ادھوری رہ جائیں گی۔اس کے آنے سے پہلے آئزک بیل کا پتا بتادو۔باقی باتیں بعد میں بھی ہوتی رہیں گی۔''

بدری ناتھ نے آئزک بیل کا پرشکوہ دفتر دیکھا ضرور تھا لیکن اس کے باقاعدہ پتے سے واقف نہیں تھا۔اس نے نیچی آواز میں اس بھیڑیے کے مسکن کا محل وقوع مجھے سمجھانا شروع کردیا۔

بدری ناتھ نے آئزک بیل کے پرشکوہ دفتر کے محل وقوع کے بارے میں جو کچھ بتایا، وہ میرے لیے اشاروں اور نشانیوں سے زیادہ کچھ بھی نہیں تھا۔ان رموز کو وہی شخص سمجھ سکتا تھا جو نیویارک کی مین ہٹن ڈسٹرکٹ سے پوری طرح واقف ہو۔

میں نے اس کی بتائی ہوئی نشانیاں عجلت میں کاغذ کے ایک پرزے پر نوٹ کرلیں،ان سب میں اہم ترین نکتہ یہ تھا کہ آئزک بیل کا دفتر ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے آس پاس واقع تھا۔

اس وقت تک میری معلومات میں اتنا اضافہ ہوچکا تھا کہ مجھے نیویارک کی چند قابل ذکر عمارات اور مقامات کے نام ازبر ہوگئے تھے۔ان میں سولہ ایکڑ رقبے پر پھیلی ہوئی ان جڑواں عمارات کا نام بھی شامل تھا جو دونوں مل کر ورلڈ ٹریڈ سینٹر کہلاتی تھیں اور شہر کے مالیاتی مرکز میں ممتاز ترین حیثیت کی حامل تھیں،ساڑھے تیرہ سوفٹ بلند وہ عمارات دریائے ہڈسن کے پار واقع نیوجرسی سے بھی صاف نظر آتی تھیں مگر اس سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ میں پچھلی رات آئزک بیل کو کسی پبلک فون بوتھ سے تنگ کرنے کے ارادے سے اپنا ہوٹل چھوڑ کر ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے سب وے اسٹیشن ہی گیا تھا۔

بدری ناتھ کی زبان سے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کا نام سن کر مجھے اپنی احمقانہ بے خبری پر تاؤ آنے لگا۔پچھلی رات تحفظ

کے خاطر میں شہر کے وسطی حصے کو چھوڑ کر خود ہی اپنے دشمن کی کچھار کے نزدیک جا پہنچا تھا۔ اس نے اپنے علاقے میں میری موجودگی کا یقین ہوتے ہی گفتگو کو طول دینے کی کوشش کی تھی تا کہ اس دوران میں اس کا کوئی خوں خوار کارندہ میرے سر پر پہنچ کر میری گردن دبوچ سکے۔

غنیمت یہ تھا کہ اس وقت میری کھوپڑی پر برف نہیں جمی ہوئی تھی۔ مجھے اصل خطرے کا ذرا بھی ادراک نہیں تھا پھر بھی میں نے اس کی طول پکڑتی ہوئی گفتگو سے یہ بھانپ لیا کہ وہ مجھے باتوں میں الجھا کر وقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ احساس ہوتے ہی میں فون بند کر کے وہاں سے کھسک لیا۔

شیام ناتھ کے مختصر، بے ترتیب اور بکھرے ہوئے کمرے میں بدری ناتھ سے گفتگو کرنے کے بعد اندازہ ہو رہا تھا کہ پچھلی رات میں نے اپنی جبلی محتاط روی کی بنا پر کتنے بڑے خطرے کو ٹالا تھا۔

''اس سے مل کر مجھے اندازہ ہوا ہے کہ وہ بہت ذہین اور مکار دشمن ہے۔'' پتا سمجھانے کے بعد بدری ناتھ کہنے لگا۔ وہ میری بدلتی ہوئی ذہنی کیفیات سے یکسر بے خبر تھا۔

''میرا اب تک کا تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اس کی ساری خوبیوں پر اس کی ایک خامی بہت بری طرح حاوی ہے اور وہی اسے لے ڈوبے گی۔'' میں نے اپنے خیالات کی رو سے نکل کر جواب دیا۔

''تم سنی سنائی باتیں کر رہے ہو۔ میں اس سے مل چکا ہوں۔ میں پوری توجہ مرکوز کر کے بھی اس کی کوئی کمزوری پکڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کی چبھتی ہوئی تیز نگاہیں مجھے اپنے وجود میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔'' وہ اسحاق گھنٹی سے کچھ زیادہ ہی مرعوب نظر آ رہا تھا۔

''سب کچھ ہو سکتا ہے۔'' میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا ''مجھے تمہاری ہر بات تسلیم ہے لیکن یہ مان لو کہ وہ بڑبولا ہے اور میں اس کی یہی رگ دباتا چلا جاؤں گا۔''

''میرے مختصر سے انٹرویو کے بعد اس نے کسی بسیار گوئی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بہت نپے تلے الفاظ میں مختصر سا ایک لیکچر دیا جس میں سارا زور غیر مشروط وفاداری اور رازداری پر تھا۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں اس نے یہ بھی بتا دیا کہ ان اصولوں سے انحراف کی سزا صرف موت ہوتی ہے۔''

میں دھیرے سے ہنس پڑا پھر بولا ''اس کے الفاظ کی قدر و قیمت اسی حقیقت سے واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی ساری دھمکیاں سن لینے کے بعد تم پوری روداد چمن مجھے سنا رہے ہو۔''

وہ لمحہ بھر کے لئے بوکھلا گیا ''مم.... مگر اسے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ میں اس کے خلاف تم سے ملا ہوا ہوں؟ یہ ہماری آپس کی باتیں ہیں جو اس تک نہیں پہنچ سکتیں۔''

اس کا لہجہ بہت زیادہ تائید طلب تھا۔ اس کے اطمینان کے لیے میں نے سر ہلا دیا ''تم بے فکر رہو۔ اس کے فرشتوں کو بھی ہمارے گٹھ جوڑ کی ہوا نہیں لگ سکے گی۔''

''وہ چوڑے شانوں، مضبوط جسم اور دراز قامت کا مالک ہے۔'' بدری نیچی آواز میں بتانے لگا ''ہلکی سی بھوری داڑھی نے اس کے بھاری جبڑوں کو خاصا خوف ناک بنا دیا ہے۔ داڑھی اس کے چہرے سے حلق تک پھیلی ہوئی ہے۔''

''یہودیوں کی داڑھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ کٹر یہودی چہرے کے نچلے حصے کے بالوں پر استرا نہیں لگاتے۔ اپنے اسی امتیاز کی وجہ سے وہ مسلمانوں سے الگ پہچانے جاتے ہیں۔''

''اوہ!'' وہ چونک کر بولا ''میں بھول ہی گیا تھا کہ تم لوگ یہودیوں سے نفرت کرتے ہو۔''

بدری کا وہ بے ساختہ تبصرہ سن کر مجھے افسوس ہوا کہ میں نے کیوں آئزک کے یہودی ہونے کا ذکر چھیڑا تھا۔ کمان سے نکلا ہوا تیر اور زبان سے ادا کئے ہوئے الفاظ کی واپسی کسی طرح ممکن نہیں ہوتی۔ میں نے بات نبھانے کے لئے جلدی سے کہا ''پاکستان میں لاکھوں نہیں تو ہزاروں یہودی بے خوف و خطر رہتے ہیں۔ یہودیوں سے کوئی نفرت نہیں کرتا۔ ساری نفرت توسیع پسندی اور دہشت گردی کے خلاف ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ڈیوڈ اسٹارز کس مشن پر کام کر رہے ہیں؟''

''عالمی سلطنت کا خواب ہر دور میں دیکھا جاتا رہا ہے اور پھر یہ بے چارے تو صدیوں ذلیل و خوار ہو کر دربدر مارے مارے پھرتے رہے ہیں۔'' وہ ان حقائق سے بے خبر نہیں تھا۔ دھیمی آواز میں کہتا رہا ''اپنے حسب نسب کو چھپا کر انہوں نے اپنی بقا کی جنگ لڑی تھی۔ اگر ہٹلر نے دنیا کو تاراج کرنے کی دھن میں ان پر روح فرسا مظالم نہ ڈھائے ہوتے تو شاید آج دنیا سے صیہونیت کا نام و نشان تک مٹ چکا ہوتا... ہٹلر کے مظالم کی کہانیاں بڑھا چڑھا کر پھیلائی گئیں ہٹلر سے نفرت کا سارا ثمر یہودیوں نے سمیٹا۔ آج انہوں نے رفتہ رفتہ اتنی قوت حاصل کر لی ہے کہ وہ کچھ بھی سوچ سکتے ہیں۔''

''دنیا میں ہر شخص کو اپنی بھلائی کے لئے سوچنے کا حق حاصل ہے مگر دوسروں کو نیست و نابود کر کے ان کی راکھ اور ہڈیوں پر اپنا محل تعمیر کرنے کی خواہش رکھنے والوں سے کوئی ہمدردی نہیں کرے گا۔ یہ لوگ یہی سب کرنا چاہ رہے ہیں اور شاید اسی لئے ہم دونوں مل بیٹھے ہیں۔''

''تم بھول رہے ہو کہ میری اصل بغاوت آئزک بیل کے خلاف نہیں تھی۔'' اس نے پوری سنجیدگی سے میری تصحیح کر کے مجھے چونکا دیا ''میری نفرت کا نشانہ نک موڈلے تھا۔ اس نے توہین آمیز رویہ اختیار کر کے میری جو تذلیل کی، اسے میں عمر بھر نہیں بھول سکوں گا۔ یہاں آ کر مجھے سب کچھ بدلا بدلا سا نظر آ رہا ہے....''

بدری کے ان الفاظ پر میرے ذہن کے کسی گوشے میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے اس کی بات کاٹ کر نرمی سے پوچھا ''اگر تم آئزک بیل کے ساتھ وفادار رہنے کا فیصلہ کر چکے ہو تو میری یہاں موجودگی بے معنی ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے کہ یہاں میرے دشمن پیدا ہوں، مجھے واپس لوٹ جانا چاہئے۔''

''شیر علی!'' اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر نیچی آواز میں کہا ''ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اتنا ضرور ہے کہ آئزک بیل جیسے بڑے آدمی کے باوقار سلوک نے میرے زخموں پر مرہم رکھا ہے۔ میں نے اپنا راستہ بدلنے کا کوئی فیصلہ کیا تو یہ میرا وعدہ ہے کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

''یہ تمہارا وعدہ ہے.... ہو سکتا ہے کہ تمہیں فیصلہ کرنے میں اتنی دیر لگ جائے کہ پھر کچھ بھی تمہارے بس میں نہ رہے اور وہ لوگ مجھے اصلی ڈینی سمجھ کر میرے پیچھے لگ چکے ہوں۔'' بدری کی نئی ذہنی قلابازی نے مجھے اندر سے وحشت زدہ کر دیا۔

اس کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ آئزک بیل اپنی گفتگو سے مخاطب کو مسحور کرنے اور اس کے ذہن کو پلٹنے میں ملکہ رکھتا تھا۔

''میں تمہیں یقین دلا رہا ہوں کہ ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ میرا شانہ دبا کر بولا ''مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے کسی مشن پر یہاں نہیں آئے، میری مدد کرنے کے لئے آئے ہو۔ میں تمہاری گردن نہیں کٹواؤں گا ... اور پھر یہ ضروری تو نہیں کہ میں اپنا فیصلہ بدل لوں۔ میرے شب و روز آئزک بیل کے نہیں، اس کے آدمیوں کے ساتھ بسر ہوں گے۔ کیا پتا وہ بھی نک موڈلے کی طرح اپنے اوپر گھمنڈ کرنے والے ہوں۔''

''پاکستان سے نکلنے تک تم بہت پرعزم اور پریقین تھے۔ اس وقت تم بدترین تذبذب اور بے یقینی میں مبتلا ہو۔ میرا خیال ہے کہ جب تک تم یک سوئی سے کوئی آخری فیصلہ نہیں کر لیتے، مجھے چپ سادھ کر نیویارک کی سیاحت میں مصروف ہو جانا چاہئے۔''

''نہیں!'' اس کی سخت اضطراری آواز ابھری مگر اگلے ہی لمحے اس کا لہجہ نرم ہو گیا ''آئزک بیل کو چھیڑ کر تم نے لڑائی کا طبل بجا دیا ہے۔ اب تم خاموش نہیں رہو گے۔ یہاں کسی کو تمہارے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ شیر علی کے اصل نام سے یہاں تمہارا کوئی ریکارڈ یا وجود نہیں ہے۔ تم اسلم خان بن کر یہاں آئے ہو، گرنام کے روپ میں شیام ناتھ سے ملے ہو اور ڈینی کا روپ دھار کر آئزک بیل کو ڈرا رہے ہو یہ کام یوں ہی جاری رہنا چاہئے... ان پر ڈینی کے نام کا ایسا ہوا بیٹھا ہوا ہے کہ انہیں اس کی محبوبہ بھی نیویارک میں نظر آنے لگی ہے۔''

پتا نہیں وہ کس موڈ اور رنگ میں تھا کہ بہت رک رک کر اہم باتوں کا انکشاف کر رہا تھا۔ شاید اس طرح وہ

ہر بات اور نکتے پر میرے ردِعمل کا اندازہ لگانے کی کوشش کرر ہا تھا۔

وقت اور حالات نے اسے میرے ساتھ مل بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا مگر میں نے یہ حقیقت ایک لمحے کے لئے بھی فراموش نہیں کی تھی کہ وہ بھارتی سیکرٹ سروس، را کا ایک منجھا ہوا ایجنٹ تھا جسے نامعلوم سازشوں کی آبیاری کے لئے راس المیڈا نے بھارت سے کراچی بلایا تھا اور اس کے لئے میری حیثیت کراچی کے ایک بے خوف بدمعاش سے زیادہ نہیں تھی۔

''ڈینی کی محبوبہ؟'' اس کے خاموش ہوتے ہی میں نے حیرت سے دہرایا ''میں نے تو سنا ہے کہ اب وہ شادی کر کے پارسائی کی زندگی گزار رہا ہے۔''

''یہ لمبی کہانی ہے جو شاید تمہاری سمجھ میں نہیں آسکے گی۔'' وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا ''کبھی کبھی پچھلی غلطیاں زندگی بھر کے لیے آدمی کے گلے کا ہار بن جاتی ہیں۔ ویرا لائیڈ برسوں سے اس کی داشتہ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے فون سے پہلے اسے کسی نے نیوآرک ایئرپورٹ پر دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے وہ لوگ تمہارے فون کو بہت زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔''

''اگر ویرا کو نیوجرسی کے ائرپورٹ پر دیکھا گیا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اصل ڈینی بھی اس کے ساتھ یہاں آ پہنچا ہو۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے خدشہ ظاہر کیا۔

''میری نگاہ میں ویرا والی کہانی بے سروپا ہے۔'' وہ سر جھٹک کر بولا ''اگر وہ دونوں آ ہی گئے ہیں تو پھر بھی ہمیں کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ وہ دونوں خود ہی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور ہم الگ بیٹھے چین کی بنسری بجاتے رہیں گے۔''

''شاید اسی وجہ سے تمہارے دل میں آئزک کے لئے ممتا کا جذبہ جوش مار رہا ہے۔'' میں نے اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ممتا کے لفظ پر اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر بولا ''یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔ ڈینی آ گیا ہے تو ہم اسے اندر کی معلومات پہنچانے کی کوشش کریں گے تا کہ وہ ان کی جڑیں زیادہ گہری کاٹ سکے۔ یہ یاد رکھو کہ ہمارے پیشے میں صرف تین ترجیحات ہوتی ہیں۔ ان میں ذاتی حفاظت سرفہرست ہے۔ اس کے بعد مشن کی رازداری آتی ہے۔ تیسرے درجے پر دشمن کی موت کی خواہش کارفرما ہوتی ہے۔ اگر ہم خود محفوظ رہ کر اپنے مقاصد حاصل کر سکیں تو ہمیں خطرات مول لینے کی کیا ضرورت ہے؟''

میں نے اس کے آخری سوال کو نظر انداز کر دیا۔ میرا ذہن اس کی بیان کی ہوئی ترجیحات میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ میں نے پوچھا ''اس کا مطلب ہے کہ کسی مرحلے پر تم پکڑے گئے تو اپنی جان بچانے کے لئے اپنے مقاصد کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ میری نشان دہی بھی کر دو گے؟''

''تم میری بات نہیں سمجھ سکے۔ ذاتی حفاظت کا مطلب جان بچانا نہیں، خود کو دشمن کی تحویل میں جانے سے بچانا ہے۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ کے لئے ایسی قید موت سے بدتر ثابت ہوتی ہے۔ کوئی پکڑ ہی لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی پہلی ترجیح کے حصول میں ناکام رہا ہے۔ اس وقت اس کے سامنے دوسری ترجیح ہر مقصد سے برتر ہوتی ہے اور وہ جان دے کر بھی مشن کی رازداری کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ شاید تم یقین نہ کرو لیکن میں اپنے کیریئر میں دو بار پکڑا گیا ہوں۔ ایک بار سری لنکا میں اور دوسری بار پاکستان میں..... دونوں جگہ سارے حربے ناکام ہوئے۔ میں ... ابتدا سے ایک ہی کہانی پر اڑا رہا اور آخر آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ اور بات ہے کہ دونوں مرتبہ میں مہینوں اسپتالوں میں بستر پر پڑا رہا تھا۔ آج میں پوری ذہنی اور جسمانی صحت کے ساتھ تمہارے سامنے ہوں۔''

''مجھے تمہاری ہر بات پر یقین ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت تم بہت الجھی الجھی باتیں کر رہے ہو۔ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ کہیں میں نے تمہارا ساتھ دے کر غلطی تو نہیں کر ڈالی۔''

''میں مانتا ہوں.... ہاں، میں مانتا ہوں کہ اس وقت میرا ذہن صاف نہیں ہے۔ یہاں آتے ہی حالات کچھ اس طرح سامنے آئے ہیں کہ میں شاید الجھ گیا ہوں.... اب تم سے کیا چھپانا؟ میں کئی بار سوچ چکا ہوں کہ کہیں تم ہی ڈینی نہ ہو۔ جب میں ڈینی کی سنی سنائی کہانیوں کا تمہاری ذات سے موازنہ کرتا ہوں تو یقین آ جاتا ہے کہ تم جیسا کھرا اور یار باش آدمی ڈینی نہیں ہوسکتا۔''

''اگر تم مجھے بتا دو کہ ڈینی کیسا ہوتا ہے تو میں وہ بھی بن کر دکھا دوں گا۔'' میں نے ترشی سے کہا۔

''بس برا مان گئے!'' اس نے بے تکلفی سے کہا ''جس طرح میں شیر علی نہیں ہوسکتا، اسی طرح تم ڈینی نہیں بن سکتے۔ اس بھری پری کائنات کا کمال یہی ہے کہ کوئی دو انسان ایک جیسے ہوتے ہیں اور نہ بن سکتے ہیں۔ تمہاری بعض خوبیاں ڈینی سے بہتر ہوسکتی ہیں مگر پھر بھی تم خود کو ڈینی نہیں کہہ سکتے۔''

''تمہارا ذہن صاف ہونے تک میں بس نیویارک کی سیر کروں گا....''

''یہاں فی الحال آئزک بیل تمہاری نظروں میں ہے اور وہ بہت مشکل شکار ہے۔ میں یہاں سے نکل کر نئے ٹھکانے پر پہنچا تو سب کچھ واضح ہو جائے گا اور خبریں بھی ملنے لگیں۔''

''مگر میں تم کو کہاں تلاش کرتا پھروں گا؟ ایک دوسرے سے اس طرح بے خبر رہ کر ہم کچھوے کی رفتار بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔''

''یہ مجبوریاں اسی شہر تک محدود ہیں۔ یہاں سے گلوخلاصی کے بعد میں تم سے رابطے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال لوں گا۔ اس بارے میں تمہیں فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔''

''ابھی تک تم نے میرے ٹھکانے کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں پوچھا۔ جب تمہیں میرا اٹھیا ٹھکانا معلوم نہیں ہوگا تو تم رابطہ کہاں کرو گے؟'' میرا لہجہ اس بار استہزائیہ ہو گیا۔

''میں اپنے بارے میں رازداری برتنے پر مجبور ہوں تو مجھے تمہارے بارے میں زیادہ کریدنے کا حق نہیں ہے۔ کل کا دن گزر جانے کے بعد تم شیام سے رابطہ رکھنا، اس سے تمہیں میرا نیا پتا یا فون نمبر مل جائے گا اور پھر ہم براہ راست بات کر سکیں گے۔''

کراچی میں تخشل کی محبوبہ ریشم بخت کے گھر پر بدری ناتھ سے میری پہلی ملاقات ہوئی تو وہ مجھے بہت زیرک اور بے خوف حریف نظر آتا تھا جو اپنے دشمن سے پر پیچ مذاکرات کے فن میں بہت گھاگ تھا بعد میں بھی اس نے ہر لحاظ سے خود کو رمیش اگروال سے برتر ثابت کیا تھا لیکن اس وقت وہ مجھے کچھ بدلا بدلا سا نظر آ رہا تھا۔ اس کی گفتگو کمزور اور کسی قدر بے ربط تھی۔

اس ملاقات میں بدری نے حوصلہ شکن باتیں کی تھیں۔ کام کی بات صرف ایک تھی کہ اس نے مجھے آئزک بیل کے ٹھکانے سے آگاہ کر دیا تھا۔ دشمن کا وہ سراغ مل جانے کے بعد مجھے بدری کی مدد کی زیادہ ضرورت نہیں رہی تھی۔ میں براہ راست اپنے معاملات نمٹا سکتا تھا۔

وہ اپنی باغیانہ روش برقرار رکھتا یا صیہونی دہشت گردوں سے مرعوب ہو کر ان کے تلوے چاٹنے لگتا، میری اور ویرا کی منصوبہ بندی پر کوئی نمایاں فرق نہیں پڑ سکتا تھا۔

ہماری وہ گفتگو مزید طول نہ پکڑ سکی کیونکہ شیام ناتھ اپنے ریستوران کے اکلوتے باتھ روم سے غسل کر کے لوٹ آیا۔ اس نے بے ڈھنگے انداز میں اپنے بدن پر بڑا تولیہ لپیٹا ہوا تھا۔

''یار! تم دونوں تو بالکل ہی نکمے ہو۔'' وہ آتے ہی بولا ''میں سوچ رہا تھا کہ تم نے اپنے ساتھ میرے لئے بھی چائے بنالی ہوگی مگر تم یوں ہی سوکھے منہ بیٹھے ہوئے ہو۔''

''تم بھول رہے ہو کہ ہم تمہارے مہمان ہیں۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''یہ لکھنؤ یا بریلی نہیں ہے، میری جان!'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔ ''اس شہر کو نیویارک کہتے ہیں اور یہاں ہر مہمان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے جھوٹے برتن خود دھوئے گا۔ ان نازنخروں میں پڑے رہے تو اپنے لئے ہر گھر کے دروازے بند پاؤ گے۔''

''لڑکیوں کے ساتھ بھی تم ایسی ہی رکھائی سے پیش آتے ہو؟'' بدری نے پوچھا۔

''ان کی نہ پوچھو.... وہ تو اپنے دل کی شہزادیاں ہوتی ہیں۔'' وہ کسی پیشہ ور عاشق کی طرح اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا ''ہم ان کے ناز اٹھاتے ہیں، وہ ہماری سیوا کرتی ہیں۔ کوئی ڈھنگ کی لونڈیا آجائے تو کئی دن کے لئے یہ کمرا نکھر کر صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ یہ سالیاں گندے اور بے پروا مردوں پر بری طرح جان چھڑکتی ہیں۔ ..''

اس کی زبان چل پڑی تھی۔ میں درمیان میں ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ ''اگلی بار میں کوشش کروں گا کہ کسی لڑکی کے ساتھ یہاں آؤں۔ اس وقت تک کے لیے میری چائے ادھار رہے گی۔''

ان دونوں نے پوری گرم جوشی سے مجھے روکنے کی کوششیں کیں لیکن میں ایک ضروری ملاقات کا عذر کر کے وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔

بدری ناتھ سے آئزک بیل کے دفتر کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا تھا، اس کے سہارے میں کسی نہ کسی طرح اس خبیث تک پہنچ سکتا تھا۔ ان نشانیوں میں اہم ترین بات یہ تھی کہ وہ دفتر نیویارک کے مشہور زمانہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے قریب واقع تھا۔ وہاں تھوڑی سے آوارہ گردی کے بعد آئزک بیل کے دفتر کی دوسری نشانیاں بھی تلاش کی جاسکتی تھیں مگر بہتر یہ تھا کہ ایسا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ویرا سے مشورہ کرلیا جاتا۔

میں نے شیام ناتھ کے ہوٹل یا گھر سے باہر نکل کر چند سیکنڈ تک قرب و جوار کا جائزہ لیا اور پھر بک اسٹال سے خریدے ہوئے دونوں اخبار کوٹ کی اندرونی جیب میں اڑس کر واپس چل دیا۔

نیویارک میں بازاروں اور دفاتر کے اوقاتِ کار شروع ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ سڑکوں پر ٹریفک کا ہجوم رواں تھا لیکن پورٹ اتھاریٹی بس ٹرمینل سے ذرا دور نکلتے ہی فٹ پاتھوں پر راہ گیروں کا قحط نمایاں ہونا شروع ہو گیا۔

نیویارک کی ایک دوسرے کو زاویہ قائمہ پر کاٹتی ہوئی سڑکوں کی فٹ پاتھوں پر پیدل چلنے والوں کی تعداد میں کمی بلکہ بے رونقی کا ایک نمایاں سبب تو یہ ہے کہ وہاں سڑکوں کے رخ پر خریداری کے مراکز یا بڑے نمائشی شوکیس بنانے کا زیادہ رواج نہیں ہے۔ خریداروں کو متوجہ کرنے کے یہ سارے حربے کثیر المنزلہ شاپنگ مالز میں مرکوز ہیں اور یہ مالز اس طرح بنائے گئے ہیں کہ حقیقی خریدار یا ونڈو شاپنگ کا خاص ارادہ کیے بغیر نظر ان ذخیروں کی رونق تک نہیں پہنچ پاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ خریداروں کی ساری گہما گہمی ان مالز میں ہوتی ہے۔ سڑکوں کے کنارے مٹر گشت کر کے بھانت بھانت کی نت نئی ضروری اور آسائشی و آرائشی اشیا کے مشاہدوں کا مزہ بس لندن کی آکسفورڈ اسٹریٹ پر ہی ہے۔

دوسرا سبب جو ویرا نے بعد میں بتایا، یہ تھا کہ خریداری کے مراکز بیالیسویں اسٹریٹ سے آگے ٹائمز اسکوائر اور براڈوے کے اطراف میں بکھرے ہوئے تھے جب کہ شیام ناتھ کا ہوٹل چالیسویں اسٹیٹ پر تھا۔ وہاں سے پین پلازہ کی طرف یہ رونقیں بہت تیزی سے معدوم ہوتی چلی جاتی تھیں کیونکہ پین پلازا مین ہٹن کے مرکزی حصے کی آخری حد پر واقع تھا۔

ہوٹل کے کمرے میں ویرا بے چینی سے میری منتظر تھی۔ مسہری پر اس روز کا نیویارک ٹائمز بکرا ہوا تھا جو اس نے شاید میرے جانے کے بعد طلب کیا تھا۔

میں نے کمرے میں گھستے ہی اپنے کوٹ کی جیب میں سے دونوں اخبار نکال کر اسے تھما دیے۔

''میں نیویارک ٹائمز دیکھ چکی ہوں۔ اس میں ہمارے لیے کوئی خطرناک خبر نہیں چھپی۔ یہ بتاؤ کہ بدری سے تمہاری ملاقات کیسی رہی؟'' ویرا نے میرے دیے ہوئے اخبار ایک طرف اچھالتے ہوئے پوچھا۔

''اس سے آئزک بیل کا پتا ملا ہے۔'' میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ فورِ مسرت سے اچھل پڑی لیکن میں نے بدستور جوتے اتارتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی ''میں نیویارک ٹائمز کے ساتھ نیوز لائن بھی لایا ہوں۔ یہ نہ بھولو کہ لندن میں راما کا روزینی کی لاش ملنے کی خبر صرف سن میں چھپی تھی۔ مغرب میں مسابقت کی دوڑ کی وجہ سے ہر اخبار نئی خبر چھاپنے کے چکر میں رہتا ہے۔ جلدی سے نیوز لائن پر بھی نظر دوڑا لو۔ اس کے بعد ہم آئزک بیل کے بارے میں بات کریں گے۔''

ویرا نے اپنے یاقوتی ہونٹ بھینچ کر غصیلی نگاہوں سے مجھے گھورا۔ میں پلکیں جھپکا کر دو بارہ اپنے جوتوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میرے موڈ کا اندازہ کر کے ویرا کو ناچار نیوز لائن اٹھانا پڑ گیا۔

''اس میں بھی کچھ نہیں ہے۔'' ویرا کھڑے کھڑے اخبار کا پہلا ورق الٹتے ہوئے بولی ''اگر آئزک بیل امریکی حکام کو نیویارک میں تمہاری یعنی ڈینی کی....''

''مسز روزی برڈ!'' میں نے خشک اور تلخ آواز میں اسے ٹوکا۔ ''تم بار بار یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ میرا اصل نام اسلم خان ہے۔ یہ بات ہمارے درمیان بہت سنجیدگی سے طے ہو چکی ہے کہ ہم بھول کر بھی ایک دوسرے کا نام بگاڑنے کی کوشش نہیں کریں گے۔''

''اوہ، سوری!'' اسے فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ''میں یہ کہہ رہی تھی کہ اگر... انہیں نیویارک میں ڈینی کی موجودگی کا یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا تو یہاں ٹیلی وژن سے اخباروں تک میں اودھم مچ جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ ابھی وہ اپنے طور پر ڈینی کو گھیرنے کی فکر میں ہو۔''

''کوئی بات یقین سے نہیں کی جاسکتی۔'' میں نے کہا ''یہ طوفان سے پہلے والی خطرناک خاموشی بھی ہوسکتی ہے۔ ہم نے موت کے جبڑوں میں ہاتھ ڈال دیا ہے تو اب فرار کی راہ اختیار نہیں کی جاسکتی۔ ہمیں اس عفریت کی آنتیں ہی باہر نکالنی ہوں گی۔''

''خود ایسی کھلی کھلی باتیں کر رہے ہو اور میرے نام لینے پر بھی پابندی لگائی ہوئی ہے۔'' ویرا نے منہ بنا کر شکایتی لہجے میں کہا۔

''گفتگو اردو میں ہو رہی ہے لیکن ناموں کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ تمہارا ہجر زدہ عاشق اٹلی میں راما کا روزینی تھا اور جاپان میں بھی اسی نام سے پہچانا جاتا۔''

''پھر میرے اور تمہارے نام کا مسئلہ نہیں رہتا۔ ہمیں حوالے کے لیے بھی ایک دوسرے کے نام استعمال نہیں کرنے چاہئیں بلکہ دشمن کے لئے بھی اسحاق گھنٹی بہتر رہے گا۔''

''ضروری نہیں کہ اس کو اتنی عزت دی جائے۔ اسحاق یا صرف گھنٹی سے بھی بات بن سکتی ہے۔''

''ابھی تک تم نے بدری سے ہونے والی کوئی بات نہیں دہرائی۔'' اس نے مجھے یاد دلایا۔

میں نے ویرا کو بدری سے حاصل ہونے والی معلومات سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔

دیگر باتوں میں اس کے لیے زیادہ دلچسپی نہیں تھی مگر اس کے ٹھکانے کی نشانیاں سنتے ہوئے وہ اپنی یادداشت پر زور دے کر تائیدی لقمے بھی دیتی رہی۔ میرے خاموش ہونے تک کامیابی کے جوش سے اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

''سب کچھ بہت واضح ہے۔'' اس نے پُر یقین لہجے میں کہا۔ ''بدری کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔ وہ واقعی ایک تجربے کار سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ اس نے ہر وہ اہم نشانی نوٹ کی ہے جو ہمیں اسحاق کے ٹھکانے تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ یہ نشانیاں سن کر کوئی بھی مقامی تمہیں بتا سکتا ہے کہ اس کے دفتر کی عمارت کنال اسٹریٹ پر واقع ہوگی۔''

''اگر تم اتنی ہی پُر اعتماد ہو تو ہمیں اسی وقت وہاں پہنچ جانا چاہیے۔''

''یہ نہ بھولو کہ اس وقت تم کراچی میں نہیں ہو جہاں منہ اٹھا کر ہر اجنبی شہر کی کسی بھی بلڈنگ میں گھس سکتا ہے۔ یہاں چوری چکاری اور ڈکیتیوں کی وجہ سے ساری عمارات کے صدر دروازے مقفل رہتے ہیں۔ تم چوکی دار کو مناسب شناخت کرائے یا انٹرکام پر مطلوبہ دفتر سے اجازت لیے بغیر اندر قدم بھی نہیں رکھ سکو گے۔ اس کا پتا معلوم ہو جانا ہر مسئلے کا حل نہیں ہے۔''

''بدری نے بتایا تھا کہ اس کا دفتر گیارہویں منزل پر ہے۔ اس عمارت میں بے شمار دوسرے دفاتر بھی ہوں گے۔ ہم کسی کا بھی نام استعمال کرلیں گے۔'' میں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

''کس کا؟ یہ ملین ڈالر کا سوال ہے۔ ادھر کا رخ

کرنے سے پہلے ہمیں یہ ہوم ورک کرنا ہوگا۔ میں نے تمہاری بتائی ہوئی نشانیوں سے سڑک کا اندازہ ضرور لگا لیا ہے۔ عمارت کے نام یا نمبر کا تعین ابھی باقی ہے۔ جنوب میں مین ہٹن کی چوڑائی زیادہ نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں خود کنال اسٹریٹ کا ایک چکر لگا لوں تو عمارت کے تعین کے ساتھ کچھ اور باتیں بھی معلوم ہو جائیں گی۔"

"اس کارِ خیر میں ذرا سی بھی دیر نہ لگاؤ۔" ویرا کی تجویز کی معقولیت کا احساس کرتے ہوئے میں نے کسی توقف کے بغیر کہا "تیار ہو کر اسی وقت نکل جاؤ۔"

وہ ایک اصولی فیصلہ تھا۔ ویرا نے فوری طور پر اسے عملی جامہ پہنانے کی تیاری شروع کر دی۔

آئزک بیل سے فون پر چھیڑ چھاڑ کی ابتدا ہو جانے اور بروکلین کے علاقے میں مقبول نامی پاکستانی نژاد ٹیکسی ڈرائیور کے بیہمانہ قتل کے بعد یہ ضروری ہو گیا تھا کہ ہم دونوں منظرِ عام پر ایک دوسرے سے الگ رہ کر اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اکٹھے باہر نکلنے میں یہ سنگین خطرہ تھا کہ ایک کی وجہ سے ہم میں سے دوسرا بھی کسی ناگہانی مصیبت سے دوچار ہو سکتا تھا۔

ویرا غسل خانے میں تیاری کے ابتدائی مراحل سے گزر رہی تھی کہ میں نے فون لائن سے منسلک سی ایس ڈی کا جائزہ لے ڈالا۔

کسی بھی ٹیلی فون کال کی رازداری برقرار رکھنے کے لئے وہ ایک بے مثال آلہ تھا۔

بدری ناتھ نے جاپان کی زیرِ زمین مارکیٹ میں اس آلے کی جو قیمت بتائی تھی اس سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا کہ بیٹری سے چلنے والے اس آلے کی اندرونی ساخت خاصی پیچیدہ رہی ہوگی۔ اس کے باوجود باہر سے وہ آلہ بہت سادہ تھا۔

اس کے بیرونی حصے پر سرخ روشنی کے لئے ابھرے ہوئے نقطے کے سوا صرف ایک سوئچ موجود تھا جو اس وقت مینول پوزیشن پر تھا۔ سوئچ کے دوسرے رخ پر آٹو لکھا ہوا تھا۔ آلے کی کارکردگی کے پیشِ نظر یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اس سوئچ کو آٹو پر کر دینے کے بعد فون لائن پر دخل اندازی ہوتے ہی ہاتھ سے کریڈل دبائے بغیر، لائن خود بخود منقطع ہو جائے گی۔

ویرا کپڑے بدل کر غسل خانے سے برآمد ہوئی تو مجھے سی ایس ڈی میں الجھا ہوا دیکھ کر مسکرانے لگی "اچھا ہے کہ میری غیر حاضری میں تم اس کھلونے سے کھیلتے رہو گے۔"

میں نے جواب میں کچھ کہے بغیر، اپنی مصروفیت بھول کر کرسی سنبھال لی۔

اس وقت میں ویرا سے اپنے عزائم کے بارے میں کوئی بات کرتا تو وہ مشورہ دینے کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیتی اور یوں آئزک بیل کے دفتر کا سراغ لگانے کے کام میں تاخیر ہو جاتی۔

ویرا کو قدرت نے ایسے خدوخال اور رنگ و روپ سے نوازا تھا کہ وہ ہر وقت سدا بہار نظر آتی تھی۔ گھر یا ہوٹل سے باہر نکلنے کے لیے اسے کبھی بھی زیادہ میک اپ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے چند ثانیوں میں اپنے بال سنوارے، ہونٹوں پر لپ اسٹک کی ہلکی سی تہہ جمائی اور اپنا پرس فضا میں لہراتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

اس کے جاتے ہی میں نے سگریٹ سلگا کر فون سنبھالا اور مسہری پر نیم دراز ہو گیا۔ سی ایس ڈی کا سوئچ میں پہلے ہی خودکار پوزیشن پر ڈال چکا تھا۔

سی ایس ڈی کی کامیاب ابتدائی آزمائش کے بعد اس بار میں اسے بہتر طور پر استعمال کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اس سے آئزک بیل کو مؤثر طریقے پر پریشان کیا جا سکتا تھا۔

آئزک بیل کی آواز میں ہیلو سنتے ہی میں نے استہزائیہ آواز میں کہا "میں نے سنا ہے کہ پہاڑی مہمات میں فوجی خچروں کے سموں پر اونی نمدے باندھ دیئے جاتے ہیں تاکہ ان کے سموں کی آواز پیدا نہ ہو۔ یہی کچھ تمہارے ساتھ ہوا ہے جبھی تمہارے جوتوں سے مقدس دھول اڑنی بند ہو گئی ہے۔"

اسے اپنی پچھلی رات کی ہرزہ سرائی یاد تھی۔ وہ فوراً بولا "تم جو چاہو بکتے رہو لیکن میرا کہا ہوا اٹل ہے، آنے والا وقت یہ بات ثابت کر دے گا۔"

"میں یہی پوچھ رہا تھا کہ اخبارات میں اور ٹیلی وژن پر میرے حواس گم کر دینے والی کوئی اطلاع...."

میری بات ادھوری رہ گئی اور لائن کٹ گئی۔ شاید آئزک بیل نے ایک مرتبہ پھر میرے نمبر کا سراغ لگانے کی کوئی کوشش کی تھی۔ لائن میں مداخلت ہوتے ہی سی ایس ڈی خودکار طریقے پر فون کا سلسلہ منقطع کر کے وہ کوشش ناکام بنا دی۔ لائن کٹنے کے ساتھ ہی سی ایس ڈی کا بزر بھی بج اٹھا تھا۔

میں کچھ دیر تک آئزک بیل کی جھنجلاہٹ کا تصور کر کے محظوظ ہوتا رہا۔ چند منٹ کا وقفہ دے کر میں نے دوبارہ اس کا نمبر ملایا۔ اس بار میں اپنا استہزائیہ جملہ بھی مکمل نہ کر سکا اور فون بے جان ہو گیا۔

میرا ارادہ بھی یہی تھا کہ یوں بار بار فون کر کے اسے سلگاتا رہوں۔ وہ میرا سراغ لگانے کی کوشش میں ناکامی پر محض اپنا سر پیٹ سکتا تھا۔ شاید اس کے فرشتوں کو بھی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ میں اس کی سراغ رسانی کی خفیہ کوششوں کو کس آلے سے ناکام بنا رہا تھا۔

تیسری بار آئزک بیل کی غراتی ہوئی آواز سے ہی غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔

"اگر تم مجھ سے بات نہیں کرنی چاہتے تو کھل کر بتا دو۔ میں رنگ نہیں کروں گا۔ میرے ساتھ چال بازی کی کوششیں بہرحال کامیاب نہیں ہوں گی۔" اس کے غصے کے جواب میں، میں نے خوش دلی سے کہا۔

"اس بار فون تمہاری مرضی سے بند ہوگا۔"

ریسیور میں آئزک بیل کی تھکی ہوئی سی آواز ابھری "لائن کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی۔ میں تمہاری حرکت سمجھ چکا ہوں۔"

"ابھی تک میں نے تمہارے ساتھ کوئی حرکت نہیں کی۔ سارا قصہ زبانی کلامی چل رہا ہے۔" میں انجان بنا رہا۔

"میں شرط لگا سکتا ہوں کہ تم کوئی سنسر سینسنگ ڈیوائس استعمال کر رہے ہو۔ اگر تم ڈینی ہو تو میں بھی آئزک بیل ہوں۔ اپنے دشمنوں کو خوب سمجھتا ہوں۔"

"ہر خچر تمہاری طرح باربردار اور بردبار ہوتا ہے۔" میں نے اردو میں سوچے ہوئے طنز کو انگریزی میں ڈھالتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن میں ڈینی نہیں ہوں۔ پتا نہیں یہ نام تمہیں کہاں سے مل گیا ہے۔"

وہ تردید کرتے ہوئے میرے ذہن میں یہ امکان موجود تھا کہ شاید وہ لائن سے براہِ راست چھیڑ چھاڑ کیے بغیر امریکی حکام کے لیے میرا اقرار ریکارڈ کرنے کی کوشش کرے۔

"اس جھوٹی قلابازی سے تم کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو؟ پچھلی رات تک تم ڈینی تھے۔ تمہاری آواز میرے لیے اجنبی نہیں ہے...."

میں نے اس کی بات کاٹ دی "تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔ چاہو تو مجھے ڈینی کے بجائے مریخ کا حکمراں بھی قرار دے سکتے ہو۔ میں تمہارا کیا بگاڑ لوں گا؟"

"اب شاید تم اس بات سے بھی انکار کرو گے کہ سی ون تھرٹی اغوا کرنے والے کی رہائی کے لئے تم نے ہی مجھے بلیک میل کیا تھا؟" اس کی آواز میں طنز کی تلخی گھلنے لگی۔

"یہ کوئی نئی کہانی معلوم ہوتی ہے۔" میں نے قطعی انجان اور معصوم بن کر کہا "میں نے کسی اخبار میں کسی سی ون تھرٹی کے اغوا کے بارے میں نہیں پڑھا۔"

"بظاہر تم نے اسے رہا کرا لیا ہے۔" اس کی آواز تیز اور اونچی ہو گئی "وہ تمہاری عارضی جیت تھی۔ میری یہ بات کہیں لکھ لو کہ وہ انقرہ سے زندہ نہیں نکل سکے گا اور تم اپنے ایک اہم آدمی سے محروم ہو کر اپنے بال نوچتے رہ جاؤ گے۔"

"میں بڑی حد تک فارغ البال ہوں۔ بال نوچنے کی ضرورت پڑی تو تمہاری کھوپڑی تلاش کرنی پڑے گی۔ تم انقرہ میں جو چاہو، کرتے رہو۔ مجھے اس سے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اس وقت پورے نیویارک میں صرف بلیک ڈیڈ ہی وہ حرام کا بچہ ہے جس کے دل میں ویرا کے لئے کوئی نرم گوشہ موجود ہے۔ شاید تم دونوں اسی کی پناہ میں ہو اور

ای نے تم کو سی ایس ڈی فراہم کی ہے۔'' میری مکارانہ باتوں سے اس کا پارہ ایک دم چڑھ گیا۔

اس نے اپنی دانست میں مجھے خوف زدہ کرنے کے لئے وہ انکشاف کیا تھا لیکن اس کی زبان سے بلیک ڈیڈ کا نام سنتے ہی مجھے ہارلم کے اس داداگیر کی وہ بے رخی یاد آ گئی جو اس نے ویرا کے ساتھ روا رکھی تھی۔ میں نے برجستہ کہا ''وہ حرام کا نہیں، شیر کا بچہ ہے اور اپنے مہمانوں کی حفاظت کرنی جانتا ہے۔ تم نے اس کے منہ لگنے کی کوشش کی تو وہ... تمہیں مزہ چکھادے گا۔''

''یہ تم خود دیکھ لو گے۔'' اس کا لہجہ سفاکانہ ہو گیا 'میرا راستہ کاٹنے والے ہمیشہ دوسروں کے لیے عبرت کا سامان بنتے آئے ہیں.....''

''میں تمہاری ان کھوکھلی دھمکیوں کا عادی ہوں۔ تم آج کے اخبارات میں ہولناک خبروں کی نوید سنا چکے تھے مگر کہیں کچھ نہیں چھپا۔ اب بلیک ڈیڈ بھی تمہارے سینے پر یوں ہی مونگ دلتا رہے گا۔''

''اگر تم ڈینی نہیں ہو تو یہ بتاؤ کہ آج کل کس نام سے پہچانے جاتے ہو؟'' یکا یک ہی وہ پوچھ بیٹھا۔ اپنی شدید ضرورت یاد آتے ہی اس کی آواز نرم پڑ گئی تھی۔

''مجھ گھسنے کی کوشش مت کرو۔ اگر تمہارا حافظہ کمزور ہو گیا ہے تو اپنی سہولت کے لئے مجھے کوئی نیا نام دے دو۔ تمہارے لیے میں وہی بن جاؤں گا۔''

''بہتر ہوتا کہ تم ڈینی ہی رہو۔ یہ نام چھوٹا اور خاصا خوب صورت ہے۔''

''میں نے تمہیں کوئی نیا نام دینے کے لیے کہا تھا۔ ڈینی کوئی پرانا نام ہے جو بھیانک آسیب کی طرح تمہارے دماغ سے چمٹا ہوا ہے۔ تمہاری تکرار سن کر مجھے اس نام سے چڑ ہونے لگی ہے۔''

''زبان سے تم ہر قسم کا ہذیان بکنے پر قادر ہو۔ تمہاری نئی باتیں میرے لیے ناقابل فہم ہیں۔ میں بس یہ یاد دلا سکتا ہوں کہ تمہارے لیے میری پیشکش آج بھی برقرار ہے۔''

''یہ سی ایس ڈی کیا بلا ہے؟'' میں نے اس کی بات وہیں اڑا کر سوال کر ڈالا۔

''اگر بلیک ڈیڈ نے تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتایا تو اپنے فون کی لائن سے جڑی ہوئی وہ ڈبیا تلاش کرو جس پر صرف ایک بلب اور ایک سوئچ پایا جاتا ہے اسی کی وجہ سے دو مرتبہ تمہارا فون بند ہوا تھا اور تم اس کا الزام میرے سر ڈال رہے تھے۔''

''تم نے خود کہا تھا کہ اس بار فون میری مرضی سے بند ہوگا یعنی پہلے تم ہی کوئی گڑبڑ کر رہے تھے۔ تمہاری کسی گڑبڑ کا تعلق بلیک ڈیڈ کی ڈبیا سے کیسے ہو سکتا ہے؟'' مجھے اس کے ذہن میں بلیک ڈیڈ کی طرف سے بدگمانی کی جڑیں گہری کرنے کا ایک سنہرا موقع ہاتھ آ گیا۔

''وہ ڈبیا اس بات کی ضمانت ہے کہ گفتگو صرف دو لائنوں کے درمیان ہوگی۔ کہیں بھی کوئی دخل اندازی ہو تو سی ایس ڈی نامی وہ ڈبیا لائن کاٹ دیتی ہے۔'' اسے کھل کر بتانا پڑا۔

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے دو مرتبہ میرے نمبر کا سراغ لگانے میں ناکامی کے بعد اس بار شرافت سے گفتگو جاری رکھی ہے۔ گڑبڑ کرو گے تو لائن کٹ جائے گی؟''

''اب تم پوری بات سمجھ گئے ہو۔ اس کتے نے تمہیں یقیناً ہارلم کے کسی اہم اڈے پر ٹھہرایا ہے۔ اسے خفیہ رکھنے کے لیے ہی فون پر سی ایس ڈی لگائی ہے تا کہ فون نمبر کے ذریعے کوئی اس کے خفیہ ٹھکانے کا پتا نہ چلا سکے۔''

''پھر تو یہ بہت کام کی چیز ہے۔ اسے تلاش کرنا پڑے گا۔'' میں نے کہا۔

''میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ جلد ہی بلیک ڈیڈ کی گردن تک پہنچ جائیں گے۔'' ریسیور میں آئزک بیل کی تلخ آواز گونجی ''میرا مشورہ مانو تو مجھے اس اڈے کا پتا بتا کر خود وہاں سے نکل جاؤ ورنہ میرے آدمی بلیک ڈیڈ کے ساتھ تم کو بھی پیس ڈالیں گے۔''

''تمہاری دلی خواہش بھی یہی ہے پھر مجھے ایک نیک مشورہ کیوں دے رہے ہو؟''

''انجام تمہارا بھی یہی ہونا ہے لیکن تم چاہو تو غدار کی مخبری کر کے تھوڑی سی مہلت حاصل کر سکتے ہو۔''

''میں ایسی مہلت پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔ تم اپنے لمبے ہاتھوں کو لہراتے رہو۔''

''تم سی ایس ڈی نکال کر مجھے فون کرو تب بھی یہ کام...''

اس بار میں نے اسے بات پوری کرنے کا موقع نہیں دیا اور سختی سے کہا ''میں احسان فراموش اور محسن کش نہیں ہوں۔ بھول جاؤ کہ میں تمہارے لیے مخبری کرتا پھروں گا۔''

''تم اپنی گلوخلاصی کی راہیں خود مسدود کر رہے ہو۔'' اس کی تادیبی آواز ابھری ''نیو یارک کی زیر زمین دنیا ایک خون آشام جنگل کی طرح ہے۔ یہاں کے تمام باسی ایک دوسرے کو خوب پہچانتے ہیں۔ ہر بھیڑا اپنی زندگی بچانے کے لیے بھیڑیوں کے راستے سے دور رہتی ہے لیکن بلیک ڈیڈ اب خود میری راہ میں آیا ہے، اس کے ٹھکانے میرے آدمیوں کے لیے کھلے راز کی طرح ہیں۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا اور اسی کے ساتھ تمہارا قصہ بھی نمٹ جائے گا۔ سی ایس ڈی تمہیں زیادہ دیر تک نہیں بچا سکے گی۔''

''خود قلعے میں بیٹھ کر اپنے آدمیوں کو مروانے والے بزدل بلکہ نامرد ہوتے ہیں۔ ہمت ہے تو اپنے آدمیوں کے ساتھ خود بھی ہارلم کے علاقے میں آؤ اور پھر تماشا دیکھو کہ کون کس کا قصہ نمٹاتا ہے۔''

اس کے مختصر سے استہزائیہ قہقہے کے بعد آواز آئی ''پہاڑ تلے آنے سے پہلے اونٹ خود کو سب سے بڑا سمجھتا ہے۔ بلیک ڈیڈ کا انجام میری عظمت ثابت کر دے گا.... قتل و خون ریزی جیسے چھوٹے موٹے کام میرے گرگے کرتے ہیں۔ میں ایک معزز اور بارسوخ شہری ہوں۔ ان گھٹیا کاموں سے دور رہ کر اپنی ساری صلاحیتیں بہترین منصوبہ بندی کے لئے استعمال کرتا ہوں۔''

''تم بہت بے خوفی سے فون پر یہ ہولناک اعتراف کر رہے ہو؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ تمہاری سی ایس ڈی کا کمال ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ سی ایس ڈی کے ہوتے ہوئے یہ ساری گفتگو میرے اور تمہارے درمیان محدود رہے گی۔ کسی تیسرے فرد یا آلے کی مداخلت ہوتے ہی لائن بے جان ہو جائے گی۔ بلیک ڈیڈ جیسے دو ٹکے کے لفنگے اسے استعمال کرنے لگے ہیں تو مجھے بھی اس کا بندوبست کرنا ہوگا۔''

''تمہاری شیخی کا اندازہ اسی بات سے ہو رہا ہے کہ تم ان سہولتوں تک سے محروم ہو جو تم سے کم تر لوگوں کے استعمال میں ہیں۔ اپنے بڑے دعوؤں کے باوجود تم بہت چھوٹی کھوپڑی کے مالک ہو۔''

''ڈینی....!'' اس کی قہر بار آواز ابھری۔

میں نے فوراً ہی فقرہ لپک لیا ''ڈینی نہیں، مجھے میرے اصل نام سے پکارو مسٹر ڈور بیل! تم میرا نام بگاڑنے اور بدلنے پر مصر رہے تو میں تمہیں آئزک ساؤنڈ یا کال بیل بنا دوں گا۔''

''تمہاری وہ کتیا، ویرا کہاں ہے؟'' میرے زہریلے فقروں کو پی کر اس نے دوسری سمت سے وار کر کے میری زبان سے اپنے مطلب کی کوئی بات اگلوانی چاہی۔

''ڈینی کی طرح ویرا بھی تمہارے وہم کی کوئی پیداوار ہے۔ کل وہ تمہیں نیوآرک پر نظر آئی تھی، آج تمہارے دفتر کے قرب و جوار میں منڈلا رہی ہوگی۔''

''تم فون نمبر سے میرے دفتر کا پتا چلا چکے ہو تو یہاں آنے سے کیوں دہشت زدہ ہو؟'' مجھے یقین تھا کہ آئزک بیل نے وہ فقرے دانت پیس کر ادا کئے ہوں گے۔

''یہ سن کر تمہارے ہوش اڑ جائیں گے کہ میں ایک بار وہاں کا سروے کر چکا ہوں۔'' اس کے اعصاب پر اپنی دہشت طاری کرنے کے لیے میں نے دھماکا کیا ''رات میں نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے سب وے اسٹیشن سے تمہیں بلاوجہ فون نہیں کیا تھا۔ وہ ایک نازک سا پیغام تھا۔ ان اطراف میں گیارہویں منزل پر محصور ہو کر بھی تم ہر وقت میری دسترس میں ہو۔''

''تم.... کک.... کالے سور!'' خوف اور غصے کی شدت سے کانپتی ہوئی آواز ابھری ''اس کا مطلب

ہے کہ تم نے اپنے ملک کے کرپشن کا تجربہ یہاں بھی کامیابی سے آزمایا ہے۔ میں ٹیلیفون کمپنی کو فنا کر دوں گا۔ نان ڈائریکٹری افشا کرنا سنگین جرم ہے.....‘‘

’’اپنے سوا سب کو فنا کر دو۔‘‘ میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا ’’تم ابھی سے پاگل ہو رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر فطری راستے سے شیطان تمہارے بدن میں حلول کر گیا ہے۔ وہ تمہیں ہلکان کر کے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔‘‘

اس نے بلاتوقف کئی موٹی موٹی گالیاں دے کر کہا ’’تم جھوٹے ہو۔ میرے علم اور مرضی کے بغیر میرے دفتر میں چڑیا کا بچہ بھی پر نہیں مار سکتا۔‘‘

’’تم بھول رہے ہو کہ میں چڑیا کا نہیں، انسان کا بچہ ہوں۔ اگر تم اتنے ہی پراعتماد ہو تو فون کمپنی پر کیوں برہم ہو رہے ہو؟ اپنے دفتر کا پتا کیوں نہیں بتا دیتے؟ تم نیویارک کے کوئی اچکے یا قاتل نہیں، ایک معزز کاروباری آدمی ہو۔ تم سے روز بیسیوں افراد ملنے آتے ہوں گے۔ ان میں تم مجھ جیسے اجنبی دوست کو آسانی سے پہچان سکتے ہو مگر پھر بھی خوف زدہ ہو، آخر کیوں؟‘‘

’’تم جھوٹے اور دھوکے باز ہو۔ میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کرتا۔‘‘

اس وقت تک میں بدری ناتھ سے، ملنے والے اشاروں کے سہارے اسے مشتعل کر رہا تھا۔ اس بار میں نے ویرا کے قیاس کا سہارا لے کر کہا ’’تم نے میری رہنمائی نہ کی تو میں پوری کنال اسٹریٹ پر مجنوں کی طرح تمہیں ڈھونڈتا پھروں گا اور تم بدنام ہو جاؤ گے۔‘‘

ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور گیارہویں منزل کے بعد کنال اسٹریٹ کے حوالے نے اسے بکھیر کر رکھ دیا۔ اس کی نیم ہذیانی آواز ابھری ’’آؤ..... اس بار تم میرے دفتر سے زندہ نہیں لوٹ سکو گے۔‘‘

’’مجھے یقین ہے کہ تم اسی وقت اپنے دفتر سے نکل بھاگو گے اور دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کرو گے۔ وہاں صرف تمہارے مسلح بھیڑیوں سے ہی ملاقات ہو سکے گی۔ پھر بھی میں فون کرتا رہوں گا۔ نر کی اولاد ہو تو دفتر سے نہ بھاگنا۔ میں تھوڑی دیر میں پہنچ رہا ہوں۔‘‘

’’ہارلم کی گندی نالیوں کے ایک کیڑے کے بل پر تم یہ سب بول رہے ہو۔ تم آؤ یا نہ آؤ، آج کی رات ہارلم والوں کے لیے قیامت کی رات ہو گی۔ تم دیکھو کہ میں تم سب کو کیسے مسلتا ہوں۔‘‘

’’مسل کر سونگھ ضرور لینا۔ بڑی بھینی خوشبو آئے گی۔‘‘ میں نے چرکا لگایا۔

اس بار شاید اس نے اضطراری طور پر فون کے ساتھ کوئی حرکت کی۔ سی ایس ڈی پر بلب کی سرخی روشن ہونے کے ساتھ بزر چیخا اور لائن ڈراپ ہو گئی۔

ریسیور کریڈل پر رکھ کر میں چند ثانیوں تک ساکت وجامد بستر پر پڑا رہا۔ جب تک آئزک بنل سے گفتگو جاری تھی، میں اسے سلگانے اور چڑانے کے سحر میں گرفتار تھا۔ فون بند کرتے ہی مجھے احساس ہوا کہ میں نے سوئے ہوئے بھیڑیے کو غلط وقت پر چھیڑ دیا تھا۔

اس وقت ویرا کوئی ہتھیار لیے بغیر آئزک بنل کے دفتر کا کھوج لگانے کے لیے نیویارک کی فنانشل ڈسٹرکٹ یا جنوبی مین ہٹن کی طرف گئی ہوئی تھی۔ ایسے معاملات میں ویرا نے بلا کی مہم جویانہ طبیعت پائی تھی۔ اگر اسے آئزک بنل کے دفتر کا سراغ مل جاتا تو وہ اس عمارت میں گھسنے بلکہ دفتر تک پہنچنے کی رازدارانہ کوششیں بھی کر سکتی تھی۔

وہ لوگ خطرے سے بے خبر رہتے تو ویرا کسی سنگین خطرے سے دوچار ہوئے بغیر اہم معلومات حاصل کر سکتی تھی لیکن میں نے آئزک بنل کو ہراساں کر کے ویرا کے لیے سخت مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ میرے فون سے نجات ملتے ہی وہ اپنے آدمیوں پر برستا کہ وہ سب غافل پڑے رہتے ہیں۔ ان کی بے خبری میں ایک دشمن وہاں آیا اور پورا جائزہ لے کر چلا گیا۔

وہ خبر آئزک بنل کے پورے دفتر کو ہلا دینے کے لیے کافی تھی۔ اس پر طرہ یہ تھا کہ میں نے تھوڑی دیر میں وہاں پہنچنے کی بے بنیاد دھمکی بھی دے ڈالی تھی۔

ان حالات میں وہاں ہر ایک کا چوکنا ہو جانا لازمی

تھا۔ ایسے میں اگر ویرا مشتبہ انداز میں وہاں بھٹکتی ہوئی کسی خون خوار محافظ کی نظروں میں آجاتی تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔

تمام تر ظاہری تبدیلیوں کے باوجود جب مقبول نامی پاکستانی ٹیکسی ڈرائیور مرنے سے پہلے اسے پہچان سکتا تھا تو نادیدہ موت کے خوف میں گھرے ہوئے آئزک بنل کے نمک خوار اسے زیادہ آسانی سے شناخت کر سکتے تھے۔

اپنی سنگین ترین غلطی کا احساس ہوتے ہی میرے معدے میں خوف سے گرہیں سی پڑنے لگیں۔ وہ خوف صرف اس بات کا تھا کہ میری ایک حماقت کے نتیجے میں ویرا ماری جا سکتی تھی۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ دبا کر اضطراری انداز میں کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔

ویرا نے مجھے مین ہٹن اور نیویارک کا جغرافیہ سمجھانے کی کئی مخلصانہ کوششیں کی تھیں۔ میں نے ہر بار ان باتوں کو غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ وسیع وعریض شہر میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ اس کے بارے میں میری جملہ معلومات چین پلازا، پورٹ اتھارٹی بس ٹرمنل اور ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے سب وے اسٹیشن تک محدود تھیں۔

یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ میں اپنے ہوٹل سے نکل کر سب وے کے ذریعے ورلڈ ٹریڈ سینٹر جاتا اور وہاں سے کنال اسٹریٹ پہنچ کر ویرا کو ہر خطرے سے نکال لے آتا۔

ایسی کسی کوشش میں غالب امکان یہی تھا کہ ویرا کو بچانے کے بجائے میں اپنے لیے نئے خطرات مول لے بیٹھتا اور ہماری کسی پیش رفت کی راہیں ہمیشہ کے لیے مسدود ہو جاتیں۔

میں سوچتا اور سگریٹیں پھونک کر کمرے میں مسلسل ٹہلتا رہا۔ میرے سامنے کوئی دوسری اہم مصروفیت نہیں تھی لہٰذا میری ساری ذہنی قوتیں ان ہی منفی امکانات پر مرکوز تھیں۔

کسی بھی موضوع پر ضرورت سے زیادہ غور وخوض میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اچھے اور برے تمام امکانات اپنے اصل حجم سے کہیں زیادہ بڑے محسوس ہونے لگتے ہیں اور انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اس وقت میرے ساتھ یہی کچھ ہو رہا تھا۔ ہر لمحے ذہن کو نت نئے جھٹکے لگ رہے تھے۔ مسلسل یہی ہول اٹھ رہے تھے کہ ویرا کے ساتھ یوں ہوا تو کیا ہو گا اور دوں ہوا تو کیا ہو گا۔

وقت رینگ رینگ کر بہت دھیرے دھیرے گزرتا رہا۔ آخر ایک بجے کے قریب فون کی گھنٹی بجی تو میں بھڑک کر یوں اس کی طرف لپکا جیسے ریسیور میں سے آواز کے بجائے ویرا برآمد ہو گی۔

فون پر ویرا ہی تھی۔ وہ ہوٹل کی لابی سے انٹر کام پر یہ یقین کرنا چاہ رہی تھی کہ میں کمرے میں ہی موجود تھا یا طویل تنہائی سے اکتا کر کہیں نکل گیا تھا۔

’’تم خیریت سے تو ہو نا؟‘‘ میں نے اس کی آواز سنتے ہی..... بیتابی سے پوچھا۔

’’اوہ ڈارلنگ.....! کیسی اپنائیت اور تشویش ہے تمہاری آواز میں!‘‘ میرا سوال، سنتے ہی ویرا کے سر پر رومان کا بھوت سوار ہو گیا۔ ’’تمہاری ایسی ہی فکرمندی کا یقین ہو تو میں آسانی سے مر بھی سکتی ہوں... مگر تم... تم تو پورے ہرجائی...‘‘

میں نے بھنا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ اس عجوبۂ روزگار عورت کے لیے فکرمند ہونا بھی اپنی شامت کو دعوت دینے سے کم نہیں تھا۔

چند منٹ بعد وہ کمرے میں پہنچی تو اس کے پتلے پتلے، گلابی ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ رقصاں تھی، آنکھیں چمک رہی تھیں اور چہرہ مسرت سے کھلا پڑ رہا تھا۔

’’اس وقت تم نے پیار سے میری خیریت پوچھ کر میری ساری تکان اتار دی۔‘‘ پرس یک طرف اچھال کر ویرا مسہری پر گرتے ہوئے بولی ’’ہر وقت لڑتے رہنے کے ساتھ کبھی کبھی ایسے لہجے میں بات کر لیا کرو تو میں عمر بھر تمہارے پیر دھو دھو کر پیتی رہوں گی۔‘‘

مجھے اس کی کم عقلی پر تاؤ آنے لگا۔ اس وقت لمحہ بھر

کے لیے مجھے خود بھی حیرت ہوئی کہ وہ غائب تھی تو میں اس کی طرف سے تشویش میں مبتلا تھا، وہ آئی تو اس کی باتوں پر غصہ آ رہا تھا۔

میں اس وقت ذرا سی بھی گرمی دکھاتا تو ویرا میرے اس جائز ردعمل کو اپنے جذبے کی کھلی توہین قرار دے کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتی۔ میں نے ایسے کسی فساد سے بچنے کے لیے خالص منافقانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''کامیابی کی خوشی تمہارے چہرے سے پھوٹی پڑ رہی ہے۔''

''اس وقت میرا رواں رواں خوشی سے سرشار ہے۔ یہ ہمارے اس سفر کی بہت مبارک گھڑی ہے کہ اس وقت میری طرف سے تمہارا دل کچھ پگھلا ہے۔ یہ کامیابی....''

''اس سے پہلے کہ میرا پورا دل پگھل کر تمہارے قدموں میں بہہ جائے، کنال اسٹریٹ کی بھی کوئی خبر سنا دو۔'' اس بار میں ویرا کے سامنے کھیسیں پھیلائے رکھنے پر قادر نہ رہ سکا۔

ویرا نے چونک کر اشتباہ آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا۔ وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں نے اس کا مضحکہ اُڑانے کی کوشش کی تھی یا سنجیدگی سے اپنے تجسس کا اظہار کیا تھا۔

اسے سنجیدگی کا مکمل یقین دلانے کے لیے میں نے جبڑے ڈھیلے چھوڑ کر چہرہ لٹکا لیا۔

''میرا اِدم حیرت ناک طریقے پر آسان ہو گیا۔ کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ میں رنکس کے دفتر تک میں ہو آئی ہوں؟'' مطمئن ہونے کے بعد وہ بولی۔

''رنکس! یہ کیا بلا ہے؟'' میں نے آنکھیں پھیلا کر حیرت سے پوچھا۔

''یہ نیویارک کی بلکہ امریکا کی سب سے بڑی سیکیورٹی کمپنی ہے جو بینکوں، مالیاتی اداروں اور بڑے بڑے کاروباری مراکز کے درمیان نقد رقم کی محفوظ نقل و حرکت کا کام کرتی ہے۔''

''وہاں تم کیا لینے گئی تھیں؟''

''اسحاق گھنٹی اسی رنکس انکارپوریٹیڈ کا چیف آپریٹنگ آفیسر ہے۔''

ویرا کے ان الفاظ کے ساتھ میرے ذہن میں خطرناک مسلح آدمیوں سے بھری ہوئی بکتر بند فولادی گاڑیاں گھوم گئیں جو عام حالات میں بڑی رقوم کی منتقلی کے لئے استعمال کی جاتی ہوں گی لیکن نازک مواقع پر سارے مسلح گارڈ اپنے اصلی روپ میں آ کر ان گاڑیوں کو متحرک فولادی مورچوں کے طور پر استعمال کرنے لگتے ہوں گے۔ آئزک بیل نے اپنے پوشیدہ عزائم کی تکمیل کے لیے ایک موزوں کاروباری آڑ اختیار کی تھی۔

''لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ سیکیورٹی کمپنیاں قائم ہونے کے بعد نیویارک میں چوریاں اور ڈکیتیاں بہت تیزی سے بڑھی ہیں۔ اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے ان میں سے بعض کمپنیوں نے کرائے کے بدمعاشوں سے منظم وارداتیں کروا کے عدم تحفظ کے احساس کو اتنی تقویت دی کہ آج نیویارک میں سیکیورٹی کمپنی کی بامعاوضہ خدمات حاصل کئے بغیر چند ہزار ڈالر کی منتقلی کو بھی محفوظ نہیں سمجھا جاتا۔'' ویرا میری سوچ سے بے خبر اپنی رو میں کہے جا رہی تھی۔

''اس نے اپنے سارے پسندیدہ قاتلوں اور بدمعاشوں کو وردیاں دے کر اپنی کمرشل سیکیورٹی فورس میں کھپا لیا ہوگا۔'' میں نے پرخیال انداز میں کہا ''وردیاں اتارنے کے بعد وہی لوگ اسحاق گھنٹی کی اصل قوت بن جاتے ہوں گے۔''

''آج امریکا کارسواروں کے معاشرے کے طور پر پہچانا جاتا ہے کارسازی کے شعبے کو پروان چڑھانے کے لئے اس ملک میں پبلک ٹرانسپورٹ سسٹم کو جن منظم سازشوں سے برباد اور پھر محدود کیا گیا، وہ آج تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔''

''نیویارک پہنچنے کے بعد سے تم پر مسلسل تاریخ اور جغرافیے کے دورے پڑ رہے ہیں۔'' اس بار مجھے چڑچڑے لہجے میں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا ''ہم ریسرچ اسکالر نہیں ہیں، کچھ مقاصد لے کر یہاں آئے ہیں۔ ہمارے پاس ان خرافات کے لیے

...ت نہیں ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں اسحاق گھنٹی یا رنکس کے دفتر میں گھسنے کا موقع کیسے ملا؟"

"نشانیوں کے سہارے میں نے جس عمارت کا تعین کیا اس کے گیارھویں فلور کا آدھا حصہ رنکس کے استعمال میں ہے۔ باقی فلور پر بہت سے چھوٹے چھوٹے دفاتر ہیں۔ ظاہر تھا کہ فلور کا سب سے بڑا دفتر ہی اس کا ہوسکتا تھا......"

میں نے ایک مرتبہ پھر بے چینی سے اس کی بات کاٹ دی "یہ یقینی بات ہے کہ معلومات حاصل کرنے کے لیے تم نے بہت پاپڑ بیلے ہوں گے مگر مختصر الفاظ میں تم بتا چکی ہو کہ رنکس، اسحاق گھنٹی کی کمپنی ہے، اب یہ بتاؤ کہ تم اس دفتر میں کیسے پہنچ گئیں۔"

"بہت بے صبرے ہو۔" وہ تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ بولی "اس ہائی رائز کے گیارھویں فلور پر ایک ٹور آپریٹر کمپنی کا بھی دفتر ہے۔ نیو یارک سے میامی تک سیاحت کا پروگرام طے کرنے کے بہانے وہاں پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔ اسی دوران میں رنکس کے دفتر میں ہلچل سی نظر آئی اور کسی نے افواہ اڑادی کہ ان کے دفتر میں ٹائم بم رکھے جانے کی اطلاع دی گئی ہے۔ وہ بھگدڑ اور چیخ پکار ہوئی کہ بس۔ زینوں اور لفٹوں پر یلغار ہوگئی۔ ایک بڑا ریلا رنکس کے دفاتر میں گھس گیا کیونکہ ان کے استعمال کے لئے ادھر دو خاص لفٹیں لگی ہوئی ہیں۔ گارڈ بھی اس ریلے کو نہ روک سکے۔ مجھے ٹائم بم کی ذرا بھی پروا نہیں تھی۔ میں ایک خوف زدہ اور حواس باختہ عورت کی طرح ان کے پورے دفتر میں دندناتی پھرتی رہی۔ آخر ان کے ایک گارڈ نے تسلی تشفی دے کر مجھے لفٹ میں سوار کرایا تو میں مجبوراً نیچے آگئی۔"

"اور ٹائم بم کا کیا ہوا؟" میں نے متجسس لہجے میں سوال کیا۔

"کچھ نہیں.... معاملہ صاف ہونے تک میں کنال اسٹریٹ پر ہی منڈلاتی رہی۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ رنکس کا چیف اپنا دفتر چھوڑ کر عجلت میں روانہ ہوا تو اسٹاف میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ منظر دیکھنے والوں نے ٹائم بم رکھے جانے کی کہانی گھڑ کر پھیلادی۔"

"تمہارے گھسنے سے پہلے احساق گھنٹی وہاں سے نکل چکا تھا؟" میں نے تصدیق چاہی۔

"ظاہر ہے.... وہ ہنگامی حالت اسی کی روانگی کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔" اس نے سرسری انداز میں جواب دیا "بھگدڑ اور ریلے کی بات دوسری ہے ورنہ ان کا دفتر بہت محفوظ ہے۔ یہ حفاظتی انتظامات کی حد ہے کہ ان کے استعمال کے لیے دو الگ لفٹیں ہیں۔ وہاں آنے والا شخص گراؤنڈ فلور سے براہ راست ان کے دفتر میں پہنچتا ہے۔ پتا نہیں اس وقت اسحاق گھنٹی کو جانے کی کیا عجلت تھی۔"

میں ایک گہرا سانس لے کر ہنس پڑا "تمہارے جاتے ہی فون پر اس سے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ چل پڑا تھا۔ آخر میں، میں نے اسے تھوڑی دیر میں اپنے پہنچنے کی دھمکی دی تھی۔"

"پھر وہ تم سے ڈر کر ہی بھاگا ہوگا۔ اگر یہ بات درست ہے تو وہ اوّل درجے کا بزدل ہے۔ اپنی جان پر کھیلے بغیر تم اس کے دفتر میں پھٹک بھی نہیں سکتے۔" وہ حیرت سے بولی۔

"خدا کا شکر ہے کہ میری اس دھمکی سے تمہیں مدد مل گئی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس نے حفاظتی انتظامات زیادہ سخت کردیے تو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گی۔" میں نے ایمان داری سے کہہ ڈالا۔

"پھر بھی میرا کچھ نہ بگڑتا۔ بس اتنا ہوتا کہ مجھے ادھر گھسنے کا موقع نہ ملتا۔ اندر رنکس کے ایک درجن سے زیادہ مسلح اور باوردی آدمی موجود تھے۔ دفتری عملہ ان کے علاوہ تھا۔"

"وہ اسی قدر بزدل ہے تو اب شاید ہی دوبارہ اپنے دفتر کا رخ کرے۔ وہ اس خجالت کا داغ ہارلم کے علاقے میں مٹانے کی کوشش کرے گا۔" میں نے رنکس کے دفتر میں رونما ہونے والی صورتِ حال کے تصور سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہارلم!" اس بار ویرا بری طرح چونکے بغیر نہ رہ سکی "وہاں وہ کیا کرے گا؟"

ویرا کو بلیک ڈیڈ کا دوٹوک اور بے لاگ انداز گفتگو ذرا بھی پسند نہیں آیا تھا پھر بھی وہ نیو یارک کا اکلوتا قابل ذکر بدمعاش تھا جس کے دل میں ویرا کے لیے ہمدردی موجود تھی۔ شاید ویرا بھی کسی آڑے وقت کے لیے اس مہرے کو محفوظ رکھنا چاہتی تھی اسی لیے وہ فون پر بلیک ڈیڈ کو لتاڑنے کے بجائے گفتگو ختم ہوجانے کے بعد اسے بزدل اور دوغلا قرار دے کر رہ گئی تھی۔

ان وجوہ کی بنا پر میں نے اپنے کردار کو گھٹاتے ہوئے مبہم انداز میں کہا "اسحاق گھنٹی کو شبہ ہو رہا ہے کہ ہم دونوں کو بلیک ڈیڈ کی حمایت حاصل ہے۔"

"اچھا ہے کہ وہ یہ سوچ رہا ہے۔ تم نے اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش تو نہیں کی؟" ویرا نے رقیبانہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

ویرا کے اس رویے سے حوصلہ پاکر میں نے سچ کہہ ڈالا "میں نے گھما پھرا کا اس کے اس شبہے کو تقویت دینے کی ہر کوشش کی تھی۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ بلیک ڈیڈ اپنے کسی اہم ٹھکانے پر فون سے سی ایس ڈی لگائے، ہمارے ساتھ روپوش ہے۔"

"سی ایس ڈی کے بارے میں اسے کیسے معلوم ہوا؟" ویرا نے حیرت سے پوچھا۔

میں نے ویرا کو اپنی اور آئزک بیل کی گفتگو کی تمام کڑیوں سے باخبر کرنا شروع کردیا تاکہ نئی صورتِ حال اپنے پورے سیاق و سباق کے ساتھ اس کے علم میں آسکے۔

"یہ بہت ہی اچھا ہوگا۔ بلیک ڈیڈ نے میرے ساتھ رکھائی دکھا کر نمک حرامی کی ہے۔ اپنے بھلے وقتوں میں، میں نے اس احسان فراموش کو بہت سہارے دیے تھے جن کے صلے میں اس کی طرف سے مجھے ایک بزدلانہ مشورے کے سوا کچھ نہیں مل سکا۔" ویرا پوری کہانی سن کر خوش ہوگئی "اچھا ہے کہ ہمارے دو حریف اب ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔"

"دیکھنا ہوگا کہ دو بڑے امریکی بدمعاش ایک دوسرے سے کیسے لڑتے ہیں۔"

ویرا ہنس پڑی "تم تو ہر امریکی کو بدمعاش قرار دیتے ہو۔ ان کی لڑائیاں دنیا بھر میں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔ خاصا کشت و خون ہوگا...."

"امریکا کی سرزمین پر امریکی غنڈوں کو لڑوانے کا الگ ہی لطف ہے۔" میں نے قطع کلامی کرکے کہا "دیکھنا یہ ہوگا کہ بلیک ڈیڈ کو نیچا دکھانے کے لیے شی کیا کرتی ہے۔"

"شی کچھ بھی نہیں کرے گی۔ امریکا میں شی کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔"

"لیکن جمی لائیڈ واشنگٹن اور نیو یارک میں ہی رہا کرتا تھا۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

"حکومت سے بھاری گرانٹ لینے اور منصوبے منظور کرانے کے لیے شی کا سربراہ اور اس کا عملہ یہاں رہتا ہے ورنہ امریکیوں کے لیے یہ نام نامانوس ہے۔ شی کا اصل ہدف ایشیا ہے جہاں افیم کاشت کرکے ہیروئن بنائی جاتی ہے۔ یورپ پر گرفت کی ضرورت صرف اس لئے پڑتی ہے کہ ایشیا سے اسمگل ہوکر ہیروئن یورپ ہی کے راستے امریکا آتی ہے۔ مقامی قضیوں میں آج تک شی کا نام نہیں آیا۔"

"تو بلیک ڈیڈ کی سرکوبی کے لیے اسحاق ڈیوڈ اسٹارز کو استعمال کرے گا؟" میں نے پوچھا۔

ویرا نے اپنے سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے کہا "وہ مالدار یہودیوں کا نیم مذہبی اور نیم معاشرتی کلب ہے جو اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے صرف سرمایہ فراہم کرتا ہے تاکہ اس کی نیک نامی پر حرف نہ آئے۔ خوں ریزی اور غنڈہ گردی کے لیے کرائے کے آدمی استعمال ہوتے ہوں گے۔"

"تو پھر رنکس محض ایک کاروباری ادارہ ہوکر رہ جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہوسکتا ہے کہ رنکس میں دہری تنظیم ہو۔ غیر قانونی مقاصد کے لیے پس پشت رہ کر اپنے ہی کسی آدمی کو استعمال کرتا ہو۔" ویرا نے پُرخیال لہجے میں رائے دی "اب تم دیکھ لینا کہ اسحاق اور بلیک ڈیڈ کی لڑائی کی ابتدا کسی چھوٹے سے واقعے سے ہوگی جسے بڑھا کا نسلی فساد میں تبدیل کردیا جائے گا اور متحارب گروہ بڑھ چڑھ کر حملے کریں گے۔"

''یہ کیسے ممکن ہے؟'' میں نے بے ساختہ حیرت سے پوچھا۔
''نیویارک میں زیر زمین دنیا کے بیشتر جھگڑوں کی یہی روایت رہی ہے۔ نسلی فساد میں امن و امان درہم برہم ہو جاتا ہے۔ پولیس متاثرہ علاقوں میں گھسنے میں ناکام رہتی ہے۔ اصل مجرم اپنے مقاصد پورے کر کے غائب ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ پکڑے جاتے ہیں وہ کمزور شہادتوں کی بنا پر عدالتوں سے چھوٹ جاتے ہیں۔ عوام کو پتا ہی نہیں چلتا کہ ڈراما کیا تھا۔''
''ان باتوں سے تم باخبر ہو تو قانون کے رکھوالے بھی بے خبر نہیں ہوں گے۔''
''سب جانتے ہیں لیکن مصلحتوں اور مجبوریوں کی وجہ سے اپنی زبانیں بند رکھنے پر مجبور ہیں۔''
''امریکا جیسے ملک میں حکام کی یہ مجبوریاں ناقابل فہم معلوم ہوتی ہیں۔''
''تمہیں معلوم ہے کہ امریکا کا صدر تک ڈیوڈ اسٹارز کی بات سننے اور ماننے پر مجبور ہے تو نچلے درجے کے حکام ان شورہ پشتوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں جن کی سرپرستی وہ لوگ کر رہے ہوں۔ ان کی حرکتوں سے کبھی کبھار دانستہ چشم پوشی بھی کرنی پڑ جاتی ہے۔''
''ہر واقعے میں ایک فریق بادسوخ ہو سکتا ہے لیکن قتل اور لوٹ مار کے واقعات کے دوسرے فریق کی گردن ناپنے کے بجائے بے گناہوں کو کیوں گھیرا جاتا ہے؟''
وہ تلخی سے ہنس پڑی اور بولی ''کیا پاکستان میں یہ سب اسی طرح نہیں ہوتا؟ ایک فریق پر گھیرا تنگ کیا جائے تو وہ عدالت میں پہنچ کر دوسرے حریف کا نام لیتا ہے۔ مرنے اور مارنے والوں کو بہت جلد ایک دوسرے کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ ان معلومات کے دباؤ میں آ کر پولیس دونوں کو ڈھیل دینے پر مجبور ہوتی ہے۔''
''اچھا ہوا کہ کچھ ہونے سے پہلے تم سے یہ سب باتیں ہو گئیں۔'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''اب رونما ہونے والے واقعات سے اندازہ ہو جائے گا کہ تمہاری طویل غیر حاضری میں امریکی معاشرہ کس حد تک تبدیل ہوا ہے۔ پاکستان کو پسماندگی اور اقربا پروری کا شکار ہونے کا طعنے دینے والوں کی یہ اجتماعی بے راہ روی میرے لیے حیران کن ہو گی۔''
''فکر مت کرو۔ اسحاق گھنٹی نے امریکا میں تمہارے قدم جلد ہی نہ اکھاڑ دیے تو تمہیں یہاں قدم قدم پر حیران ہونے کے وافر مواقع ملیں گے۔''
''بڑی عجیب بات ہے کہ ہم اپنے اور اسحاق گھنٹی کے اصل نام لینے سے گریز کر رہے ہیں لیکن دوسرے سارے معاملات پر کھل کر بے تکان باتیں کر رہے ہیں۔ اس وقت یہ احتیاط مجھے بڑی حد تک مضحکہ خیز معلوم ہو رہی ہے۔'' میں نے ہلکی سی انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔
''یہ احتیاط تمہارے ہی مشورے پر کی جا رہی ہے۔ اگر اسحاق کی دھمکیوں میں ذرا بھی وزن ہوتا تو اس وقت بلیک ڈیڈ کا نام لینا بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔''
''اس کا نام خبروں کی زینت بنا تو اسے بھی کالا بابا کہا جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اپنے ناموں کے سوا ہر بات غیر ضروری ہے۔ اردو میں باتیں کرتے ہوئے انگریزی ناموں کا تلفظ اتنا بگڑ جاتا ہے کہ کوئی انگریز یا امریکن بھی انہیں آسانی سے نہیں سمجھ سکتا۔''
وہ بے ساختہ ہنس پڑی اور کہنے لگی ''یہ تم نے پتے کی بات کہی ہے۔ جنوبی ایشیا کے رہنے والے جب فخر کے ساتھ اردو، ہندی یا بنگالی لب و لہجے میں فرفر انگریزی بولنے کی کوشش کرتے ہیں تو مجھے ہمیشہ ان بے چاروں پر ترس آتا ہے۔ ان کے کہے ہوئے آدھے الفاظ اپنے تلفظ کی وجہ سے سننے والوں کے سروں پر سے گزر جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اردو میں، میں خود بھی آئزک نیل کا تلفظ بگاڑ بیٹھی ہوں لیکن تمہارا نام ذرا انوکھا ہے۔ پاکستان سے امریکا تک جوں کا توں رہا ہے۔''
''تم بھول رہی ہو۔ یہ میرا نام نہیں، عرفیت ہے۔'' میں نے دھیرے سے تصحیح کی۔
''ہاں، عرفیت پر یاد آیا۔'' وہ چونک کر بولی

"بدحواسی اور افراتفری کے عالم میں مجھے رلکس کے دفتر کے ایک بڑے کمرے میں جینی نظر آئی تھی۔ اس کا کھوج نکال کر میں گھر پر اس سے ملوں تو رلکس کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔"

"یہ جینی کس ذاتِ شریف کا نام ہے؟" وہ ایک بے ساختہ اور منطقی سوال تھا۔

"یہ اس کی عرفیت ہے ورنہ اس کا نام للی برنارڈ ہوا کرتا تھا۔ ایک زمانے میں وہ میری گہری دوست اور رازداں ہوا کرتی تھی۔"

"عجیب دوست ہے وہ تمہاری!" میں نے اسے گھور کر کہا "تم دندناتی ہوئی اس کے دفتر میں گھس گئیں اور وہ تمہیں نہیں پہچان سکی۔"

"میں نے شیشے کے دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس کے کمرے اور میز کی طرف دیکھا تھا۔ رلکس میں وہ کسی اہم عہدے پر فائز معلوم ہوتی ہے۔"

"وہ تمہیں تمہارے اصل نام سے ہی پہچانتی ہوگی۔" میں نے اندیشہ ظاہر کیا "اگر اسحاق کی ملازمت اختیار کرکے وہ کسی ذہنی انقلاب سے دوچار ہوچکی ہے تو تمہارے خلاف ایک مضبوط گواہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ جلد بازی میں کوئی غلط فیصلہ نہ کر بیٹھنا۔"

"حرکت میں برکت ہے۔" وہ بائیں آنکھ دبا کر بولی "ہم یہاں... ہنگامہ آرائی کے لیے آئے ہیں کب تک ایک دوسرے سے چھپ کر پردوں میں بیٹھے رہیں گے۔ وہ ہماری حلیف ثابت نہ ہوئی تو حریف نکلے گی اور حریفوں کا ایک ہی علاج بہتر ہوتا ہے۔" رک کر اس نے اپنے نرخرے پر شہادت کی انگلی پھیری۔

چند ثانیوں کے لیے کمرے کی فضا پر خاموشی چھا گئی۔ ہم دونوں بیک وقت اپنے لیے نئی سگریٹیں سلگانے میں مصروف ہوگئے تھے۔

جلتی ہوئی دیا سلائی ایش ٹرے میں ڈالتے ہوئے ویرا نے مسلے ہوئے ٹوٹوں کی تعداد پر پہلی بار غور کیا اور حیرت سے بے ساختہ بول پڑی "چند گھنٹوں میں یہ ساری سگریٹیں تم نے پھونکی ہیں؟"

"تمہارے فراق میں اس سے بہتر شیطانی کیا ہوسکتا تھا؟"

"تمہاری ایسی باتوں سے میرے دل کو راحت اور تسکین ملتی ہے۔" وہ آنکھیں موند کر بولی "غزالہ کے ساتھ تمہارے دل کے کسی کھدرے میں میرا بھی ننھا سا ایک آشیانہ ہے۔ میرے لیے یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ تمہارے لیے مدتوں کی چاہت اور محنت رائگاں نہیں گئی..."

"ڈائیلاگ مت بولو۔" اسے پٹری سے اتار کر میں نے تادیبی لہجے میں کہا "نیویارک میں کھولتے ہوئے آتش فشاں کے دہانے پر بیٹھے ہیں۔ یہ وقت ان خرافات میں پڑنے کا نہیں ہے۔"

وہ اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور میری ط پیش قدمی کرتے ہوئے خواب ناک آواز میں کہ "تم بہت سرد مہر اور سفاک دوست ہو۔ یہ خرافات زندگی کی اصل رونق ہیں مگر تم ہو کہ ان نرم و نازک با کو سمجھ کر نہیں دیتے...."

وہ میرے سر پر آگئی تھی۔ میں نے بوکھلا کر اپنی چھوڑ دی۔ "مجھ سے دور رہو۔" میں نے اسے دو ہاتھوں سے دور دھکیلتے ہوئے اضطراری لہجے میں "دن کے اجالے میں تمہارے دماغ پر کیا کیا خبط ہو رہا ہے؟"

"خرافات، خبط.... بدتمیزی، ہاتھا پائی۔ تم ا کچھ بھی کہہ لو مگر زندگی کا مزہ اسی دھول دھپے میں باہر دن ہے تو ہوا کرے۔ ہمارے کھڑکیوں پر پردے ہیں، بلب جل رہا ہے۔ یہاں وقت ہمار مرضی کا تابع ہے۔ ہم وقت کے قیدی نہیں ہیں۔"

تھی ہوئی، پرسکون آواز میں وہ فقرے ادا کر ہوئے ویرا نے دونوں ہاتھوں سے میرے شانے مض سے تھام لیے۔ اس کی گداز ہتھیلیوں اور مخروطی انگلیو بھرپور لمس مجھے یہ احساس دلانے کے لیے کافی تھا ک جو بھی وقت تھا، میرے لیے کسی برے وقت سے کم نہ تھا۔

☆☆☆

بدری ناتھ سے شیام کی کوٹھی میں ملاقات سے شروع ہونے والا وہ دن ابتدا ہی سے خوش گوار ثابت ہوا تھا۔ اس سے پہلے میں خود کو نیویارک میں ایک پنجرے کا قیدی محسوس کر رہا تھا جس کے لیے ہوٹل کے کمرے سے باہر کوئی راہ نہیں تھی۔

اپنے خلاف اخبارات میں اور نشریاتی ذرائع پر کسی بھرپور سرکاری مہم کے آغاز کے خوف سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے امریکا میں ہمارا وقت ہوٹل بدل بدل کر کمروں میں محبوس رہ کر گزر جائے گا مگر حالات نے اچانک ہی ایک بھرپور کروٹ لی تھی۔

مجھے دھمکیاں دینے والا کسی کو یہ باور کرانے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا کہ میں امریکی حکام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نیویارک پہنچ چکا تھا۔ مجھے خوف زدہ کرنے والا خود دہشت زدہ ہوکر نیویارک میں اپنے دفتر سے بھاگ نکلا تھا۔ اس کے ذہن میں بلیک ڈیڈ کے خلاف سخت انتقامی جذبہ جڑ پکڑ چکا تھا اور ویرا اس کے دفتر میں للی برنارڈ عرف جینی کا پتا چلا چکی تھی۔

بند گلی میں مجھے یک بیک کئی راستے نظر آنے لگے تھے اور ان میں سے ہر راستہ کامیابی کی طرف جاتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ناکامی اور خفت بس وہی تھی جو مجھے ویرا کے ہاتھوں اٹھانی پڑی تھی۔

ویرا کے لیے اس وقت آئزک بیل سے بلیک ڈیڈ تک، سارے حریف کیڑوں مکوڑوں کی طرح حقیر ہوکر رہ گئے تھے۔ وہ اپنی سب سے بڑی کامیابی پر نازاں اور اپنی دھن میں مگن تھی۔ وہ اپنی حرکات و سکنات سے.... اس وقت بھی مجھے چڑانے بلکہ اکسانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اس کی طرف سے بے خبر نہیں تھا۔ کن انکھیوں سے بار بار اس کا جائزہ لے رہا تھا مگر بظاہر اسے نظر انداز کرکے ٹیلی وژن کی رنگین اور متحرک اسکرین کی طرف متوجہ تھا جس پر کسی بھی لمحے کوئی بڑی خبر آسکتی تھی۔

میں نے آئزک بیل کو یہ بتا کر کہ میں اس کی بے خبری میں اس کے دفتر کا جائزہ لے چکا تھا، سفید جھوٹ بولا تھا۔ اس نے میرے جھوٹ کو سچ سمجھ کر احمقانہ انداز میں ویرا کو سچ مچ یہ موقع فراہم کردیا کہ وہ اس کے دفتر میں گھس سکے۔

آئزک بیل کی اس بوکھلاہٹ کی بنا پر مجھے پورا یقین تھا کہ وہ رلکس کے دفتر سے فرار کی راہ اختیار کرنے کے بعد ایک پل کے لیے بھی چین سے نہیں بیٹھے گا۔ فوری طور پر اپنے مجرم یعنی بلیک ڈیڈ کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کی کسی بھرپور سازش کی تیاری شروع کردے گا۔

ہارلم بلیک ڈیڈ کا گڑھ تھا۔ ویرا مجھے بتا چکی تھی کہ سفید فام ماں اور سیاہ فام باپ کا وہ بیٹا اپنی ماں کے رنگ و روپ پر گیا تھا لیکن موروثی طور پر کالوں میں گھرا رہ کر خوش رہتا تھا۔

ہارلم مین ہٹن کے شمال میں براڈوے اور ففتھ ایونیو کے درمیان کالوں کا وہ مخصوص علاقہ ہے جو امریکا جیسے نو آبادیاتی ملک میں بھرپور تاریخی ورثے کا مالک ہونے کے باوجود غربت، افلاس، بے روزگاری، گندگی اور جرائم پروری کے ایک زرخیز مرکز کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔

ہارلم کی سڑکوں پر اور گلیوں میں ہر وقت آوارہ گرد اور نشے باز لڑکے لڑکیوں کے غول منڈلاتے رہتے ہیں جن کے سفید فام عام طور پر لوٹ مار کا آسان نشانہ ثابت ہوتے ہیں۔ ہارلم میں دن کے اوقات میں جرائم کی رفتار بہت سست رہتی ہے لیکن شام کا دھندلکا پھیلتے ہی وہاں جرائم پیشہ افراد کا راج ہوجاتا ہے۔

آبروریزی اور نقد رقم سے قیمتی اشیا تک کی رہزنی اس علاقے کے مقبول و مستند جرائم ہیں۔

مین ہٹن بلکہ پورے نیویارک کے دوسرے علاقوں سے ہارلم اسی قدر مختلف آبادی ہے کہ وہاں اس زمانے میں اِکّا دُکّا ہی بلند عمارتیں نظر آتی تھیں۔ اپالو تھیٹر وہاں کا مشہور ہال ہے جو کالوں کی بیشتر تفریحی سرگرمیوں کا مرکز و محور رہتا ہے۔ موسیقی کے تمام تر سیاہ فام فن کاروں اور بعض سفید فام سپر اسٹارز نے بھی اپالو تھیٹر میں اپنے فن کے مظاہرے کیے ہیں۔

فلک بوس عمارتوں کے جنگل میں ہارلم کا سپاٹ اور

حریب رده علاقہ ہر نووارد پر مظلومیت اور حسرت ویاس کا ایسا گہرا اثر ڈالتا ہے کہ بے اختیار نیویارک کے کالوں سے ہمدردی ہونے لگتی ہے۔ خدا ترسی اور انسان دوستی کا یہ سحر اس وقت ٹوٹتا ہے جب کسی ویران نکڑ پر منہ سے شراب کے بھبکے اڑاتا ہوا کوئی سیاہ فام نوجوان گن پوائنٹ پر نووارد کی جیبیں خالی کرانے کے ساتھ گھڑی تک اتار لیتا ہے۔ اس تجربے سے گزرنے کے بعد لٹنے والے ہر سیاہ فام کو ویسا ہی تند خو، درشت رو اور بدگو سمجھنے لگتے ہیں۔

"آج بہت انہماک کے ساتھ ٹیلی وژن دیکھ رہے ہو۔" طویل خاموشی کے بعد ویرانے ہی سکوت توڑنے میں پہل کرتے ہوئے زبان کھولی "کیا بالغوں کے کسی پروگرام کا انتظار کر رہے ہو؟"

"تمہارے ہوتے ہوئے ایسے پروگراموں کا انتظار کون کرسکتا ہے۔" مجھے طنز کرنے کا موقع مل گیا۔

وہ بہت چالاک تھی۔ اپنی ذات کے کمزور پہلوؤں کو ذرا دیر کے لیے بھی موضوعِ سخن نہیں بننے دیتی تھی۔ ڈھٹائی سے بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم ہارلم کی اس چھوٹی سی خبر کے منتظر ہو جو رات گئے تک وہاں قتل عام کا سماں باندھ دے گی۔"

"تمہیں سب کچھ معلوم ہوتا ہے تو خاموش کیوں نہیں رہتیں؟" میں نے تنک کر پوچھا۔

"یہاں بیٹھ کر انتظار میں سسکنے کے بجائے کیوں نہ یہ شام اسی علاقے میں گزاری جائے؟" اس نے فوراً ہی ایک تجویز پیش کردی۔

"تاکہ وہ فساد پرور، چھوٹی سی خبر ہمارے ہی بارے میں ہو!" میرا لہجہ کاٹ دار ہوگیا۔

"اس خوش فہمی میں نہ رہنا۔ تم جیسے سو آدمی بھی مارے جائیں تو ہارلم والوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگے گی۔ وہ لوگ صرف کالوں کے بارے میں حساس ہیں جب کہ تم گورے چٹے ہونے کے باوجود سفیدی مائل گندمی ہو۔ منہ کالا کرکے تم ان کی ہمدردیاں جیت سکتے ہو۔"

اس کے مشورے پر میں اسے ملامت بھری نظروں سے گھور کر رہ گیا۔

"ہارلم کے بعض علاقے خاصے محفوظ ہیں۔" ا نے مسکراتے ہوئے کہا "کانونٹ ایونیو، مالکم ا بولیوارڈ اور ایک سو پینتالیسویں اسٹریٹ سب ہیں۔ وہاں خبریں پر لگا کر پھیلتی ہیں۔"

"تم وہاں جانا چاہتی ہو تو ضرور جاؤ۔ مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔"

"کچھ ناراض معلوم ہو رہے ہو؟" اس نے نرمی اور اپنائیت سے پوچھا۔

"میں الو کا پٹھا معلوم ہو رہا ہوں۔ تم کو اس تکلیف ہے؟" میں نے برہمی سے کہا۔

"جوان ضرور ہو لیکن اتنے کم سن بھی نہیں ہو شمار پٹھوں میں کرنے لگو۔"

"خدا کے لیے اپنی زبان بند کرلو۔ کیوں سلگانے پر تلی ہوئی ہو؟"

"انسان اندر سے اس قدر گیلا ہوتا ہے کہ جلانا یا سلگانا بالکل ناممکن ہے۔ پتا نہیں تمہاری میں ایسے غیر سائنسی محاورے کیوں زندہ ہیں۔"

"جب تک تم زندہ ہو، ہر بے تکی اور بے ہودہ یا بات زندہ رہ سکتی ہے۔"

"کیا تم پوری نیک نیتی سے میری موت آرزومند ہو؟" اس نے یک بہ یک سنجیدہ ہوکر پو اس کی شرارت سے چمکتی ہوئی آنکھوں سے اچا اداسی جھلکنے لگی تھی۔

"تم اسی طرح مجھے بیزار کرتی رہیں تو میں تمہار مرنے کی آرزو ہی نہیں، دعا کرنے پر مجبور ہوجا گا۔" میں نے تلخی سے کہا۔

اس کی آنکھوں میں اتر آنے والی اداسی کا ہوگئی۔ وہ ایک مرتبہ پھر پہلے کی طرح مگن اور بے نظر آنے لگی اور بولی "اب سمجھی کہ تم غصے میں ہو۔ غصہ تھوک دو۔ میں نہیں ستاؤں گی۔"

پُرامن بقائے باہمی کا وہ رسمی معاہدہ ہونے کے ویرانے مسہری کی سائڈ ٹیبل کے نچلے حصے سے ٹیلی ڈائریکٹریاں نکال کر بستر پر ڈھیر کریں اور خود بھی د

آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔
میں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ میرے کسی بے ضرر سوال کے نتیجے میں وہ پھر کوئی محاذ آرائی شروع کر سکتی تھی۔ سوئے ہوئے اس فتنے کو خاموشی کی نیند سے جگانا مناسب نہیں تھا۔
وہ ایک ضخیم ڈائریکٹری میں سر کھپانے میں مصروف ہوگئی تو میں نے فون سنبھال لیا۔
آئزک بیل کے نمبر سے دوسری گھنٹی کے بعد ایک نسوانی آواز سنائی دی۔
''تمہارا باس ابھی تک واپس نہیں آیا؟'' میں نے کسی تمہید کے بغیر سوال کر ڈالا۔
''اپنا نام اور پیغام دے دو۔ اسے مل جائے گا۔'' میرے طرزِ تخاطب نے اسے ذرا بھی حیران نہیں کیا تھا۔
میں کچھ بولنے بھی نہیں پایا تھا کہ سی ایس ڈی کے بزر کی آواز کے ساتھ فون بند ہوگیا۔
ویرا اپنے سامنے کھلی ہوئی ڈائریکٹری کو بھول کر میری طرف ہمہ تن گوش بن چکی تھی۔ میں نے ایپرٹیس پر دوبارہ وہی نمبر ملایا اور اس بار بھی وہی آواز سنائی دی۔
''کال ریکارڈ یا ٹریس کرنے کی حماقت کرو گی تو میرے حساس آلات لائن کاٹ دیں گے۔'' میں نے لائن ملنے پر اسے آگاہ کیا۔ ''تمہارا باس ان ہی کرتبوں سے بدک کر اپنے دفتر سے بھاگا تھا۔''
''کوئی کہیں سے نہیں بھاگا تھا۔ تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟'' لڑکی نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔
''تم اس کی ملازم ہو اور محنت کر کے اپنی روزی کما رہی ہو۔ تم سے مجھے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ اپنے چیف کو تلاش کر کے بتا دینا کہ اس کے بھاگنے کے بعد میں تمہارے دفتر میں پہنچا تھا۔ وہاں بھگدڑ اور افراتفری کا راج تھا۔ اس وقت وہاں ٹائم بم نہیں رکھا گیا تھا لیکن اب ایسا ہو سکتا تھا۔''
''مسٹر! تمہیں کوئی سنگین غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ رنکس انکارپوریٹڈ کا صدر دفتر ہے۔ آخر تم یہ دھمکیاں کیوں دے رہے ہو؟''

وہ لڑکی اس کی وفادار تھی یا صرف رنکس کی ملازم۔ دونوں صورتوں میں اسے آئزک بیل کے عزائم سے آگاہ کر کے میں اس کے گلے میں رسوائی کا طوق ڈال سکتا تھا۔
میں نے نرمی سے کہا ''میں فرض کیے لیتا ہوں کہ تم رنکس کی ایک ایماندار ملازمہ ہو اور اپنے چیف کی مجرمانہ سازشوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔''
''تمہارا مفروضہ سو فیصد درست ہے۔ چیف کے جانے کے بعد دفتر سے کئی افراد جا چکے ہیں۔ ان میں چیف کی پرسنل سیکریٹری بھی شامل تھی۔ میں اس کی جگہ بیٹھی چیف کے لیے پیغامات لے رہی ہوں۔''
''گڈ.... اس کا مطلب ہے کہ اب دفتر میں صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں جو واقعی سیکورٹی کا کام کرتے ہیں۔ چیف کی سازشوں میں حصہ لینے والے ایک ایک کر کے نکل چکے ہیں۔''
''مجھے نہیں معلوم کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔'' لڑکی کی آواز میں خوف سمٹ آیا ''یہ ایک صاف ستھرا ادارہ ہے۔ یہاں کسی قسم کی مجرمانہ سرگرمیاں ہوتی ہیں تو میں ان سے بے خبر ہوں۔''
''تمہارا چیف آج ہارلم میں خوں ریز فسادات کروانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بظاہر معمولی نظر آنے والا کوئی حادثہ ہوگا اور وہاں فسادات کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ بلوائیوں کی آڑ میں چیف کے آدمی اپنے دشمنوں اور ان کے خفیہ ٹھکانوں کو تاک تاک کر نشانہ بنائیں گے۔''
''میں پھر پوچھتی ہوں کہ تم کون ہو.....؟ تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟''
''میں ایک خدائی فوج دار ہوں۔ میں نے فون پر اسے دفتر میں پہنچ کر اس کا سر توڑ دینے کی دھمکی دی تھی۔ میں اسے خون کی ہولی کھیلنے سے روکنا چاہتا تھا مگر وہ کسی خارش زدہ چوہے کی طرح اپنے بل سے نکل کر بھاگ گیا۔ میری بات لکھ لو کہ اب وہ کئی دن تک دفتر نہیں آئے گا۔''
''تم یہ خوف ناک باتیں مجھے کیوں سنا رہے ہو۔''

اس کا خوف بڑھ چکا تھا۔
''مجبوری ہے کیونکہ اس فون پر تم مامور کر دی گئی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم سچ بول رہی ہو۔ تمہارا گندے کاموں سے کوئی تعلق نہ ہو۔ میں تم کو بچانا چاہتا ہوں۔ غور سے سنو کہ تم دہرا چہرہ رکھنے والے ایک صیہونی دہشت گرد کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہو۔ جلد ہی وہ اپنے ساتھ تم کو لے ڈوبے گا۔''
''صیہونی دہشت گرد.... ؟ مگر مسٹر بیل تو بہت نفیس اور مہذب آدمی ہیں۔''
''یہ اس کے چہرے کا ایک نقاب ہے۔ اس کے پیچھے ایک مجرم اور یہودی دہشت گرد چھپا ہوا ہے....''
''مم...... مگر میں بھی یہودی ہوں۔ یہودی ہونا کوئی جرم نہیں ہے۔'' خوف زدہ ہونے کے باوجود وہ اس لفظ پر احتجاج کیے بغیر نہ رہ سکی۔
''میں یہودی نہیں، یہودی دہشت گرد کہہ رہا ہوں۔ آنے والے چوبیس گھنٹوں میں ہارلم کی خون آشام خبروں سے تمہیں اپنے چیف کی اصلیت کا علم ہو جائے گا۔ اس جیسے لوگوں نے ہی دنیا بھر میں یہودیوں کو بدنام کیا ہوا ہے۔'' میں نے نرمی سے اسے اپنی بات سمجھاتے ہوئے کہا۔
''تم اپنے لب و لہجے سے امریکی نہیں معلوم ہوتے پھر تم اتنے باخبر کیسے ہو سکتے ہو؟''
''تمہارا چیف عالمی دہشت گرد ہے اور میرا ملک بھی اس کا نشانہ بنا ہوا ہے۔''
''تم پاکستانی تو نہیں ہو؟'' اس کے بے ساختہ سوال نے چند ثانیوں کے لیے میرے اوپر سکتہ طاری کر دیا۔ اس نے مجھے فلسطینی عرب، ایرانی یا لیبیائی نہیں، براہ راست پاکستانی سمجھا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی گئی تھی کہ روئے زمین پر یہودیوں کا سب سے بڑا دشمن پاکستان ہے۔ اس تصور کی تردید کرنے کے لیے میرا جواب نفی میں ہونا ناگزیر تھا۔
''نہیں، میں پاکستانی نہیں ہوں۔ دہشت گردوں کا کوئی وطن ہوتا ہے نہ قوم۔ تمہارا چیف اسرائیلی کے بجائے نیو یارک میں رہتا ہے۔ امریکی ہونے کے باوجود وہ ہارلم میں رہنے والے امریکیوں کے قتل عام کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ کیا یہ ذرا سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی۔''
''تمہارے لگائے ہوئے الزامات بہت سنگین ہیں۔ تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ میں تمہارے سچ اور جھوٹ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ مجھے اپنے سینئرز سے مشورہ کرنا پڑے گا۔''
''مشورہ کر و اور اگر تم سب مل کر بھی کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکو تو اگلے چوبیس گھنٹوں میں رونما ہونے والے واقعات تم سب کی آنکھیں کھول دیں گے۔''
''ہارلم کے بارے میں تمہاری پیش گوئی درست نکلی تو میں یہ نوکری چھوڑ دوں گی۔'' اس نے پہلی بار میری باتوں کے جواب میں کسی حوصلہ افزا ردِعمل کا مظاہرہ کیا۔
''چیف سے رابطہ ہو تو اسے میرے فون کے بارے میں ضرور بتا دینا۔''
''کیا میں تمہاری کہی ہوئی دوسری باتیں بھی اس کے سامنے دہرا سکتی ہوں؟''
''اگر تم اتنی اخلاقی جرأت سے کام لے سکو تو یہ میرے اوپر تمہارا ذاتی احسان ہوگا۔ اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اس کی عالمی غنڈا گردیوں سے نفرت کرنے والے اب اسے بے نقاب کرنے پر تل گئے ہیں۔''
''تم فکر مت کرو۔ ایسے معاملات میں ہم امریکی بہت راست گو.... بلکہ منہ پھٹ ہوتے ہیں۔ وہ فرشتہ ہے تب بھی اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے بدخواہ اس کے خلاف کیسی نازیبا الزام تراشیاں کرتے پھر رہے ہیں۔ اپنے بارے میں جاننے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔''
میں دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہہ کر رہ گیا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے راست گوئی اور شخصی آزادی کو ہر امریکی نے اپنا تکیہ کلام بنا رکھا ہو۔

''تم اچھی اور بے باک لڑکی ہو۔'' میں نے اس کی خوشنودی کے لیے تعریفی لہجے میں کہا ''کہیں تمہارا نام للی برنارڈ تو نہیں؟''

''نہیں، میں مس رائے ہوں، ہیلن رائے۔ چیف کے چلے جانے کے بعد اس وقت للی دفتر کی سربراہ ہے۔ میں اس سے بہت جونیر ہوں۔ کیا تم اسے جانتے ہو؟''

''تمہارے دفتر میں، میں نے اس کا نام سنا تھا۔ میری فراہم کی ہوئی معلومات پر تم اس سے ضرور مشورہ کرنا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ تمہیں کوئی بہتر رائے دے سکے۔''

''یہ میری صوابدید پر منحصر ہے۔ تم مجھے پڑھانے کی کوشش مت کرو۔'' میری نرم گفتاری کے نتیجے میں اس کا کھویا ہوا حوصلہ رفتہ رفتہ بحال ہو گیا تھا۔

یہ پیغام آئزک بیل کے دفتری عملے کی ایک غیر جاب دار کارکن تک پہنچ چکا تھا۔ میں نے فون پر اسے بائے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا اور شوخ نظروں سے ویرا کی طرف دیکھنے لگا۔

''یہ پتا چل رہا تھا کہ تم رنکس کے نمبر پر بات کر رہے تھے لیکن تمہیں للی کا نام لینے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟'' نگاہیں چار ہوتے ہی ویرا نے اپنا پہلا سوال داغ دیا۔

''اس وقت مجھے اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ تمہاری للی یا جینی کے ہاتھ صاف معلوم ہوتے ہیں۔''

''تم نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا؟ یہ درست ہے تو میں اس سے ابھی بات کرتی ہوں۔''

''اسحاق گھنٹی کے جانے کے بعد عملے کے کافی لوگ بھی روانہ ہو گئے۔ اس وقت للی برنارڈ دفتر کی سربراہی کر رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جرائم میں حصہ لینے والا کوئی فرد اس وقت رنکس کے دفتر میں موجود نہیں ہے۔ اسی امید پر میں فون اٹھانے والی پر اپنا وقت برباد کر رہا تھا۔''

''تمہارے پاس اسحاق کا نان ڈائریکٹری نمبر ہے۔ میں ڈائریکٹری سے رنکس کے نمبر دیکھ کر ابھی جینی سے بات کرتی ہوں۔ اسے پہچانتے ہی میں نے اس سے مدد لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔''

''ان لوگوں کو میری دی ہوئی اطلاعات پر تبادلہ خیال کرنے کا وقت دو۔ اس کے بعد جینی تمہاری ہر بات دھیان سے سننے پر مجبور ہو جائے گی۔ یہ اور بات ہے کہ تمہارے بارے میں آخری اشتہار بازی نے اسے تم سے برگشتہ کر دیا ہو۔''

''وہ میرے خلاف سرکاری پروپیگنڈے سے متاثر ہونے والی نہیں ہے۔ اسے میرے بارے میں ہر بات معلوم ہے۔ یوں سمجھ لو کہ ہم دونوں ایک مدت تک شب و روز یک جا رہے ہیں۔''

''پھر تمہیں بلیک ڈیڈ سے پہلے جینی کا دھیان آنا چاہیے تھا۔'' میں نے اعتراض کیا۔

''اس وقت ہمیں اسحاق گھنٹی کے خلاف کسی قابلِ اعتماد ساتھی کی ضرورت تھی۔ ان غنڈا گردیوں کے مقابلے میں جینی جیسی لڑکی کچھ بھی نہیں کر سکے گی۔''

''اب وہ رنکس جیسی کمپنی میں دو نمبر عہدے پر فائز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم سے الگ ہونے کے بعد اس نے خود کو بدل لیا ہو۔''

''وہ بدلنے والی ہڈی نہیں ہے۔ اس وقت وہ ایم بی اے کر رہی تھی۔ اس کے بعد اسے اعلیٰ ملازمت ہی کرنی تھی۔ بینکنگ اس کا پسندیدہ شعبہ تھا۔ پتا نہیں وہ سیکیورٹی مینجمنٹ میں کیوں آ گئی۔''

ان تمام سرگرمیوں کے دوران میں ہم دونوں میں سے کوئی بھی ٹیلی ویژن کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ جوں ہی ہمارے کانوں میں ہارلم کا نام آیا، ہم اپنی گفتگو بھول کر اسی طرف متوجہ ہو گئے۔

ویرا کے اندازے کے عین مطابق ہارلم کے بارے میں پہلی بری خبر آ ہی گئی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ چونکانے والی بات یہ تھی کہ خبر میں رنکس کا نام بھی موجود تھا۔

ہارلم کی ایک سو ستائیسویں اسٹریٹ کے ایک چوراہے پر دو مسلح موٹر سائیکل سواروں نے رنکس کی ایک گاڑی کو روک کر لوٹنا چاہا تھا مگر گاڑی کے ساتھ موجود مسلح محافظوں کی مزاحمت پر ان میں سے ایک بائیس سالہ نوجوان سیاہ فام مارا گیا تھا۔ اس کے ساتھی کو زخمی حالت میں پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا گیا تھا۔''

''میں شرط لگاتی ہوں کہ یہ خبر اصل واقعات کے برعکس گھڑی گئی ہے۔'' دوسری خبر شروع ہوتے ہی ویرا نے پرجوش لہجے میں دعویٰ کیا۔

''تمہاری دانست میں اصل واقعہ کیا رہا ہوگا؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''رنکس کے مسلح بدمعاشوں نے میدان صاف دیکھ کر ان دونوں کالے لڑکوں کو گھیرا ہوگا اور تاک کر اپنا نشانہ بنایا ہوگا۔ ایسی ناگہانی وارداتیں ہی عموماً فسادات کا نقطۂ آغاز ثابت ہوتی ہیں۔''

''یہ واردات گمنام قاتلوں کے ذریعے بھی رونما ہوسکتی تھی۔ حیرت ہے کہ اسحاق گھنٹی نے اس بار رنکس کا نام بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔'' میں نے کہا۔

''یہ اس کی بگڑی ہوئی ذہنی حالت کا ثبوت ہے۔ وقت ضائع کیے بغیر لوگوں کے جذبات بھڑکانے کا یہ آسان ترین طریقہ تھا۔ جان و مال کے تحفظ کے لیے رجسٹرڈ سیکیورٹی گارڈز کو یہاں کافی چھوٹ حاصل ہوتی ہے۔ زخمی ہونے والا اپنی صفائی میں کوئی گواہ پیش نہیں کر سکے گا۔''

وہ پہلی خبر پانچ بجے آئی تھی۔ شام کے سائے دراز ہونے تک ہارلم میں توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کی وارداتیں شروع ہو چکی تھیں۔ مرنے اور زخمی ہونے والے کے ہمدردوں کے جتھے سڑکوں پر نکل آئے تھے اور سڑکوں پر ناکارہ اشیا کے ڈھیر جلا کر ٹریفک کی راہ میں روڑے اٹکا رہے تھے۔

سات بجے تک ان واقعات میں تشدد، کا رنگ نمایاں ہو چکا تھا۔ متعدد دکانوں کو لوٹ کر آگ لگا دی گئی تھی اور ہر طرف فائرنگ کا شور گونج رہا تھا۔ ضلعی حکام نے ہارلم میں ٹریفک کا داخلہ بند کر دیا تھا۔

''اس وقت ہارلم میدان جنگ کا نقشہ پیش کر رہا ہوگا۔'' میں نے ٹیلی ویژن پر ابتدائی تصویری رپورٹ دیکھ کر تبصرہ کیا ''علاقے کی پولیس کہاں سوئی ہوئی ہے۔''

''پولیس کی جبری مداخلت سے ہنگامہ آرائی زور پکڑ لیتی ہے۔ ہارلم کے مشرق میں دریائے مشرق کے پار برونکس کی ڈسٹرکٹ ہے۔ وہاں بھی کالوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔ وہ نسبتاً خوش حال اور پڑھے لکھے ہیں لیکن جذبات بھڑکتے ہیں تو برونکس ڈسٹرکٹ بھی فساد کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔''

اس دوران میں ویرا ٹیلی فون ڈائریکٹریوں پر اپنا کام ختم کر چکی تھی۔

اس نے ایک کاغذ پر آئزک بیل کے نام کے ساتھ ساتھ رہائشی فون نمبر نوٹ کیے تھے۔ کچھ نمبر رنکس انکارپوریٹڈ کے تھے۔ تین پتے اور فون نمبر للی برنارڈ کے نام کے ساتھ مندرج تھے۔

''ان ہی میں سے کوئی نہ کوئی اسحاق گھنٹی اور للی کا پتا ہوگا۔ ہارلم میں حالات بگڑنے کے بعد جینی تمہاری باتوں پر فکر مند ہوگی۔ یہی حال ہیلن رائے کا بھی ہوگا۔'' ویرا نے کہا۔

''ان نمبروں کی مدد سے شاید تم جینی کو تلاش کر لو مگر اسحاق گھنٹی کا ہاتھ آنا مشکل ہے۔ اس کے بارے میں کارآمد معلومات جینی ہی فراہم کر سکے گی۔'' میں نے جواب دیا۔

میں ٹیلی وژن پر تازہ ترین خبروں کا انتظار کرتا رہا۔ ویرا اپنے منتخب کیے ہوئے نمبروں پر طبع آزمائی کرنے لگی۔ میں اس کی کوششوں پر دل ہی دل میں مسکراتا رہا۔

آئزک بیل نے اتنی کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں کہ نیویارک کی ٹیلی فون ڈائریکٹری میں اپنے گھر کا پتا چھپوا ڈالتا۔ وہ نیویارک میں رہنے والا آٹھواں آئزک بیل تھا جس کا ڈائریکٹری میں کوئی سراغ نہیں مل سکتا تھا۔ اگر وہ اسی قدر غیر محتاط ہوتا تو رنکس کے کاروباری نمبروں کے ساتھ ہی چیف ایگزیکٹو کے طور پر اپنا رہائشی پتا اور فون نمبر دے سکتا تھا۔

ویرا نے سات مسلسل ناکامیوں کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔ ''ان میں اس کا نمبر نہیں ہے یا سات میں سے کوئی ایک جھوٹ بول رہا ہے۔ دیکھو اب للی کا کیا رہتا ہے۔ اس کے بعد میں کراچی بات کروں گی۔''

''سی ایل ڈی ہونے کے باوجود یہاں سے پاکستان کال نہیں کی جائے گی۔ بلنگ کے لیے آؤٹ اسٹیشن اور اوورسیز کالز کی پوری تفصیل ریکارڈ ہوتی ہے۔ اس کے لیے تمہیں باہر جانا ہوگا۔''

''میں مصروف ہوں۔ تم ہی کراچی کی خیر خبر لے آؤ۔'' ویرا نے میری خوشامد کی۔

''میں مناسب وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ کراچی میں اس وقت صبح کے چار بج رہے ہوں گے۔'' میں نے اسے آگاہ کیا اور وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

''یہاں کے چکروں میں پڑ کر میں بھول ہی گئی تھی کہ پاکستان کا وقت یہاں سے نو گھنٹے پیچھے ہے۔'' وہ اسی مترنم ہنسی کے درمیان بولی ''نیند خراب ہونے پر اول خان بھنّا جائے گا۔''

''وہ بھنّانے والوں میں سے نہیں ہے۔ ہماری آوازیں اس کو خوش کر دیں گی مگر پھر بھی میں مناسب وقت پر فون کرنا پسند کروں گا۔ رسمی علیک سلیک کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے۔''

ویرا دوبارہ فون کی طرف متوجہ ہوگئی اور پہلی ہی کوشش میں جینی سے بات کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

وہ دو پرانی بے تکلف سہیلیوں کی روایتی پرجوش گفتگو تھی۔ میں نے اشارے سے ویرا کو آگاہ کیا اور کمرا چھوڑ کر نچلی منزل پر ہوٹل کے بار کی طرف چل دیا تاکہ ویرا بے تکلفی کے ساتھ جینی کے ساتھ باتیں کر سکے۔

ہوٹل کا بار زیادہ آباد نہیں تھا۔ بیشتر میزیں خالی تھیں۔ کاؤنٹر پر بھی گنتی کے افراد نظر آ رہے تھے۔

بارٹینڈر کو ایکسٹرا [illegible] ایک لیبل کا آرڈر دے کر میں نے سگریٹ سلگائی۔

میں اپنے کمرے سے چلا آیا تھا مگر ذہن ہارلم میں رونما ہونے والے واقعات میں الجھا ہوا تھا۔ وہ رات کی ابتدا تھی۔ پتا نہیں آنے والے چند گھنٹوں میں وہاں کیسی جانی اور مالی بربادی رونما ہونے والی تھی۔

امریکیوں کے معیار سے اسکاچ کا وہ ایکسٹرا پیگ ایک گھنٹے کی مصروفیت کے لیے کافی تھا۔ لبوں کو تر کر کے، جرعہ جرعہ لطف لینے کے بہانے میں بھی کنجوسی سے کام لیتا تو آسانی سے اسی ایک پیگ کے سہارے دیر تک بار کے کاؤنٹر پر جما رہ سکتا تھا لیکن فراخ دلی سے کام لینے کی بنا پر میں نے ذرا سی دیر میں سارا پیالہ ٹھکانے لگا دیا۔ جام کو اتنی سرعت سے خالی ہوتا دیکھ کر بارٹینڈر کی آنکھوں میں حیرت لہرائی۔ مجھ سے نظریں چار ہوتے ہی وہ احمقانہ انداز میں مسکرایا اور پھر چمکتے ہوئے گلاسوں کو خشک فلالین سے رگڑ رگڑ کر مزید چمکانے میں مصروف ہوگیا۔ اس نے مجھ سے نئے آرڈر کے بارے میں دریافت نہیں کیا تھا۔

ہلکے سے سُرور کے عالم میں کمرے میں، میں واپس پہنچا تو فون پر ویرا کی گفتگو جاری تھی۔ وہ ریسیور بستر پر ڈال کر دروازہ کھولنے آئی تھی۔ دروازہ کھول کر مجھے دیکھتے ہی اس نے دوڑ کر دوبارہ ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ میں دروازہ بند کر کے کرسی پر گر گیا۔

میری واپسی کے چند ثانیوں بعد ویرا نے فون پر الوداعی کلمات ادا کر کے سلسلہ منقطع کر دیا۔

''آج ستارے یاوری کر رہے ہیں۔'' فون بند کر کے ویرا نے مسرت سے بھرپور لہجے میں مجھے مطلع کیا ''جو کچھ سوچ رہی ہوں، ہوتا چلا جا رہا ہے۔''

''منہ کالا کرنے کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟'' میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''یہ کیسی واہیات باتیں کر رہے ہو تم؟'' وہ ترشی سے بولی ''تمہاری سانسوں سے الکحل کی بو آ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ چڑھا آئے ہو۔''

''یہ تمہاری ہی تجویز تھی کہ ہارلم کے لیے منہ کالا کرنا زیادہ مناسب رہے گا۔'' میں نے اپنے شانے اچکا کے بے پروائی سے کہا ''اب اسے واہیات قرار دے رہی ہو۔''

''شاید مجھے منہ کے بجائے چہرہ کہنا چاہیے تھا۔'' وہ خفت آمیز لہجے میں بولی ''مگر اب وہاں گھسنا ناممکن ہے۔ فسادات پر قابو پانے والی اسپیشل پولیس کی بکتر بند گاڑیاں بھی ابھی تک متاثرہ علاقے میں داخل ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہیں۔ کچھ مسلح لوگ ہارلم آنے والے راستوں پر باقاعدہ مورچہ زن ہو چکے ہیں۔''

''پورے علاقے کی ناکا بندی کر کے بلیک ڈیڈ کو ڈھونڈا جا رہا ہے۔'' میں نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

''جینی بتا رہی تھی کہ ہارلم کا حال آج بہت خراب ہے۔ کئی شراب خانے اور بینک لوٹ کر جلائے جا چکے ہیں۔ جابجا آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ کچھ شہریوں نے پولیس اور اخبارات کو فون کر کے بتایا ہے کہ باہر سے آئے ہوئے کچھ نامعلوم مسلح افراد ایک کیسینو اور ایک نائٹ کلب کو گھیرے میں لے چکے ہیں۔ دونوں طرف سے دھواں دھار فائرنگ ہو رہی ہے۔ پڑوسی بری طرح دہشت زدہ ہیں۔''

''وہ دونوں بھی بلیک ڈیڈ کے متوقع ٹھکانے ہو سکتے ہیں۔ وہ اپنے مقدر کی کسی خوبی سے آج زندہ بچ بھی گیا تو اپنے بہت سے جان نثاروں سے محروم ہو جائے گا۔'' میں نے کہا۔

''وہ اس سے بدتر سزا کا مستحق ہے۔'' ویرا حقارت سے بولی۔ ''اُس کی سرد مہری سے مجھے دلی صدمہ پہنچا تھا۔ اس بزدل کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

''تمہارا ٹیلی وژن کھلا ہوا ہے تو ہارلم کے بارے میں جینی سے خبریں کیوں لے رہی تھیں؟''

''اس کے گھر پر مسلسل خبریں دینے والے کیبل ٹی وی کا کنکشن ہے۔ وہ لوگ ہارلم سے براہ راست تصویری رپورٹیں نشر کر رہے ہیں۔ شاید ان کی ٹیم ہنگامے پھیلنے سے پہلے وہاں پہنچنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ وہ کیبل کنکشن اس ہوٹل میں نہیں ہے۔''

''بالغوں والے دو چینل ہیں۔ چاہو تو وہ آن کر لو۔ تمہیں اپنے خاصے عزیز و اقارب نظر آ جائیں گے۔''

وہ چند ثانیوں تک غصیلی نظروں سے مجھے گھورتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی ''میرے ماضی پر طنز کر رہے ہو.....! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میلان میں، میں ڈان مرسیانو کے اشاروں پر ناچنے والی ایک کٹھ پتلی تھی۔ میں اس پر ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوں کیونکہ اس راہ کے انتخاب میں میری مرضی کا ذرا بھی دخل نہیں تھا یہ بات......''

''بس، بس.....!'' میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کرا دیا ''مذاق مذاق میں اس قدر سنجیدہ یا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں میلان کا نام میرے گمان میں بھی نہیں تھا۔''

ویرا ملامت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتی ہوئی الماری کی طرف چلی گئی جہاں لندن کے گیٹ وک ائرپورٹ سے خریدی ہوئی اسکاچ کی آخری دو ڈیوٹی فری بوتلیں باقی رہ گئی تھیں۔

ویرا نے ذرا سی دیر میں مے نوشی کے جملہ لوازم ایک تپائی پر جمع کر دیے۔ مجھ سے قدرے ناراض ہونے کے باوجود اس نے روم فریج میں سے دو گلاس نکالے تھے۔ پرانی پاپی ہونے کی وجہ سے وہ رمز آشنا تھی کہ کوئی ہم پیالہ نہ ہو تو پینے کا سارا لطف غارت ہو جاتا ہے۔

اگلی خبریں آنے تک ہارلم میں آ[illegible]۔ بیل کی پھینکی ہوئی چنگاری ایک بھیانک آگ کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ کئی علاقوں میں بے گور و کفن لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا۔ کیسینو اور نائٹ کلب پر ہونے والے مقابلے کی خبریں دوسرے ذرائع بھی دے رہے تھے۔ وہاں ہونے والی لڑائی میں ایک فریق آتش گیر بم اور ہینڈ گرینیڈ تک استعمال کر رہا تھا۔ دونوں مقامات پر ایسے جدید ہتھیار محاصرہ کرنے والوں کے تھے۔ وہ ان دونوں عمارتوں کو جانی اتلاف کی پروا کیے بغیر خاک کا ڈھیر بنا دینے پر تلے ہوئے تھے۔

''دن کا اجالا پھیلنے سے پہلے یہ نامعلوم حملہ آور اپنے زخمیوں سمیت غائب ہو جائیں گے۔'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ ''آگ، خون اور بارود کا یہ بھیانک کھیل رات بھر یوں ہی جاری رہے گا۔ سب کچھ ان ہی خطوط پر ہو رہا ہے جن کی نشان دہی تم نے کی تھی۔''

''ایسے واقعات یہاں روز روز نہیں ہوتے۔ اتنے بڑے پیمانے پر فساد شاید سات برس بعد ہوا ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ تم نے دو تین دنوں میں ہی نیویارک کی زیرِ زمین دنیا کا یہ بھیانک روپ بھی دیکھ لیا۔ اگر صبح تک یہ آگ سرد نہ ہوئی تو دوسرے علاقے بھی اس کی

لپیٹ میں آسکتے ہیں۔''

''اتفاقی حادثات پر بھی ایسا ہی تشدد آمیز ردِ عمل ہوتا ہوگا؟'' میں نے پوچھا۔

''ایسا آئے دن ہوتا رہتا ہے اور تھوڑے سے حصے میں محدود رہتا ہے۔ ان واقعات پر پولیس تیزی سے قابو پالیتی ہے۔ کوئی قابل ذکر نقصان نہیں ہونے پاتا۔''

''آج ہونے والی خوں ریزی کا بوجھ میں اپنی گردن پر محسوس کررہا ہوں۔'' میں نے برف کو پگھلاتی ہوئی طلائی اسکاچ کا ایک چھوٹا سا گھونٹ لے کر دھیرے سے کہا۔

''یہ تمہارا قصور نہیں ہے۔ شراب نوشی کے بعد ہر شخص ضرورت سے زیادہ حساس ہوجاتا ہے۔'' ویرا نے تسلی دینے کے انداز میں کہا ''تم نے صرف اتنا کیا ہے کہ بلیک ڈیڈ کے بارے میں اسحاق کی بدگمانیوں کو تقویت دی ہے۔ ان دونوں کو نیویارک نے پروان چڑھایا ہے۔ اسی شہر کے باسیوں کو اپنے اس گناہ کا تاوان دینا چاہیے۔ تم کیوں خود کو ملامت کرتے ہو؟''

''جینی سے تمہارے مذاکرات کیسے رہے؟'' کچھ دیر کی خاموشی کے بعد میں نے پوچھا۔

''شاندار۔ وہ آج بھی پہلے کی طرح مخلص اور گرم جوش تھی۔ مجھے وی آئی پی بننے پر مبارک باد دے رہی تھی۔''

''یہ سانحہ کب ہوا....؟ تمہیں کس نے وی آئی پی بنایا؟'' میں نے بے ساختہ سوال کیا۔

''میری اور تمہاری تلاش کے سلسلے میں امریکی اداروں نے پاکستان کے ساتھ یہاں کے اخبارات میں بھی انعامی اشتہارات شائع کرائے تھے۔ پرائی سرزمین پر امریکیوں کے جانی اتلاف پر مقامی رائے عامہ کو متاثر کرنے کے لیے وفاقی ادارے ہمیشہ ایسے ڈھکوسلے آزماتے رہتے ہیں۔ جس کی گرفتاری پر ملین ڈالر پرائز مقرر کردیا جائے، اسے تم وی آئی پی نہیں تو کیا کہوگے؟''

''اُسے اس خطیر انعام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ اس سے ہزار گنا بڑے انعام پر بھی تھوک دے گی۔'' ویرا فخریہ لہجے میں بولی ''میں اُس کے ساتھ مل کر کچھ وقت گزارنا چاہتی تھی لیکن اس نے سختی سے میری یہ تجویز رد کردی۔ اس کا خیال ہے کہ موجودہ حالات میں میرا اُس سے ملنا میری سلامتی کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔''

''اسی وجہ سے تم اپنے دل کی ساری بھڑاس اس فون پر نکال رہی تھیں؟''

''مجبوری تھی۔ وہ کوئنز ڈسٹرکٹ کے وسطی علاقے میں رہتی ہے جو یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔''

''تم نیویارک کے بیشتر علاقوں کا ذکر اتنی روانی سے کرجاتی ہو کہ میرے ذہن میں سب کچھ گڈمڈ ہوکر رہ جاتا ہے۔ صرف مین ہٹن کے بارے میں چند موٹی موٹی باتیں ذہن نشین ہوسکی ہیں۔''

اس نے مسکرا کر سگریٹ سلگائی پھر بولی ''نیویارک کی پانچ بوروز یا ڈسٹرکٹ ہیں۔ ان میں مین ہٹن سب سے اہم ہے کیونکہ تمام تجارتی اور مالیاتی مراکز مین ہٹن کے جنوبی اور وسطی حصے میں مرکوز ہیں۔ دوسری بورو اسٹیٹن نامی جزیرے پر مشتمل ہے۔ مین ہٹن کے مشرق میں دریائے مشرق کے اس پار نیویارک کی تین رہائشی بوروز برونکس، کوئینز اور بروکلین واقع ہیں۔ یہ نیویارک کا مختصر ترین تعارف ہے۔''

''ہمارا ہوٹل مین ہٹن میں ہے اور وہ کوئینز میں رہتی ہے۔'' میں نے سبق یاد کرنے کے انداز میں دہرایا پھر پوچھا ''وہ بھی بلیک ڈیڈ کی طرح تم سے دور رہنا چاہتی ہے۔''

''جینی کو اس دوغلے کتے سے ملا کر تم زیادتی کررہے ہو۔ وہ اپنے دروازے پر ہر وقت مجھے خوش آمدید کہے گی۔ میں چاہوں تو اسی وقت اس کے گھر جاسکتی ہوں۔ وہ رنکس میں کام کرتی ہے۔ اسحاق گھنٹی اس کا باس ہے۔ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ میں اس سے دور رہوں۔''

''رنکس یا اسحاق کے دھندوں کے بارے میں وہ کیا جانتی ہے؟''

''کچھ بھی نہیں۔ اس کے ہاتھ صاف ہیں۔ وہ تین سال سے رنکس میں کام کررہی ہے۔ اس دوران میں اسحاق گھنٹی ہمیشہ ایک ذہین اور پُر اعتماد سربراہ ثابت ہوا ہے۔ وہ رنکس کے سیدھے سادے کاروباری معاملات کے سوا کچھ نہیں جانتی۔ اسے یہ تک نہیں معلوم کہ اسحاق ڈیوڈ اسٹارز سے تعلق رکھتا ہے۔''

''بہت معصوم بچی ہے۔ ڈیوڈ اسٹارز کا نام بھی اس کے لیے اجنبی رہا ہوگا۔''

''ڈیوڈ اسٹارز کے بارے میں اس کی معلومات اخباری اطلاعات اور مضامین تک محدود ہیں جن میں اسے ایک مال دار اور قوم پرست نجی تنظیم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔''

''جینی کو اسحاق کی رہائش گاہ کا علم ضرور ہوگا۔'' میں نے پُر امید لہجے میں کہا۔

''جینی دفتری معاملات دفتر ہی میں نمٹانے کی عادی ہے۔ میں اسے اچھی طرح کھنگال چکی ہوں۔ وہ اسحاق گھنٹی کی کمین گاہ کے بارے میں کچھ نہیں بتاسکی۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ایک مرتبہ پھر بند گلی میں جاپہنچے ہیں۔''

''وہ اپنی ساری اکڑفوں اور جارحیت بھول کر مدافعت کرنے پر مجبور ہوگیا ہے۔ رنکس انکارپوریٹڈ جیسا بڑا ادارہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم اب بھی بہت کچھ کرسکتے ہیں۔''

''رنکس کے مشکوک ماضی رکھنے والے ملازمین غائب ہوچکے ہیں۔ خطرات کی دھند صاف ہونے تک اسحاق بھی ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ وہاں ہمیں جینی جیسے بے گناہ ملازمین ملیں گے۔ اسحاق گھنٹی کو نیچا دکھانے کے لیے ہم وہاں کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرسکتے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' ویرا نے بڑبڑاتے ہوئے میری تائید کی ''اسحاق نے راہِ فرار اختیار کرکے تمہارا اور اپنا اکلوتا رابطہ بھی ختم کردیا ہے۔ فون پر وہ نہیں ملے گا۔''

''اسے ازسرِ نو تلاش کرنا پڑے گا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنا ڈرپوک ثابت ہوگا۔ رنکس کے محفوظ دفاتر میں ہم اس کا کیا بگاڑ سکتے تھے؟'' میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

''وہ بھی جانتا تھا کہ اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ تم نے اس کے دفتر میں اپنے پہنچنے کی کہانی سنا کر اس کا سارا اعتماد خاک میں ملا دیا۔ وہاں سے غائب ہوکر وہ اس وقت کا انتظار کرے گا جب تم دوبارہ اس کے دفتر میں پہنچوگے۔''

رات گہری ہونے کے ساتھ ساتھ فساد زدہ علاقے کے بارے میں نشر ہونے والی اطلاعات گمبھیر ہوتی جارہی تھیں سات اموات کی مختلف ذرائع سے تصدیق ہوچکی تھی۔ آگ میں گھری ہوئی عمارات میں ایک بینک، دو پیٹرول پمپ اور ایک شراب خانہ شامل تھا۔ ہارلم کے کم از کم تین علاقوں میں احتجاج اور بدنظمی کے بجائے کھلم کھلا مقابلے کے انداز میں جم کر دوطرفہ مقابلہ ہورہا تھا۔ متحارب گروہوں کی شناخت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ محاصرے میں لیے جانے والوں کے بارے میں ملی جلی افواہیں قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔

ویرا نے آخری بار وہ تفصیل سننے کے بعد ٹیلی وژن بند کردیا اور بولی ''صبح کے اخبارات اس بارے میں اندر کی کچھ کہانیاں ضرور چھاپیں گے۔ ان میں اور کچھ ہو یا نہ ہو، بلیک ڈیڈ کا حوالہ ضرور ہوگا۔''

''یہ صبح کی بات ہے۔ اس میں ابھی پوری رات پڑی ہے۔ یہ سوچو کہ ہم جینی سے کیا کام لے سکتے ہیں۔ اس وقت وہی ہمارے کسی کام آسکتی ہے۔''

''وہ بتا رہی تھی کہ کسی نامعلوم آدمی نے فون پر ایک آپریٹر کو ہارلم کی پوری کہانی سنادی تھی۔ اس فون کے بعد ہیلن رائے بہت جذباتی ہوگئی تھی۔ اس نے جینی سے کہہ دیا تھا کہ آج رات ہارلم میں کسی کی نکسیر بھی پھوٹی تو وہ صبح ملازمت پر نہیں آئے گی۔ اس کے واجبات کا چیک اس کے پتے پر ڈاک سے بھیج دیا جائے۔ وہ نہ آئی تو جینی کچھ سراغ لگانے کی کوشش کرے گی۔''

''کھل کر بات کرو۔ وہ کس کا سراغ لگائے گی؟'' میں نے بے چینی سے پوچھا۔

''اس وقت صرف اسحاق ہمارا ٹارگٹ ہے۔ جینی

اسحاق کے فون پر کسی دوسری آپریٹر کو مامور کرنے سے پہلے خود ریکارڈ کی چھان بین کرے گی۔ شاید اسے کوئی چیز مل جائے۔"

"اسحاق کے کمرے میں کسی کو اجازت کے بغیر داخلے کی اجازت نہیں۔ اس نے جانے سے پہلے خود ہیلن کو اپنے فون پر مامور کیا تھا۔ اس کے ملازمت چھوڑ دینے کے بعد جینی اسحاق کے کمرے کے بارے میں اپنے فیصلے کرنے کی پوزیشن میں آسکے گی۔"

"کیا ہیلن نے میرا پیغام اسحاق تک پہنچا دیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ دفتری اوقات ختم ہونے سے پہلے اس کا فون آیا تھا۔ مکمل پیغام سن کر اس نے جس برہمی کا مظاہرہ کیا اس کے بعد ہیلن اسے یہ نہ بتا سکی کہ وہ باتیں پورے دفتر میں پھیل چکی ہیں۔"

ویرا کے لیے وہ سب باتیں زیادہ اہم نہیں تھیں۔ وہ انہیں اپنے دل میں لیے بیٹھی تھی۔ میں نے اس سے پے در پے سوالات کا ایک طویل سلسلہ شروع کیا تو بہت سی باتیں سامنے آتی چلی گئیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان میں اسحاق کا کوئی سراغ نہیں تھا۔ دل خوش کن امیدیں ہی امیدیں تھیں اور اسحاق کا سراغ کھو دینے کے بعد وہ امیدیں بھی میرے لیے بہت اہم تھیں۔

جینی سے ویرا کے ذریعے ملنے والی معلومات میں ایک اہم نکتہ یہ تھا کہ رنکس انکارپوریٹڈ کے پینٹاگون، سی آئی اے اور فیڈرل ریزرو جیسے اہم ترین وفاقی اداروں کے ساتھ طویل مدت کے معاہدے موجود تھے جن کے تحت رنکس ان کو قیمتی دھاتیں، بیش قیمت ہتھیار، ایٹمی آلات اور نقدی وغیرہ امریکا بھر میں ایک سے دوسرے مقام تک پہنچانے کے لیے اپنی ٹرانسپورٹ سمیت حفاظتی خدمات فراہم کرتی تھی۔

رنکس کے ان معاہدوں سے آئزک بیل کے اثر و رسوخ کا اندازہ ہوسکتا تھا۔ یہ سامنے کی بات تھی کہ رنکس کے بیشتر ملازمین اپنی کمپنی کی پس پردہ معروفیات سے کتنے ہی بے خبر کیوں نہ ہوں، امریکی حکومت ان سرگرمیوں کی پوری پوری پشت پناہی کرتی تھی۔

ویرا نے انٹرکام پر روم سروس کو کھانے کے لیے ک[...] دیا تھا۔ ہماری مے نوشی کے خاتمے سے پہلے کھانا کمر[...] میں آ گیا۔ ویرا کا انتخاب اپنی خوشبوؤں سے ہی اش[...] انگیز معلوم ہو رہا تھا۔

"جینی کا نام تمہاری عرفیت کا بالکل ہم قافیہ ہے[...]" کھانا کھاتے ہوئے ویرا کو اچانک ہی خیال آ گیا۔

"اچھا ہی ہوا کہ اس سے ملاقات کا امکان نہیں رہا۔ وہ ہم ذوق بھی نکل آتی تو تمہیں دریائے ہڈسن دریائے مشرق کا ہی رخ کرنا پڑتا۔ اس معاملے میں بہت حاسد ہو۔"

"واپسی سے پہلے میں ضرور اس سے ملوں گی لیکن [...] میرے ساتھ نہیں ہوگے۔ وہ بہت پرکشش لڑکی ہے ا[...] ذرا دل پھینک بھی واقع ہوئی ہے۔ شوہر کی پابندیو[ں] میں قید ہوئے بغیر اپنی مرضی کی زندگی گزار رہی ہے۔ اس نے تمہیں ذرا بھی موقع دیا تو تم پھسل پڑو گے۔ م[یں] یہ خطرہ ہرگز مول نہیں لوں گی۔"

"میں پھسلنے کے دور سے ذرا آگے نکل چکا ہوں[۔] تمہارے جلنے اور کڑھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہوگا کہ و[ہ] تم کو نظر انداز کر کے مجھ سے دلچسپ باتیں کرنی شرو[ع] کر دے۔"

"تمہاری یہ خوش فہمیاں مجھے ہر وقت تمہاری طرف[...] سے بدگمان رکھتی ہیں۔"

"تمہاری بدگمانی کا تو یہ عالم ہے کہ تم جہاز پر خرم[...] سلطان سے چڑنے لگی تھی.... پتا نہیں اب وہ بے چار[ا] کس حال میں ہوگا اسے ہائی نیو یارک میں ڈالنے کے بعد ہم نے اس کی خبر ہی نہیں لی۔"

"اسے بھول جاؤ۔ اب تک وہ فلوریڈا جا چکا ہوگا۔ اس کے لیے تم نے بساط سے بڑھ کر خطرات مول لے ڈالے تھے۔ اسے کچھ ہوا ہوتا تو اخباروں میں خبر ضرور آتی۔ قتل اور جنس کو یہاں کے اخبار بھول کر بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ ہر اخبار اپنی کہانی کے ساتھ خبر بناتا ہے۔"

کھانے کے درمیان باتوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ شکم پُری سے فارغ ہو کر ویرا نے مجھے کراچی فون کرنے کے لیے ٹوکا۔ میں خود بھی اس رابطے کے لیے فکر مند تھا۔ میں

کمرے سے چل دیا۔

ہوٹل کی فٹ پاتھ کے نکڑ والا فون بوتھ میں پہلے بھی استعمال کر چکا تھا۔ وہ اس وقت بھی خالی پڑا ہوا تھا۔ مین ہٹن کے اس علاقے میں مکمل امن و امان تھا مگر وہاں سے چند میل شمال میں آئزک بیل کے آدمی آگ اور خون کی ہولی کھیل رہے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ مین ہٹن کی کسی بھی ہائی رائز بلڈنگ کی اوپری منزل سے ہارلم میں بھڑکتے ہوئے شعلے صاف دیکھے جاسکتے ہوں گے۔

فون کا سلسلہ ملنے پر ریسیور غزالہ نے اٹھایا۔ اس کی ہیلو بہت پُر جوش تھی۔

"صبح بخیر.... کیا حال چال ہیں تمہارے.... سنا ہے بہت سیوا کروا رہی ہو اپنی!"

"میں بہت اداس ہوں۔ یہ سب میرا دھیان رکھتے ہیں مگر میں ہر وقت آپ کی کمی محسوس کرتی ہوں۔ واپس کب آرہے ہیں آپ؟ میں دن گن گن کر گزار رہی ہوں۔"

"ویرا کا انتقام اور میرا مشن کچھ وقت لے گا۔ تم اطمینان رکھو مائی ڈارلنگ، میں ضرورت سے زیادہ یہاں نہیں رکوں گا۔ یہاں کی بھاگ دوڑ اور خود غرضیوں سے مجھے اکتاہٹ ہونے لگی ہے۔"

"ویرا آپ کے ساتھ ہے۔ وہ ایسی خود غرض نہیں ہے۔ کیا اب بھی وہ الگ رہ رہی ہے؟" ویرا کے ذکر پر غزالہ کی آواز میں ہلکا سا رقابت آمیز تجسس ابھر آیا۔

"ابھی تک ہم ایک ہی ہوٹل میں رہ رہے ہیں۔" آخری لمحات پر جھوٹ بولنے کا ارادہ ترک کر کے میں نے محتاط الفاظ میں جواب دیا "پتا نہیں کب ہمیں الگ ہونا پڑ جائے۔"

"اس کے ساتھ ایک ہوٹل میں رہنا زیادہ مشکل نہیں ہے لیکن ایک کمرے میں [...] تو وہ آپ کو امتحانوں میں ڈالتی رہے گی۔" غزالہ کے جوابی تبصرے نے میری پیشانی عرق آلود کردی۔ غنیمت یہ تھا کہ میرے محتاط الفاظ سے اس نے وہی نتیجہ اخذ کیا تھا جو میں چاہ رہا تھا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اُس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ تم اپنا خیال رکھو اور میری کامیابی کے لیے دعا کرتی رہو۔ باہر نکلا ہوں تو اب سُرخ رو ہو کر ہی لوٹوں گا۔"

"میں ہر وقت آپ کے لیے دعائیں مانگتی رہتی ہوں۔ آپ کی آواز سن کر اس وقت میں آسمان پر اُڑ رہی ہوں۔ کیا آپ مجھے روز فون نہیں کرسکتے؟" اس کی آواز سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"کوشش میری بھی یہی ہوتی ہے مگر مجبوریاں آڑے آجاتی ہیں۔ اس وقت بھی ایک ویران بوتھ سے تم کو فون کر رہا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہوٹل میں کسی کو پاکستان سے میرے گہرے روابط کا علم ہو۔ یہ انکشاف میرے لیے سنگین خطرات پیدا کرسکتا ہے۔"

"خدا آپ کو حفظ و امان میں رکھے۔ اول خان آگئے ہیں۔ ان سے بات کرلیں۔"

اول خان ہمیشہ اور ہر حال میں پُر امید اور پُر جوش رہنے والا شخص تھا۔ طویل رفاقت میں، میں نے اسے ایک دو بار ہی مایوس دیکھا تھا ورنہ وہ فوجی اصطلاح کے مطابق ہمیشہ ہائی مورال میں رہنے کا عادی تھا۔ اس وقت بھی اس نے گھن گرج کے ساتھ گفتگو کی ابتدا کی تھی۔

اس کی دانست میں کراچی کے حالات بظاہر اعتدال پر تھے۔ اول خان ان دنوں مدن موہن کے نیچرل انفارمیشن ریکٹ ہی کے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ راگ و رنگ اور عیش و عشرت کی محفلوں میں مختصر یارانے پیدا کرنے کے عوض قومی مفادات دشمنوں کے حوالے کرنے والوں میں ایسے ایسے پردہ نشینوں کے نام سامنے آرہے تھے کہ ہر گرفتاری سے پہلے حکومت کے اعلیٰ اہلکاروں کو سر جوڑ کر گرفتاری کے بعد رونما ہونے والی صورتِ حال کی پیچیدگیوں پر غور کرنا پڑ رہا تھا۔

میری بلکہ بدری اور رمیش اگروال کی کراچی میں موجودگی تک امریکی مشن کا تنک موڈلے اپنی تخریبی سرگرمیوں میں بہت پیش پیش تھا لیکن سلطان شاہ کے پاکستان سے اغوا اور پھر قبرص سے انقرہ کے راستے بازیابی کے انتہائی خفیہ واقعات سے باخبر ہونے کے بعد پسپا ہو گیا تھا۔

اس پورے قصے میں آئزک بیل نے اسے بری طرح نظر انداز کر کے جس رازداری سے اپنے خاص آدمیوں کو استعمال کیا تھا، اس نے نک موڈلے کو اس کی اصل اوقات یاد دلا دی تھی۔ اس کی وہ خاموشی محض بد دلی کا نتیجہ ہو سکتی تھی۔

واقعات جس نہج پر جا رہے تھے وہ ہمارے مفادات کے لیے مناسب ترین تھی۔

کراچی کے بارے میں اس طویل گفتگو کے بعد میں نے اول خان سے سلطان شاہ کی خیریت دریافت کی تو اس نے ایک گہرا سانس لے کر بتایا کہ وہ انقرہ کے ملٹری اسپتال میں دھیرے دھیرے رُو بہ صحت ہو رہا تھا لیکن اس کے لیے خطرات بدستور باقی تھے۔

ایوب آغا کی سرتوڑ کوشش اور ترکی کے فوجی حکام کے بھرپور تعاون کے نتیجے میں اس اسپتال کی دن رات کڑی نگرانی کی جا رہی تھی اور اس دوران میں دو مشتبہ آدمیوں کو اسپتال میں گھسنے کی کوشش کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔

افسوس ناک بات یہ تھی کہ وہ دونوں ہی انقرہ کے مقامی بدمعاش ثابت ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک کے قبضے سے بے آواز ریوالور برآمد ہوا تھا۔ دوسرے کے پاس ایک سریع الاثر زہر سے بھری ہوئی ایسی سرنج تھی جو شکاری یا حیوانی ماہرین دور سے پھینک کر خطرناک درندوں کو بے ہوش کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ دور سے پھینکی جانے والی سرنج کی سوئی جسم میں پیوست ہوتے ہی، جھٹکے کے زور میں سرنج کا سیال شکار کے جسم میں اتر کر اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔

وہ خبر آئزک بیل کی دھمکی کے عین مطابق تھی۔ مشکل یہ تھی کہ ملٹری اسپتال کے ایک مریض کے خلاف قاتلانہ عزائم کا اعتراف کرنے کے باوجود دونوں ترک اس غیر ملکی کے بارے میں کوئی قابلِ ذکر بات نہیں بتا سکے تھے جس نے انہیں فون پر اس کام کے لیے آمادہ کر کے نہایت رازدارانہ طور پر طے شدہ رقم کے لفافے پہنچائے تھے۔

"ہر طرف سے ناکامیوں کے زخم کھانے کے بعد اب آئزک بیل سلطان شاہ کے خون کا پیاسا ہو گیا ہے۔ اس کے لیے غیر معمولی خبر گیری ضروری ہو گی ہے۔" میں نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

"ان دونوں مشتبہ افراد کی گرفتاری ترک حکام کی گہری دلچسپی کا ثبوت ہے۔ انقرہ میں اس کی حفاظت کے لیے اب تک غیر معمولی انتظامات کیے جا چکے ہیں گے۔"

"کوشش کرو کہ اب اسے جلد از جلد کراچی منتقل کر دیا جائے۔" میں نے مشورہ دیا۔

"جب تک اس کے معالج اسے سفر کے قابل قرار نہیں دیتے، کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ ذرا مدن موہن والا اونٹ کسی کروٹ بیٹھ جائے تو میں خود ایک دن کے لیے انقرہ جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ اگر اس کی حالت بھی بہتر ہوئی تو میں اپنی ذمے داری پر اسے کراچی لے آؤں گا۔"

"اپنے گھر اور اپنی مٹی کی بات اور ہی ہوتی ہے۔ اپنوں کے درمیان لوٹ آنے کا احساس ہی سلطان کی طبیعت تیزی سے بحال کرنے کے لیے کافی ہوگا۔"

ہلکی سی ہنسی کے ساتھ اس کی آواز آئی "گھر ہی ہوتا ہے۔ آج کل شہر بھر میں باری باری دو گھنٹے کی شیڈنگ ہو رہی ہے۔ ہماری باری خبرنامے کے وقت آتی ہے لیکن پھر بھی بے فکری ہے۔ ان دو گھنٹوں کے لیے میرا بجلی سے کام کرنے والا کارڈلیس فون ناکارہ ہو جاتا ہے۔ آج اس کے ساتھ ایک عام انسٹرومنٹ بھی لگا لوں گا تاکہ دو گھنٹے کی اس بے خبری سے نجات مل جائے۔"

"یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ کسی وقت ان مسائل سے نجات مل ہی جائے گی۔ یہاں بجلی کے بغیر معمول کی زندگی کا چلنا ناممکن ہے۔ نہیں یہ لوگ کیسے اپنا نظام چلا رہے ہیں کہ یہاں شیڈنگ اور بریک ڈاؤن کا تصور ہی نہیں ہے۔"

ایک لانگ ڈسٹنس کال پر وہ رونا گانا وقت کی بربادی کے سوا کچھ نہیں تھا لیکن بات اول خان

چھیڑی تھی۔ اس کے دل جوئی کے لیے میں اس کا ساتھ دیتا رہا پھر چند رسمی فقروں کے تبادلے کے بعد میں نے ریسیور کریڈل ہک پر لٹکا دیا۔

فون کارڈ جیب میں ڈال کر میں بوتھ کے دروازے کی طرف پلٹا تو لمحہ بھر کے لیے میرے قدم زمین میں گڑ کر رہ گئے۔

بوتھ کے قریب فٹ پاتھ پر ایک جسیم اور صحت مند سفید فام دونوں ہاتھ بغلوں میں دبائے کھڑا تھا اور میری طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں خباثت نہ جھلک رہی ہوتی تو میں یہ سمجھ کر اسے نظر انداز کر دیتا کہ وہ وہاں کھڑا میری کال ختم ہونے کا انتظار کر رہا ہوگا۔ ویسے بھی اس وقت تک نیویارک کی بیشتر خرابیاں سیاہ فاموں کے حوالے سے میرے سامنے آئی تھیں لیکن اس کی للکارتی ہوئی حریصانہ نظروں نے میری ذہن میں فوراً ہی خطرے کی گھنٹی بجا دی۔

میں نے بوتھ کا دروازہ کھول کر نکلنے سے پہلے آس پاس کا جائزہ لیا۔ وہاں دور دور تک کوئی متنفس نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں واپسی کا ارادہ ترک کر کے بوتھ ہی میں رکا رہتا تو وہ میری خوف زدگی کا اندازہ لگا کر شیر ہو سکتا تھا۔ وہ زبردستی بوتھ میں گھسنے کی کوشش کر سکتا تھا یا پھر شیشہ توڑ کر مجھے زخمی کر سکتا تھا۔ سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ میں غیر مسلح تھا۔ محض فون کرنے کے لیے نیچے آتے ہوئے جیب میں ہتھیار ڈالنے کی ضرورت میں نے محسوس ہی نہیں کی تھی۔

میں نے تن بہ تقدیر ہو کر فون بوتھ کا دروازہ کھولا۔ وہ جسیم امریکی ایک لمبا ڈگ لے کر میرے قریب آیا۔ اس کے دونوں ہاتھ بغلوں سے برآمد ہوئے اور اس کا داہنا ہاتھ میری پسلیوں سے جا لگا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے کس چھوٹے ریوالور کی آہنی نال کا دباؤ اس کے ہاتھ کے لمس سے زیادہ سنگین تھا۔

"جیبیں خالی کرو ورنہ گولی مار دوں گا۔" وہ سرسراتی ہوئی درشت آواز میں بولا۔

اس کی آنکھوں میں وحشت اور چہرے پر سفاکی لہرا رہی تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ میں نے اس کے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی تاخیر کی تو وہ بے دریغ فائر کر کے لمحہ بھر میں مجھے جنت مکانی بنا دے گا۔

میں نے جوں ہی جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا، اس نے کہنی مار کر مجھے روکا اور پھر خود ہی میری جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔

یہ میری یا اس کی خوش نصیبی تھی کہ پہلی ہی جیب سے اسے سو، سوا سو ڈالر مل گئے۔ اس نے ان ڈالروں پر ایک حریصانہ نظر ڈال کر اپنی جیب میں اُڑسا پھر میری بائیں کلائی پر ہاتھ مارا جہاں رسٹ واچ نہیں تھی۔ وہ دانت پیس کر خود کلامی کے انداز میں ادھوری گالیاں دینے لگا۔

وہ واقعی کوئی پیشہ ور رہزن تھا اور ایسی وارداتوں میں وقت کی اہمیت سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ لوٹ مار کر کے سرعت سے فرار ہونے کے بجائے شکار کو پوری طرح نچوڑنے کے چکر میں پڑنے والے لٹیرے عام طور پر پکڑے جاتے ہیں۔ اس نے میرے اوپر ضرورت سے ایک لمحہ بھی زیادہ صرف نہیں کیا۔

اسے میرے پاس سے شاید توقع سے زیادہ رقم مل گئی تھی۔ رسٹ واچ ہاتھ نہ آنے پر اس نے ریوالور کی نال سے مجھے زور سے پیچھے دھکا دیا اور دانت پیس کر ہذیانی لہجے میں بولا "ڈون کم بی ہائن می یو باسٹر.... آئی شوٹ!"

وہ اس کی گوراشاہی، جاہلانہ انگریزی تھی جس میں الفاظ کے آخری حصے اس کے حلق ہی میں اٹک گئے تھے مگر میں نے اس کے ایک ایک لفظ کو اچھی طرح سمجھ کر جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اپنے پیچھے نہ آنے کی دھمکی دے کر وہ تیزی سے سڑک کے پار دوڑتا چلا گیا۔

میں نے اپنی زندگی میں خود کو بڑے بڑے سفاک حریفوں کے سامنے بھی کبھی خود کو اتنا بے بس نہیں پایا تھا جتنا نیویارک کے اس اچکّے کے سامنے ہو گیا تھا۔ نقدی اور قیمتی اشیاء کی تلاش میں راہ گیروں کو تشدد کا نشانہ بنانے والے ایسے مجرموں کے ردِعمل کے بارے میں کبھی کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔ کبھی وہ اپنے شکار

کے جارحانہ تیور دیکھتے ہوئے دُم دبا کا خالی ہاتھ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی کنگال شکار کے قبضے سے کچھ نہ ملنے پر بگڑ کر اسے گولی تک مار دیتے ہیں۔

بلائے بود و لے بخیر گزشت۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ ناگہانی طور پر نازل ہونے والی وہ آفت محض تھوڑے سے ڈالروں کی بھینٹ لے کر گزر گئی تھی۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نیویارک جیسے شہرۂ آفاق اور بین الاقوامی شہر کے باسی غیر ملکیوں کو اپنے شہر کی اچھی اور بڑی شہرتوں کے چیدہ چیدہ نمونے دکھانے میں اتنی عجلت سے کام لیتے ہوں گے۔

دراصل وہ قصور میرا ہی تھا۔ نیویارک کے رہنے والے اور تجربے کار سیاح اس وقت ویران سڑکوں پر کہیں مارے مارے نہیں پھر رہے تھے۔ ان اوقات میں شہر میں لاحق ہونے والے خطرات سے ناواقف اور ضرورت سے زیادہ پُر اعتماد غیر ملکی ہی ویران سڑکوں پر بنے ہوئے چوہے دانوں میں اپنی پسند کا چوہے دان تلاش کرتے ہیں اور اندر قدم رکھتے ہی کسی رہزن کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔

میری جیب خالی ہو چکی تھی۔ اگر بوتھ سے ہوٹل تک کے سیدھے راستے پر مجھے کوئی دوسرا اچکا مل جاتا تو اسے پیش کرنے کے لیے میرے پاس پھوٹی کوڑی بلکہ ایک سینٹ تک نہیں رہا تھا۔ سگریٹ سلگا کر میں نے اپنی رفتار بڑھا دی تاکہ جلد از جلد ہوٹل کی چار دیواری میں پناہ لے سکوں۔

میں چین پلازہ کے قریب پہنچا تو ہوٹل کا ایک دربان برآمدے کی سیڑھیوں سے فٹ پاتھ پر اتر کر شاید میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں، سر؟'' میرے قریب پہنچنے پر اس نے خلیقانہ مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

میں نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دے کر کہا ''تمہیں اس غیر معمولی مزاج پُرسی کا خیال کیسے آ گیا؟''

''میں دیکھ رہا تھا۔ بوتھ کی روشنی میں شاید کسی رہزن نے آپ کو روک لیا تھا۔'' اس نے دانت نکال کر مجھے آگاہ کیا پھر بے تکلفی سے پوچھا۔ ''وہ کتنے چھین کر لے گیا؟''

مجھے غصہ آ گیا۔ لاتعلقی سے پورا تماشا دیکھنے کے بعد وہ میرے تازہ زخم پر نمک پاشی کر رہا تھا۔ ''بڑی شرم کی بات ہے۔ تم سب کچھ دیکھ اور سمجھ رہے تھے لیکن تم نے ذرا بھی مداخلت نہیں کی۔''

''سوری سر! میں یہاں ڈیوٹی پر ہوں۔ بوتھ یہاں سے بہت دور ہے۔ میں اسے للکارتا تو وہ آپ کو زخمی کر کے بھاگ جاتا اور الزام میرے سر آ جاتا۔ اس کا بہترین علاج یہی ہے کہ آدمی اپنی جیب یا پرس میں ہر وقت پچیس پچاس ڈالر ضرور رکھے۔ ان کی توقعات اس سے زیادہ نہیں ہوتیں۔''

میں اس کے منہ لگے بغیر عمارت میں داخل ہو گیا۔

اوپر ویرا شب خوابی کا اشتعال انگیز مغربی لباس زیب تن کر کے سونے کی تیاری کر چکی تھی۔ میں نے اس پر کوئی کڑوا کسیلا تبصرہ کرنے کے بجائے یکسر نظر انداز کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

''کراچی سے تمہارے لیے نیک خواہشات کا پیغام لایا ہوں وہاں سب خیریت ہے۔''

''وہاں سے رابطہ نہ ہونے پر میں ایک خلا سا محسوس کر رہی تھی۔ اچھا ہوا کہ تم نے اس وقت ہمت کر کے باہر سے بات کر لی۔ میں نے بھی یہ وقت پوری طرح استعمال کیا ہے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے سونے کی پوری تیاری کر لی ہے۔'' میں نے بے رخی سے کہا۔

''میں نے ڈیوڈ اسٹارز کے مرکزی دفتر کا سراغ لگا لیا ہے۔ ابھی تک ہم انہیں بھولے ہوئے تھے۔'' اس نے فخریہ لہجے میں آگاہ کیا۔ ''وہ بھی رنکس کے دفتر کے آس پاس دوسری اسٹریٹ پر پائے جاتے ہیں۔''

''آج تم ٹیلی فون ڈائریکٹری کو بائبل کے طور پر استعمال کر رہی ہو۔'' میں نے کہا۔

''بائبل کی تقدس کو اتنی بے رحمی سے مجروح نہ کرو۔ وہ بھی ایک الہامی کتاب ہے، اس کو اصل مقام

گرانے کا کام اس کے پیروکار بہت تن دہی سے سرانجام دے رہے ہیں۔“

”تم ہمیشہ بات کومنفی رخ پر لے جاتی ہو۔ میں نے بائبل کی کیا توہین کی ہے؟“

ویرا نے اشتباہ آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا اور پوچھا۔ ”تمہارے ذہن میں لندن کے ماسٹر رابرٹ ہوٹل کی وہ بائبل نہیں آئی تھی جس کے پہلے صفحے پر کسی کال گرل نے فون نمبر کے ساتھ اپنا ذومعنی پیغام لکھا ہوا تھا؟ میں نے تو ڈائریکٹری پر ایک لفظ تک نہیں لکھا۔“

”ایسا گند تمہارے تنگ دماغ میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ میں اس واقعے کو اسی دن بھول چکا تھا۔“

”میرے دماغ کی کشادگی کا یہ حال ہے کہ میں ڈیوڈ اسٹارز کے دفتر فون کر چکی ہوں۔“

”آئزک بیل سے مذاکرات کیسے رہے؟“ میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

”جلی کٹی باتیں مت کرو۔ اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا۔ ریکارڈنگ مشین منسلک تھی۔ میں نے بدلی ہوئی مردانہ آواز میں اس پر پیغام چھوڑ دیا ہے کہ اسحاق گھنٹی کسی بڑی بربادی سے بچنا چاہتا ہے تو وہ کل شام چار بجے ڈیوڈ اسٹارز کے دفتر میں موجود رہے۔“

”تمہارا خیال ہے کہ وہ اس ہدایت پر سعادت مندی سے عمل کرے گا؟“

”نہ کرے.... اسے پیغام ضرور ملے گا۔ یہ خیال اس کے لیے سوہانِ روح بن جائے گا کہ تم اس کے گرد گھیرا تنگ کرتے جا رہے ہو۔ پریشانی کے عالم میں وہ صحیح وقت پر صحیح فیصلے کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔ اس وقت اس کی ناکامیاں بھی ہماری کامیابی میں شمار ہوں گی۔“

”ایسی ہی کوشش سوسائٹی فار ہیروئن اریڈی کیشن میں بھی کی جاسکتی ہے۔“

”میں بتا چکی ہوں کہ امریکا میں عملی طور پر شی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ڈائریکٹری میں اس کا کوئی فون نمبر نہیں مل سکا ورنہ میں وہاں بھی فون ضرور کرتی۔ سی ایس ڈی کی افادیت کے بارے میں اسحاق گھنٹی کے اعتراف کے بعد میں پوری بے خوفی سے فون استعمال کر رہی ہوں۔“

ہوٹل سے تھوڑی دور سنسان سڑک پر ایک رہزن کے ہاتھوں لٹنے کا واقعہ میری لیے اتنا ہتک آمیز تھا کہ میں نے ویرا سے اس کا ذکر ہی گول کر دیا۔

ہوٹل کے محفوظ کمرے میں وہ رات بہت سکھ چین سے گزر گئی لیکن صبح کے اخبارات کی لرزہ خیز سرخیوں نے میرا دل بوجھل کر دیا۔

فسادات کی تباہ کاریوں میں متعدد افراد کے زخمی ہونے کے ساتھ نو افراد اندھا دھند چلائی جانے والی گولیوں کی زد میں آکر مارے گئے تھے۔ بلیک ڈیڈ کے معروف دوستوں کے ایک کیسینو اور دو شراب خانوں کو نامعلوم حملہ آوروں نے کھنڈرات میں تبدیل کر کے چار افراد کو زندہ جلا دیا تھا۔ صبح سویرے تک پولیس ہارلم کے مضافات میں اپنے قدم جما سکی تھی۔ مرکزی حصے تک رسائی کا ہر راستہ بری طرح مسدود کر دیا گیا تھا۔

اخبارات والوں کے لیے نیویارک کے جرائم پیشہ افراد کی پرانی رقابتوں اور رنجشوں کے قصے راز نہیں تھے۔ ان تمام امکانات کی راہ میں سب سے بڑا سوالیہ نشان یہ تھا کہ اس بار فساد کا آغاز مشتبہ افراد کے کسی ٹکراؤ سے نہیں ہوا تھا بلکہ رنگس جیسے نیک نام ادارے کی رقم لے جانے والی گاڑی کو پیش آنے والی مبینہ رکاوٹ ان خوں ریز ہنگاموں کی بنیاد بنی تھی۔

نیویارک ٹائمز کا رپورٹر اپنے پیشہ ورانہ معاملات میں بہت بے خوف تھا۔ اس نے رنگس کی ساکھ پر براہِ راست حملہ کیے بغیر یہ سوال اٹھایا تھا کہ ابتدائی حادثے میں ملوث ہونے والی رنگس کی گاڑی کے عملے کے بارے میں یہ تحقیقات ہونی ضروری تھیں کہ وہ سب یا ان میں سے کوئی اہم آدمی شہر کے کسی بڑے گروہ کے ہاتھوں بکا ہوا تو نہیں تھا۔

ان خبروں میں بلیک ڈیڈ کا نام ایک مظلوم فریق کے طور پر ابھرا تھا۔ اس کے تین قریبی دوستوں کے کاروباری ٹھکانے برباد کرنے کے بعد جلا دیے گئے تھے۔ وہاں چار آدمی زندہ جل مرے تھے۔ بلیک ڈیڈ کے بقیہ ہمدردوں میں سے ہلاک یا زخمی ہونے والوں کی تعداد کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ شاید انہیں ان کے شکست خوردہ ساتھی خاموشی سے اٹھا لے گئے تھے۔

بہت کچھ کھل جانے کے باوجود اخبارات اور عوام کو شاید اندازہ نہ ہو پاتا کہ ان خونی ہنگاموں کی داغ بیل آئزک بیل نے ڈالی تھی مگر بلیک ڈیڈ کے لیے اپنے لہو کے پیاسے کو پہچاننا ذرا بھی دشوار نہیں تھا۔ بس یہ سمجھنا مشکل تھا کہ آئزک بیل اس سے کیوں ناراض ہوا تھا۔

ہارلم میں اپنے تین اڈے اور متعدد آدمی گنوا دینے کے بعد یہ کسی طرح بھی ممکن نظر نہیں آ رہا تھا کہ بلیک ڈیڈ جیسا بزدل اور مصلحت کوش شخص اپنے دشمن کے خلاف انتقام کی راہ پر چل پڑے۔ زیر زمین دنیا کے ہر مینڈک کو اندازہ ہوتا ہے کہ کسی ہاتھی کے مقابلے پر میدان میں اترتے ہی اسے پیس کر نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

بلیک ڈیڈ ان نقصانات پر صبر کر کے خاموش رہتا یا پھر رابطوں کی کوئی درمیانی کڑی استعمال کر کے آئزک بیل کی برہمی کے اسباب جاننے اور پھر اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کرتا۔ غالب امکان یہی تھا کہ وہ آخری راستہ اختیار کرتا۔ اس کے نتائج سامنے آنے میں کئی دن بھی لگ سکتے تھے۔ اس دوران میں ہم اپنا کام آگے بڑھا سکتے تھے۔

گیارہ بجے ویرا نے جینی کے لیے رنگس کے دفتر فون کیا۔ اپنا وہ فون نمبر جینی ہی نے اسے لکھوایا تھا۔ اس پر بات کرنے میں یہ خطرہ نہیں تھا کہ رنگس کا کوئی فون آپریٹر ان دونوں کی گفتگو سن سکے۔ ہمارے کمرے کے فون کے ساتھ نصب سی ایس ڈی نے ایسے امکانات پہلے ہی مسدود کیے ہوئے تھے مگر ویرا نے یہ بات جینی کو بتانی مناسب نہیں سمجھی تھی۔

جینی نے سب سے پہلے ویرا کو یہ خبر دی کہ ہیلن رائے اس کی توقع سے زیادہ سر پھری لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ نہ صرف یہ کہ اس نے رنگس کی ملازمت کو خیرباد کہہ دیا تھا بلکہ جینی کو فون کر کے صدمے سے رندھی ہوئی آواز میں یہ بتایا تھا کہ وہ رنگس انکارپوریٹڈ کے چیف کے گھناؤنے کردار کو بے نقاب کرنے کے لیے اخبار والوں سے رجوع کر رہی ہے۔

جینی نے اسے اس بڑے اقدام سے روکنا چاہا لیکن ہیلن رائے اپنی ضد پر اڑی رہی۔

اصل بات یہ تھی کہ خود جینی کو بھی ہیلن کی اس حرکت کے خوف ناک نتائج کا اندازہ نہیں تھا ورنہ وہ اس لڑکی کو خوف زدہ کر کے ارادہ بدلنے پر مجبور کر سکتی تھی۔

آئزک بیل جیسے نام نہاد معزز اور باحیثیت شہری کے خلاف اخبار والے ہیلن رائے کی ہر بات پوری توجہ سے سنتے اور ان تمام امکانات کو اپنے مخصوص مفادات کے لیے محفوظ کر لیتے لیکن ایک بڑی شخصیت کے خلاف ہیلن جیسی بے بساط لڑکی کی کہانی کو چھاپنے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔

ہیلن کے پاس ایک نامعلوم شخص کے فون کی داستان کے سوا، اپنے بیان کے حق میں کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں تھا شاید رنگس کے دوسرے ملازمین اپنی نوکریاں بچانے کے لیے یہ اعتراف نہ کرتے کہ ہیلن نے ہارلم کا فساد شروع ہونے سے چھ گھنٹے پہلے ہی انہیں بتا دیا تھا۔ ایسی کمزور کہانی کی اشاعت پر آئزک بیل ہتک عزت کا دعویٰ کر دیتا تو بعض اخبارات اپنے سارے اثاثے بیچ کر بھی اسے ہرجانے کی خطیر رقم ادا نہیں کر سکتے تھے۔

مجھے ہیلن رائے پر ترس آنے لگا۔ وہ لڑکی بہت نیک اور مخلص تھی۔ اس نے دردمندی کے انسانی جذبے کے تحت اپنی لگی لگائی نوکری پر لات مار کر بے روزگاری کے پُرآشوب تجربے سے گزرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ امریکا میں ان دنوں بے روزگاری شباب پر تھی اور اچھی نوکری کا ملنا آسان نہیں تھا۔

وہ بے روزگار ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے نادانستگی میں اپنے لیے ایک بھیانک انجام منتخب کر لیا تھا۔ اس کا یہودی نژاد ہونا بھی اسے آئزک بیل کے عتاب سے نہیں بچا سکتا تھا۔

یہ ایک الگ بات تھی کہ اس کے کیے ہوئے انکشافات کسی اخبار میں جگہ نہ پاتے۔ خطرہ یہ تھا کہ نیویارک کے پریس میں یہودیوں کے دوستوں کی بھرمار تھی۔ ڈیوڈ اسٹارز کا کوئی ہمدرد یا آئزک بیل کا کوئی خیر

خواہ اسے یہ خبر پہنچا دیتا کہ اس کے ادارے کی ایک سابقہ ملازمہ اس کے بارے میں ایک ناقابل یقین کہانی اشاعتی اداروں میں پھیلاتی پھر رہی ہے تو آئزک بیل کے ایک اشارے پر ہیلن کی زندگی کا چراغ گل کیا جاسکتا تھا۔

میں پاکستان سے عبدالستار ایدھی کی طرح انسانیت کی بھلائی کا کوئی عالمی مشن لے کر نیویارک نہیں پہنچا تھا۔ میرے سامنے میرے مقاصد بہت واضح اور متعین تھے۔ صحیح اور غلط، ہر طریقے سے مجھے وہ مقاصد حاصل کرنے تھے جن میں آئزک بیل کی ہلاکت و رسوائی سرفہرست تھی۔

ہارلم میں جو کچھ ہوا، اس پر خوشی کا اظہار نہیں کیا جاسکتا تھا، وہ کھلی ہوئی درندگی اور بربریت تھی۔ اس میں میرا کوئی عملی کردار نہیں تھا۔ میں نے اپنی گفتگو سے آئزک بیل کے شبہات کو تقویت ضرور پہنچائی تھی لیکن فیصلے اور پھر اس پر عمل کی پوری پوری ذمے داری اسی کی تھی۔ اپنی اس خون آشام کارروائی کے نتیجے میں آخر کار.... بدترین رسوائی اس کا مقدر بننے والی تھی۔

جس طرح آئزک بیل اور بلیک ڈیڈ کی لڑائی میرے مفاد میں تھی، اسی طرح ہیلن رائے کا اپنے چیف کی پس پردہ سرگرمیوں سے باخبر ہونا میرے لیے مفید تھا۔ رنکس کے ایمان دار ملازمین سے سینہ بہ سینہ چلتے ہوئے ان خبروں کو شہر بھر میں پھیلنا تھا۔ اس کے کرتوتوں کی وہ تشہیر آخر کار اسے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑتی۔ ملزم سے مجرم بننے کے بعد وہ بہت سی سہولتوں سے محروم ہوسکتا تھا۔

میں نے ہیلن رائے کو اعتماد میں لیا تو اس کا کوئی برا انجام میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔ اگر وہ کوئی غلط فیصلہ کرکے تباہی کے راستے پر چل پڑی تھی تو اسے روکنا میرے بس سے باہر تھا۔

ہیلن رائے سے سنی ہوئی پیش گوئیوں کے ہارلم میں لفظ بہ لفظ درست ثابت ہونے کے بعد جینی بھی اپنے چیف سے متنفر ہوچکی تھی لیکن وہ ہیلن کی طرح بے وقوف نہیں تھی۔

ہیلن رائے کے دفتر سے غائب ہونے کی باضابطہ اطلاع ملنے پر وہ خود آئزک بیل کے دفتر میں جاکر بیٹھ گئی اور مکمل تخلیے میں اس کی ٹیبل ڈائری، نوٹ بک اور غیر مقفل اشیا کا جائزہ لینے لگی۔ اس دوران میں وہ کارآمد نظر آنے والی ہر کاغذ کی فوٹو کاپی بھی تیار کرتی رہی۔

ہمارے عزائم کے عین مطابق وہ آئزک بیل کے دفتر میں ایسی شہادتیں تلاش کرتی رہی جنہیں منظر عام پر لاکر اس بھیڑیے کی مصنوعی ساکھ تباہ کی جاسکے۔

اسے کچھ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی ان کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہوسکے گی مگر پھر بھی اس نے خاصا مواد جمع کرلیا تھا۔

متعدد کاغذات کی نقول سے زیادہ اہم سبز رنگ کی وہ فائل تھی جو جینی کو آئزک بیل کی میز کی درازوں کے پیچھے رکھی ہوئی ملی تھی۔

اس فائل میں بہت قیمتی اور موٹے کاغذ پر انگریزی حروف میں ٹائپ کیے ہوئے پانچ صفحات موجود تھے۔ حروف انگریزی ہونے کے باوجود اس طویل دستاویز کا ایک لفظ بھی جینی کے پلے نہیں پڑسکا تھا۔ وہ انگریزی رسم الخط میں لکھی جانے والی کئی زبانوں سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتی تھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ کوئی مروّجہ زبان نہیں تھی۔

جو کچھ لکھا تھا، وہ یقیناً کسی نامانوس اور خفیہ زبان میں تھا۔ اس تحریر کے آخری صفحے کے اختتام پر چار دستخط تھے۔ ان میں سے کسی کا نام پڑھنے میں نہیں آرہا تھا لیکن آئزک بیل کے دستخط جینی کے لیے نئے نہیں تھے۔ وہ رنکس میں ملازمت کرنے کی وجہ سے اپنے چیف کے دستخط روز ہی دیکھنے کی عادی تھی۔

وہ فائل آئزک بیل کی میز میں اس طرح چھپا کر رکھی گئی تھی کہ ساری درازیں کھول کر بھی اس کا پتا نہیں چلایا جاسکتا تھا۔ جینی کو درازوں کے پیچھے سے اپنے کچھ گمشدہ کاغذات ملنے کا پرانا تجربہ تھا اس لیے اس نے آئزک بیل کی درازوں کے پیچھے کا بھی جائزہ لے ڈالا اور یوں وہ پانچ ورقی فائل اس کے ہاتھ لگ گئی۔

جینی نے ان کاغذوں کی فوٹو کاپی کرنے کے بجائے پوری فائل ایک بڑے لفافے میں چھپالی تھی اور اسے ویرا کے حوالے کرنے پر آمادہ تھی۔

آئزک بیل کے کمپیوٹر کو چلانے میں جینی بری طرح ناکام ہوئی تھی۔ اس کا پروگرام کچھ ایسا تھا کہ ابتدا ہی میں کمپیوٹر پاس ورڈ طلب کرتا تھا جس سے جینی لاعلم تھی۔ اس نے پاس ورڈ کے لیے اپنی سوچ کے مطابق بہت سے الفاظ استعمال کیے لیکن پروگرام چلا کر آئزک بیل کی ریکارڈ کی ہوئی معلومات تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔

ویرا کے بارے میں جینی بہت حساس تھی۔ اسے اندیشہ تھا کہ ویرا اس کے قریب آئی تو وہ دونوں مشکلات سے دوچار ہوجائیں گی۔ دوسری طرف وہ آئزک بیل کے دفتر سے حاصل کیے ہوئے کاغذات زیادہ دیر تک اپنے پاس رکھنے پر تیار نہیں تھی۔ ڈاک کا استعمال خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اس الجھن کا وہ دونوں کوئی حل نہیں نکال سکی تھیں۔

”کوئی راہ نظر نہیں آئی تو شام کو گھر واپس جانے سے پہلے جینی وہ فائل واپس رکھ دے گی اور فوٹو کاپیاں.... تلف کردے گی..... فی الحال وہ اس کھیل میں ایک فریق بننے کے موڈ میں نہیں ہے۔“ جینی سے ہونے والی گفتگو دہرانے کے بعد ویرا نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔

”وہ کاغذات ہمارے ہاتھ آنے چاہئیں۔ شاید ہمیں اسحاق کے بارے میں کچھ اہم باتیں معلوم ہوجائیں۔ جب تک وہ زندہ ہے، ہمیں کچھ نہ کچھ کرتے رہنا پڑے گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”جینی مجھ کو اس لیے دور رکھنا چاہ رہی ہے کہ ایک زمانے میں امریکا میں میری بہت تشہیر ہوئی ہے۔ ابھی حال میں چھپنے والے انعامی اشتہاروں نے لوگوں کی یادداشت کو تازہ کردیا ہوگا.....“

میں نے اس کی بات کاٹ دی ”نیویارک آنے کے بعد سے تم گوشہ نشین نہیں ہو۔ ضرورت کے تحت باہر نکل رہی ہو مگر کسی نے تمہیں نہیں پہچانا۔ جینی کیوں ڈر رہی ہے؟“

”دوسرے نہیں پہچان سکیں گے۔ اسحاق گھنٹی کے آدمی شاید پہچان لیں۔ جینی کو یہ خوف بھی ہے کہ کہیں اس کی نگرانی نہ ہورہی ہو۔ اگر اس کا یہ خدشہ درست ہے تو پھر اس سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ یہاں ہم ایک بار پکڑے گئے تو مر کر بھی نجات حاصل نہیں کرسکیں گے۔“

”ہاتھ آئے ہوئے کاغذات کو ٹھکرا کر ہم جھک مارتے رہ جائیں گے۔“

ویرا نے چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد پُرخیال لہجے میں کہا۔ ”میرے بجائے تم جینی کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے؟“

”میں نے سوچا تھا لیکن تمہاری وجہ سے خاموش رہا۔ تم مجھے اس سے دور رکھنا چاہتی ہو کیونکہ میں اسے دیکھتے ہی پھسل جاؤں گا اور وہ مجھے تل کر کھا جائے گی۔“

”وہ رضامند ہوگئی تو تم بے خوف وخطر رنکس کے دفتر میں چلے جاؤ گے؟“

”ان کے پاس میری کوئی تصویر نہیں ہے۔ صرف میری رنگت ہی مجھے مشکوک بناسکتی ہے۔ وہاں سے اسحاق کی غیر حاضری کی صورت میں شاید یہ خطرہ بھی نہیں ہے۔“

”اگر تم سنجیدہ ہو تو میں اس سے بات کروں؟“ ویرا نے بے یقینی سے پوچھا۔

”ضرور کرو..... یہ بھی کہہ دینا کہ لفافے میں اسحاق گھنٹی کی دوچار ایسی تصاویر بھی ڈال دے جن کے سہارے اس کی شناخت آسانی سے ہوسکے اور ہاں، اسے میرا شجرہ نہ بتا ڈالنا۔ میں تمہارے قاصد کے طور پر اس سے ملنا پسند کروں گا۔“

”قاصد کے بجائے بوائے فرینڈ زیادہ مناسب رہے گا۔ وہ خود بھی شادی کیے بغیر ذہنی سکون کی زندگی گزار رہی ہے۔ تجرد کی زندگی گزارنے والوں کی ان ضروریات کو خوب سمجھتی ہے۔“

میں خاموش رہا۔ میری خاموشی کو رضامندی سمجھ کر ویرا فون کی طرف متوجہ ہوگئی۔

چند منٹ تک فون پر بات کرنے کے بعد وہ مجھے

بتانے لگی۔ ''پروگرام طے ہو گیا ہے۔ تم اس کے سامنے اپنی شناخت کے لیے ایک ڈالر کے نوٹ کا آدھا حصہ پیش کرو گے اور وہ لفافہ تمہیں دے دی گی۔ اس بڑے لفافے کو پوشیدہ رکھنے کے لیے تمہیں بریف کیس ساتھ لے جانا ہوگا۔''

''وہ بعد کی باتیں ہیں۔ عمارت میں داخلے کا مرحلہ کیسے نمٹے گا؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ گیٹ پر بتا دے گی۔ تم اسٹینڈرڈ اسٹیشنری سپلائرز کے نمائندے کے طور پر وہاں جاؤ گے اور چند منٹ کی ملاقات کے بعد لوٹ آؤ گے۔ تمہارے لیے میرا نام صرف روزی ہے۔ اپنے لیے جو نام چاہو، منتخب کر لینا۔''

''یہ چند منٹ کی شرط تمہاری ہے یا جینی نے عائد کی ہے؟''

''میری طرف سے تمہیں کھلی اجازت ہے۔ چاہو تو اسحاق گھنٹی کی واپسی تک اس کے ساتھ رہو۔ میری جوتی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''تعجب ہے کہ تم اپنی جوتی کی مرضی پر چلتی ہو۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں خاصی مہنگی پڑی ہے۔''

''اس کے سامنے زیادہ چرب زبانی کا مظاہرہ نہیں کرنا۔ وہ اس وقت ذہنی دباؤ میں ہے۔''

''تم فکر نہ کرو۔ میں آدمی دیکھ کر بات کرتا ہوں۔ ہر ایک کے ساتھ لات جوتی استعمال نہیں کرتا۔ یہ رعایت صرف تمہارے لئے مخصوص کی ہوئی ہے۔'' میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

''میری رو بھکنے سے پہلے یہاں سے نکل جاؤ تو فائدے میں رہو گے۔'' اس نے مجھے گھورتے ہوئے سرد مہری سے کہا ''تمہاری کنپٹیاں سہلا دیں تو تم کافی دیر کے لیے ناکارہ ہو جاؤ گے۔''

وہ تجربہ یاد آتے ہی میں پھرتی سے اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

مجھے تیار ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ چلنے سے قبل میں نے اپنے بریف کیس میں ریوالور بھی رکھنا چاہا لیکن ویرا نے مجھے منع کر دیا۔

رسمی ایک سیکیورٹی چیک سی۔ وہاں آنے والوں کی جامعہ تلاشی یا دستی سامان کی تلاشی کا امکان خاصا قوی تھا۔ ابتدا ہی میں میرے بریف کیس سے کوئی ہتھیار برآمد ہو جاتا تو ٹرپل ایس کے نمائندے کی حیثیت سے میری پوزیشن مشکوک ہو سکتی تھی کیونکہ دنیا بھر میں کہیں بھی ہتھیار کے بل پر اسٹیشنری کی فروخت کا رواج نہیں ہے۔

چالیس ویسٹ، کنال اسٹریٹ۔ یہ اس عمارت کا مختصر سا پتا تھا جس میں رنکس کا دفتر واقع تھا۔ مین ہٹن کے وسطی علاقے سے گزر کر جنوبی حصے میں داخل ہوتے ہی بھیڑ بھاڑ اور رونق کا آغاز ہو گیا۔ اس علاقے میں وہ میرا دوسرا زمینی سفر تھا۔

مین ہٹن کی حد تک نیویارک کے ٹیکسی ڈرائیور بھی لندن والوں کی طرح اپنے کام میں بہت مشاق ہیں۔ ان میں امریکی کم اور غیر ملکی زیادہ نظر آتے ہیں۔ وہ سب ہی مین ہٹن میں محض پتا سن کر مسافر کو براہ راست اس کی منزل تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس کام میں ڈرائیوروں کی یادداشت یا مہارت سے زیادہ مین ہٹن کی شہری ترتیب کا دخل ہے۔ مجھے وہاں بار بار یہ خیال آتا رہا کہ اسلام آباد کی پوری منصوبہ بندی مین ہٹن کے طرز پر کی گئی ہے یہ اور بات ہے کہ زمین کی فراوانی اور سرمائے کی قلت کی وجہ سے اسلام آباد میں اونچی عمارتیں خال خال ہی نظر آتی ہیں۔

اس کثیر المنزلہ عمارت پر کسی نام کے بجائے پیتل کے چمکتے ہوئے حروف اور ہندسوں میں وہ لکھا ہوا تھا جو ویرا نے مجھے بتایا تھا۔

میں نے عمارت کے منقش فولادی دروازے کے پہلو میں لگا ہوا دیوار گیر بٹن دبایا پھر انٹر کام پر سوال کرنے والے کو اپنی شناخت بتائی۔ فوراً بزر کی آواز کے ساتھ فولادی دروازے کا ایک حصہ پہلو میں سرک گیا اور اس عظیم الجثہ دروازے میں ایک عام گھریلو پٹ کے برابر قد آدم خلا نمودار ہو گیا۔

راہداری میں مجھے سروسز اینڈ سیکیورٹی کی تختی والی کھڑکی پر رک کر رہنمائی لینی پڑی کیونکہ مجھے عام لفٹوں

کے بجائے رنکس کی مخصوص لفٹ استعمال کرنی تھی۔ گیارہویں منزل پر لفٹ سے باہر نکلتے ہی میں نے خود کو دمکتے ہوئے ایک پُرشکوہ دفتر کی راہداری میں موجود پایا۔ دفتر کی تعمیر اور تزئین میں شیشے اور لکڑی کا استعمال فراخ دلی کے ساتھ کیا گیا تھا۔ فرش سے سقف گیر روشنیوں تک ہر چیز گرد و غبار سے محفوظ چمک رہی تھی۔

راہداری میں انتظامی، مالیاتی اور دیگر شعبوں کی رہنمائی کرنے والی تختیاں موجود تھیں۔ مجھے قدرے حیران پا کر کہیں سے ایک مسلح باوردی شخص نکل آیا۔ وہ اس سے پہلے مجھے نظر نہیں آیا تھا۔

میرے استفسار پر اس نے انتظامی شعبے کی طرف ہاتھ اٹھا کر خالص امریکی لب و لہجے میں کہا ''سیدھے جا کر سیدھے ہاتھ پر دوسری راہداری میں مڑو۔ بائیں ہاتھ کا آخری کمرا للّی کا ہے۔''

کسی امریکی دفتر سے میرا پہلا رابطہ تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ دفتر کا ایک معمولی گارڈ ادارے کے سب سے بڑے عہدے پر فائز خاتون کا نام بے تکلفی بلکہ بے ادبی سے لے رہا تھا۔

وہ میری ابتدائی حیرت تھی۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ امریکا میں عہدوں میں امتیاز کے لئے تخاطب کی احتیاط کو بالکل لغو سمجھا جاتا ہے۔ ہر چھوٹا بڑا ایک دوسرے کو اس کے پہلے نام سے پکارتا ہے۔ اپنے فرائضِ منصبی سے متعلقہ ہر کام خود کرنا پڑتا ہے۔ فائل یا کاغذ ایک میز سے دوسری میز پر پہنچانے کے لیے چپراسیوں کی فوج نہیں پالی جاتی۔ کاغذ لے کر خود دوسرے کے پاس جانا ہوتا ہے۔

میں اس کی بتائی ہوئی سمتوں میں مڑ کر بائیں ہاتھ پر واقع آخری کمرے کے سامنے پہنچا تو شیشے کے دروازے میں سے اندر بیٹھی ہوئی خاتون کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ ویرا کی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ پُروقار اور کشش انگیز تھی اور سر جھکائے کچھ لکھ رہی تھی۔

دروازے پر دستک دینے سے پہلے میں نے دیکھا کہ جینی کا کمرا راہداری کے سرے پر نہیں تھا کچھ فاصلے پر دفاتر کی دوسری قطار نظر آ رہی تھی۔ درمیان میں شاید وہ راستہ تھا جو اسی فلور کے دوسرے دفاتر ورنکس سے ملاتا تھا۔

میری ہلکی سی دستک پر اس خاتون نے سر ہلا کر مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں دروازہ کھول کر، فرشی قالین سے آراستہ اس دفتر میں داخل ہو گیا۔ اس سے پہلے میں نے اپنی جیب میں سے ایک ڈالر کے نوٹ کا آدھا حصہ نکال لیا تھا۔

وہ ویرا کے مقابلے میں قدرے بھرے بھرے بدن کی مالکہ تھی۔ اس کے چہرے کے نقوش میں اس قدر تیکھا پن تھا کہ دیکھنے والا اس کشش سے مسحور سا ہو جاتا تھا۔ بڑی بڑی، چمکتی ہوئی، نیلی آنکھیں جھپکے بغیر میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

اس کی استفہامیہ نگاہوں کی سیدھ میں، میں میز کے سرے تک پہنچا اور پھٹا ہوا ڈالر خاموشی سے اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ ٹکڑا دیکھتے ہی اس کے گداز ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بیٹھ جاؤ۔'' اس نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے ہدایت کی۔ اس کی آواز میں نسوانی نرمی کے ساتھ ایک تحکمانہ وقار بھی نمایاں تھا۔

میں نے کرسی سنبھالنے سے پہلے نرمی سے اس سے ہاتھ ملایا۔ اس دوران میں ایک لمحے کے لیے بھی اس کی نظریں میرے چہرے سے نہیں ہٹی تھیں۔

''میرا نام للّی ہے....'' میرے بیٹھ جانے کے بعد اس نے اپنا تعارف کرایا ''تم کو کیا کہتے ہیں؟''

''نصف ڈالر'' میں نے بے ساختہ کہا ''میں ٹرپل ایس سے سیلز پروموشن کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔'' اس کے سوال کے جواب میں میری زبان مشینی انداز میں چل پڑی تھی۔

یہ ایک غیر معمولی بات تھی کہ اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اپنا تعارف کرانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی لیکن بعد میں ایک تجسس کے ساتھ اپنا پہلا نام بتا دیا تھا۔

''میں ان خرافات سے واقف ہوں۔ تمہارا اصل نام کیا ہے؟''

''ریمدان۔'' میں نے ذہن میں آنے والا پہلا نام دہرایا۔ اس وقت میں ویرا کی ہدایت کے مطابق اپنا منہ بگاڑ کر امریکی انداز میں جھٹکے دار انگریزی بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ریمدان....'' اس نے دھیرے سے دہرایا ''یہ ایک ہی نام ہے یا دو نام ملے ہوئے ہیں۔''

''ویسے تو یہ ایک ہی نام ہے لیکن میں تمہاری مشکل سمجھ رہا ہوں۔ تم اپنی سہولت کے مطابق مجھے ریم یا دان کہہ سکتی ہو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''اپنا بریف کیس گھٹنوں پر رکھ لو۔'' وہ ہدایت دیتے ہوئے شاید غیر ارادی طورر پر اس کی آواز بہت نیچی ہو گئی ''میرا دیا ہوا لفافہ بریف کیس میں فوراً بند کر لینا۔''

''بہت بہتر مس للی۔'' میں نے مؤدب لہجے میں کہا اور بریف کیس قالین سے اٹھا کر گود میں لے لیا۔

''مس اور مسز کچھ نہیں، میں صرف للی ہوں۔'' وہ اپنی میز کے برابر میں رکھے ہوئے ایک ریک کی طرف جھکتے ہوئے ہلکی سی ناگواری سے بولی ''نام کے آگے پیچھے غیر ضروری اغاظ جوڑنے سے انسانوں کی برابری کے تصور کی کھلی نفی محسوس ہوتی ہے۔''

''تمہارے خیالات قابل قدر اور مسرت انگیز ہیں۔ میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ تم جیسی خاتون کو بے تکلفی سے مخاطب کروں۔'' میں نے باچھیں پھیلا دیں۔

اس نے ایک ریک میں سے ایک پلندہ نکال کر اپنے سامنے رکھ لیا پھر سب سے نیچے دبا ہوا بڑا سا براؤن لفافہ میری طرف سرکا دیا۔ میں نے اسی سرعت اور خاموشی سے وہ وزنی لفافہ اندر ڈال کر بریف کیس بند کر لیا۔

اس کارروائی کے دوران میں گفتگو بھی جاری رہی۔ میرے جواب پر اس نے لطیف طنزیہ پیرائے میں پوچھا تھا ''مجھ جیسی سے تمہاری کیا مراد ہے۔ کیا میرے ماتھے پر کوئی سینگ نکلا ہوا ہے؟''

''ارے نہیں۔'' میں نے بوکھلا کر کہا ''نوجوانی کے ساتھ قدرت نے تمہیں حسن اور دلکشی کے عطیات سے نوازنے میں بھی فراخ دلی سے کام لیا ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔''

میں نے دیکھا کہ اس نے لفافے کے ساتھ ریک سے نکالے ہوئے پتلے پتلے اور رنگین پمفلٹ اپنے سامنے پھیلا لیے تھے اور وہ سب اسٹینڈرڈ اسٹیشنری سپلائرز سے متعلق تھے۔

میں دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ ویرا کو میرے بہروپ کے بارے میں بریف کرتے ہوئے اسے معلوم تھا کہ اس کے پاس ٹرپل ایس کا لٹریچر موجود تھا۔ اس وقت رنکس کا کوئی ملازم اتفاقی طور پر للی کے کمرے میں آ جاتا تو یہی سمجھتا کہ للی میرے لائے ہوئے لٹریچر کے مطالعے اور اسی کے متعلق مذاکرے میں مصروف ہے۔

''تم مبالغے سے کام لے کر شاید مجھے متاثر کرنا چاہ رہے ہو!'' اس نے ایک مرتبہ پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ میری آمد کا واحد اور بنیادی مقصد پورا ہو چکا تھا مگر وہ دانستہ گفتگو کو طول دے رہی تھی۔ میرے لیے وہ تاخیر خوش گوار تھی۔

''تم چاہو تو میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میرا ایک ایک لفظ سچ پر مبنی ہے۔''

''میں نے سنا ہے کہ اطالوی اسی طرح کی باتیں بنا کر عورتوں کو شیشے میں اتارنے کے فن میں طاق ہوتے ہیں مگر تمہارے خدوخال اطالوی ہیں، نہ لب و لہجہ ان جیسا ہے۔''

''اطالوی مرد اس معاملے میں حریص، خود غرض اور مطلب پرست ہوتے ہیں۔ میں ان پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اپنی ان ہی حرکتوں کی وجہ سے وہ یورپ کی مفلس قوموں میں شمار ہوتے ہیں۔''

''تم نے ابھی تک اپنی قومیت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔'' اس کے چہرے پر شوخی نمودار ہونے لگی۔

''بس جنوبی ایشیا کی پیداوار سمجھ لو.... شاید میرا کام ختم ہو چکا ہے۔ تمہیں ٹرپل ایس سے جو کچھ خریدنا ہے، وہ تم فون پر بتا ہی دو گی۔ کیا میں جا سکتا ہوں؟''

میں اس کی بڑھتی ہوئی دلچسپی بھانپ کر میں نے اچانک وہ قلابازی کھائی تھی۔ اس بہانے میں نے اس کے ذہن کو قومیت کے سوال سے بھی بھٹکا دیا تھا۔ میری قومیت کو بھول کر وہ رسانیت سے بولی ''کچھ دیر بیٹھے رہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہاری گرل فرینڈ بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔ میرے دفتر میں چند منٹ گزار کر تم اس سے کسی بے وفائی کا ارتکاب نہیں کرو گے.... تمہارے نام کے بارے میں، میں ابھی تک الجھن میں ہوں۔''

''الجھن کی نوعیت بتاؤ.... میں اسے دور کروں گا۔'' میں نے پورے خلوص سے کہا۔

''تمہارے نام کا صحیح تلفظ کیا ہے؟'' میری ذات میں اس کی دلچسپی خطرناک حد تک تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھے بے اختیار ویرا کے الفاظ یاد آنے لگے۔ جینی تجرد کی زندگی گزار رہی تھی، دل پھینک تھی اور ذہنی طور پر ہمیشہ پُرسکون رہتی تھی۔ اس قسم کا حدود اربعہ رکھنے والی کوئی خاتون یا لڑکی کسی نووارد مرد سے اس کے نام کا صحیح تلفظ پوچھنے لگے تو آخر کار اس مرد کے ستارے گردش میں آ ہی جاتے ہیں۔

میں اسے کورا سا جواب دے کر کرسی چھوڑ دیتا تو وہ میرا منہ دیکھتی رہ جاتی اور کچھ بھی نہ کر پاتی لیکن میں آئزک بیل کے دفتر میں ایک بڑے عہدے پر مامور اس خاتون کو ناراض کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ اس کے ذرا سے تعاون سے آئزک بیل کی نیندیں حرام کر کے اسے بے بسی کے عالم میں ٹھکانے بھی لگایا جا سکتا تھا۔ میں نے اسے خوش رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

''کچھ لوگ اسے رمادان اور بعض ریمے دان کہتے ہیں مگر میں ریمدان کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس کا صحیح تلفظ رمضان ہے جو امریکا میں بگڑ کر ریمدان ہو گیا ہے۔''

''رمادان....'' وہ لفظ دہراتے ہوئے اسے کچھ یاد آ گیا ''مشرق وسطیٰ میں ایک رمادان وار بھی ہو چکی ہے۔ یہ ساری الجھن اسی وجہ سے تھی۔ عرب خود اسے رمادان کہتے ہیں۔ اگر تم خود کو رمضان کہلوانا چاہو تو انگریزی میں اس کا صحیح مخرج اور تلفظ موجود ہے۔''

''میں تمہاری اس تجویز پر ضرور غور کروں گا۔ دیکھنا ہوگا کہ میرا صحیح نام کیا ہونا چاہیے۔''

''تمہارا تعلق پاکستان سے تو نہیں ہے؟'' وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اچانک پوچھ بیٹھی۔

میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ میں نے سنبھلے ہوئے لہجے میں پوچھا ''تمہیں یہ خیال کیسے آ گیا؟''

''ویرا کے ساتھ پاکستان کے ڈینی نامی کسی مرد کا نام پچھلے دنوں امریکا بھر کے اخباری اشتہاروں میں چھپتا رہا ہے۔ وہ کوئی پراسرار، طاقتور، زیرک اور حسین مرد ہے۔ تم بھی کچھ کم وجیہہ نہیں ہو۔ مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ تم ڈینی بھی ہو سکتے ہو اور آج کل روزی کے دوست بنے ہوئے ہو۔''

میں بھونڈے مگر مدافعانہ انداز میں ہنس پڑا ''تم کہہ رہی ہو تو میں خود کو وجیہہ مانے لیتا ہوں لیکن میں پراسراریت سے حسن تک ہر خوبی سے محروم ہوں۔ میں وہی رہنا چاہتا ہوں جو میں ہوں۔ دیومالائی قسم کے جناتی انسان عام طور پر برے انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔''

''تمہارا.... آخری نقرہ تمہاری بھرپور ذہانت کا شاہکار ہے۔'' وہ تحسین آمیز لہجے میں بولی ''تم سے مل کر مجھے انجانی سی مسرت ہو رہی ہے۔ اگر میں روزی سے اجازت لے لوں تو تم کوئی شام میرے گھر پر گزارنا پسند کرو گے۔'' وہ آخر کار اپنے مطلب کی بات پر آ ہی گئی۔

اس نے ویرا اور ڈینی کے نام لے کر مجھے ایک ذہنی جھٹکا لگانے کی کوشش کی تھی تاکہ اپنے شبہے کی تصدیق کر سکے۔ میں نے ویرا کے نام کو یکسر نظر انداز کر دیا اور ڈینی سے لاتعلقی کا اظہار کیا تو اس نے بھی ویرا کو فوری طور پر روزی بنا دیا۔

اسے ویرا کے بارے میں سب کچھ نہیں تو بہت کچھ معلوم تھا۔ اسے ویرا اور آئزک بیل کی دشمنی کا بھی علم ہو چکا تھا۔ ویرا نے اس سے بس ایک ہی بات چھپائی تھی کہ اس کے ساتھ میں بھی نیویارک آیا ہوا تھا۔ مجھے جینی کے پاس بھیجنے سے پہلے اس نے یہ کہانی تراشی تھی کہ وہ

روزی بن کر نیویارک میں روپوش تھی اور اپنے بوائے فرینڈ کو اس کے پاس روانہ کر رہی تھی۔

ویرا نے جینی کو اپنے بوائے فرینڈ کا کوئی نام نہیں بتایا تھا۔ جینی کے لیے میری شناخت ایک ڈالر کے نوٹ کے پھٹے ہوئے نصف حصے کو مقرر کیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے جینی کے استفسار پر اپنے ذہن میں آنے والا پہلا نام لے ڈالا تھا۔

جینی کا حسن میرے سامنے تھا۔ اپنی ذہانت وہ بتدریج ثابت کر رہی تھی۔ میرے گمراہ کن تعارف اور دبے دبے رویے کے باوجود اسے شبہ ہو چکا تھا کہ میں ہی ڈینی تھا۔ میری دوٹوک تردید اس کا شبہ دور نہیں کر سکی تھی۔ آزادی اور بے تکلفی کے ماحول میں میرے ذہن کو مزید کریدنے کی نیت سے اس نے مجھے اپنے گھر بلانے کی معنی خیز پیش کش کر ڈالی تھی جسے رد کرنا آسان نہیں تھا۔

''روزی سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟'' میں نے انجان بن کر بے پروائی سے کہا ''ہم دونوں آج شام ہی تمہارے گھر آجائیں گے۔ وہ ہوٹلوں کا کھانا کھا کھا کر اکتا گئی ہے۔''

''میری یہ دعوت صرف تمہارے لیے ہے۔'' جینی اپنائیت بھری آواز میں بولی ''روزی تمہارے ساتھ نہیں آسکے گی۔ آج کل وہ اپنے تحفظ کے کچھ مسائل سے دوچار ہے۔''

''اس نے مجھ سے اس بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا۔'' میں نے احمقانہ انداز میں شکوہ کیا ''جب تک ہمارے درمیان مفاہمت اور دوستی کا رشتہ موجود ہے، اس کے سارے مسائل حل کرنا میری ذمے داری میں شامل ہے۔ وہ کس سے ڈرتی ہے؟''

''آواز نیچی رکھو اور کرسی سے نہ اچھلو۔'' جینی بوکھلا کر بولی۔ ''دوسروں کے لیے ہم اس وقت ٹرپل ایس سے خریداری کے بارے میں مذاکرات کر رہے ہیں۔ تمہاری یہ بے ساختہ حرکتیں دیکھنے والوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیں گی۔''

''سوری....!'' میں نے خفت سے کہا ''میں بھول گیا تھا کہ اس وقت میں کہاں ہوں۔ مرضی کے خلاف کوئی بات سامنے آتی ہے تو مجھے اپنے اوپر قابو نہیں رہتا۔''

''یہ بری بات ہے۔ روزی جیسی لڑکی کے ساتھ رہنے کے لیے تمہیں اس عادت پر قابو پانا ہوگا ورنہ ایک دن تمہیں روتا چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ چلی جائے گی۔''

''میں بہت کوششیں کرتا ہوں لیکن رتی برابر کامیابی نہیں ہوتی۔ اب....''

بات ادھوری چھوڑ کر مجھے خاموش ہونا پڑا۔ جینی کے فون کی گھنٹی بجی تھی اور اس نے چونک کر پھرتی سے ریسیور اٹھالیا تھا۔

فون پر گفتگو کا آغاز ہوتے ہی جینی کے چہرے پر نرماہٹ آگئی اور وہ اپنی کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آگے پیچھے جھولنے لگی۔

''کام ہو گیا۔ تمہارا دلچسپ اور وجیہہ دوست میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔'' فون پر جینی کے وہ فقرے سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے.... دوسری طرف ویرا ہی ہو سکتی تھی۔

جینی کچھ دیر تک دوسری طرف سے کہی جانے والی باتیں سنتی رہی پھر ہنس کر بولی ''خوبیوں کے ساتھ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خامی بھی ہوتی ہے جسے برداشت کرنا پڑتا ہے۔ تمہارا یہ دوست تم ہی کو مبارک ہو مگر آدمی دلچسپ ہے۔ تم سے بہت ڈرتا ہے۔ اجازت دو کل شام اسے چائے پر گھر بلالوں۔''

ایک مرتبہ پھر وہ ہاں ہوں کر کے ویرا کا ردِعمل سنتی رہی۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ویرا نے اس کی حوصلہ شکنی نہیں کی تھی۔

''اوہ ڈارلنگ! تمہارا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یقین تھا کہ تم میری اس چھوٹی سی خواہش کو رد نہیں کرو گی۔ کل میری اس سے پہلی اور آخری ملاقات ہو گی۔ اب اسے سمجھا دو۔'' جینی نے یہ کہتے ہوئے ریسیور جلدی سے میری طرف بڑھا دیا۔

آئزک نیبل کے خلاف لڑی جانے والی بھیانک

لڑائی کا وہ موڑ عجیب و غریب تھا۔ جینی اس کی ملازمہ ہونے کے باوجود کھل کر ہماری مدد کرنے پر آمادہ تھی لیکن مجھ سے ملاقات ہونے کے بعد وہ ویرا سے میرے بارے میں یوں بات کررہی تھی جیسے اس سے ذاتی استعمال کی کوئی بے جان چیز مستعار لے رہی ہو۔

اپنے ریسیور میں میری آواز سنتے ہی ویرا کی زبان چل پڑی۔ ”وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ میں نے برا مانے بغیر اسے کھلی چھوٹ دے دی ہے مگر تم اس بلا کے چنگل میں نہیں آؤ گے۔ تم دوبارہ اس کے قریب بھی نظر آئے تو میں تمہارا حشر خراب کردوں گی۔“

ویرا نے میرا جواب سننے کی زحمت کیے بغیر فون بند کردیا مگر میں مغموم انداز میں ریسیور کان سے لگائے بیٹھا رہا۔ میرا ذہن تیزی سے کام کررہا تھا پھر میں نے بولنا شروع کردیا۔ ”للی بہت اچھی لڑکی ہے۔ میں اس کا دل نہیں توڑوں گا مگر کل کی بات مشکل ہے۔ دو چار روز میں میں خود ہی للی سے بات کرکے اس کے گھر پہنچ جاؤں گا.... ٹھیک ہے۔ یہ تمہارا دردِ سر نہیں ہے.... میں خود للی کو سمجھالوں گا۔“

درمیانی وقفوں میں، میں خاموش رہا جیسے ویرا کی بات سن رہا ہوں پھر بے جان ریسیور للی کی طرف بڑھادیا۔ اس نے ریسیور کان سے لگانے کے بعد کریڈل پر ڈال دیا۔

”تم روزی سے....“ جینی نے مجھ سے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کے بقیہ الفاظ اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئے۔ اس کی حیرت سے پھیلی ہوئی آنکھیں اپنے دفتر کے دروازے کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

”آئزک! تم کب آگئے؟“ جینی کی زبان سے سرسراتے ہوئے وہ الفاظ سن کر میں نے پلٹ کر دیکھنے کا ارادہ ترک کردیا اور اپنی کرسی پر جم کر رہ گیا۔

جینی میرے سامنے تھی۔ نکاس کے اکلوتے دروازے پر میرا ازلی دشمن آئزک بیل اچانک آموجود ہوا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں یک بہ یک تیز ہوگئیں اور دورانِ خون کنپٹیوں میں زور مارنے لگا۔ حد سے بڑھے ہوئے اعتماد کی وجہ سے میں برے شکنجے میں پھنسا تھا۔

مشکل ترین مسئلہ یہ تھا کہ پچھلی رات کی طرح اس وقت بھی میں تنہا تھا اور رنکس کے دفتر میں متعدد مسلح افراد موجود تھے جو اس کے ایک اشارے پر میرے چیتھڑے اڑا سکتے تھے۔

جینی کے دفتر کی چھت کے نیچے دو دشمنوں کا یوں اچانک یک جا ہوجانا کسی سازش کا نتیجہ نہیں تھا۔ جینی کے ابتدائی ردِعمل نے اس کی بے گناہی ثابت کردی تھی۔ اس ہولناک اتفاق سے نمٹنے کی بس ایک ہی امید تھی کہ ایک دوسرے کے ناموں سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود میں آئزک بیل کا صورت آشنا تھا نہ وہ مجھے پہچانتا تھا۔

میری پوری کوشش یہ تھی کہ اپنے سنسناتے ہوئے اعصاب پر قابو پاکر اسی طرح کرسی پر بیٹھا رہوں اور آئزک بیل کا سامنا نہ کروں۔ نگاہیں چار ہونے کے بعد وہاں کچھ بھی ہوسکتا تھا۔

وہ چند ثانیے میرے لیے عذاب ہوگئے۔ کمرے میں چھایا ہوا مختصر سا سکوت میرے عقب سے ابھرنے والی ایک سرد اور سپاٹ آواز نے توڑ دیا۔

”اپنے ملاقاتی سے نمٹ کر میرے دفتر میں آؤ.... کچھ ضروری کام ہے۔“

وہ آئزک بیل کی آواز تھی جسے میں مدہوشی کے عالم میں بھی پہچان سکتا تھا۔

اس وقت خطرہ محسوس کرکے میری ہر حس ضرورت سے زیادہ تیز ہوگئی تھی۔ میں نے دبیز فرشی قالین پر کسی کے دور جاتے ہوئے وزنی قدموں کی مدھم سی دھمک سنی اور دیر سے اپنے سینے میں رکے ہوئے سانس کو یکلخت آزاد کردیا۔

”تم فوراً نکل جاؤ۔“ جینی اپنی کرسی سے اٹھ کر سرگوشیانہ آواز میں بولی ”میرا باس آگیا ہے۔ وہ اس وقت بہت خراب موڈ میں ہے۔ تم سے بعد میں بات ہوگی۔“

جینی کی بات مکمل ہونے سے پہلے میں بریف کیس سنبھال کر کرسی چھوڑ چکا تھا۔

وہ شاید مجھے، دروازے تک چھوڑنے کے لیے میز کے عقب سے نکل رہی تھی مگر میں نے اس کا انتظار نہیں کیا۔ لپک کر جینی کے دفتر سے باہر نکل گیا۔

اس وقت رنکس کے دفتر میں مجھے ایک ایک لمحہ بھاری لگ رہا تھا۔ میرا بس چلتا تو میں پوری قوت سے لفٹ کی طرف دوڑ لگا دیتا۔ میری اس حرکت کے نتیجے میں رنکس کے سارے ہی ملازم میری طرف متوجہ ہوسکتے تھے اس لیے میں دہشت کی لہر پر قابو پاکر قدرے تیز قدموں سے چلتا رہا۔ اس وقت مجھے ہاتھ میں لٹکا ہوا بریف کیس تک بہت وزنی محسوس ہورہا تھا۔

لفٹ میں سوار ہونے کے بعد بھی میری اس اضطرابی کیفیت میں کمی واقع نہ ہوسکی۔ اس وقت میری حالت اس چوہے جیسی تھی جو محفوظ مسکن کی تلاش میں بھٹکتا ہوا درندوں کے غول میں جا پھنسا ہو اور ان کے نرغے سے نکلنے کے لیے کوشاں ہو۔

چالیس ویسٹ کے فولادی دروازے سے نکل کر میں کنال اسٹریٹ کی کھلی فضا میں آیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھے نئی زندگی ملی ہو۔ میں نے آزادی کی اس فضا میں چند گہرے گہرے سانس لیے اور میرے ذہن سے خوف کی دھند تیزی سے چھٹنی شروع ہوگئی۔

آئزک بیل کے ہوتے ہوئے اس کے دفتر سے میرے زندہ نکل آنے کا واقعہ ایک معجزے سے کم نہیں تھا۔ مجھے اس بدترین صورتِ حال میں پھنسانے کی ساری ذمے داری جینی کی تھی۔ اگر وہ مجھے اس غیر ضروری گفتگو میں نہ الجھاتی تو میں آئزک بیل کی آمد سے بہت پہلے وہاں سے نکل گیا ہوتا۔

اس ناگہانی مصیبت پر غور کرتے کرتے کچھ اور عقدے بھی کھلنے شروع ہوگئے۔

میری دھمکیوں کے بعد آئزک بیل اپنے دفتر سے فرار ہوگیا تھا۔ میں اس کا سراغ کھو چکا تھا۔ اس سے رابطہ کرنے کی ہر کوشش ناکام ہوچکی تھی۔ اس وقت میں نے جینی کی زبان سے اس کی واپسی کی خبر سنی تھی، اپنے کانوں سے اس کی مانوس آواز سنی تھی۔ وہ کسی ضرورت کے تحت اسی دفتر میں لوٹ آیا تھا جس کا نمبر مجھے زبانی یاد تھا۔

کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ رنکس کے دفتر میں کتنی دیر کے لیے آیا تھا۔

میں فوری طور پر اسے فون کرنے کے لیے بے چین ہوگیا۔

مجھے سامنے ہی ایک فون بوتھ نظر آرہا تھا مگر کنال اسٹریٹ سے فون کرنا خطرناک تھا۔ وہ اس فون بوتھ کا سراغ لگا کر فوراً ہی اپنے آدمی میرے پیچھے دوڑا سکتا تھا۔ اس سے پہلے وہ کئی بار ایسی حرکتیں کرچکا تھا جن کا مشاہدہ میں لندن سے کرتا چلا آرہا تھا۔

ایک خالی ٹیکسی روک کر میں اس کی عقبی نشست پر سوار ہوا اور ڈرائیور کو پین پلازہ پہنچنے کی ہدایت کرڈالی۔ میں دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ میرے ہوٹل پہنچنے تک آئزک بیل رنکس کے معاملات میں الجھا رہے تاکہ میں اس سے بات کرکے اپنے ان لرزہ خیز لمحات کی کچھ قیمت وصول کرسکوں جو میں نے جینی اور آئزک بیل کے درمیان پھنس کر گزارے تھے۔

یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اس وقت فنانشل ڈسٹرکٹ سے اوپر جانے والے راستوں پر ٹریفک کی بھیڑ نہیں تھی یا وہ فلسطینی ڈرائیور جان بوجھ کر ایسی سڑکوں سے گزر رہا تھا جن پر ٹریفک کی زیادہ رکاوٹیں نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں چند منٹ بعد ہی اپنے ہوٹل کے کمرے میں تھا جہاں ویرا اپنا منہ سجائے، سخت طیش کے عالم میں میری منتظر تھی۔

جینی کے ساتھ میری ملاقات کے نتائج پر ویرا کی وہ برہمی میرے لیے غیر متوقع نہیں تھی مگر اس وقت میرے پاس اس کی دل جوئی یا ناز برداری کے لیے وقت نہیں تھی۔ اسے نظر انداز کرکے میں نے بریف کیس میز پر ڈالا اور فون سنبھال لیا۔

فون پر آئزک بیل کی آواز سن کر میں نے اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا کہ میری وہ بھاگ دوڑ آخر کار بارآور ثابت ہوئی تھی۔ میں نے چبھتی ہوئی آواز میں کہا ”شرمناک فرار کے بعد واپسی مبارک ہو۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ تم اتنے بودے ثابت ہوگے۔“

''اوہ، تم!'' اس کی آواز میں غصے کے ساتھ حیرت کا عنصر بھی نمایاں تھا ''معلوم ہوتا ہے کہ میرے دفتر میں ہیلن تمہاری مخبر تھی۔ میں اسے دیکھ لوں گا۔''

''ہیلن نہیں، میرے سب سے بڑے مخبر تم ہو۔ آج سے ہیلن تمہاری ملازمت میں نہیں رہی مگر مجھے معلوم ہو گیا کہ تم تھوڑی دیر پہلے بدحواسی کے عالم میں واپس آئے ہو......''

''تم بہت ذلیل اور گھٹیا انسان ہو'' اس کی آواز قہر بار ہوگئی۔ ''بدنام علاقوں میں رہنے والے تیسرے درجے کے لوگ بھی آپس کی لڑائیاں خود نمٹاتے ہیں، ایک دوسرے کی تشہیر اور مخبری نہیں کرتے۔ تم ان سے بھی گئے گزرے ہو۔ لڑائی کے قاعدوں کا تمہیں ذرا بھی پاس نہیں.... میرے دفتر کے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا کر تم کیا حاصل کر سکو گے۔''

''میں ہر وہ کام کر گزرنے پر تل گیا ہوں جس سے تمہیں زچ کیا جا سکے۔ مجھے خوشی ہے کہ میرے اس فعل سے تمہیں تکلیف پہنچی ہے۔ ہیلن تمہیں پورے امریکا میں رسوا کر کے رکھ دے گی۔''

''سمندر کی سرکش موجوں پر تیرتا ہوا بلبلہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ سمندر کے سینے پر سوار اور اس سے برتر ہے۔ ہر آن بلبلے بنتے اور فنا ہوتے رہتے ہیں، سمندر ازل سے یوں ہی ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ وہ بدنصیب لڑکی بھی رنکس کا ایک بلبلہ ثابت ہوگی۔ کل تک وہ اپنا ذہنی توازن کھو کر کسی پاگل خانے میں پہنچ چکی ہوگی اور اخبار والے جلد ہی اس کے ہذیان کو بھول جائیں گے۔''

''تم اسے کوئی زہریلا انجکشن دے کر پاگل کر سکتے ہو مگر اب سلاب کے آگے بند نہیں باندھا جا سکے گا۔ ہارلم کا خون تمہارے سر چڑھ کر بولے گا.... تم نے دیکھ لیا کہ وسیع پیمانے پر کشت و خون کر کے بھی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ میں جہاں تھا، وہیں ہوں اور پہلے سے زیادہ محفوظ ہوں۔''

''بلیک ڈیڈ کو نہیں معلوم کہ وہ تمہاری صورت میں اپنی آستین میں ایک سانپ پال رہا ہے۔ اگر وہ کل رات جل کر جہنم واصل نہیں ہوا تو آج اس کی باری آ جائے گی۔ پھر میں دیکھوں گا کہ تم نیویارک میں کتنی دیر میری نگاہوں سے چھپے رہتے ہو۔ تمہاری موت تمہیں کھینچ کر یہاں لائی ہے۔''

''تمہارا دفتر اس قدر حسین اور شاندار ہے کہ اسے تباہ کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ میں تمہاری طرح سفاک اور سنگ دل نہیں بلکہ جمال پرست ہوں ورنہ اب تک تم اپنے دفتر کی منقش چوبی دیواروں کے درمیان جل بھن کر راکھ ہو چکے ہوتے۔ میں تمہارے ساتھ اس عمارت میں کام کرنے والے سیکڑوں بے گناہوں کی زندگی کو داؤ پر لگانے کے بجائے تمہیں کہیں اور گھیر کر احتیاط سے ماروں گا۔ مشکل یہ ہے کہ تم مجھ سے نہیں، میری آواز تک سے دہشت زدہ ہو جاتے ہو اسی لیے دفتر سے نکل کر بھاگے ہو۔ اپنا کوئی پتا ٹھکانا بتا دو تو میں تمہیں پیشگی اطلاع دے کر کیفر کردار کو پہنچاؤں گا۔''

''کالے ایشیائی کتے! ایسے بڑے بڑے دعوے مت کرو۔'' غصے میں اس کی چنگھاڑتی ہوئی آواز بلند تر ہوگئی۔ ''تم میرے گھر کو آگ لگانے کے منصوبے بنا رہے ہو اور میں تمہارا بہت کچھ برباد کر چکا ہوں۔ ان ہرزہ سرائیوں کو چھوڑ کر اپنے گھر کی خبر لو گے تو چوکڑی بھول جاؤ گے۔''

اس کی وہ جوابی دھمکی میرے لئے ناقابل فہم بلکہ بے سروپا تھی۔ میں نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے پوچھا ''کس گھر کی بات کر رہے ہو، میں تو آج کل بے گھر ہوں تمہارے شہر کا مہمان ہوں....''

''تباہی نے راہ پالی ہے۔'' وہ میری بات کاٹ کر غرایا ''دو روز سے کراچی میں تمہارا ایٹمی بجلی گھر خاموش ہے اور اب وہاں ویرانی ہی ویرانی راج کرے گی۔''

اس کے وہ الفاظ ہتھوڑوں کی طرح میرے اعصاب پر گرے اور ذہن ماؤف سا ہو کر رہ گیا۔ مجھے بے اختیار اول خان کا شکوہ یاد آ گیا کہ ان دنوں کراچی بھر میں روزانہ دو گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ ہو رہی تھی۔ مجھے صدمہ تھا کہ اول خان نے بجلی کی کمی کی شکایت کی تھی مگر اس خبر کا سرے سے کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا جو آئزک مجھے سنا رہا تھا۔

جب سے آئزک بیل نے تی اور ڈیوڈ اسٹارز میں راس المیڈا کی جگہ سنبھالی تھی، میری اور اس کی ہولناک لڑائیاں چل رہی تھیں مگر سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ وہ میرے مقابلے پر کبھی خود سامنے نہیں آیا تھا۔ اپنے مہروں کو میدان میں اتار اتار کر پٹوا تا رہا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے جب میں اس کے پرشکوہ دفتر میں للی برنارڈ یا جینی کی خوش کلامی سے محظوظ ہو رہا تھا تو میرا وہ بھگوڑا دشمن اچانک ہی میرے عقب میں آ پہنچا تھا۔ وہ اسے دیکھنے، پرکھنے اور پہچان لینے کا ایک نادر موقع تھا لیکن میری پوزیشن بہت نازک تھی۔ یہ بدقسمتی تھی کہ میں اس وقت بالکل نہتا تھا۔ مسلح ہوتا تب بھی وہ اپنے ایک دو آدمی گنوانے کے بعد مجھے آسانی سے زیر کر سکتا تھا۔

اس سے براہ راست ٹکراؤ کے اس اکلوتے موقع کے سوا ابتدا ہی سے میری اور اس کی ذہنی و اعصابی لڑائی چل رہی تھی جس میں بظاہر میرا پلہ بھاری تھا۔

اس وقت بھی آئزک بیل فون پر بری طرح کھسایا ہوا تھا۔ میرے تابڑ توڑ نکیلے جملوں سے بوکھلا کر اس نے کراچی کے ایٹمی بجلی گھر کے بارے میں اپنی زبان کھول کر میرا دماغ سن کر دیا تھا۔

آئزک بیل کی سنائی ہوئی بری خبر پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اول خان کی زبان سے ایک دوسرے اور سرسری انداز میں، میں پچھلی رات ہی اس خبر کی تصدیق سن چکا تھا اور اس حقیقت نے میرا حوصلہ توڑ کر رکھ دیا تھا۔

وہ بس لمحوں ہی لمحوں کی بات تھی۔ آئزک بیل کے اندازہ لگانے سے پہلے میں نے خود کو اس صدمے سے نکال لیا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت میری طویل خاموشی یا ناامیدی میرے دشمن کا حوصلہ بڑھا دے گی۔ میں نے پوری کوشش سے خود کو سنبھالتے ہوئے پرعزم لہجے میں کہا "معلوم ہوتا ہے کہ آج کل تم واقعی ڈینی کی دہشت میں مبتلا ہو اور اس کے دھوکے میں کبھی مجھے انقرہ کی دھمکیاں دیتے ہو اور کبھی کراچی کی...... جب مجھ سے تم اس قدر خوف زدہ ہو تو ڈینی کے سامنے تمہارا پیشاب خطا ہو جائے گا۔"

"ابھی تک تم نے میرے خلاف جو زہر آلود با
کی ہیں، وہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ تم ڈینی ہو۔ یہ قلابازی کھا کر تم اس حقیقت کو نہیں بد سکتے۔" ایک مختصر سے ہذیانی قہقہے کے بعد اس کی تیز آ ریسیور میں ابھری۔

"ہم کسی عدالت میں نہیں ہیں۔ پتا نہیں تم کر میرا ڈینی ہونا ثابت کرنا چاہ رہے ہو۔ تم اچھی طر جانتے ہو کہ میں کون ہوں اور کیوں تمہیں چاہتا ہوں۔

"میں تمہاری ان مکاریوں کا سبب بہت اچھ طرح سمجھ رہا ہوں۔" ایک گہرے سانس کے ساتھ اس آواز ابھری۔ "تم نے اندازہ لگا لیا ہے کہ میں تمہار زبان سے تمہاری اصلیت کا اقرار کیوں سننا چاہ ہوں۔ تم لاکھ انکار کرتے رہو پھر بھی تم کو معلوم ہے میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"تم نہ جانتے تو میں خود تمہیں جنوا دیتا۔" میں اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا "یہ تمہاری مہربانی ہے تم نے مجھے فون سے منسلک سی ایس ڈی کے خواص بارے میں بتا دیا۔ اس کے ہوتے ہوئے مجھے کسی فکر ضرورت نہیں۔ میں تم سے کھل کر بات کرتا رہوں گا میں ڈینی نہیں ہوں۔ تم میرے بارے میں جو چاہو سو سکتے ہو۔"

"اس وقت تم نے مجھے کیوں فون کیا ہے؟" اس کی غراتی ہوئی آواز آئی۔

"تمہاری سعادت مندی کی داد دینے کے لیے۔" میں نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ سیدھی طرح بات کر ورنہ میں فون بند کر دوں گا۔"

"میرے ایک آدمی نے ڈیوڈ اسٹارز کے فون سے منسلک ریکارڈنگ مشین پر تمہارے لیے پیغام چھوڑا تھا کہ تم کسی بڑی بربادی سے بچنا چاہتے ہو تو چار بجے اپنے دفتر پہنچ جاؤ اور تم تمام خطرات مول لے کر کسی فرماں بردار بچے کی طرح اس وقت اپنے دفتر میں موجود ہو۔"

"شٹ اپ۔ یہ تمہاری ہرزہ سرائی ہے۔" غصیلی آواز کے باوجود اس کا کھوکھلا لہجہ اس کے جھوٹ کی چغلی

کھا رہا تھا۔ "مجھے کہیں سے کوئی پیغام نہیں ملا۔ میں اپنی مرضی سے اپنے دفتر میں آیا ہوں۔ پتا نہیں یہاں کون تمہارا مخبر ہوا ہے۔"

"چوہے ہوتے ہوئے بلی کی برابری کرنے کی کوشش مت کرو۔ اپنی رہی سہی ساکھ بھی کھو بیٹھو گے۔ اب دعویٰ نہ کر ڈالنا کہ تم نے دفتر اپنی مرضی سے چھوڑا تھا۔"

"تم کون ہو ایسے مشورے دینے والے۔" اس کی آواز کی برہمی عود کر آئی "یہ تمہارے باپ کا نہیں، میرا دفتر ہے۔ میرا جب جی چاہے گا، یہاں آؤں گا جب چاہوں گا چلا جاؤں گا۔"

"اس بار جاتے ہوئے ذرا سی احتیاط کر لینا۔ اس وقت تم اپنے دفتر نہ پہنچے ہوتے تو رات میں وہاں محدود رہی پھیل جاتی۔ رفتہ رفتہ میرے ہاتھ تم سے لمبے ہوتے جا رہے ہیں۔"

"اس بھول میں نہ رہنا کہ عوامی خوف و ہراس کی وجہ سے اخبارات میں اور ٹیلی وژن پر تم دونوں کی آمد کی تشہیر نہیں ہوئی تو وفاقی اور ریاستی ایجنسیاں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہے۔ تم تک پہنچنے کا ہر راستہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ جلد ہی تمہاری گردن پھندے میں ہوگی۔"

"تمہارے ایک مفروضے پر ساری ایجنسیاں دھندے سے لگ چکی ہیں تو تمہیں ہارلم میں خون کی ہولی کھیلنے کی کیا ضرورت تھی۔ سرکاری طور پر مشتبہ ٹھکانوں کی تلاشی لے کر بلیک ڈیڈ یا ڈینی کو برآمد کیا جا سکتا تھا۔"

"تم شی میں سکھائے ہوئے بنیادی اصول تک بھول بیٹھے ہو۔ قانون کا سہارا کمزور اور برادری کے غدار لیتے ہیں۔ میرے ہاتھوں بلیک ڈیڈ کا عبرت ناک انجام دیکھ لینے کے بعد ہر شخص میرے نام کی دہشت سے تھرایا کرے گا۔ ساکھ اور دھاک اسی طرح جمتی ہے۔"

"تم دیوانوں جیسی بے سر و پا باتیں کر رہے ہو۔ ابھی وفاقی اور ریاستی ایجنسیوں کی دھمکی دے رہے تھے اور اب ان کے مدد لینے والوں کو برادری کا غدار قرار دے رہے ہو۔ ایسی ذہنی حالت میں تمہاری کسی بات پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

"الو کے پٹھے! نابکار! میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ امریکا میں تم مجھے ہی نہیں، قانون کو بھی مطلوب ہو۔" وہ بھنا کر بولا "میں اپنا کام کر رہا ہوں، وہ اپنا کام کر رہے ہیں۔"

"محنت سے جی لگا کر کام کرتے رہو۔ وقت ملے تو کاماسترا بھی پڑھ لینا۔ اس بارے میں تمہیں اس کتاب سے خاصی مدد ملے گی۔" میں نے اس کی جھلاہٹ اور ہلکی پھلکی گالیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔

اس سے ہونے والی گفتگو کو میں ہلکے پھلکے پیرائے میں جاری رکھنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ باتوں ہی باتوں میں اس سے کراچی کے ایٹمی بجلی گھر کے بارے میں کوئی اہم بات اگلوا سکوں۔ اپنی طرف سے دوبارہ وہ موضوع چھیڑ کر میں اسے یہ احساس نہیں دلانا چاہتا تھا کہ اس کی سنائی ہوئی خبر نے مجھے پریشان کر دیا ہے یا میں اس کی کارکردگی سے مرعوب ہو گیا ہوں۔

"میرے پاس ان خرافات میں الجھنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ اگر تمہیں مشرق کے اسی غلیظ علمی ورثے سے دلچسپی ہے تو فون بند کر دو، میرے مہمان بنو گے تو اس موضوع پر دل کھول کر دو بہ دو بات کر لینا۔ اس وقت تمہارے خیالات سن کر خوشی ہوگی۔"

"تم مہمان بننے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ میرے آنے سے پہلے بھاگ جاتے ہو ورنہ اس شہر میں تمہارے سوا میرا کون شناسا ہے؟"

"تمہاری یہ لاف و گزاف بہت جلد ختم ہو جائے گی۔" اس کی زہر میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری "وقت کا پہیہ بہت جلد تمہارے خلاف گھومنے لگے گا۔"

"ہم دونوں بہت شدت سے ایک دوسرے سے ملاقات کے خواہاں ہیں۔" اس بار میں نے مصالحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا "تم مجھے اپنا کوئی بھی پتا بتا دو اور وعدہ کرو کہ ہم دونوں کے درمیان کوئی تیسرا فرد نہیں ہوگا۔ اپنے معاملات ہم خود طے کریں گے۔ سب کچھ تمہاری مرضی سے ہوگا۔ بس میں اپنی آمد کے وقت کا انتخاب اپنی مرضی سے کروں گا......"

اس نے میری بات کاٹ دی "دفتری اوقات میں

"تم جب چاہو، رنگس آسکتے ہو۔"

"تم بھول رہے ہو کہ چالیس ویسٹ، کنال اسٹریٹ میری دیکھی بھالی عمارت ہے۔ وہاں سیکیورٹی اینڈ سروسز والے شناخت کے بغیر اندر نہیں آنے دیتے اور پھر گراؤنڈ فلور سے چلنے والی دو مخصوص لفٹس براہ راست گیارہویں منزل پر تمہارے دفتر ہی میں رکتی ہیں۔ وہاں تمہارے متعدد مسلح اور غیر مسلح آدمی موجود ہوتے ہیں۔ میں اپنی گردن ان کے ہاتھوں میں نہیں دے سکتا۔"

"تم جب آنا چاہو مجھے فون کر دینا۔ محافظوں کو مطلع کر دیا جائے گا۔ تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔" اس کی آواز میں تجسس سمٹ آیا "تم چاہو تو عمارت کی کسی عام لفٹ سے بھی اوپر گیارہویں منزل پر آسکتے ہو۔ میرے دفتر کا دروازہ ادھر بھی کھلتا ہے۔"

"یہ یاد رکھنا کہ میں احمق یا عقل سے عاری نہیں ہوں" میں نے اسے تنبیہ کی "اپنے تحفظ کا پورا یقین کیے بغیر اس عمارت کے قریب بھی نہیں پھٹکوں گا۔"

"تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ جس طرح چاہو اپنا اطمینان کر لینا۔ ہم نے ایک دوسرے کے خلاف بہت وقت برباد کر لیا ہے۔ اب ذہنی تناؤ اور اعصاب زدگی کی اس کیفیت کو ختم ہونا چاہیے۔ ہم ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ کر بہت کچھ طے کر سکتے ہیں۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ رنگس سے میں زندہ لوٹ سکوں گا؟"

"میری دی ہوئی ہر ضمانت تمہیں مشتبہ محسوس ہوگی۔ یہ تمہاری پیش کش ہے اس لیے تمہیں خود ہی اپنا اطمینان کرنا ہوگا۔ میری خواہش ہوگی کہ تمہاری ہر معقول شرط کو مان لیا جائے۔"

میں نے لمحہ بھر کے لیے سوچا پھر کہا "ٹھیک ہے۔ کل میں کسی بھی وقت آؤں گا۔"

"میں تمہارے انتظار میں سارا دن بندھا نہیں بیٹھا رہ سکتا۔ وقت کا تھوڑا بہت تعین ہو جانا چاہیے۔" اس کی آواز میں اعتماد کی مضبوطی جھلک رہی تھی۔

"بارہ سے دو بجے کے درمیان۔" میں نے بلاتوقف یوں جواب دیا جیسے میں وہ سب پہلے سے طے کیے ہوئے تھا اور بات گھما پھرا کر اسی موڑ پر لانا چاہ رہا تھا۔

"میں پورے اہتمام سے تمہارا انتظار کروں گا۔" شکار کو چوہے دان میں پھانس لینے کی امید بندھتے ہی وہ خوش ہو گیا۔ "اب شاید ہمارے سارے قضیے جلد ختم ہو جائیں گے۔"

"کراچی کے بارے میں تم کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے نرمی اور رسانیت سے پوچھا۔

"ان تلخیوں کو بھول جاؤ۔" اس نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اگلے دن مجھ سے کسی مصالحت کی امید کیے بیٹھا ہو "وہ ماضی کی ہولناک باتیں ہیں۔ آئندہ جو ہوگا وہ میری اور تمہاری ملاقات کی روشنی میں ہوگا۔ شاید دشمنی کی راہ ترک کر دیں......"

"یا شاید ہم دونوں میں سے کوئی ایک، دوسرے کو ختم کر دے۔" میں نے اس کی بات اچک کر لقمہ دیا "کل کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار تمہارے رویے پر ہوگا۔"

"میرا دوستانہ سلوک دیکھ کر تم حیران رہ جاؤ گے۔ ہم تشدد اور خون ریزی میں یقین نہیں رکھتے۔ اسٹارز اپنے بدترین دشمنوں کو بھی اپنے حسن سلوک سے ٹھکانے لگاتے ہیں۔ بارہا ہماری لڑکیوں نے دشمن کو رام کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیا ہے۔ دوست بن جاتا ہے یا پھر لڑ کر ہار جاتا ہے۔"

"یہ سب تم مجھے بتا رہے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا تم سے ہارنے کا مطلب اپنی زندگی ہارنا نہیں ہوتا۔ یہ ہار جیت لمبی دوڑ کے کسی مقابلے جیسی نہیں ہوتی۔ میں مدت سے تمہاری سفاکی اور سنگ دلی کے کھلے مظاہرے دیکھتا چلا آرہا ہوں۔ مجھے کسی بچے کی طرح بہلانے کی کوشش مت کرو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم میرا وقت برباد کر رہے ہو۔ تم کل نہیں آؤ گے؟" اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"تمہاری نیت کے بارے میں اپنا اطمینان کرنے کے بعد میں ضرور آؤں گا۔"

"تم جیری فش کے نام سے کل بارہ اور دو بجے کے درمیان عمارت میں داخل ہو سکتے ہو۔ میرا کوئی آدمی

رہنمائی کے لیے دروازے پر تمہارا انتظار کرے گا۔"

میں بے ساختہ ہنس پڑا "بہت اچھا نام ہے۔ اس سے مجھے ہر لمحے یہ یاد رہے گا کہ میں ایک مچھلی ہوں جسے تم اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تمہاری یہ منفی سوچ مجھ سے ملے بغیر درست نہیں ہو سکتی۔ ہم ایک مقدس نظریے کے تحت کام کرتے ہیں۔ ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ خون کا ایک قطرہ بھی بہائے بغیر اپنا ہدف پورا کر سکیں۔ جب اپنی ہی سلامتی خطرے میں پڑ جائے تو مجبوراً ہمیں ہر حد پھلانگنی پڑ جاتی ہے۔ اپنی جان بچانے کے لیے تو پیر کے نیچے آئی ہوئی چیونٹی بھی تلوے میں کاٹ لیتی ہے۔"

"یہ ایک لمبی بحث ہے۔ تم اب تک چیونٹیوں کو پکڑ پکڑ کر اپنی ایڑیوں میں رگڑتے رہے ہو، انہیں اپنے دفاع میں کاٹنے کا موقع نہیں دیتے۔ تم کیا ہو اور کیا نہیں ہو، کل یہ بات کھل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کل تمہارا انتظار کروں گا۔" یہ کہہ کر آئزک بیل نے فون بند کر دیا۔

میں کن انکھیوں سے دیکھتا رہا تھا کہ میری پوری گفتگو کے دوران میں ویرا اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے میرے سر پر کھڑی مجھے گھورتی رہی تھی اور گفتگو کے طول پکڑنے پر رہ رہ کر کسی لڑاکا سانڈ کی طرح پھنکاریں مارنے والے انداز میں گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

میں نے جوں ہی ریسیور کریڈل پر رکھا، وہ غرانے لگی۔ "تمہاری یہ ڈرامے بازیاں مجھے رتی برابر بھی متاثر نہیں کر سکتیں۔ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

"ضرور توڑ دو مگر میں اس کا سبب جاننا چاہوں گا۔" میں نے اس کے تیوروں کو نظرانداز کر کے بے پروائی سے کہا۔

"ابھی تم کس سے بات کر رہے تھے؟" اس نے جارحانہ انداز میں میرے شانے پر ہاتھ مار کر مجھے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا حسد اور رقابت سے تمہارا دماغ اتنا ہی ماؤف ہو چکا ہے کہ تمہیں یہ اندازہ نہیں ہو سکا...... ایسی گفتگو اسحاق کھنّی کے سوا اور کس سے ہو سکتی تھی؟"

"تم یہی ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر مجھے شبہ ہے کہ اس طرح وقت گزار کر تم میرا غصہ کافور ہو جانے کا انتظار کر رہے تھے۔" وہ جھلائے ہوئے اور اشتباہ آمیز لہجے میں بولی۔

"تمہارا دماغ خراب ہے۔ بعض اوقات تمہاری ذہنی رو اس بری طرح بھٹکتی ہے کہ تمہیں ہر بات اور ہر چیز میں کیڑے نظر آنے لگتے ہیں۔ کیا تم یقین کر سکتی ہو کہ اس وقت جینی کے دفتر میں اسحاق کھنّی بالکل اچانک ہی میرے سر پر آموجود ہوا تھا۔ میں بہت افراتفری میں وہاں سے بھاگا ہوں۔"

"شاید اسی نے جینی کو تمہاری دعوت پر مجبور کیا ہوگا؟" ویرا کی آواز زہریلی ہو گئی۔

"خدا کے لیے، ان شکوک و شبہات میں پڑنا چھوڑ دو ورنہ ہم دونوں کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ میں وہاں اپنی مرضی سے نہیں گیا تھا، تم نے بھیجا تھا۔ اس کی سوچ پر میرا کوئی اختیار نہیں تھا۔ وہ غیر شادی شدہ ضرور ہے مگر کج روی میں مبتلا ہے......"

ویرا نے میری پوری بات سنے بغیر دوبارہ بولنا شروع کر دیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ وہ دل پھینک اور رنگین مزاج کتیا ہے۔ اس سے میری گہری دوستی رہی ہے۔ اسے مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا مگر وہ راہ چلتے مردوں پر فریفتہ ہونے والی نہیں ہے۔ تم نے ضرور اس کی حوصلہ افزائی کی ہوگی۔"

"اس کی حوصلہ افزائی کے لیے یہی ایک بات کافی تھی کہ میں تمہارا بوائے فرینڈ تھا اور تم ہی نے مجھے اس کے پاس بھیجا تھا۔ اس کے دفتر میں بیٹھ کر میں اس کی ہر بے ہودہ بات سننے پر مجبور تھا۔ اس سے ذرا بھی ترش روئی کا مظاہرہ کرتا تو وہ ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر سکتی تھی۔"

"اب اس کی دل جوئی کے لیے کل کس وقت اس کے گھر جا رہے ہو؟" ویرا دل ہی دل میں میری بات کی معقولیت کی قائل ہو چکی تھی مگر اس کے لہجے کی تلخی میں ذرا بھی کمی نہیں آئی تھی۔

"تم نے خندہ پیشانی سے اجازت دے کر میرے

لیے مشکل کھڑی کردی تھی۔ میں تمہارا پرس یا رومال نہیں ہوں جسے تم اپنی مرضی سے اپنی بے راہ رو سہیلیوں کو مستعار دیتی پھرو۔ اسے اپنے حسن و جمال پر گھمنڈ ہے تو ہوا کرے، میں اس کا غلام نہیں ہوں۔‘‘

میرا بگڑا ہوا موڈ دیکھ کر ویرا ٹھنڈی پڑ گئی اور جلدی سے بولی۔’’تم اس سے لڑ کر تو نہیں آئے نا؟ میں اس سے کوئی بڑا کام لینے کا منصوبہ بنائے بیٹھی ہوں۔‘‘

ویرا کی یہ خاص خوبی تھی کہ وہ میرے غصے کے سامنے بالکل موم کی ناک بن کر رہ جاتی تھی۔ میں اس سے دبتا تو بس وہ بے رحمی سے مجھے دباتی ہی چلی جاتی تھی۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا تھا کہ ہم دونوں ہی ایک وقت میں طیش میں آئے ہوں۔ اسی وجہ سے ہماری دوستی خوش اسلوبی سے برقرار اور استوار تھی۔ اس وقت ماضی کا وہی تجربہ میرے کام آیا تھا۔

’’کام گیا بھاڑ میں۔ اب میں دوبارہ اس چڑیل کی صورت بھی نہیں دیکھوں گا۔‘‘ میں نے ویرا کو مرعوب کرنے کے لیے اپنی آواز قدرے بلند کرلی ’’خدا کی پناہ! وہ ایسی ندیدی نظروں سے مجھے گھور رہی تھی کہ اس سے گھن آرہی تھی۔ میں نے خود پر قابو پا کر آج بہت مشکل سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا ہے مگر آئندہ یہ نہیں ہوسکے گا۔‘‘

’’آئندہ کے بارے میں کچھ نہ کچھ سوچ لیا جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ کل کا کیا رہے گا؟‘‘ اس وقت ویرا کے ذہن پر صرف اور صرف میری اور للی برنارڈ کی مجوزہ ملاقات کا تجسس سوار تھا۔

’’میں نے اسے بتایا ہے کہ میں مصروف ہوں۔ جب بھی فرصت ہوئی، خود اس سے رابطہ کرلوں گا۔ ہونہہ......الو کی پٹھی اپنے آپ کو پتا نہیں کیا سمجھتی ہے۔‘‘

میرا وہ جواب سنتے ہی ویرا کا چہرہ کھل اٹھا اور وہ پورے خلوص سے میری دل جوئی میں مصروف ہوگئی۔ اس کی حاسدانہ سوچ کی تسکین کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اس کی دلکش و خوب رو سہیلی مجھے متاثر کرنے میں بری طرح ناکام رہی تھی۔

غنیمت یہ تھا کہ ویرا کو میرا ذہن پڑھ لینے میں غیر معمولی درک حاصل نہیں تھا ورنہ وہ یہ جان کر جل بھن کر کباب ہو جاتی کہ اس وقت بھی جینی کا سحر انگیز سراپا رہ رہ کر میری نظروں میں گھوم رہا تھا۔ ویسے تو مغرب میں گوری رنگت اور نیم عریاں پہناوے کی وجہ سے کم و بیش ہر لڑکی ہی دور سے خوب صورت نظر آتی ہے لیکن جینی واقعی لاکھوں میں ایک کہی جاسکتی تھی۔ یہ ایسی تلخ اور سنگین حقیقت تھی جس کا انکشاف ویرا کو حد سے زیادہ مشتعل کرسکتا تھا۔

ویرا کافی جتن کے بعد میرا مصنوعی غصہ کافور کرانے میں کامیاب ہوسکی۔ مجھے منانے کے لیے وہ جس والہانہ انداز سے میری خوشامد کررہی تھی، اس سے مجھے لطف آرہا تھا۔ آخر کار میرے کھنچے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی پہلی نری نمودار ہوئی تو اسے یاد آیا کہ میں جینی سے کچھ کاغذات لینے کے لیے آئزک بیل کے دفتر کی طرف گیا تھا۔

وہ ذکر چھڑتے ہی میں بریف کیس کی طرف لپکا اور اسے کھول کر بے تابی سے خاکی رنگ کا وہ لفافہ نکال لیا جو جینی نے میرے حوالے کیا تھا۔

میری مزید کسی کارروائی سے پہلے ویرا نے وہ لفافہ میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور چند قدم دور ہٹ کر اس پر لگا ہوا ٹیپ ہٹانے میں مصروف ہوگئی۔ لفافہ کھولنے پر اس میں سے متعدد کاغذوں کی نقول کے ایک پلندے سمیت سبز رنگ کی پتلی سی ایک فائل اور دو بڑی تصاویر برآمد ہوئیں۔

میں تجسس آمیز انداز میں ویرا کے قریب جا پہنچا۔ فون پر میں ایک مدت سے آئزک بیل کی آواز سنتا چلا آرہا تھا۔ اس روز میں نے چند فٹ کے فاصلے سے اس کی براہ راست آواز سن لی تھی مگر میں اپنے خون کے پیاسے کے چہرے سے یکسر ناآشنا تھا۔

وہ دونوں کیمرے سے لی گئی رنگین تصاویر تھیں۔ ان میں ایک بڑا گروپ فوٹو تھا جس میں کھڑے ہوئے افراد کے آگے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی قطار تھی۔ یہ بقیہ افراد کرسی نشینوں کے قدموں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پچیس تیس مردوں اور عورتوں کے اس گروپ میں ایک کرسی نشین کے چہرے کے گرد سرخ مارکر سے دائرہ

بنا ہوا تھا۔ شاید جینی نے ہمارے حریف کی نشاندہی کے لیے وہ دائرہ بنایا تھا۔ میری نظریں اس تصویر پر جم کر رہ گئیں۔

شفاف عدسوں والی، سنہرے اور باریک فریم کی عینک کے پیچھے اس کی روشن اور بڑی بڑی آنکھیں اس کی ذہانت کی عکاسی کررہی تھیں۔ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا مگر یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا کہ وہ بیشتر امریکیوں کی طرح دراز قامت اور قوی الجثہ شخص تھا جسے آسانی سے زیر کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس تصویر کا جائزہ لیتے ہوئے ویرا نے پرخیال انداز میں اپنا سر ہلایا اور پھر نیچے والی تصویر نکال لی جو بہت واضح تھی۔

اس تصویر میں آئزک بیل تقریر کرنے والے انداز میں ایک روسٹرم کے پیچھے کھڑا تھا۔ روسٹرم پر کئی حساس مائیک نظر آرہے تھے۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس تصویر میں آئزک بیل کے تیکھے بلکہ مکارانہ خدوخال بہت واضح نظر آرہے تھے۔

’’میں نے اس کا نام صرف سنا تھا۔ آج صورت بھی دیکھ لی۔ مجھے یقین ہے کہ میرا باپ اسی کی بے آواز رائفل سے نکلی ہوئی گولی کا نشانہ بنا ہوگا۔‘‘ وہ تصویر پر نظریں جما کر بولی۔

’’شاید تصویر دیکھنے کے بعد تمہیں اس واقعے کی کوئی...... گمشدہ کڑی مل گئی ہے۔‘‘ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے تائید طلب لہجے میں کہا۔

’’میں اس کا نام بھول گئی تھی مگر یہ چہرہ مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے۔ یہ نیویارک شوٹنگ کلب کا کوئی عہدیدار ہے...... اور دو سال پہلے رائفل شوٹنگ چیمپئن بھی رہ چکا ہے۔‘‘

’’تمہارا خیال ہے کہ کوئی سابق شوٹنگ چیمپئن ہی وائٹ ہاؤس کے باہر تمہارے باپ کو اپنی بے آواز گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا؟‘‘ میں نے پوچھا۔

’’اگر وہ سابق چیمپئن آج ڈیوڈ اسٹارز اور شپ کا سربراہ ہے تو میرا یہ خیال ایسا غلط بھی نہیں ہے۔ اتنی بڑی ذمے داری کرائے کے کسی معمولی قاتل کو نہیں سونپی جاسکتی۔‘‘

’’اس پر ریسرچ بعد میں بھی کی جاسکتی ہے۔ فی الحال یہ فائل یا کاغذات مجھے دے دو۔ پتا تو چلے کہ جینی نے ہمارے لیے کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔‘‘

میری توقع کے مطابق ویرا نے کاغذوں کا پلندہ میری طرف بڑھا دیا۔

’’میں کاغذوں کا جائزہ لینے میں مصروف ہوگیا۔ ویرا نے سبز فائل کھول لی۔

وہ رنکس کی کاروباری سرگرمیوں کی بیشتر سرگرمیوں پر اجمالی روشنی ڈالنے والے کاغذات کی نقول تھیں۔ اس اعتبار سے ان میں سے ہر کاغذ بہت اہم تھا۔

کاغذوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے میری نظریں اس کاغذ پر مرکوز ہوگئیں جس پر رنکس کے مستقل گاہکوں کی تازہ ترین فہرست کا عنوان درج تھا۔

حروف تہجی کے اعتبار سے چھاپی ہوئی اس طویل فہرست پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہی میں ایف بی آئی، سی آئی اے، ناسا، پینٹا گون اور فیڈرل ریزرو سے لے کر وائٹ ہاؤس تک میں رنکس کے اثر و رسوخ کا اندازہ لگانے میں کامیاب ہوگیا۔

اس فہرست میں امریکا کے بیشتر اہم ترین وفاقی اداروں کے نام شامل تھے۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ ادارے بھاری رقوم، حساس آلات، قیمتی ہتھیاروں، تمسکات، دستاویزات اور دوسری گراں قدر اشیا کی نقل و حمل میں صرف رنکس کی خدمات سے استفادہ کرتی ہوں۔ اہم ترین نکتہ یہ تھا کہ آئزک بیل کو اپنے کاروباری ... ادارے کی وجہ سے ان تمام مقامات تک رسائی کی سہولت حاصل تھی جہاں امریکا کے سوا دنیا کے بہت سے ملکوں کی تقدیر کے فیصلے ہوتے تھے۔

’’یہ سب بالکل ناقابل فہم ہے۔‘‘ ویرا کی بڑبڑاہٹ نے مجھے چونکا دیا۔

میں نے سر اٹھایا تو وہ سبز فائل میری طرف بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی ’’تم بھی ایک نظر ڈال لو۔ شاید تم اس جناتی زبان کو سمجھ سکو۔‘‘

میں نے دل کی بڑھتی ہوئی دھڑکنوں کے ساتھ وہ پراسرار سبز فائل ویرا کے ہاتھ سے لے لی جس کا ایک

لفظ بھی ویرا کے پلے نہیں پڑ سکا تھا۔ اپنے کاغذات میں نے اسے دے دیے۔

وہ ہلکے بادامی رنگ کے دبیز اور قیمتی کاغذ کے پانچ صفحات تھے جو غالباً کسی کمپیوٹر پرنٹر سے نکالے گئے تھے۔ تحریر میں جہاں جہاں ہندسے استعمال ہوئے تھے وہ سمجھ میں آرہے تھے لیکن میں پہلے صفحے کا ایک لفظ بھی پڑھنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

مجھے اپنی انگریزی کی استعداد پر کبھی بھی ناز نہیں رہا' ہمیشہ کچھ نہ کچھ سیکھنے کے لیے کوشاں رہتا ہوں مگر میں اتنا کورا بھی نہیں تھا کہ ان پانچ صفحات کا کوئی لفظ بھی نہ پڑھ پاتا۔ ساری عبارت بڑے یعنی کیپٹل حروف میں لکھی گئی تھی، چھوٹا حرف کہیں نہیں تھا۔ الفاظ اس قدر بونگے اور بے تکے تھے کہ ان کا کوئی بھی تلفظ دشوار تھا۔

پانچویں صفحے کے اختتام پر دو کشادہ سطروں میں اوپر نیچے چار قلمی دستخط تھے۔ دو دستخط کالی انک سے کیے گئے تھے، تیسرے میں سبز اور چوتھے میں نیلی روشنائی استعمال کی گئی تھی۔ نیلے رنگ میں کیے گئے آخری دستخط کے نیچے جینی نے پنسل سے ہلکا سا کراس بنا کر یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ وہ آئزک بیل کے دستخط تھے۔

سبز فائل میں لگے ہوئے ان کاغذوں پر کافی دیر تک سر کھپانے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ کوئی غیر معروف خفیہ زبان تھی جسے سمجھنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں تھی۔

اس تحریر، اس کے نامعلوم متن اور اس پر موجود چار دستخطوں کے ساتھ کاغذ کی غیر معمولی دبازت اور ساخت بھی میرے محل نظر تھی۔ میں نے فائل میں سے ایک کاغذ نکال کر اسے روشنی کے رخ پر دیکھا تو مجھے اس میں بنے ہوئے خاص قسم کے واٹر مارک نظر آئے جن میں وائٹ ہاؤس کے حروف واضح طور پر پڑھنے میں آرہے تھے۔

اس اچانک دریافت پر میرا دل بلیوں اچھلنے لگا "ذرا یہ تو دیکھو!" میں نے وہ کاغذ ویرا کی طرف بڑھاتے ہوئے ہیجان آمیز لہجے میں کہا۔

ویرا اس کاغذ کے ساتھ میرا سلوک دیکھ چکی تھی۔ اس نے کاغذ کو چٹکی میں تھام کر روشنی کے رخ پر فضا میں بلند کیا اور اضطراری انداز میں اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔

"یہ تو وائٹ ہاؤس کے مونوگرام ہیں۔ یہ کاغذ خاص طور پر امریکا کے ایوان صدر کے لیے بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔" حیرت اور خوشی سے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

وائٹ ہاؤس کی اسٹیشنری پر چھپے ہوئے ان پانچ ناقابل فہم صفحات کے اختتام پر کسی ایک فرد کے دستخط ہوتے تو یہی کہا جاسکتا تھا کہ وہ صدر امریکا کے کسی نائب یا اہل کار کا جاری کیا ہوا کوئی حکم نامہ ہے لیکن وہاں چار افراد کے دستخطوں سے کچھ یوں ظاہر ہوتا ہے جیسے وہ وائٹ ہاؤس اور کچھ نامعلوم لوگوں کے درمیان ہونے والے کسی خفیہ معاہدے کا مسودہ ہو۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ویرا ایک مرتبہ پھر روشنی کے سامنے اس کاغذ کا جائزہ لیتے ہوئے بولی "جینی نے ایک بہت اہم دستاویز پر ہاتھ ڈالا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ رنکس اور وائٹ ہاؤس کے درمیان ہونے والے معاہدے کا مسودہ ہو۔ اسے پڑھ کر یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ اسحاق وائٹ ہاؤس کے لیے کون سی خفیہ خدمات انجام دے رہا ہے۔"

وہ کوئی عام کاروباری معاہدہ ہوتا تو اس میں نامانوس زبان استعمال کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ مقاصد کو خفیہ رکھنے کے لیے ہی ایسا کوئی قدم اٹھایا جاتا ہے۔ میں نے ویرا کے ہاتھ سے وہ کاغذ لے کر فائل میں لگاتے ہوئے کہا "اب اول خان کی مدد ناگزیر ہوگئی ہے۔ ان کاغذات کو وہی کرپٹو گرافی کے کسی ماہر سے ڈی کوڈ کرا سکے گا۔"

"پھر اس سے بات کرو۔" ویرا نے فوراً ہی نادر شاہی حکم صادر کردیا۔

"اس سے ویسے بھی بات کرنی ضروری ہوگئی ہے۔" میں نے پر تفکر انداز میں کہا "اسحاق نے کہا ہے کہ کراچی کا ایٹمی بجلی گھر دو روز سے خاموش ہے اور اب وہاں ویرانی ہی ویرانی راج کرے گی۔ اول خان اس سے پہلے ہی کراچی میں لوڈشیڈنگ کا ذکر کرچکا تھا اس نے کینوپ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اس بارے میں اس سے تفصیل سے بات کرنی پڑے گی۔"

"خدا خیر کرے۔" ویرا بے ساختہ بڑبڑائی "پتا نہیں یہ لوگ کینوپ کے دشمن کیوں ہورہے ہیں۔ ابھی کچھ ہی عرصے پہلے اس پر بارودی پیٹیوں سے لدا ہوا ایک جہاز گرانے کی سازش کی گئی تھی۔ پھر مدن موہن نے سلیم اکبر خان کے ذریعے وہاں کے خفیہ نقشے حاصل کرنے کی کوشش کی اور اب تم اسحاق گھنٹی کی نئی کہانی سنا رہے ہو۔"

ویرا الجھ رہی تھی لیکن میرے لیے وہ سازشیں قابل فہم تھیں۔

بھارت اور اس کے حواریوں کی شہ پر ان دنوں پاکستان ایٹمی پروگرام کو عالمی ذرائع ابلاغ سے پوری شد و مد سے اچھالا جارہا تھا۔ رپورٹنگ کے نام پر ایسے ایسے سنسنی خیز فکشن سنائے اور دکھائے جارہے تھے جیسے پاکستانی ایجنٹ اور مخصوص سفارت کار شرلاک ہومز جیسے کتابی سراغ رساں سے بھی زیادہ قابل اور ماہر ہوکر پورے مغرب کے لیے ہوا بن چکے ہوں۔

سارا زور اس بات پر تھا کہ کراچی کے ایٹمی بجلی گھر کے لیے درآمد کیا جانے والا ایٹمی ایندھن وہاں پوری طرح استعمال نہیں کیا جارہا تھا۔ انٹرنیشنل اٹامک انرجی کمیشن کے انسپکٹروں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ہر کھیپ میں سے چوری جاری تھی اور وہاں سے چوری کیا جانے والا ایندھن پاکستان کی نامعلوم تجربے گاہوں میں ایٹم بموں کی تیاری کے لیے استعمال ہورہا تھا۔

اس وقت تک ایٹمی ایندھن کو افزودہ کرنے کے لیے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی بے مثال کامیابیوں کا راز فاش نہیں ہوا تھا۔ پاکستان کے دشمنوں کو کامل یقین تھا کہ پاکستان کے ہولناک جوہری پروگرام کی بنیاد کینوپ سے چرائے ہوئے ایندھن پر رکھی گئی ہے۔

بھارت اور اسرائیل کو خدشہ تھا کہ پاکستان نے ایٹمی طاقت حاصل کرلی تو مشرق میں طاقت کا توازن بری طرح بگڑ کر پاکستان کے حق میں چلا جائے گا اور ان کی چوہدراہٹ کے خواب خاک میں مل جائیں گے۔

ایسے میں کینوپ کے خلاف تواتر سے کی جانے والی سازشیں بعید از فہم نہیں تھیں۔

پاکستان عالمی اداروں سے کیے ہوئے معاہدوں کی مکمل پاسداری کررہا تھا۔ اس کے عزائم کے بارے میں افواہیں پوری دنیا میں گردش کررہی تھیں، ثبوت کسی کے پاس نہیں تھا۔

ثبوت نہ ہونے کی صورت میں پاکستان کے خلاف کسی کھلی کارروائی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ طاقت کے نشے میں چور کوئی سپر پاور کوئی تخریبی قدم اٹھاتی تو اس کے خلاف رائے عامہ کا ایک طوفان کھڑا ہوسکتا تھا جس کا سامنا کرنا آسان نہ ہوتا۔

ان بکھیڑوں سے بچنے کے لیے ان جانے پہچانے دشمنوں نے سازشوں کا ڈول ڈالا تھا جن کے ڈانڈے دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

ویرا وائٹ ہاؤس کے باسیوں کے بارے میں پورے اعتماد سے اور بے دریغ یوں بات کرتی تھی جیسے اس نے اپنا پورا لڑکپن اقتدار و جبروت کے اسی ناقابل شکست قلعے میں گزارا ہو۔ میں نے کبھی اسے جھوٹا نہیں سمجھا لیکن اس کی کہی ہوئی ہر بات پر پوری طرح یقین بھی نہیں کیا۔

اس روز رنکس کے دفتر میں آئزک بیل کی میز کی درازوں کے پیچھے سے پانچ ورقی سبز فائل ہاتھ آنے کے بعد اس سازش کے کرداروں کے بارے میں پہلا ثبوت سامنے آگیا تھا۔

ایک طرف آئزک بیل کینوپ کی تباہی کی منحوس خبر سنا رہا تھا اور دوسری طرف وائٹ ہاؤس کسی خفیہ معاہدے کا فریق بنا بیٹھا تھا۔

جاں گسل اور صبر آزما جدوجہد کے ساتھ بہت دھیرے دھیرے سربستہ راز کھل رہے تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ بہت کچھ گڈمڈ ہوتا بھی نظر آرہا تھا۔ پہلے یوں لگتا تھا جیسے ہیروئن کی سرپرستی کرنے والے موت کے سوداگروں کا ٹولہ اپنی بے انداز آمدنی کے سہارے پاکستان کو تاخت و تاراج کرنے پر تل گیا ہو اور پورا کھیل ان اسمگلروں کا پھیلایا ہوا ہو مگر آئزک بیل کے دفتر سے وائٹ ہاؤس کے پانچ مطبوعہ کاغذ ملنے کے بعد وہ

طلسم بکھرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

پاکستان کے خلاف دہشت گردی اور تخریب کاری نے ہیرو ئن کے کالے دھن سے جنم نہیں لیا تھا بلکہ ان دشمنوں نے ہی ایک موثر حربے کے طور پر ہیرو ئن کو پاکستان کی سرحد کے دونوں جانب بکھیر دیا تھا۔ ان دشمنوں میں بھارت، اسرائیل اور ڈیوڈ اسٹارز کے چہرے شناسا تھے اور چوتھی تصویر وائٹ ہاؤس کے مستند روپ میں سامنے آ رہی تھی۔

وہ چھری اور خربوزے والا معاملہ تھا جس میں پاکستان ... خربوزہ بنا ہوا تھا۔ دودھاری چھری کے ایک دھار موت کے سوداگر صیقل کر رہے تھے، دوسری دھار دشمن تیز کر رہے تھے۔

ان سازشوں کی بیخ کنی کرنے والے تنخواہ دار عمال اور اہل کار جو کچھ بھی کر رہے ہوں، نتیجہ سامنے تھا کہ سازشیں روز بروز زور پکڑ رہی تھیں اور ان کا مقابلہ کرنے والے گمنام و بےنوا سپاہیوں میں سے ایک انقرہ کے فوجی اسپتال میں بستر پر پڑا اپنی صحت یابی کا منتظر تھا، دوسرا کراچی میں برسر پیکار تھا اور میں ویرا سمیت نیو یارک جیسے بےرحم اور تیز رو شہر میں بھٹک رہا تھا۔

اچانک مجھے یاد آیا کہ بظاہر بدری ناتھ بھی اس لڑائی میں ہمارا ساتھی بن چکا تھا۔ نیو یارک میں آئزک بیل کے دفتر کا پہلا سراغ اسی نے دیا تھا۔ اسی کی دی ہوئی سی ایس ڈی نے ہمیں اس قابل کیا تھا کہ میں بے خوف و خطر ہو کر آئزک بیل سے بات کر رہا تھا۔

ہوٹل سے پاکستان فون نہ کرنا میرا ایک اصولی فیصلہ تھا جو حفظ ما تقدم کے لیے ضروری تھا۔ اول خان سے بات کرنے کے لیے مجھے ہوٹل سے باہر جانا پڑتا جب کہ بدری کے کزن شیام ناتھ کو میں کمرے سے فون کر سکتا تھا۔ میں نے فوراً ریسیور اٹھا لیا۔

پہلی گھنٹی بجتے ہی شیام ناتھ نے فون اٹھا لیا۔ معمول کے مطابق اس کی آواز نشے سے بوجھل تھی مگر وہ نشے میں نہیں تھا۔ میری آواز پہچانتے ہی چہکنے لگا ”یار گرنام! تمہاری اور بدری کی راس خوب ملتی ہے۔ ادھر وہ کوئی پیغام دیتا ہے اور ادھر تم فون کھڑکا دیتے ہو۔ وہ سالا اپنا کزن ہے لیکن اپنے ساتھ اس کی کبھی اتنی نہیں بنتی۔“

”کیا اس کا فون آیا تھا؟ وہ اس وقت کہاں ہے؟“ میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

”وہ ورجینیا میں موج کر رہا ہے۔ اس مرتبہ اس کی پرواز اونچی معلوم ہوتی ہے۔“

”اس نے اپنا کوئی پتا یا فون نمبر چھوڑا ہے؟“ میں نے اگلا سوال کیا۔

”وہ... رچمنڈ کے کسی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔ کاغذ قلم موجود ہے تو اس کا فون نمبر لکھ لو۔“

اس نے مجھے جیفرسن ہوٹل کے کمرا نمبر بیس کے ساتھ رچمنڈ کا ایریا کوڈ اور ہوٹل کا فون نمبر لکھوانے کے بعد کہا۔

”اس سے جلد ہی بات کر لینا۔ وہ خاصا بےچین تھا۔“

”تم بےفکر رہو۔ میں بھی اس بلبل کی آواز سننے کو تڑپ رہا ہوں۔“

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ اپنی عادت کے مطابق مجھے جلد ہی ملنے اور محفل جمانے کی ہدایت کی اور مختصر سی گپ شپ کے بعد فون بند کر دیا۔

میں نے محسوس کیا کہ ایک مدت سے امریکا میں رہنے کے باعث شیام ناتھ پوری طرح وہیں کے رنگ میں رنگ گیا تھا۔ من چلے نوجوانوں کی طرح زندگی کی بھاری ذمے داریوں سے فرار، اپنی ضروریات کے لیے لنگر لنگوٹ کس کر کماتا اور پھر اس کمائی کو اپنی ذاتی خوشیوں کے لیے بےدریغ خرچ کرنا اس کا وتیرہ بنا ہوا تھا۔ مجھ سے خاصی بےتکلفی ہو جانے کے باوجود اس نے فون پر مجھے زیادہ وقت نہیں دیا تھا کیونکہ ان اوقات میں اس کے ریستوران میں کام کا دباؤ شروع ہو جاتا تھا۔ اوقات کار میں اپنے منصب کی ذمے داریوں سے آنکھیں بند کر کے یار دوستوں اور شناساؤں سے گپ شپ میں وقت برباد کرنے کا تصور وہاں مالکان میں پایا جاتا تھا اور نہ ملازمین وقت کی اس ضیافت کا تصور کر سکتے تھے۔

مجھے اول خان سے بات کرنے کے لیے ہوٹل سے باہر جانا ہی تھا۔ میں نے سوچا کہ بدری ناتھ کو بھی پبلک بوتھ سے ہی فون کر لوں گا مگر ویرا نے مجھے مجبور کیا کہ میں بدری سے اسی کے سامنے بات کر لوں۔

بدری اس وقت امریکا کی ہی ایک ریاست میں موجود تھا۔ اندرون ملک کی جانے والی وہ ٹیلی فونک گفتگو اردو میں ہوتی پھر میرے انسٹرمنٹ سے سی ایس ڈی منسلک تھی۔ لمحہ بھر میں ان نکات پر غور کرنے کے بعد میں نے ویرا کا مشورہ قبول کر لیا۔

”بات کرنا مگر ہوشیاری سے۔“ مجھے آمادہ پا کر ویرا نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا ”دارالحکومت کے مضافات میں واقع یہ ریاست بہت خطرناک ہے کیونکہ سی آئی اے کا ہیڈ کوارٹر وہیں پایا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بدری اس وقت ان ہی کا مہمان ہو۔“

”تو کیا سی آئی اے سینٹر رچمنڈ میں ہی ہے؟“ میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

”وہ رچمنڈ بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ لوگ ورجینیا سے کنٹرول کیے جاتے ہیں۔ کیپٹل ریجن کی یہ ریاست اتنی چھوٹی سی ہے کہ اس کے بیشتر شہر ایک دوسرے سے تقریباً جڑے ہوئے ہیں۔ اگر بدری ناتھ کی طرف دوڑ لگانی پڑی تو یہ چھوٹی موٹی باتیں بھی معلوم ہو جائیں گی۔“

یہ ذکر شاید بار بار آتا رہا ہے کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہر درجے کے ہوٹلوں میں اب فون کرنے کے لیے آپریٹر سے مدد لینی قطعی ضروری نہیں ہوتی۔ مطلوبہ نمبر معلوم ہو تو کوئی مخصوص ہندسہ ڈائل کر کے فون لائن تک براہ راست رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ میں نے ریسیور اٹھا کر شیام ناتھ سے ملا ہوا نمبر ڈائل کر ڈالا۔ پہلی گھنٹی پر ہی دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔

”جیفرسن ہوٹل...... میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟“ ریسیور میں مترنم نسوانی آواز گونجی۔

میری فرمائش پر لائن لمحہ بھر میں بدری ناتھ کے کمرے میں منتقل کر دی گئی۔ رابطہ برقرار رہا۔ سی ایس ڈی کی خاموشی کا مطلب تھا کہ آپریٹر نے گفتگو سننے کی کوشش نہیں کی تھی یا پھر ان مصروف اوقات میں اسے اس مشغلے کی فرصت نہیں تھی۔

”بہت اچھا کیا کہ تم نے فون کر لیا۔ یہاں میرا وقت بہت مصروف گزرے گا۔“ علیک سلیک کے بعد بدری ناتھ نے دبی دبی ہیجان آمیز آواز میں کہا ”راستے میں ہی مجھے ایک شیڈول پکڑا دیا گیا تھا اور ائرپورٹ پر اترتے ہی مجھے براہ راست ہیڈ کوارٹرز پہنچا دیا گیا......“

”کیا سی آئی اے ہیڈ کوارٹرز کی بات کر رہے ہو؟“ میں.... اپنے فطری تجسس کی وجہ سے اس کی بات کاٹے بغیر نہ رہ سکا۔

”یہ نام مت لو!“ بدری ناتھ کی غراہٹ ابھری ”یہ نہ بھولو کہ میں آتش فشاں کے دہانے پر آ بیٹھا ہوں اور یہاں قدم رکھتے ہی کچھ ایسے کاغذات میرے سامنے آئے ہیں جن سے پتا چلا ہے کہ اوہایو سے کچھ اہم پرزوں کے تین بڑے کریٹ نیو یارک جانے والے ہیں۔ وہاں سے یہ کریٹ ائرفریٹ سے کراچی جائیں گے۔ راستے میں ان آلات یا پرزوں میں کوئی گڑبڑ کی جانے والی ہے۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ ہو سکے تو تم کچھ کرنے کی کوشش کرو۔“

”میں سر توڑ کوشش کروں گا۔“ اس کا وہ انکشاف سن کر میں سناٹے میں آ گیا تھا ”لیکن یہ تو پتا چلے کہ وہ پرزے کیا ہیں اور کراچی میں کس کو ملنے والے ہیں۔“

”مختصر وقت میں اس سے زیادہ معلوم کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اپنی کوششوں کے ساتھ ذرا اس جوڑے کی بھی خیر خبر رکھو جس سے اسحاق گھنٹی گھبرایا ہوا ہے۔ اگر وہ دونوں آ گئے ہیں تو اس معاملے میں بہت کچھ کر سکتے ہیں تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔“

بظاہر اس کے وہ فقرے میرے لیے توہین آمیز تھے کیونکہ اس کے لیے میں علی شیر بنا ہوا تھا جبکہ اس کی بیشتر توقعات ڈینی اور ویرا سے وابستہ تھیں۔ مجھے خوشی ہوئی کہ اس وقت تک بدری کو میری اصلیت پر ذرا بھی شبہ نہیں ہوا تھا اور یہی میری کامیابی کی کلید تھی۔

”میں کام چور یا حرام خور نہیں ہوں۔“ میں نے برا مان جانے والے انداز میں کہا ”میں صرف یہ جاننا چاہ

رہا تھا کہ وہ پرزے اوہایو سے نیویارک تک کیسے لے جائے جائیں گے؟''

''ہاں، تمہارا یہ سوال معقول ہے یہ سفر جہاز سے طے ہوا تو راستے میں کچھ بھی نہیں ہوسکے گا۔ یہ راستہ سڑک سے طے ہوگا۔ یہاں ٹھیکے داری کا رواج کچھ زیادہ ہے۔ یہ کام رنکس نامی کسی سیکیورٹی کمپنی کو سونپا گیا ہے۔ وہ قیمتی سامان کی محفوظ نقل وحمل میں بہت ماہر سمجھے جاتے ہیں۔''

''بس اب بہت کچھ ہوسکے گا۔'' میں نے اپنی بے ساختہ خوشی کو دباتے ہوئے اضطراری لہجے میں کہا'' تم کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ رنکس اسحاق گھنٹی کی کمپنی ہے اور تمہیں مین ہٹن کی ایک ہائی رائز کی گیارہویں منزل پر اسی کے دفتر میں لے جایا گیا تھا۔''

''نہیں......یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟'' اس کی بے ساختہ آواز تحیر زدہ تھی۔

''میں اس دفتر کا سراغ لگا چکا ہوں۔ تم شدید ذہنی دباؤ کے عالم میں وہاں لے جائے گئے تھے اس لیے تم کو یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس دفتر کا کیا نام ہے ورنہ وہ اس عمارت کا ایک مشہور اور معتبر کاروباری ادا ہے۔''

''میرے میزبانوں کے روابط اگر اس کمپنی سے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اسحاق گھنٹی کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ یہ کوئی بہت بڑا گٹھ جوڑ معلوم ہوتا ہے۔'' وہ بولا۔

''بڑے گٹھ جوڑ کی بات تو اسی ایک نکتے سے واضح ہوجاتی ہے کہ تمہیں ممبئی سے بلا کر ورجینیا میں خونی درندوں کے غول میں چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ وہ تمہیں اپنے جیسا بنا سکیں۔''

''دیکھتے ہیں کہ کون کیا بنتا ہے؟'' ایک گہرے سانس کے بعد اس کی آواز ابھری ''کوئی خاص بات ہو تو تم رات نو بجے کے بعد ان ہی نمبروں پر مجھ سے رابطہ کرسکتے ہو۔ شیڈول کے مطابق اگلے دو ہفتے مجھے اسی ہوٹل میں راتیں بسر کرنی ہوں گی۔''

''نو بجے کے بعد؟ کیا تم یہاں اوور ٹائم بھی کماؤ گے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

ایک سپاٹ سی ہنسی کے بعد اس کی آواز سنائی دی ''ہم لوگ چوبیس گھنٹے کے ملازم ہوتے ہیں۔ یہاں میرے دفتری اوقات پانچ بجے ختم ہوجائیں گے لیکن فیلڈ ٹریننگ کے سلسلے میں مجھے اکثر شامیں ادھر ادھر گزارنی پڑیں گی۔ میں نو بجے کے بعد ہر حال میں کمرے میں موجود رہوں گا، آج میں جلدی لوٹ آیا تھا۔''

''ٹھیک ہے، اگر اسحاق گھنٹی کو دہشت زدہ کرنے والے جوڑے سے کوئی رابطہ ہوا تو اسے بھی تمہارا نمبر دے دوں گا۔ وہ لوگ تم سے بات کرکے ضرور خوش ہوں گے۔''

''ایسا ہوجائے تو کیا ہی بات ہے۔'' اس کا لہجہ رشک آمیز تھا۔

میں نے وہ کال ہوٹل سے کی تھی اس لیے اسے زیادہ طول نہیں دیا۔ کام کی باتوں پر تبادلہ خیال ہو ہی چکا تھا۔ میں نے رسمی فقروں کے تبادلے کے بعد فون بند کردیا۔

''سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں کیا ہورہا ہے۔'' بدری ناتھ سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل سن کر ویرا پر تشویش انداز میں بولی ''ایسا معلوم ہورہا ہے جیسے امریکا میں ہر وقت صرف پاکستان کے خلاف سازشیں ہوتی رہتی ہیں اور ان لوگوں کو دنیا میں کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔''

''پاکستان ہی نہیں، دنیا کے متعدد ممالک ان کا ہدف ہیں۔ ورجینیا میں بیٹھے ہوئے منصوبہ ساز اپنے سازشی ذہنوں کو ہر وقت استعمال کرتے رہتے ہیں۔ کیوبا، ایران، عراق، لیبیا، چین اور مشرقی یورپ کے متعدد ممالک ان کی آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں اور یہ ان کے خلاف مصروف عمل رہتے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ہمارے مفادات پاکستان سے وابستہ ہیں اس وجہ سے ہم کو وہی باتیں معلوم ہورہی ہیں جن میں پاکستان کا نام آتا ہے۔''

''ایک چھوٹے سے اور غریب ملک کے خلاف اتنی پرخاش میری سمجھ سے باہر ہے۔ پتا نہیں اوہایو سے روانہ ہونے والے کس قسم کے پرزوں میں تخریب کاری

کی جانے والی ہے۔ تم ڈور کو سلجھانے کی جتنی کوشش کر رہے ہو، وہ اسی قدر الجھتی جارہی ہے۔''

''یہ یہاں کی خبریں تھیں۔ اب دیکھتا ہوں کہ پاکستان کی کیا اطلاعات ہیں۔'' میں نے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے کہا۔

''اس وقت میرے لیے ہر بات ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ مجھے اصل فکر کینوپ کی ہے۔ پتا نہیں اسحاق گھنٹی کے زرخرید حواریوں نے وہاں کیا گل کھلائے ہیں۔''

''تم جا کر اول خان سے بات کرو۔ میں اپنے بکھرتے ہوئے اعصاب کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرتی ہوں۔ مجھے شدت سے اسکاچ کی طلب ہورہی ہے۔''

''تم اپنی مرضی کی مالک ہو۔ شوق پورا کرلینا لیکن بات حد میں رہے تو بہتر ہے۔''

میں ہوٹل سے نکلا تو میرے ذہن پر ہلکا سا بوجھ طاری تھا۔ نیویارک میں اس وقت شام کے چھ ہی بجے تھے۔ پاکستان میں اس وقت فجر کا وقت بھی نہیں ہوا تھا۔ اتنے منہ اندھیرے اول خان کی نیند خراب کرنی مناسب نہیں تھی مگر ضرورت ناگزیر تھی۔

میری کال پر اول خان صبح صادق کی گہری نیند سے بیدار ہوا تو اس کی آواز خمار سے بوجھل تھی لیکن اس میں ذرا بھی ناگواری نہیں تھی۔

''اگر تمہارا ذہن صاف ہے تو یہ بتاؤ کہ کراچی میں آج کل لوڈ شیڈنگ کیوں ہورہی ہے؟'' میں نے کسی تمہید کے بغیر اپنے مطلب کا سوال داغا۔

''لوڈ شیڈنگ تو اب یہاں کے معمولات میں شامل ہوچکی ہے۔ تم اس بارے میں فکر مند کیوں ہو؟ ویسے مجھے اس کے اسباب کا ذرا بھی علم نہیں ہے؟'' اول خان نے جواب دیا۔

''مجھے اطلاع ملی ہے کہ کینوپ دو دن سے بند پڑا ہے۔ دشمن ایک مرتبہ پھر اسے نشانہ بنانے پر تلا ہوا ہے۔ میں ان خبروں کی تصدیق یا تردید حاصل کرنی چاہتا ہوں۔''

''متعلقہ لوگوں سے بات کیے بغیر میں کوئی جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔'' میرا مدعا سنتے ہی اس کی آواز سے نیند کے اثرات کافور ہوگئے۔

''میں تمہیں تھوڑا سا وقت دے سکتا ہوں۔ اس مہلت کے بعد اسی بوتھ سے دوبارہ فون کروں گا۔ تم کتنی دیر میں معلومات حاصل کرسکتے ہو؟''

''کے ای ایس سی کے دو چیف انجینئر زمیرے دوست ہیں۔ منیر الدین یا خالد اقبال سے بات ہوگئی تو میرے لیے دس منٹ بھی بہت کافی ہیں لیکن تم مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دو تاکہ میں پوری تفصیلات حاصل کرسکوں۔ اگر کوئی تخریب کاری ہوئی ہے تو اندر کی خبریں حاصل کرنے میں تھوڑی سی دشواری پیش آسکتی ہے......''

میں نے اس کی بات کاٹ دی ''ٹھیک ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد فون کروں گا۔''

فون کا کریڈل دبا کر میں چند ثانیوں تک بوتھ میں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر ریسیور ہک پر لٹکا کر باہر نکل آیا۔ اس وقت فٹ پاتھوں پر سناٹا نہیں چھایا تھا مگر وہاں راہ گیروں کی کثرت بھی نہیں تھی۔ میرے ذہن میں پچھلی رات کی رہزنی کا تلخ تجربہ تازہ تھا۔ آدھے گھنٹے کے لیے وہیں رک کر کسی لٹیرے کو اپنی طرف مدعو کرنے کا خطرہ مول لینے کے بجائے میں نکڑ سے آٹھویں ایونیو شمال کی طرف چل پڑا۔ وہ راستہ شیام ناتھ کے ہوٹل کے ساتھ مین ہٹن کے مرکزی تفریحی علاقوں کی طرف جاتا تھا۔ اس چہل قدمی میں آدھا گھنٹا گزار کر میں کہیں سے بھی اول خان کو فون کرسکتا تھا۔

اس وقت شیام کے پاس رکنا مناسب نہیں تھا۔ بزنس کے اوقات میں وہ مجھے وقت دے سکتا نہ میں زیادہ وقت برباد کرنے کا متحمل ہوسکتا تھا۔ مجھے صرف اتنا وقت گزارنا تھا کہ اول خان صبح سویرے اپنے دوستوں کی نیند خراب کرکے کینوپ کے بارے میں اصل صورت حال معلوم کرسکے۔

پورٹ اتھارٹی بس ٹرمنل سے ذرا آگے رونق اور رنگا رنگ روشنیوں کا ایک سیلاب میرا منتظر تھا۔ اس

وقت میں مشہور زمانہ ٹائمنر اسکوائر سے ملنے والی سڑکوں پر موجود تھا۔

بڑی بڑی، جلتی بجھتی تیز روشنیوں میں سڑکوں کے دونوں طرف مین ہٹن کے بے شمار عشرت کدے اور تفریحی مراکز پھیلے ہوئے تھے۔ نظروں میں دعوت اور شناسائی کی عجیب سی جھلک لیے بہت سے اجنبی نسوانی چہرے مجسم اشتہار بنے سیاحوں کی بھیڑ میں بھٹک رہے تھے مگر اس وقت میرے لیے ان تفریحات میں ذرا بھی کشش نہیں تھی۔ میرا ذہن کینوپ میں الجھا ہوا تھا۔

میں بار بار اپنی رسٹ واچ کا جائزہ لیتا، انسانوں کی اس بھیڑ میں ایک بھٹکے ہوئے دیہاتی کی طرح گھومتا رہا۔ ٹائمنر اسکوائر سے براڈوے ہوتا ہوا تھیٹر ڈسٹرکٹ میں پہنچا تو اول خان کو دیے ہوئے وقت میں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے۔

میں بھیڑ بھاڑ سے بچتا اور گلیوں میں مڑتا ہوا جلدی ہی اس پر ہجوم علاقے سے نکل گیا اور پھر مجھے ایک بلاک کے وسط میں فٹ پاتھ پر خالی فون بوتھ بھی نظر آ گیا۔

میرے پاس ابھی تین منٹ باقی تھے۔ اچانک مجھے سلطان شاہ کا خیال آیا اور میں نے بے اختیار ریسیور ہک سے اتار کر کان سے لگالیا۔

اول خان کو دیے ہوئے وقت میں دس پانچ منٹ کی تاخیر سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا مگر سلطان شاہ کی خیریت معلوم ہونی ضروری تھی۔ اگر مجھے پہلے ہی دھیان آ گیا ہوتا تو اپنا آدھا گھنٹا زیادہ بہتر طور پر گزار سکتا تھا۔

مجھے انقرہ میں ایوب آغا کے ساتھ ملٹری اسپتال کا فون نمبر بھی زبانی یاد تھا۔ آخری اطلاع کے مطابق سلطان شاہ کی حالت قدرے بہتر تھی اس لیے میں نے ایوب آغا کے بجائے ملٹری اسپتال کا نمبر ہی ملا ڈالا تاکہ سلطان شاہ سے براہ راست بات ہو سکے۔

انقرہ ملٹری اسپتال کا آپریٹر انگریزی سے نابلد تھا مگر مخصوص آواز سے یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ انٹرنیشنل کال تھی۔ ترکی میں کہے ہوئے اپنے پہلے فقرے کے جواب میں میری انگریزی سنتے ہی اس نے سمجھ لیا کہ اس کا مخاطب اس کی مادری زبان سے ناواقف ہے۔

لائن پر چند ثانیوں کے لیے سکوت رہا پھر کوئی خاتون انگریزی میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔ میری فرمائش پر اس نے مزید کسی سوال کے بغیر کال سلطان شاہ کے کمرے میں منتقل کر دی۔

سلطان شاہ کے لیے میری وہ فون کال اس قدر غیر متوقع تھی کہ میری آواز سنتے ہی وہ وفور مسرت سے تقریباً چیخ پڑا۔

''شکر ہے میرے خدا! میں نے اپنے کانوں سے تمہاری آواز سن لی۔ مجھے سب معلوم ہو چکا ہے کہ تم ایک لمحے کے لیے بھی میری طرف سے غافل نہیں تھے۔ اگر تم نے ہزاروں میل کی دوری کے باوجود میری خبر گیری نہ کی ہوتی تو آج میں زندہ نہ ہوتا......''

''ذرا رک کر بولو برخوردار!'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا ''ایک سانس میں پوری تقریر کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہاری حالت دوبارہ بگڑ سکتی ہے۔''

''اب نہیں بگڑے گی۔'' میرے کانوں میں اس کی پرعزم آواز ابھری ''تمہارے ساتھ رہ کر میں نے جینے کا صحیح سلیقہ سیکھا ہے۔ آدمی میں اپنے ہر سانس کے لیے لڑنے کی امنگ زندہ ہو تو دشمن اسے کبھی زیر نہیں کر سکتا۔ بستر پر وقت پورا ہو جائے تو بات دوسری ہے۔''

''فلسفہ بول رہے ہو۔'' میں نے ہنس کر کہا ''میں تو آس لگائے بیٹھا تھا کہ تم آخر کار امریکا پہنچ کر ہی دم لو گے مگر تم راستے سے ہی بھاگ نکلے۔''

''خدا کی قسم وہ مجھے مار ڈالتے۔ قبرص میں وہ سب درندے بنے ہوئے تھے۔ میری سرکوبی کے چکر میں انہیں اپنے یرغمالی ساتھیوں کی جانوں کی بھی پروا نہیں تھی مگر پھر نہ جانے کیا ہوا، تم نے ان کی کون سی رگ دبائی کہ وہ مجھے انقرہ پہنچانے پر مجبور ہو گئے۔'' اس کے پاس مجھے سنانے کے لئے اتنی باتیں تھیں کہ کم بولنا اس کے لیے ممکن ہی نہیں تھا۔

''ماضی کی تلخ یادوں کو بھلا دینا ہی صحت کے لیے بہتر رہتا ہے۔ یہ بتاؤ......''

وہ میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی مضطربانہ آواز میں بول پڑا ''مجھے ان لوگوں نے مار ہی ڈیا تھا۔ وہ تجربہ اس قدر بھیانک اور روح فرسا تھا کہ میں شاید زندگی بھر اسے نہیں بھول سکوں گا۔ یوں سمجھ لو کہ میں نے نیم مردہ حالت میں ان چاروں سے ٹکر لی تھی۔''

''تم نے عقل کو دنگ کر دینے والا کارنامہ انجام دیا ہے۔ مجھے پل پل کی خبریں مل رہی تھیں۔ یہ بتاؤ کہ کراچی کب جا رہے ہو؟'' آخر کار مجھے اپنا سوال کرنے کا موقع مل ہی گیا۔

''میرا بس چلے تو اسی وقت چل پڑوں لیکن ایوب آغا بہت شفیق اور مہربان آدمی ہے۔ وہ ڈاکٹروں کی اجازت کے بغیر مجھے اسپتال سے نہیں ہلنے دے گا۔ وہ ہر روز دو چار دن کی تسلی دیتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ شاید اسے کچھ اور بھی پریشانیاں ہیں۔''

''شور سے دورے کی سی کیفیت طاری ہونے کا سلسلہ اب کیسا ہے؟''

وہ دھیرے سے ہنس کر بولا ''وہ سب کمزوری کا نتیجہ تھا۔ ڈرپ کے ساتھ دی جانے والی مقوی دواؤں نے وہ اثرات تیزی سے زائل کر دیے ہیں۔ میں ٹہلنا بھی چاہتا ہوں مگر مجھے کمرے میں روک دیا جاتا ہے۔ کسی کسی وقت یوں لگتا ہے جیسے میں ایوب آغا کا قیدی ہوں۔''

''اس کی طرف سے اپنے دل میں بدگمانی نہ لانا۔ یہ سب تمہاری حفاظت کے لیے کیا جا رہا ہے۔ تمہیں اغوا کرانے والے ابھی تک نچلے نہیں بیٹھے ہیں۔'' اس کے قتل کے لیے اسپتال میں گھسنے والے دو افراد کی گرفتاری کو اس سے چھپایا گیا تھا لہٰذا میں نے بھی وہ ذکر گول کر دیا۔

''کاش تم مجھے اپنے ساتھ لے گئے ہوتے تو یہ سب نہ ہوتا مگر تمہیں ویرا زیادہ عزیز ہے۔ اس کا کیا حال چال ہے؟'' ابتدائی فقرے قطعی غیر ضروری تھے۔ سلطان شاہ کے لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے ویرا کا احوال جاننے کے لیے وہ تمہید باندھی تھی۔

میں نے زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''تم اسے یاد کر رہے ہو، وہ تمہیں یاد کرتی رہتی ہے۔ کئی بار مجھے ملامت کر چکی ہے کہ میں تمہیں بلکہ تمہاری نازک حالت کو بھول کر یہاں کے معمولات میں گھرتا چلا جا رہا ہوں۔''

''میں ہی نہیں، غزالہ بھی اسے یاد کرتی رہتی ہے۔ وہ بڑی عجیب شخصیت کی مالک ہے۔ سامنے رہتی ہے تو اپنی حرکتوں سے ہر وقت غصہ دلاتی رہتی ہے۔ آنکھ سے اوجھل ہوتی ہے تو اس کی وہی حرکتیں معصوم شرارتوں کے روپ میں یاد آتی ہیں۔''

''وہ تمہارے ان نادر خیالات سے واقف ہو گئی تو تمہیں زبردستی اٹھا کر کورٹ میں لے جائے گی اور تم سے سول میرج کر ڈالے گی۔ وہ بھی تمہیں مرغی کے پروں کی گرمی سے ترسا ہوا ایک محروم اور معصوم سا چوزہ سمجھتی ہے۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا ''چاہو تو میں اسے انقرہ بھیج سکتا ہوں۔ اس نے یہاں میری زندگی اجیرن کی ہوئی ہے۔''

''بھول کر بھی ایسا نہ کرنا۔'' میری تجویز پر وہ بوکھلا گیا۔ ''انقرہ آ گئی تو اس کا انتقامی مشن ادھورا رہ جائے گا۔ ویسے بھی وہ تمہاری بہترین مددگار ہے۔ اس کا ساتھ میسر ہو تو تمہاری کارکردگی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اب تک تم نے بہت سی کامیابیاں حاصل کر لی ہوں گی۔''

''سفر جاری ہے۔ اصل کامیابی اس وقت ہو گی جب حریف ہاتھ آئے گا۔ تم ان باتوں پر نہ سوچو۔ جلد ہی تمہیں کوئی اچھی خبر ملے گی۔''

معاً اسپتال کی آپریٹر لائن پر آ گئی۔ شاید اس نے سلطان شاہ کے کمرے سے میرا رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہہ رہی تھی ''سوری سر! مریض کی حالت اسے اتنی طویل گفتگو کی اجازت نہیں دیتی۔ اب وہ بے چارہ نقاہت سے بے ہوش بھی ہو سکتا ہے۔''

''اوہ! تو کیا اس کی حالت واقعی اتنی خراب ہے؟'' میں نے صدمے سے مغلوب آواز میں پوچھا۔

''حالت خراب نہیں ہے مگر وہ بہت نحیف ہو چکا ہے۔ اسے آرام کی ضرورت ہے۔ میں ہی اس کی اسٹاف نرس ہوں اور آپریٹر کی مدد کے لیے بورڈ پر آئی

تھی۔‘‘

’’ہمدردی اور اعانت کا شکریہ۔ ہم پاکستانی اپنے محسنوں کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔‘‘

’’اور ہم ترک ہمیشہ اپنے بھائیوں کی عزت کرتے ہیں۔‘‘ گرم جوشی سے کہا گیا۔

میں نے فی امان اللہ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ سلطان شاہ سے براہ راست بات کر کے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے سر سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔

اول خان کو دیے ہوئے وقت سے صرف پانچ منٹ زائد ہوئے تھے۔ کارڈ کے یونٹ بھی بہت کم رہ گئے تھے۔ میں نے سلاٹ میں دوسرا کارڈ لگا کر اول خان کا نمبر ملا لیا۔

پہلی گھنٹی مکمل ہونے سے پہلے ہی اول خان دوبارہ لائن پر موجود تھا اور متاسفانہ لہجے میں کہہ رہا تھا ’’مجھے اپنی نااہلی اور کوتاہ بینی پر بہت دکھ ہے میرے دوست۔ ہماری ناک کے نیچے وار ہو گیا اور ہم بے خبر بیٹھے ہیں اور تم امریکا میں رہ کر ہم سے زیادہ باخبر ہو۔‘‘

’’خود کو ملامت کرنے کے بجائے حالات سے آگاہ کرو۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں یہاں دشمن کے حلق میں ہاتھ ڈال کر باتیں اگلوا رہا ہوں۔ تم اس سے بہت دور ہو۔ یہی غنیمت ہے کہ ہم میں سے کسی نہ کسی کو معلومات حاصل ہو ہی جاتی ہیں۔‘‘

’’سمندری پانی کھینچ کر پلانٹ میں پہنچانے والے دو دیو ہیکل سی ڈبلیو پمپ پچھلے دو روز سے ناکارہ ہیں۔ ان کی مرمت تک پلانٹ نہیں چل سکے گا۔ ابھی تک یہ تعین نہیں کیا جا سکا کہ پمپوں کی تباہی کوئی اتفاقی حادثہ ہے یا یہ تخریب کاری کا نتیجہ ہے۔‘‘

’’اسحاق گھنٹی اس تباہی کا حوالہ نہ دیتا تو کچھ بھی کہا جا سکتا تھا لیکن اب تخریب کاری میں ذرا بھی شبہ نہیں رہا۔ کیا وہاں ان پمپوں کا کوئی متبادل بندوبست نہیں تھا۔‘‘

’’ان میں سے صرف ایک پمپ پورے پلانٹ کی ضرورت کے لیے کافی تھا۔ دوسرا [illegible] متبادل کے طور پر ہی لگایا گیا تھا۔‘‘

’’پھر وہ دونوں ایک ساتھ کیسے تباہ ہو گئے؟‘‘ میں نے حیرت سے پوچھا۔

’’چلتا ہوا پمپ خوفناک آوازوں کے ساتھ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا تو خودکار برقی نظام کے تحت دوسرا پمپ چل پڑا۔ چند ثانیوں بعد وہ بھی اسی انجام سے دوچار ہوا اور ہنگامی طور پر پورا پلانٹ بند کرنا پڑ گیا۔‘‘ اول خان کی آواز سے افسردگی مترشح تھی۔

’’دو دن میں اس تباہی کے کیا اسباب سامنے آئے ہیں؟‘‘ میں نے پوچھا۔

’’سمندر سے پانی لانے والی سرنگ میں کاٹھ کباڑ کو روکنے کے لیے پہلے مضبوط آہنی سلاخوں والی جالیاں ہیں۔ پھر پمپوں سے پہلے باریک جالیاں ہیں۔ آہنی سلاخوں کے درمیان سے کسی غوطہ خور کا اندر آنا ناممکن تھا۔ ان زیرِ آب سلاخوں کو دو جگہ سے کاٹ کر اتنی جگہ بنائی گئی جس میں سے غوطہ خور اندر آ سکے......‘‘

’’کیا یہ سب باتیں طے ہو چکی ہیں؟‘‘ میں نے بے تابی سے اس کی بات کاٹ کر پوچھا ’’ان کے بعد اتفاق کا کیا امکان باقی رہ جاتا ہے۔‘‘

’’مجھے واقعات بتائے گئے ہیں۔ تفصیلی نظریہ میرا اپنا ہے۔ ان آہنی سلاخوں کو بیم گن جیسے کسی ہتھیار سے اس طرح گلایا گیا ہے کہ پہلی نظر میں انسانی تخریب کاری کا شبہ تک نہیں ہوتا۔‘‘ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا ’’اس راستے سے غوطہ خور ماہی گیری کے دو مضبوط اور بڑے جال لے کر سرنگ میں داخل ہوا۔ اندر دونوں پمپوں کی سرنگیں منقسم ہوتی ہیں۔ اس نے باریک جالیاں کاٹ کر نائلون کے وہ مضبوط جال اندر چھوڑے اور اسی راہ سے لوٹ گیا۔‘‘

’’اور پانی کے بہاؤ سے وہ جال پمپوں میں گھس کر بری طرح پھنس گئے؟‘‘ میں نے تائید طلب لہجے میں بے تابی سے کہا۔

’’تیسری، کاٹ پمپ کے پنکھے کے نیچے کسی ہوئی سوراخ دار فولادی پلیٹ کی صورت میں ہوتی ہے مگر تخریب کار شاید یہ سب جانتے تھے۔ وہ جال مضبوط مگر باریک ڈوری سے بنا ہوا تھا۔ ان سوراخوں سے

گزر گیا۔‘‘

پوری بات میرے ذہن میں آ گئی تھی۔ ابتدائی آہنی سلاخوں کی موجودگی میں اس راستے سے کسی خطرے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ شاید انہیں توڑنا یا موڑنا انسانی بس سے باہر ہوتا لیکن پاکستان کو جن سفاک دشمنوں سے خطرات لاحق تھے، وہ ان سب رموز و نکات سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ ٹیکنالوجی میں وہ بہت آگے تھے۔ شاید وہاں بیم گن ہی استعمال کی گئی ہو۔ مجھے اس ہتھیار کے زیرِ آب استعمال کا کوئی تجربہ نہیں تھا مگر اول خان کی کہانی اسی یا اس سے بہتر کسی ہتھیار کے استعمال کی نشان دہی کر رہی تھی۔

وہ پاکستان کی ایک اہم ترین تنصیب تھی اور وہاں سمندر کے رخ پر حفاظت و نگرانی کا سخت بندوبست بھی رہا ہوگا لیکن ساحلی تعمیرات پر پہرا دینے والے یہ سوچ بھی نہیں سکے ہوں گے کہ سمندر کی متلاطم موجوں سے بیسیوں فٹ نیچے کوئی غوطہ خور موٹی سلاخوں والے دروازے میں نقب لگا کر ممنوعہ حدود میں داخل ہو سکتا ہے۔

وہ خطرناک اور جان جوکھوں میں ڈالنے والا کام تھا۔ خاص طرز پر بنائی گئی سرنگوں میں اندر کی طرف پانی کے تیز بہاؤ میں اپنا توازن برقرار رکھ کر ایک مشقت طلب کام سرانجام دینا اور پھر طوفانی بہاؤ کے خلاف تیر کر نکاس کا پرخطر راستہ تلاش کرنا آسان نہیں تھا۔

مجھے یقین ہونے لگا کہ ایسا کام کوئی بے ضمیر پاکستانی تک سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ بیم گن یا اس سے مشابہ کسی اور ہتھیار کے استعمال میں دسترس رکھنے والا ماہر غوطہ خور خلیج کے دہانے پر لنگر انداز امریکی بحریہ کے کسی جہاز سے ہی وہاں پہنچایا گیا تھا۔

یہ ضروری نہیں تھا کہ امریکی میرین فورس کا غوطہ خور کمانڈو بحری راستے سے یہاں تک پہنچا ہو۔ وہ کسی پرواز سے کراچی پہنچ کر پورے اطمینان سے کینوپ کے گرد و نواح میں پھیلے ہوئے تفریحی ساحل پر آ سکتا تھا۔ رات کے اندھیرے میں اپنا مشن سرانجام دے کر اسی راستے سے خاموشی سے فرار ہونا مشکل نہیں تھا۔ پتا نہیں اس پروجیکٹ کی سلامتی کے ذمے داروں نے ایسے امکانات کی بیخ کنی کے لیے کیا اقدامات کیے ہوئے تھے اور ان پر کس حد تک عمل ہو رہا تھا۔

’’یہ پلانٹ دوبارہ کب تک چل سکے گا؟‘‘ میں نے کرب و بے بسی کے عالم میں اول خان سے پوچھا۔

’’یہ ان ہونی ہوئی ہے۔ متبادل کے طور پر ایک مکمل پمپ پوری طرح تیار ہونے کی وجہ سے معمولی فاضل پرزے اسٹاک میں ہیں لیکن نقصان زیادہ ہوا ہے۔ امریکا سے فاضل پرزوں کی کھیپ آنے تک وہاں کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔‘‘

میرے ذہن میں ایک جھماکا ہوا۔ اب وہاں ویرانی ہی ویرانی راج کرے گی۔ آئزک بیل کے کہے ہوئے وہ الفاظ یاد آتے ہی میں سناٹے میں آ گیا۔

انہوں نے اپنے ہدف پر تخریب کاری کی بنیاد رکھی تھی۔ اصل منصوبہ اس سازش کے ذریعے بروئے کار لانا تھا جس کی نشان دہی بدری ناتھ نے ذرا دیر پہلے کی تھی۔

واقعات کی کڑیاں تیزی کے ساتھ خود بخود یک جا ہو کر ایک مخصوص سمت کی نشان دہی کر رہی تھیں۔

’’یہ فاضل پرزے اوہایو سے نیویارک کے راستے ائر کارگو سے آنے ہیں؟‘‘ میں نے خوف اور سنسنی سے بھنچی ہوئی آواز میں اول خان سے پوچھا۔

’’یہ کھیپ اوہایو سے ہی آنی ہے۔ باقی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔ اگر تم چاہو تو میں پانچ منٹ میں یہ بھی معلوم کر سکتا ہوں۔ کیا اب ان پرزوں میں بھی کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے؟‘‘

’’تم تصدیق کر لو۔ میں کسی بھی وقت تم سے بات کر لوں گا۔ کوئی بڑی تباہی اسی کھیپ کے ذریعے لانے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔‘‘

’’یہ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ یقیناً کوئی بڑی کمپنی ہوگی۔ اس حرکت سے وہ دنیا بھر میں بدنام ہو جائے گی۔ کوئی کاروباری ادارہ اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے گا۔‘‘

’’شاید کمپنی کے ہاتھ بالکل صاف ہیں۔ ان کو ہوا بھی نہیں لگ سکے گی کہ ان کو کس قدر بے رحمی سے

استعمال کیا جارہا ہے۔ یہ سارا کام وہ لوگ سرانجام دیں گے جو کمپنی کے گودام یا کارخانے سے پرزوں کے کریٹ نیو یارک پہنچائیں گے۔ راستے میں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ ایک دوسرے ذریعے سے مجھے یہ اطلاعات مل چکی ہیں مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کراچی میں وہ کھیپ کسے بھیجی جائے گی۔"

"یہ بہت بھیانک سازش معلوم ہوتی ہے۔" اول خان کی آواز دردناک ہوگئی "اگر یہ سب درست ہے تو پھر ایک ایک پرزے کو گہری پڑتال کے بعد استعمال کرنا ہوگا۔ یہاں ہر شخص پلانٹ چلانے کے لیے سرتوڑ جتن کررہا ہے۔ اب ان کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ کئی ہفتوں تک یہ پلانٹ دوبارہ نہ چلایا جاسکے۔"

"جس طرح تم اول خان ہو اسی طرح یہ باتیں حرف بہ حرف درست ہیں۔ تم وہاں پیش بندیاں شروع کردو، میں یہاں روک تھام کی کوششیں کرتا ہوں۔"

"ابھی تک میں اس معاملے سے بالکل بے خبر اور لاتعلق تھا۔ مجھے تم نے ہوش دلایا ہے۔ اب میں اپنے بڑوں سے بات کرتا ہوں۔ وہی اٹامک انرجی کمیشن کے ذمے داروں سے بات کریں گے۔"

"ہاں، یہ بھی سن لو کہ ان سب معاملات میں اسحاق گھنٹی اور وائٹ ہاؤس کے ملوث ہونے کا ایک دستاویزی ثبوت ہاتھ آگیا ہے جو کسی نامعلوم زبان میں ہے۔ ڈی کوڈنگ کے لیے اس کی ایک نقل میں تم کو بھی بھیجوں گا مگر اب وہ میری دوسری ترجیح ہوگی۔ سب سے پہلے ہمیں اوہایو والی کھیپ کو بچانا ہوگا تاکہ ہمارا پلانٹ جلد از جلد دوبارہ چل سکے۔"

"آج تم مجھے دہلائے دے رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، ہاں۔ میں یہ بات پوری ذمے داری سے کہہ رہا ہوں۔ یہ ثبوت آنے والے چند روز میں تمہارے ہاتھوں میں ہوگا۔" میں نے پریقین لہجے میں جواب دیا۔

"یہ سب بہت تشویش ناک خبریں ہیں۔ اطمینان کی بات بس یہی ہے کہ تمہاری رفتار بہت تیز ہے۔ تم ان کی راہ پر لگے ہوئے ہو۔ اگر یہ دستاویزی ثبوت درست ہے تو پھر سرکاری سطح پر بھی بہت کچھ کیا جاسکے گا اور ہماری کوششوں کو بہت بڑا سہارا مل سکے گا۔"

"وہ سب میرے اور میری ساتھی کے لیے ناقابل فہم ہے۔" میں نے ویرا کا نام لینے سے گریز کرتے ہوئے مدافعانہ لہجے میں کہا "تحریر کا ہر لفظ ناقابل فہم ہے۔ پتا نہیں انہوں نے کس زبان میں وہ مسودہ تحریر کیا ہے۔ دیر سویر ضرور ہوسکتی ہے مگر آخر کار وہ مسودہ پڑھ ہی لیا جائے گا اور یہ بات نتھر کر سامنے آجائے گی۔"

"تم اپنی کوششیں کرتے رہو لیکن پہلی فرصت میں ان کاغذات کی نقول مجھے بھیج دو۔ کوریئر سروس والے یہ کام دو تین دن میں مکمل کرہی ڈالتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ میں اس تحریر سے کوئی مطلب اخذ کرسکوں۔"

"میں آج ہی اس مسودے کی نقل تمہیں بھیج دوں گا۔ ایس ٹی ایف کی پیشہ ورانہ مہارت پر مجھے فخر نہیں بلکہ ہلکا سا غرور ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارا کوئی نہ کوئی ماہر اس پانچ ورقی معاہدے کے ایک ایک لفظ کو پڑھ لے گا اور پھر ہم اپنی راہ کے انتخاب میں کسی اور کے محتاج نہیں رہیں گے۔ اس کے بعد شاید ہمیں کچھ سکون بھی مل سکے۔"

"سکون شاید ہی مل سکے۔ ریشہ دوانیوں کا سلسلہ اتنی دور تک پھیلا ہوا ہے کہ آنے والے دنوں میں اس سے نجات مشکل ہی نظر آتی ہے۔ ایک سازش ناکام بنائی جاتی ہے تو کوئی دوسرا کھیل سامنے آجاتا ہے۔"

ان حالات پر مزید چند فقروں کے تبادلے کے بعد میں نے فون بند کردیا۔

بدری ناتھ سے ملنے والی اطلاع اپنی جگہ بہت واضح اور بھرپور تھی مگر اس کا دوسرا سرا تاریکی میں تھا۔ اول خان نے بہت کم وقت میں گم شدہ کڑیوں کو یک جا کر کے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا تھا۔

بوتھ سے واپسی کی راہ پر میرا ذہن بوجھل تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کینوپ کے سی ڈبلیو پمپوں کی مرمت کے لیے اوہایو سے بھیجے جانے والے پرزوں میں رنکس والوں کی ملی بھگت سے سی آئی اے کے اہل کار کس قسم کی گڑبڑ کرنا چاہ رہے تھے۔

ان کی سازش کو ناکام بنانے کا سیدھا طریقہ یہ تھا کہ پرزوں کی اس کھیپ کو سرے سے استعمال ہی نہ کیا جائے لیکن ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں مشینوں وغیرہ کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا مگر ایک بنیادی بات معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا آدمی بھی سمجھ سکتا تھا کہ تباہ کیے جانے والے پمپ عام ساخت کے نہیں تھے۔ ان بڑے اور خصوصی پمپوں میں مرمت کے لیے صرف وہی پرزے استعمال کیے جاسکتے تھے جو مقررہ تصریحات کے مطابق تیار کیے گئے ہوں۔ ایسا نہ ہوتا تو کراچی والے ہنگامی طور پر اوہایو سے ان کی خریداری کا معاہدہ ہرگز نہ کرتے اور اپنے طور پر مرمت کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتے۔

ان پرزوں کو خطرناک قرار دے کر الگ ڈالنے کی صورت میں ناکارہ مشینوں کی مرمت اور بجلی گھر کی دوبارہ بحالی کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔

وہ پرزے جیسے بھی رہے ہوں، یہ بات یقینی تھی کہ دو چار روز کی قلیل سی مدت میں ان کا تیار کیا جانا ممکن نہیں تھا۔ وہ کھیپ یقینی طور پر قدرے بڑی اور وزنی تھی اسی وجہ سے اس کی نیو یارک منتقلی کا کام رنکس والوں کو سونپا گیا تھا اور میرا اندازہ یہ تھا کہ پہلے سے تیار شدہ وہ پرزے محفوظ پیکنگ کے بعد متعلقہ کمپنی کے کسی گودام سے کراچی کے لیے روانہ کیے جا[illegible] تھے۔

فکر و تشویش کے باعث واپسی [illegible] زیادہ دیر تک پیدل نہ چل سکا۔ ذہنی پراگندگی [illegible] ہیجان سے نجات کے لیے جلد از جلد ہوٹل پہنچ کر ویرا سے تبادلہ خیال کرنا اور جینی کے دیے ہوئے کاغذوں کا باریک بینی سے جائزہ لینا ناگزیر ہوگیا تھا۔

ٹیکسی پکڑ کر میں پین پلازہ ہوٹل پہنچا تو کمرے میں ٹیلی وژن چل رہا تھا۔ ویرا کے انداز سے ظاہر ہورہا تھا کہ میری غیر حاضری میں وہ اس اکلوتے تفریحی ذریعے سے استفادہ کرتی رہی ہے۔

ویرا نے دروازہ کھولا تو اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک محسوس ہورہی تھی۔ میرے اندر پہنچتے ہی اس نے مسرت آمیز لہجے میں کہا "مبارک ہو۔ تم نے بلیک ڈیڈ کی طرف سے اسحاق گھنٹی کے دل میں شکوک وشبہات کے بیج بو کر جس عداوت کی داغ بیل ڈالی تھی، اس نے اپنا رنگ دکھانا شروع کردیا ہے۔"

میں کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں الجھی الجھی نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا تو قدرے توقف کے بعد وہ دوبارہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی "تمہارا اندازہ تھا کہ بلیک ڈیڈ، اسحاق گھنٹی کے مقابلے میں بزدل اور بودا ثابت ہوگا مگر تازہ خبروں نے ہمارے ان اندازوں کی نفی کردی ہے۔ پسپائی اختیار کرنے کے بجائے وہ مقابلے پر میدان میں اتر آیا ہے۔"

"پہیلیاں بجھوانے کے بجائے مختصر الفاظ میں وہ واقعات بھی بتا ڈالو جنہوں نے تمہیں یہ رائے قائم کرنے پر مجبور کیا ہے......" میں نے قدرے ترشی سے کہا۔

وہ چونک پڑی "کیا بات ہے۔ تم کچھ بیزار اور پریشان سے نظر آرہے ہو۔"

"[illegible] اپنی بات ختم کرلو تو میں اپنی کتھا سناؤں گا۔ [illegible] خبریں خاصی حوصلہ شکن ہیں۔"

"[illegible] ہارلم میں فساد [illegible] کی آڑ لے کر بلیک ڈیڈ کے متوقع [illegible] وں کو جس طرح برباد کیا گیا ہے، اس نے اسے مشتعل کردیا ہے۔ ایک لڑکے کے قتل میں رنکس کے محافظ[illegible] کے ملوث ہونے کی وجہ سے اسے اپنے دشمن کی شناخت میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ دن کی روشنی میں ہارلم کا فساد زدہ علاقہ خاصا پرسکون رہا لیکن دھندلکا پھیلتے ہی وہاں رنکس کی دو گاڑیاں بموں سے اڑا دی گئی ہیں۔"

وہ خبر اس قدر دل خوش کن تھی کہ ذرا سی دیر کے لیے میں کراچی کے بارے میں اپنی فکر اور تشویش کو بھلا بیٹھا "یہ واقعی بہت بڑی خبر ہے۔ بلیک ڈیڈ خاصے دم خم اور حوصلے والا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنی چمڑی بچا کر چند روز کے لیے اسحاق گھنٹی کو پریشان کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اس کی توجہ بٹ جائے گی اور ہم کچھ

کامیابی حاصل کرلیں گے۔''

''ٹیلی وژن کی تمام خرابیوں کے باوجود اس کی افادیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔تمہارے جاتے ہی خبر آئی تھی کہ اسٹورز وغیرہ سے بڑی رقمیں سمیٹ کر بینک لے جانے والی رنکس کی ایک آرمرڈ گاڑی کو ہارلم کی ایک سو چوبیسویں اسٹریٹ پر طاقت ور دستی بم مار کر اڑا دیا گیا۔''

''دستی بم آرمرڈ گاڑی کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا ہوگا۔'' میں نے بے یقینی سے کہا۔

''بم کافی طاقت ور تھا اور گاڑی کے نیچے پھینکا گیا تھا۔تباہی کا اندازہ تم صرف اس بات سے لگا سکتے ہو کہ گاڑی میں موجود ڈرائیور اور دو مسلح محافظوں میں سے کوئی بھی جانبر نہیں ہوسکا۔ اسپتال لے جائے جانے سے پہلے تینوں دم توڑ چکے تھے۔''

''اب گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے گا۔'' میں نے ایک تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا'' یہ بہت اچھا ہوا کہ اسحاق گھنٹی نے اپنی انتقامی حماقتوں سے یہاں بھی اپنا ایک طاقت ور حریف پیدا کرلیا۔ مجھے بلیک ڈیڈ سے ایسی مردانگی کی توقع نہیں تھی۔''

''ہارلم والے ٹیلی وژن ، اخبارات اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے مقابلے میں اپنے سینہ گزٹ کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ بلیک ڈیڈ کے آدمیوں نے پچھلے چوبیس گھنٹوں میں سینہ گزٹ کے ذریعے کالوں میں رنکس کے خلاف اتنی نفرت پھیلا دی ہے کہ گاڑی کی تباہی کے بعد لوگ بکھرے ہوئے نوٹ لوٹنے کے لیے ٹوٹ پڑے لیکن کسی نے بھی خون میں نہائے ہوئے زخمیوں کی مدد نہیں کی۔ سینٹ جان کی ایمبولینس آنے تک وہ تینوں بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے دم توڑ چکے تھے۔فلم میں وہ تینوں ہی سفید فام نظر آرہے تھے۔''

عام اخلاقی معیار کے مطابق وہ واقعہ شرمناک اور قابل مذمت تھا مگر مجھے خوشی ہوئی کہ دوسروں کے گھروں میں آگ لگانے والے آئزک بیل کے اپنے دامن پر بھی کچھ چنگاریاں سلگ اٹھی تھیں جو اس کی بڑھتی ہوئی تخریب کاریوں کو لگام دے سکتی تھیں۔

رنکس کی دوسری گاڑی کو بھی بالکل اسی انداز میں ہارلم سے نکلتے ہوئے تباہ کیا گیا تھا۔ اس واقعے میں دونوں محافظ مارے گئے تھے لیکن ڈرائیور معجزانہ طور پر زندہ بچ گیا تھا۔

ان دونوں واقعات کی یکسانیت سے ظاہر تھا کہ وہ اشتعال میں آئے ہوئے کالوں کی انفرادی انتقامی کارروائیاں نہیں تھیں بلکہ بلیک ڈیڈ کے گروہ کے آدمی رنکس کی چیرہ دستی کا بدلہ لینے اور آئزک بیل کو اس کی اوقات یاد دلانے کے لیے میدان میں اتر آئے تھے۔

ویرا جس جوش وخروش اور دلچسپی سے وہ سب بتا رہی تھی، اسے دیکھتے ہوئے میں اس پر طنز کیے بغیر نہ رہ سکا'' تم یہ باتیں اس طرح بتا رہی ہو جیسے بلیک ڈیڈ نے یہ خوں ریز انتقامی کارروائیاں تمہاری ہدایت پر کی ہوں۔''

''اس میں کیا شبہ ہے۔میں نے کچھ نہیں کیا لیکن تم نے تو بی جمالو بن کر ان دونوں کو ایک دوسرے سے لڑایا ہے۔اب وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں، اس کا کریڈٹ تم ہی کو جائے گا اور میں خود کو تم سے بہت زیادہ الگ نہیں سمجھتی۔''اس نے وہ طنز مجھ پر ہی لوٹا دیا۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ کل رات کی بھرپور کارروائی کے بعد اسحاق گھنٹی نے خاموشی اختیار کرلی تو بلیک ڈیڈ انتقام کے لیے میدان میں کود پڑا۔اب فساد والی صورت ختم ہوچکی ہے۔''

ویرا استہزائیہ انداز میں ہنس پڑی'' تم ہارلم کی نفسیات سے بالکل بے خبر ہو۔ وہاں رہنے والے ان حیلوں بہانوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔فساد اور بدامنی کے نام پر وہ اپنے دفاتر سے غیر حاضر رہیں گے اور ان کا کوئی مجاز افسران کے عذر کو چیلنج نہیں کرسکے گا۔کل متعدد افراد مارے اور زندہ جلا دیے گئے۔ آج پانچ آدمی مارے جاچکے ہیں۔ انسانی لہو کی یہ ارزانی یہاں عام نہیں ہے۔ برسوں میں کبھی کوئی ایک آدھ فساد ہوتا ہے اور ہر ایک کو خون کے آنسو رلا دیتا ہے۔دن کے اجالے میں فسادی اپنی کمین گاہوں میں دبکے رہے۔ پولیس نے علاقے میں داخل ہوکر اپنی چوکیاں بھی بنالیں لیکن شام کا اندھیرا پھیلتے ہی سارے شیطانی عناصر ہتھیاروں، پوتلوں اور ڈنڈوں سے لیس ہوکر سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔ٹرانسفارمر جلا کر بڑے بڑے علاقے تاریک کیے جاچکے ہیں اور علاقے کا کنٹرول ایک مرتبہ پھر پولیس کے ہاتھوں سے نکل کر بلوائیوں کو منتقل ہوتا نظر آرہا ہے۔''

''اسحاق گھنٹی جیسے سفاک مجرموں کے ذریعے جو کھیل دوسرے ملکوں میں کھیلا جاتا ہے، وہی یہاں شروع ہوجائے تو لوگوں کو اتنی تشویش کیوں ہوتی ہے؟''

''ہونی ہی چاہیے۔'' ویرا نے برجستہ کہا'' یہ پہلی اور سب سے برتر دنیا ہے۔تمہارا تعلق تیسری دنیا سے ہے جہاں آبادی میں ہولناک تیزی سے ہونے والے اضافے کی وجہ سے انسانی خون کی وقعت ختم ہوتی جارہی ہے۔ پانچ کیا، وہاں پچاس آدمی بھی مار ڈالے جائیں تو رائے عامہ کا اتنا شدید ردعمل نہیں ہوتا جتنا یہاں ایک بے گناہ شہری کے قتل پر ہوتا ہے۔''

''انسان، انسان ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ پہلی دنیا والے انسان ہیں اور تیسری دنیا میں بسنے والے کیڑے مکوڑے ہیں جن کا ذکر اتنی تحقیر سے کیا جائے۔'' میں نے تلخی سے اس کی بات کاٹ دی۔

''یہ تحقیر میں نہیں کررہی۔'' ویرا نے بے باکی سے کہا'' نہ اسحاق گھنٹی ایسی تذلیل کرسکتا ہے۔ یہ توہین، تذلیل یا تحقیر تو تم خود کرتے ہو۔تمہارے یہاں مارے جانے والوں کا ریڈیو یا ٹیلی وژن پر ذکر تک نہیں کیا جاتا کیونکہ اس سے بدامنی اور انتظامیہ کی کمزوری کا تاثر ابھرتا ہے۔تمہارے حکمرانوں کے لیے جھوٹی تصویروں کی اہمیت انسانی خون سے زیادہ ہے۔ یہاں ایسا نہیں ہوتا۔کوئی بے گناہ مارا جاتا ہے تو سب بلبلا اٹھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آج وہ کسی گمنام مقتول کے خون پر آواز نہیں اٹھائیں گے تو کل کوئی خاموشی سے ان کی گردن پر بھی چھری پھیر دے گا۔ قاتلوں کے حوصلے بڑھتے چلے جائیں گے اور ان کا معاشرہ تباہ و برباد ہوجائے گا۔''

''اگر یہ تمہاری کوئی تقریر تھی تو اس کی خوبی پر مجھے تالیاں بجانی چاہئیں۔ تیسری دنیا کے حکمرانوں کو لعن طعن کرتے ہوئے تم یہ بات بھول گئی ہو کہ وہ اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے اکثر وبیشتر پہلی دنیا کی تائید اور حمایت کے متمنی رہتے ہیں۔''

''اسے تم کیا کہہ سکتے ہو؟'' اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا'' جن کٹھ پتلیوں کی ڈور کہیں اور سے ہلائی جارہی ہو، ان کو تم قبول کیوں کرتے ہو؟''

''مجبوری!'' میں نے شانے اچکا کر بے بسی سے کہا'' دنیا کے بہت سے ملکوں میں لوگ سنائے اور پڑھوائے جانے والے نتیجوں کو قبول کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ نتیجے دساور سے درآمد کیے جاتے ہوں لیکن پاکستان میں ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔''

وہ بے ساختہ ہنس پڑی'' ڈر گئے نا...... میں مانے لیتی ہوں یا فرض کیے لیتی ہوں کہ پاکستان میں ایسا نہیں ہوتا مگر یہ تو تم مان رہے ہو کہ کہیں نہ کہیں ایسا ہوتا ہے۔''

''تم کہہ رہی ہو تو ضرور ہوتا ہوگا۔'' میں نے بے دلی سے اقرار کرلیا۔

''یہ سب لوگوں کی بزدلی اور مردہ دلی کی وجہ سے ہوتا ہے۔جب دل ہی ہر احساس اور جذبے سے عاری ہوکر مردہ ہوجائے تو اس پر بیرونی حکمرانی کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔فرضی حکمراں پگڑیاں اٹھا کر اپنے سروں پر سجا لیتے ہیں لیکن اصل راج کوئی اور کررہا ہوتا ہے۔''

''ہوتا ہوگا۔کہیں نہ کہیں ایسا بھی ہوتا ہوگا۔'' میں نے بے زاری کے عالم میں کہا'' میں ساری دنیا کا ٹھیکے دار نہیں ہوں۔ میں اپنے ملک اور قوم کی محبت میں یہاں آیا ہوں۔''

''تم احمق اور دیوانے ہو۔'' ویرا ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولی۔'' بلاوجہ یہاں مارے مارے پھر رہے ہو۔ تمہارے جن لوگوں کے دلوں میں ملک اور قوم کی محبت ہوتی ہے وہ کسی جونک کی طرح کرسی سے چمٹ کر رہ جاتے ہیں۔ ان کے آنے جانے کا کروفر بھی نرالا ہوتا ہے۔ وہ تمہاری طرح بے گھر ہوکر اجنبیوں کی طرح

در بہ در مارے مارے نہیں پھرتے۔‘‘

’’تم طنز اور تشنیع کے تیر چلاتی رہو۔ اس سے میرے ارادوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔‘‘ میں نے بے پروائی سے جواب دیا‘‘ یہ بدقسمتی ہے کہ ہمارے حکمران کبھی بھی ہم جیسے نہیں ہوتے لیکن میں تم کو اتنا ضرور بتادوں کہ چہروں کی تبدیلی سے قوموں کے سفر میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ منزل پر پہنچنے میں ذرا سی دیر سویر ضرور ہوتی ہے مگر آخر کار منزل مل ہی جاتی ہے۔‘‘

’’تمہاری منزل کیا ہے؟‘‘ ویرا نے بالکل سپاٹ بلکہ بے رحمانہ انداز میں پوچھا۔

’’اس وقت اسحاق گھمنٹی کی موت اور کینوپ کی بحالی کے سوا میری کوئی اور منزل نہیں ہے۔ دیر ضرور ہو رہی ہے مگر مجھے یقین ہے کہ میں اپنی منزل پالوں گا۔‘‘

’’اوہ!‘‘ ویرا بے اختیار ایک گہرا سانس لے کر بولی۔ ’’تمہیں ہلکے ہلکے چرکے لگانے کے چکر میں، میں یہ پوچھنا ہی بھول گئی کہ کراچی والوں سے تمہاری کیا بات ہوئی ہے؟‘‘

’’وہاں کی خبریں اعصاب شکن اور روح فرسا ہیں۔‘‘ میں نے سر جھکا کے نیچی آواز میں جواب دیا ’’بجلی گھر میں کھلی تخریب کاری ہوئی ہے۔ اوہایو سے... پرزے پہنچے بغیر پلانٹ دوبارہ چلایا نہیں جاسکتا، اوہایو میں سی آئی اے اور رنکس والے ان پرزوں میں کسی بدمعاشی کا منصوبہ بنائے بیٹھے ہیں اور ہم یہاں بیٹھے جھک مار رہے ہیں۔ پتا نہیں وہاں کیا ہونے والا ہے۔‘‘

’’کیا مطلب؟‘‘ میرے جواب پر ویرا بری طرح چونک پڑی ’’کیا اوہایو سے کراچی بھیجے جانے والے مشتبہ پرزے ایٹمی بجلی گھر کے لیے جا رہے ہیں؟‘‘

’’بدقسمتی سے ایسا ہی ہے۔‘‘ میں نے پژمردہ لہجے میں کہا۔ ’’جینی کے دیے ہوئے کاغذات میں رنکس کے اوہایو آفس کا پتا ضرور ہوگا۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ وہ لوگ کراچی بھیجے جانے والے پرزوں میں کیسی گڑ بڑ کا پروگرام بنائے بیٹھے ہیں۔‘‘

’’ہمیں اپنا دماغ تھکانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم بھول رہے ہو کہ میری سہیلی جینی رنکس میں اسحاق گھمنٹی کے بعد سب سے بڑے عہدے پر فائز ہے۔‘‘

’’مجھے اچھی طرح معلوم ہے لیکن میں تمہاری اس بدچلن سہیلی کی نظروں کی تحریر پڑھ چکا تھا۔ میرے بجائے تم یہ بھول رہی ہو کہ وہ مجھے اپنے گھر مدعو کرنے کی خواہاں ہے۔ تم نے اس سے اپنی کسی بھی ضرورت کا اظہار کیا تو وہ کوئی نامناسب مطالبہ پیش کردے گی۔‘‘

’’بکواس!‘‘ وہ سر جھٹک کر بولی ’’جینی تھوڑی سی اوباش ضرور ہے مگر وہ لمحاتی محرکات کے زیر اثر مردوں پر ڈورے ڈالتی ہے، ان کو اپنی جان کا روگ ہرگز نہیں بناتی۔ وہ اتنی کمزور ہوتی تو اب تک کئی بار شادیاں کر چکی ہوتی۔‘‘

’’اگر تمہارا یہ قیاس درست ہے تو وہ ہماری بھرپور مدد کرسکتی ہے۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں اس کے بارے میں کئی بار سوچ چکا ہوں مگر زبان کھولنے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔‘‘

’’تم نے اس ہرجائی لڑکی کو بہت غلط سمجھا ہے۔ جب تک تم اس کے سامنے موجود تھے، وہ تمہارے ساتھ وقت گزارنے کے لیے مری جارہی تھی۔ اب تک وہ تمہیں بھول کر کسی اور کو اپنے ذہن میں بسا چکی ہوگی۔ وہ ایسا مرد ہوگا جو اس کے اشاروں پر بے چون و چرا عمل کرسکے۔‘‘ ویرا نے پورے اعتماد کے ساتھ وہی کچھ کہہ ڈالا جو اس کے ذہن میں سمایا ہوا تھا۔

’’پھر اس سے رابطہ کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ اس جیسی مجرد لڑکیاں سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی دھندلکوں میں اترتی چلی جاتی ہیں......‘‘

ویرا نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش کردیا اور خود فون پر مصروف ہوگئی۔

اس تمہید کے بعد یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا کہ وہ جینی سے بات کرنی چاہ رہی تھی۔ میں اٹھ کر ٹیلی وژن کے قریب پہنچ گیا کیونکہ اس پر خبروں کے آغاز کا سلائڈ دکھایا جارہا تھا۔

خبریں بہت بوجھل اور اندوہ ناک تھیں۔ ہارلم کے فسادات میں ضائع ہونے والی انسانی جانوں کا تخمینہ انہیں تک جا پہنچا تھا۔ ان میں وہ چھ افراد بھی شامل تھے جو رنکس کی دو گاڑیوں کے ساتھ لقمہ اجل بنے تھے۔ رنکس کی دوسری گاڑی کا زخمی ڈرائیور بھی بعد میں زخموں کی تاب نہ لاکر چل بسا تھا۔ اس طرح اسکور کچھ یوں ہوگیا تھا کہ ان مقابلوں اور حملوں میں بلیک ڈیڈ نے اپنے تیرہ حامیوں یا حمایتیوں کی بھینٹ دینے کے بعد آئزک بیل یا رنکس کے چھ آدمیوں کا خون کردیا تھا۔ آئزک بیل جیسے نامور موذی کے مقابلے میں بلیک ڈیڈ کی وہ کارکردگی قابل رشک تھی۔

’’جاؤ۔ وہ کتیا کی پلی تم کو بلا رہی۔‘‘ ویرا کی زہریلی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

اس وقت میرا ذہن ٹیلی وژن کی خبروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ویرا کی للکار سننے کے کئی ثانیوں بعد مجھے اندازہ ہوسکا کہ وہ مجھے جینی سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ سنا رہی تھی۔

’’اس کے لیے میرے بجائے کتے کا کوئی پلا بھیج دو تو زیادہ مناسب رہے گا۔ سر پر سوار ہوکر داد اگیری سے محبت کرنے والی عورتوں کے تصور سے ہی مجھے وحشت ہوتی ہے۔‘‘

’’ایسی روکھی پھیکی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین آچکا ہے کہ ساری بدنیتی اسی کی ہے۔ وہ تم سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہوگئی ہے اور اپنے کولمبس آفس کی سرگرمیوں کی رپورٹ دینے کے عوض تم کو اپنے گھر بلا رہی ہے۔‘‘

’’حیرت ہے کہ تمہاری گہری سہیلی ہوتے ہوئے وہ تم سے اس قدر کھل کر ایک گھٹیا مطالبہ کر رہی ہے۔‘‘ میں نے جینی کی فرمائش پر اپنی خوشی کو دباتے ہوئے ترش لہجے میں کہا۔

’’اس نے کھل کر کچھ نہیں کہا۔ یہ میرا تجزیہ ہے۔‘‘ ویرا بولی ’’اس نے یہ بتایا ہے کہ گھر پر موجود اس کا کمپیوٹر لوکل ایریا نیٹ ورک کے ذریعے دفتر کے کمپیوٹر سے منسلک ہے۔ تم اس کے پاس پہنچ جاؤ تو وہ اسی وقت کولمبس آفس کا شیڈول چیک کرکے بتا سکتی ہے کہ اوہایو سے پرزوں کی کھیپ کب اور کیسے نیویارک پہنچے گی۔‘‘

’’ہماری توجہ اوہایو پر مرکوز ہے پھر یہ کولمبس کا ذکر کہاں سے نکل آیا؟‘‘

’’احمقانہ باتیں مت کرو۔‘‘ وہ برا سا منہ بنا کر بولی‘‘ اوہایو ایک ریاست ہے اور کولمبس اس کا مرکزی شہر ہے۔ اس ریاست میں رنکس کی سرگرمیاں کولمبس آفس ہی کنٹرول کرتا ہے۔ جانا ہے تو دیر مت کرو۔ جینی کے مدہوش ہونے سے پہلے اسے پکڑ لو۔‘‘

’’طبیعت تو نہیں چاہتی کہ ایسی گھٹیا لڑکی کی شکل دوبارہ دیکھوں جو اپنی سہیلیوں کے بوائے فرینڈز پر نگاہیں رکھتی ہے مگر مسئلہ گمبھیر ہے۔ اپنی غرض کے لیے جانا ہی ہوگا۔‘‘

میرے لہجے کی بے دلی نے ویرا کو خوش کردیا۔ وہ مربیانہ انداز میں بولی ’’تمہاری بات مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ تم میرے ذاتی استعمال کی کوئی بے جان چیز نہیں ہو جسے دوسروں کو مستعار دیا جاسکے۔ تمہارے جذبات میرے لیے قابل قدر ہیں لیکن اس وقت مجبوری ہے۔ ذرا سی دیر کے لیے جینی سے اپنی نفرت کو دبا کر تم تیزی سے پیش رفت کرسکتے ہو۔‘‘

وہ جس نفرت کا ذکر کر رہی تھی اس کا سرے سے کہیں وجود ہی نہیں تھا۔ قدرت نے جینی کو فیاضی کے ساتھ ایسے حسن اور سراپا سے نوازا تھا کہ وہ جس کی طرف نظر بھر کر دیکھ لے وہ اسے آسانی سے نہیں بھول سکتا تھا اور پھر اس نے مجھ سے تو کافی دیر تک بڑے دلربایانہ انداز میں گفتگو کی تھی۔ اگر آئزک بیل کباب میں ہڈی کی طرح اچانک اس کے دفتر میں نہ آدھمکا ہوتا تو جینی اسی وقت بہت کچھ طے کرنے کے موڈ میں نظر آرہی تھی۔

’’ابھی تم نے جینی کی مدہوشی کا ذکر کیا تھا۔‘‘ میں نے ویرا کو یاد دلایا‘‘ اگر اس نے نشے میں بہک کر میرے ساتھ دست درازی کی کوئی کوشش کی تو میں اس کے دماغ پر چھائی ہوئی کہر جھاڑنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگاؤں گا۔ بعد میں تم مجھ سے کوئی شکوہ نہ کرنا۔‘‘

’’تم اس کا سر بھی پھاڑ دو گے تو میں تم سے کوئی شکوہ نہیں کروں گی۔‘‘ میری ان باتوں سے ویرا کو سکون مل

رہا تھا اور اس کا اعتماد مستحکم ہوتا جا رہا تھا ”بس یہ دھیان رکھنا کہ مطلوبہ معلومات حاصل ہونے تک تمہیں اس کی ناز برداری کرنی ہوگی۔“

”اس کی تم پروا نہ کرو۔ میں آڑے وقت میں اپنا کام نکالنا جانتا ہوں۔“

ویرا کے پاس جینی کا پتا موجود تھا۔ اس نے وہ پتا ایک رقعے پر نقل کر کے میرے حوالے کیا اور ایک مرتبہ پھر فون کی طرف متوجہ ہوگئی۔

ویرا نے جینی کو میری آمد کی اطلاع دے کر فون بند کیا تو میں روانگی کے لیے تیار تھا۔

”ایسی ٹیکسی پکڑنا جسے کوئی مقامی کالا یا گورا چلا رہا ہو۔“

نکلنے سے پہلے ویرا نے مجھے مشورہ دیا ”وہ کسی زحمت کے بغیر تمہیں جینی کے دروازے پر پہنچا دے گا۔ ٹیکسیاں چلانے والے تارکین وطن بس مین ہٹن کے بادشاہ بنتے ہیں۔ یہاں سے نکلتے ہی بھٹکنا شروع کر دیتے ہیں۔“

میں نے کسی مقصد کے بغیر ویرا کو آنکھ ماری اور کمرے سے نکل گیا۔

میں ہوٹل سے باہر نکلا تو ایک معمر یورپی جوڑا ٹیکسی سے اتر رہا تھا۔ ڈرائیور اپنی گندمی رنگت کی وجہ سے ایشیائی نظر آ رہا تھا۔ ویرا کی ہدایت کے مطابق مجھے اس کو نظر انداز کر دینا چاہیے تھا مگر جینی کے گھر کی طرف سفر کے پہلے ہی مرحلے پر میں نے ویرا کے مشورے سے انحراف کا فیصلہ کر لیا۔

”تم کوینز کے علاقے سے واقف ہو؟“ ٹیکسی خالی ہونے کے بعد میں نے کھڑکی پر جھک کر ڈرائیور سے انگریزی میں سوال کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ پچھلے چند ہی دنوں میں میرا انگریزی لب و لہجہ غیر ارادی طور پر بگڑ کر امریکی ہو چکا تھا۔

”سر جی، پورا نیو یارک اور نیو جرسی میرا دیکھا بھالا ہے۔“ ڈرائیور نے فخریہ مسکراہٹ اور پورے اعتماد کے ساتھ اردو میں جواب دیا ”ہارلم کے علاوہ جہاں کہو گے پہنچا دوں گا۔“

میں نے دروازہ کھول کر اس کے برابر والی نشست پر بیٹھتے ہوئے پوچھا ”کیوں، ہارلم کیوں نہیں جاؤ گے؟“

”کالے مار مار کر بھرکس نکال دیں گے۔“ وہ ٹیکسی کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھاتے ہوئے بے فکری سے بولا ”شاید تم ٹیلی وژن یا اخبار نہیں دیکھتے۔ کل سے وہاں دو بدمعاشوں میں زبردست مقابلہ ہو رہا ہے۔ انیس آدمی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔“

میرے لیے وہ پسندیدہ موضوع تھا۔ میں نے اسے اکسانے کی نیت سے کہا ”بدمعاشوں میں مقابلہ؟ میں نے تو سنا ہے کہ وہاں کسی کے قتل پر بلوے ہو رہے ہیں۔“

”یہ سب بہانے ہیں۔ رنکس والوں سے ہارلم کے کسی داداگیر کا پھڈا ہو گیا ہے اور یہ ساری خوں ریزی اسی وجہ سے ہو رہی ہے۔ یہ بات پورے شہر میں پھیلتی جا رہی ہے مگر اخبار والے اسے چھاپنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ ان بے چاروں کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں۔ آج سچ چھاپ دیں گے کل ان کے دفتر میں کوئی بم پھٹ پڑے گا۔“

اس کے لب و لہجے میں پنجابی رنگ محسوس کرتے ہوئے میں نے پوچھا ”بہت کھل کر باتیں کرتے ہو۔ کہاں کے رہنے والے ہو؟“

وہ بے ساختہ ہنس پڑا ”دوست کہتے ہیں کہ میں پکا لاہوریا ہوں۔ وہیں پیدا ہوا، روزی یہاں کما رہا ہوں لیکن آرزو یہ ہے کہ آخر میں مٹی داتا کی نگری کی ملے۔ آپ کہاں سے آئے ہو؟“

”گھر سے آیا ہوں۔ تمہارا اندازہ اور تجربہ کیا کہتا ہے؟“ میں نے بات اسی پر ڈال دی۔

”وہ جو تم نے پہلے پوچھا تھا نا، کوینز کے بارے میں۔ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ تم کراچی والے ہو۔“ وہ ہنس کر بے پروائی سے بولا ”کراچی والے بہت ہوشیار بلکہ چالاک ہوتے ہیں۔ ہر کام دیکھ بھال کر اور بہت احتیاط سے کرتے ہیں۔ اپنے پینڈو بھائی تو یہاں آ کر شروع سے آخر تک اس طرح ڈرے سہمے رہتے

ہیں جیسے ویزے کے بغیر آئے ہوں۔ گرہ کا مال خرچ کر کے گوروں سے دبنے والے ایسے لوگوں پر مجھے بہت غصہ آتا ہے۔ وہ ہمارے جیسے نڈروں کا نام بھی خراب کرتے ہیں۔“

”اپنے ہم وطنوں سے خاصے مایوس اور بددل نظر آتے ہو۔“ میں نے کہا۔

”یہ نہ کہو۔“ وہ اپنی نشست میں پہلو بدل کر بولا ”یہاں اپنا نام اونچا ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے یہاں کے سارے اخباروں میں بڑے بڑے اشتہار چھپے تھے۔ ڈیبی نام کا کوئی پاکستانی جیالا ہے جس کو پکڑنے کے لیے ملین ڈالر کا انعام اور پتا نہیں کیا الا بلا تھا۔ وہ کوئی آفت چیز ہوگا ورنہ یہ سالے امریکی کسی کی پروا نہیں کرتے۔ کوئی کچھ بھی کہتا اور کرتا رہے، یہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور اسے پورا کر کے ہی دم لیتے ہیں۔“

”اگر میں یہ کہوں کہ میں ڈیبی ہوں؟“ نہ جانے فخر و غرور کی ایک طاقت ور انسانی لہر مجھ سے کیوں وہ بے ساختہ فقرہ کہلوا گئی۔

اس نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مار کر زور سے ایک قہقہہ لگایا اور کہا ”کہہ کر دیکھو...... میں تمہیں کوینز کے بجائے پاگل خانے پہنچا دوں گا۔ ایسے بے ہودہ مذاق کی سزا دینے کے لیے میں اپنے کرائے کی پروا بھی نہیں کروں گا۔“

”ٹیکسی کب سے چلا رہے ہو؟“ جذباتی غلبے سے بچنے کے لیے میں نے یکایک موضوع بدل دیا۔

”تین برس سے۔“ اس نے کسی تامل کے بغیر جواب دیا۔ ”میں انجینئرنگ یونیورسٹی کا گریجویٹ ہوں۔ دن میں سول انجینئر ہوتا ہوں، شام میں ٹیکسی چلاتا ہوں تاکہ اپنی سات بہنوں کے لیے جلد از جلد کوئی بندوبست کر سکوں۔ وقت گزر گیا تو پھر وہ اپنے اپنے گھروں کو سدھارنے کے بجائے اماں کے گھر میں بیٹھی آپس میں لڑتی رہیں گی۔“

”اور تم؟“ بے ساختہ میری زبان سے ایک جارحانہ سوال آزاد ہو گیا۔

وہ ہنسا اور بولا ”جب تک یہاں ہوں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بیوی نہ سہی، ہر روز نئی بے بی مل جاتی ہے۔ رات سکھ چین سے گزر جاتی ہے۔ بہنوں کے گھر آباد ہو جائیں تو میں بھی کچھ سوچوں گا۔“ اس کا لہجہ سرسری تھا مگر اس کے اندر کا کرب مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

تھوڑی دیر کے لیے ہم دونوں ہی خاموش ہو گئے۔

”اب ہم مین ہٹن کو مشرق سے ملانے والی کوینز مڈ ٹاؤن ٹنل میں داخل ہونے جا رہے ہیں جو دریائے مشرق میں سے گزرتی ہے۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے سکوت توڑتے ہوئے مجھے آگاہ کیا۔

اس زیرِ آب سرنگ سے گزر کر ہم کوینز کے علاقے میں داخل ہوئے اور چند منٹ بعد ہی ایک صاف ستھرے رہائشی علاقے کے ایک خوب صورت مکان کے سامنے ٹیکسی روک دی۔ اس گھر کے چوبی گیٹ سے ملحق ستون پر ایل۔ برنارڈ کے نام کی چمکتی ہوئی تختی آویزاں تھی۔

ڈرائیور کو کرایہ ادا کرتے ہوئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہماری دقیانوسی معاشرتی اقدار نے بہت سے لوگوں پر روزی کمانے کے متعدد راستے بند کیے ہوئے ہیں۔ وہاں پیشوں کو اعلیٰ اور ادنیٰ درجوں میں بانٹ دیا گیا ہے جس کی وجہ سے معمولی کام کرنے والوں کو کہیں بھی عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ ان پیشوں کو لوگوں کی تحقیر کا وسیلہ بنایا جاتا ہے۔

امریکا میں وہ شخص اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لیے انجینئرنگ کی پیشہ ورانہ ملازمت کے ساتھ پوری ذہنی آزادی اور بے فکری سے ٹیکسی بھی چلا رہا تھا۔ اس کام میں وہ کسی کو جواب دہ نہیں تھا۔ اپنی ملازمت آپ ہی کر رہا تھا، کوئی اسے یہ طعنہ دینے والا نہیں تھا کہ وہ ایک اعلیٰ پیشے سے وابستہ ہونے کے باوجود ٹیکسی چلانے کا گھٹیا کام کر رہا ہے۔ یہی کام وہ اپنے ملک میں شروع کر دیتا تو ملنے جلنے والے اور قرابت دار طنز و تضحیک سے اس کی زندگی اجیرن بنا دیتے۔

اسے رخصت کر کے میں نے للی برنارڈ کے دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی بجائی اور چند ثانیوں بعد ہی وہ

دروازے پر آ پہنچی۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں اور اس نے بہت گرم جوشی سے مجھے اندر بلایا۔

جینی کا گھر مختصر اور خوب صورت تھا۔ وہ وہاں اکیلی رہتی تھی۔ بعد میں اس نے مجھے بتایا کہ کام سے چھٹی والے دن وہ اگلے ہفتے کے لیے اپنی مرضی کے کھانے تیار کرکے ڈیپ فریزر میں محفوظ کر دیتی ہے۔ گھر کی صفائی اور برتن، کپڑے وغیرہ دھونے کا کام ایک ہاؤس میڈ سرانجام دیا کرتی تھی جو جینی کے دفتر جانے کے بعد چند گھنٹوں کے لیے آتی تھی اور کام سے فارغ ہو کر دوبارہ گھر مقفل کر کے چلی جاتی تھی۔ گھر میں آمدروفت کے لیے جینی نے اسے فاضل چابی دی ہوئی تھی۔

جینی مجھے ڈرائنگ روم اور پھر ایک راہداری سے گزار کر اپنی اسٹڈی میں لے گئی جہاں ایک دیوار گیر شیلف پر کمپیوٹر کے لوازم رکھے ہوئے تھے۔ رنگین اسکرین آن تھی اور میز نما شیلف کے ایک سرے پر کسی شفاف سیال کا گلاس رکھا ہوا تھا۔

''تم کیا پیتے ہو؟'' جینی نے بیٹھنے سے پہلے ایک دل آویز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا ''میں اس وقت جن پی رہی ہوں اور عام طور پر یہی پسند کرتی ہوں۔''

''میں صرف کوکا کولا پیتا ہوں۔'' میں نے پوری سنجیدگی سے کہا اور اس کی دعوت کا انتظار کیے بغیر ایک صوفے پر بیٹھ گیا ''کوک نہ ملے تو سادہ پانی پر گزارہ کرتا ہوں۔''

''یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ روزی شراب نوشی کو مردانگی کی شان سمجھتی ہے۔ اگر تم اسی قدر پارسا ہوتے تو وہ تم سے ہرگز دوستی نہ کرتی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ مجھ سے لگ کر اسی صوفے کے سرے پر بے تکلفی سے بیٹھ گئی۔

''تو کیا تم بھی شراب نہ پینے کو پارسائی سمجھتی ہو؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ ایک آفاقی اصول سا بنا ہوا ہے۔'' وہ اپنی گھنی پلکیں جھپکا کے معصومیت سے بولی ''دنیا کا کوئی بھی مذہب شراب نوشی کی تلقین نہیں کرتا مگر پھر بھی مذہب کے لوگ اس سے شوق کرتے ہیں۔''

''پھر جو چاہو، لے آؤ۔ میں بھی تمہارا ساتھ دے دوں گا۔'' بات مذہب کی آ گئی تھی۔ میں نے اس کے ٹیڑھے تیکھے سوالوں سے بچنے کے لیے جھٹ ہتھیار ڈال دیے۔

وہ گئی اور جن کی زیر استعمال بوتل کے ساتھ ٹانک واٹر اور دوسرا گلاس بھی لے آئی۔ اس نے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھنے کے بجائے وہاں سے اپنا گلاس اٹھا لیا تھا۔

''شاید تم کمپیوٹر پر روزی کا ہی کام کر رہی تھیں۔'' میں نے دھیرے سے اسے یاد دلایا۔

''اس کا کام میں نے چند منٹ میں ختم کر لیا تھا مگر ایک بات مجھے رہ رہ کر الجھن میں مبتلا کر رہی ہے۔'' وہ غور سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

میں نے بے چینی سے پہلو بدل کر اپنے اور اس کے درمیان کچھ فاصلہ پیدا کرتے ہوئے کہا ''اگر اس الجھن کا تعلق میری ذات سے ہے تو میں اسے دور کر سکتا ہوں۔''

''ساری الجھن ہی تمہاری وجہ سے ہے۔'' اس کے ہونٹوں پر میٹھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میری وجہ سے؟ یہ میری تم سے دوسری ملاقات ہے اور ابھی تک میں نے تم سے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے الجھن پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔''

''ایمانداری سے اپنا اصل نام بتا دو۔ تمہارا نام راما داں نہیں ہو سکتا۔''

''پھر جو نام چاہو، تجویز کر دو۔ میں تمہاری خوشنودی کے لیے وہی بن جاؤں گا۔'' میں نے پورے خلوص سے اسے پیش کش...... کر ڈالی۔

''میں روزی کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ آج کل پاکستان کے معاملات میں گہری دلچسپی لے رہی ہے۔ وہ......'' وہ میرے چہرے سے ایک پل کے لیے بھی نظریں ہٹائے بغیر بولتی رہی مگر میں نے اس کی بات درمیان سے اچک لی۔

''اپنے دفتر میں تم ڈینی کے ساتھ کسی ویرا کا ذکر کر رہی تھیں۔ اب یہ روزی کو اس کا عاشق بتا رہی ہو۔ کہیں یہ شخص تمہارے تخیل کی پیداوار تو نہیں ہے؟''

''مجھے رہ رہ کر شبہ ہو رہا ہے کہ تم ہی ڈینی ہو۔'' وہ میرے اعتراض کو یکسر نظر انداز کر کے بولی۔

''اس میں میرا کیا قصور ہے؟'' میں نے شانے اچکا کے بے پروائی سے کہا ''اس بارے میں تم کھل کر روزی سے بات کیوں نہیں کر لیتیں؟''

''وہ پرلے درجے کی مکار لڑکی ہے۔ اگر تم نے اس کے مشورے سے یہ سوانگ رچایا ہے تو وہ مر کر بھی اصل بات کا اعتراف نہیں کرے گی۔ اس سے میں بات کر چکی ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ ڈینی کو وہ پاکستان میں چھوڑ کر آئی ہے۔''

''وہ تمہاری گہری سہیلی ہے۔'' میں نے گلاس سے پہلا گھونٹ لے کر کہا ''تمہیں اس کی بات کا اعتبار کرنا چاہیے۔ اچھے دوست ایک دوسرے کے کھوج میں نہیں رہتے۔ آپس کی مجبوریوں کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔ تم کو اس بارے میں زیادہ نہیں سوچنا چاہیے۔''

''میں یہی تو جاننا چاہتی ہوں کہ تم کس مجبوری کے تحت ڈینی سے راما داان یا رمضان بنے ہوئے ہو۔'' اس نے فوراً ہی میری بات پکڑ لی۔

''میری کوئی مجبوری نہیں ہے۔ میں صرف رمضان ہوں۔'' میں نے بے ساختہ ہنسی کے ساتھ کہا۔

''روزی میری ایسی سہیلی ہے کہ اس کے لیے میں بڑے سے بڑے انعام کی بھی پروا نہیں کروں گی۔ تم یقین کرو کہ حقیقت معلوم ہو جائے تب بھی میں تمہاری مخبری نہیں کروں گی۔''

''اب تم گھما پھرا کر اسے ویرا قرار دینے کی کوشش کر رہی ہو!''

''تم زبان سے جو چاہو کہتے رہو، دل میں سب کچھ سمجھ رہے ہو۔ شاید تم نہ مانو مگر اس سرزمین پر میں تمہاری دشمن نہیں، بہترین دوست ہوں۔''

میں نے سیلوٹ کے انداز میں اپنا بایاں ہاتھ پیشانی تک لے جا کر کہا ''روزی نے تمہارے بہت گن گائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس وقت تمہارے گھر میں موجود ہوں۔ اگر مجھے ڈینی کہنے سے تمہیں کوئی تسکین ملتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔''

اس نے سرک کر ہم دونوں کا درمیانی فاصلہ دوبارہ صفر کر دیا اور میرے بازو پر چٹکی لیتے ہوئے بولی ''جب میں اسے روزی کہہ رہی ہوں تو تمہیں ڈینی کیسے کہہ سکتی ہوں۔ مجھے صرف حقیقت جاننے کا تجسس ہے اور وہ میں جان کر رہوں گی۔ میں ابھی فون کر کے روزی کو بتاؤں گی کہ تم نے میرے سامنے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ تلملا اٹھے گی اور سچ کھل جائے گا۔''

''میری طرف مزید سمٹنے کی گنجائش نہیں ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم ایک دوسرے سے الگ ہو کر آرام سے بیٹھیں؟'' میں نے بہت ملائمت اور سنجیدگی سے کہا۔

''کیوں؟ کیا میرے بدن کی مہک تمہیں ناگوار گزر رہی ہے؟'' اس نے شوخی سے پوچھا۔

''اس مہک اور تپش سے میرا دوران خون تیز ہو رہا ہے۔ میں اس میں ذرا سا افاقہ چاہتا ہوں تا کہ جن کے ایک دو پیگ پینے کی گنجائش رہے۔''

جینی نے کھل کر ایک مترنم قہقہہ لگایا اور میری ٹانگ پر ہاتھ مار کر بولی ''تم جو بھی ہو، خاصے مزے دار آدمی ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ اپنی ٹال مٹول کے باوجود آج تمہیں یہاں آنا پڑا ہے۔ ہماری یہ شام خاصی خوش گوار اور یادگار ثابت ہوگی۔''

اس کے تیور خطرناک تھے۔ میں نے صورت حال خراب ہونے سے پہلے اسے یاد دلایا کہ وہ روزی کا دیا ہوا کام مکمل کر چکی تھی تو اس کا نتیجہ میرے حوالے کر دے۔

''روزی سے میں نے یہی کہا تھا کہ تم آؤ گے تو تمہارے ساتھ مل کر کمپیوٹر پر محنت کروں گی۔ یہ تمہیں بلانے کا بہانہ تھا ورنہ سب کچھ چند منٹ میں اسکرین پر آ جائے گا۔''

اس کے ساتھ میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ کمپیوٹر کے سامنے جا بیٹھی، میں بھی ایک کرسی کھینچ کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

جینی کی انگلیاں مہارت اور تیزی کے ساتھ کمپیوٹر کے کی بورڈ سے کھیلنے لگیں۔ پہلے سے آن کیے ہوئے

اسکرین پر لہراتی ہوئی رنگا رنگ کہکشاں معدوم ہو گئی۔ اسکرین پر وقفے وقفے سے نمودار ہونے والی ہدایات کے مطابق جینی رک رک کر اپنا کام کرتی رہی اور آخر کار اسکرین پر رنکس انکارپوریٹڈ کے عنوان سے ایک بڑی فائل کھل گئی۔

اس فائل میں حروف تہجی کی ترتیب سے رنکس کے مختلف شعبوں کے بارے میں الگ الگ ذیلی فائلیں موجود تھیں۔ جینی نے آپریشن والی فائل کا انتخاب کیا اور مختلف کمانڈز دیتی ہوئی رنکس کے کولمبس سینٹر تک پہنچ گئی۔ اس وقت اسکرین پر اس سینٹر سے آنے اور جانے والے سامان کی تفصیلات نمایاں ہو چکی تھیں۔ میرے لیے جینی کی وہ مشق دلچسپ ثابت ہو رہی تھی۔

ملکی اور بین الاقوامی نقل و حمل کی ذیل میں جینی انٹرویل رینڈ نامی فرم کی کارگو بکنگ پر رک گئی اور میز پر پڑا ہوا پیڈ میری طرف سرکا دیا۔

''چاہو تو اپنی مطلوبہ معلومات کاغذ پر نوٹ کرتے جاؤ۔'' اس نے کہا اور میں نے قلم سنبھال لیا۔

انٹرویل رینڈ نے دو ٹن وزنی مشینی آلات اور برقی پرزوں پر مشتمل تین چوبی کریٹ کراچی بھیجے جانے کے لیے رنکس والوں کے پاس بک کرائے تھے۔ رنکس والوں کی اٹھائیس نمبر بند گاڑی وہ پیٹیاں لے کر اگلے روز علی الصباح کولمبس سے روانہ ہوئی تھی۔

جینی نے کوئی کی دبا کر نیا صفحہ کھولا تو اس گاڑی کا روٹ سامنے آ گیا۔ کولمبس سے نکلنے کے بعد پٹس برگ سے مزید سامان اٹھاتی ہوئی فلاڈلفیا کے راستے دوپہر تک نیویارک پہنچی تھی جہاں وہ سامان ایک گودام میں اتار دیا جاتا تھا۔

جینی کے لیے حیران کن بات یہ تھی کہ وہ رنکس کا گودام نہیں تھا۔ برآمدی سامان کی محفوظ پیکنگ، مارکنگ اور دستاویزات کی تیاری کے لیے نیویارک میں رنکس کا باقاعدہ مال خانہ اور عملہ موجود تھا مگر وہ تینوں کریٹ نیویارک سے پہلے نیوجرسی کے ایک نئے گودام یا ٹھکانے پر اتارے جانے تھے۔ گاڑی کو پٹس برگ سے اٹھایا ہوا سامان نیویارک پہنچانا تھا۔

نیوجرسی کا وہ گودام نیا تھا اس لیے ریکارڈ میں اس کا پتا بھی درج تھا جو میں نے لکھ لیا۔ دو روز بعد وہ سامان اس گودام سے براہ راست ایک فلائٹ پر بھیجا جاتا اور پیرس کے راستے کراچی کے لیے روانہ ہو جاتا۔

شیڈول میں اس متوقع پرواز کا نمبر اور اس کے کراچی پہنچنے کا وقت تک موجود تھا۔

اس پوری تفصیل سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ بدری ناتھ کی دی ہوئی اطلاع بہت معتبر تھی لیکن سامان میں کی جانے والی گڑبڑ کا سراغ لگانے کے لیے ہمیں کولمبس کی طرف دوڑ لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جو کچھ بھی ہونا تھا، نیوجرسی کے اس مشتبہ گودام میں ہونا تھا جو جینی کے لیے بھی نیا تھا۔ وہ بندوبست غالباً رنکس کے عام ملازمین کو مجوزہ تخریب کاری سے الگ تھلگ رکھنے کے لیے کیا گیا تھا۔

''تم چاہتیں تو اپنے کمپیوٹر سے متعلقہ معلومات کے پرنٹ آؤٹ بھی نکال سکتی تھیں۔'' جینی کے کمپیوٹر بند کر دینے کے بعد میں نے دبے لہجے میں کہا۔

''میں اپنے لیے کوئی غیر ضروری خطرہ مول نہیں لینا چاہتی۔ کراچی میں اٹامک انرجی کمیشن کا نام سامنے آتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کوئی گرما گرم اور خطرناک معاملہ ہو سکتا ہے جس میں ٹانگ اڑا کر میں اپنی شامت کو دعوت دوں گی۔''

''پورا پروگرام کھنگال کر تم ٹانگ تڑوا ہی بیٹھی ہو۔ کسی کو کیا پتا چلے گا کہ تم نے پرزوں کی کھیپ کے بارے میں کچھ دیکھا یا چھاپا ہے۔''

''میں اپنے سافٹ ویئر کو بہتر جانتی ہوں۔'' وہ مسکرا کے بولی ''اس میں دیکھنے اور چھاپنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ دیکھ بھال کہیں ریکارڈ نہیں ہوتی لیکن پرنٹنگ کی پوری تفصیلات خود بہ خود ریکارڈ ہو جاتی ہیں۔ آئزک بیل کو پتا چلتا کہ میں نے ان مخصوص صفحات کے پرنٹ آؤٹ نکالے ہیں تو میرے لیے جواب دہی مشکل ہو جاتی۔ تم لوگ بتا ہی چکے ہو کہ وہ کس قدر سفاک اور مجرمانہ ذہنیت کا مالک ہے۔ میں غیر ضروری طور پر اس سے ٹکر نہیں لے سکتی۔''

"اس کے ساتھ کام کرنے کے باوجود تم میں ذرا بھی حوصلہ پیدا نہیں ہوسکا۔"

"میں پروفیشنل ہوں اور رنکس کے لیے صرف پیشہ ورانہ خدمات انجام دیتی ہوں۔ آئزک کے جرائم میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں بلاوجہ اس کی مخاصمت کیوں مول لوں؟"

وہ کسی خطرے میں پڑے بغیر مجھے مطلوبہ معلومات فراہم کرچکی تھی اس لیے میں نے وہ بات وہیں ختم کرتے ہوئے، فوری خیال کے تحت پوچھا" ہیلن رائے کا کیا حال ہے؟"

جینی افسردگی سے سرہلاتے ہوئے بولی"اس پاگل اور جذباتی لڑکی نے اپنی زندگی تباہ کرلی ہے۔ کسی نے اسے فون کرکے پہلے ہی ہارلم کے فسادات میں رنکس کے کردار کے بارے میں بتادیا تھا۔ پہلے اس نے دفتر میں مجھ سمیت ہر ایک کو وہ کہانی سنائی پھر اخبارات میں بھی جا پہنچی اور آج ہی وہ بے چاری سب کے لیے عبرت کا نمونہ بن چکی ہے۔"

"تو کیا اسے مار ڈالا گیا؟" میں نے بے ساختہ پوچھا۔

"مرجاتی تو شاید اس کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا۔ کسی نے اس کے فلیٹ میں گھس کر اس کے ساتھ ایسی زیادتی کی ہے کہ اس کا دماغ الٹ چکا ہے اور وہ دماغی اسپتال پہنچائی جا چکی ہے۔ اس کے انجام نے ہمارے دفتر میں کئی لوگوں کو خوف زدہ کردیا ہے۔"

مختصر سی مدت میں ہیلن رائے کے اس انجام نے میرا دل بوجھل کردیا۔ عام امریکیوں کے برعکس اس نے شاید اپنے قول وفعل کے بارے میں کوئی دعویٰ نہ کیا ہو لیکن وہ صحیح معنوں میں ایک بے باک، صاف گو اور باضمیر لڑکی تھی۔

اپنے اصولوں پر سمجھوتا نہ کرکے اس نے اپنی ملازمت کی پروا کی اور نہ کسی سے خوف زدہ ہوئی۔ وہ بالکل یکہ وتنہا شہر کے بھیڑیوں کو بے نقاب کرنے نکل کھڑی ہوئی اور یہ بھول گئی کہ وہ خونی بھیڑیے پیچھے سے وار کرکے اس کی چادر کے چیتھڑے بھی اڑا سکتے ہیں۔

جن کا پہلا گلاس ختم کرکے جینی مجھے اپنی خواب گاہ میں لے گئی۔ وہ کمرا بہت صاف ستھرا اور پرتعیش تھا۔ وہاں کی آرائش سے جینی کی فراخ دلانہ رجحانات کی بھرپور عکاسی ہورہی تھی۔ اس کمرے کو بنانے اور سجانے میں جینی نے دل کھول کر پیسہ خرچ کیا تھا۔

"بہت خوب صورت۔" میں نے ایک جگہ رک کر کمرے کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے توصیفی لہجے میں کہا "تم جیسی لڑکی کے لیے اس سے کم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

"اپنے لیے یہ سب حاصل کرکے مجھے بھی خوشی ہوتی ہے۔" اس نے مجھے ایک گوشے میں پڑے ہوئے چرمی صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا" میں ہمیشہ سے ایسے کمروں میں نہیں رہی۔ میں نے نیویارک کے کئی ٹھٹھرا دینے والے جاڑے رات رات بھر گتے کے ڈبو میں دبک کر گزارے ہیں۔ میں نے وقت کی بڑی بے رحمانہ مار سہی ہے مگر اس کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے......"

"ایسے حالات میں پرورش پانے والے اپنی زندگی میں بہت کم کامیاب ہوتے ہیں۔" میں نے متاثر ہوکر کہا۔"روزی بتارہی تھی کہ تم دونوں نے کافی وقت ایک ساتھ گزارا ہے۔ شاید یہ برے دن تم نے اپنے بچپن میں جھیلے ہوں گے۔"

وہ میرا اشارہ سمجھ گئی اور اثبات میں سرہلاتے ہوئے بولی"لڑکپن اور جوانی کی سرحد پر ندیدے شکاری مجھے سرچھپانے کی جگہ دینے پر تلے ہوئے تھے مگر میں نے اپنی راہ چن لی تھی۔ سان فرانسسکو میں رہ کر میں نے کافی رقم جمع کی اور پھر تعلیم کا سلسلہ شروع کردیا، گریجویشن کرکے نیویارک آئی تو روزی سے دوستی ہوگئی اور اس کی اعانت سے میں نے ایم بی اے میں داخلہ لے لیا۔"

"سان فرانسسکو میں تم کیا کرتی تھیں؟" میں نے رواروی میں سوال کرڈالا۔

لمحہ بھر کے لیے اس نے مجھے گھورا جیسے اندازہ لگانا چاہ رہی ہو کہ میں کس حد تک سنجیدہ تھا۔ میری نیک نیتی کا

اندازہ لگا کر وہ بولی" سان فرانسسکو ہم جنس پرستوں کی جنت ہے۔ میں وہاں اسی دھارے میں شامل ہوگئی۔ مردوں کی خودغرضی سے محفوظ رہ کر جلد از جلد خوش حال ہونے کا وہ آسان راستہ تھا جسے میں نے شوق یا مرضی سے نہیں بلکہ حالات کے جبر کی وجہ سے اپنایا تھا۔"

موضوع کی تلخی کو بھلانے کے لیے اس نے دوسرے گلاس میں سے ایک لمبا گھونٹ لیا تو میں اس سے ایک اور چبھتا ہوا سوال پوچھے بغیر نہ رہ سکا" کیا تمہیں کبھی ماں باپ کا سایہ میسر نہیں رہا؟"

"باپ شرابی اور جواری تھا، ماں اپنے ایک آشنا کے ساتھ کہیں بھاگ گئی۔ میں گھر اور اسکول کو بھول کر سڑکوں پر آگئی اور قصہ ختم!" اس نے ہاتھ جھاڑ کر بات ختم کردی۔

للی برناڈ کسی بھی معاشرے میں انسانی عزم وحوصلے کی کامیابی کی ایک ایسی مثال تھی جس پر کوئی مقالہ بھی لکھا جاسکتا تھا لیکن اس نے ہر بات بہت اختصار کے ساتھ سمیٹی تھی۔ اس کی کہانی میں بس ایک ہی کمزور لمحہ تھا جب اس نے غربت وتنہائی سے مغلوب ہو کر نیویارک سے سان فرانسسکو جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس وقت تک میں جینی کو نیویارک کی ایک رنگین مزاج اور اوباش طبیعت لڑکی سمجھ رہا تھا جو اچھے منصب پر فائز ہونے کے باوجود پروقار زندگی گزارنے کے تصور سے نالاں تھی۔ اس کی زندگی کے جستہ جستہ واقعات سننے کے بعد میری نگاہوں میں اس کا مقام ذرا بلند ہوگیا۔

ایک خاص بات یہ تھی کہ میرے پہنچنے کے بعد اس کے فون کی گھنٹی بجی تھی نہ اس نے کسی کو فون کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے ملنے جلنے والوں کا حلقہ مختصر اور محدود تھا یا شاید وہ بھی ماضی کی ویرا کی طرح شکار کو زیر کرکے بھول جانے کی عادی تھی۔

میں جس مقصد کے لیے وہاں آیا تھا، وہ پورا ہوچکا تھا۔ میں نے کئی بار اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن جینی نے ہر بار ہاتھ تھام کر والہانہ انداز میں مجھے روک لیا۔

ویرا کے ساتھ شب وروز کی یکسانیت سے فرار حاصل کرکے مجھے خود بھی جینی کے ساتھ دنیا جہان کی باتیں کرنے میں لطف آرہا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ معدے میں گورڈن ڈرائی جن کی بڑھتی ہوئی مقدار کے ساتھ اس کے ذہن پر رومان کا بھوت طاری ہوتا جارہا تھا۔ کھانے وغیرہ کا دور تک کوئی ذکر نہیں تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ اگلا کوئی بھی گلاس اسے کیف وسرور کی ایسی دنیا میں پہنچا دے گا جہاں وہ میرے گلے کا ہار بن کر رہ جائے گی اور میں بے بس ہوکر رہ جاؤں گا۔

پانی کی بوتل لینے کے بہانے میں اس کے باورچی خانے میں گیا تو یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ فریج خوردونوش کی اشیاء سے بھرا ہوا تھا۔ منجمد کھانوں کو تازگی دینے کے لیے وہاں مائیکرو ویو اوون بھی موجود تھا۔

میں نے اس جائزے سے فارغ ہوکر پانی کی بوتل نکالی ہی تھی کہ جینی جھومتی اور لڑکھڑاتی ہوئی وہیں آپہنچی اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنا پورا بوجھ میرے ... پر ڈال دیا۔

میں نے غصیلی نظروں سے اسے گھورا تو وہ اپنی خمار آلود آنکھیں میری آنکھوں میں ڈال کر مسکرادی" فکر مت کرو۔ قدم ذرا لڑکھڑانے لگتے ہیں، میرا ذہن صاف رہتا ہے۔ اس وقت بس تم سے مسلسل باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔"

اس وقت جینی کی خوب صورت آنکھوں میں اور چہرے پر ایک عجیب مقناطیسی کشش پیدا ہوچکی تھی۔ میں نے نظریں چرا کر اسے سہارا دیا اور دوبارہ خواب گاہ کی طرف ہولیا۔

☆☆☆

اگلے دن کا آغاز خاصی کسل مندی سے ہوا۔ ویرا دیر تک میری واپسی کے انتظار میں جاگتی اور سلگتی رہی پھر میری واپسی پر درمیانے درجے کا ایک تلخ وترش فساد ہوا جس کا کوئی نتیجہ نکلنا تھا، نہ نکلا۔ اتنا ضرور ہوا کہ نیویارک آمد کے بعد پہلی بار مجھے پوری مسہری پر آزادی سے ہاتھ پیر پھیلا کر سونے کا موقع مل گیا۔ ویرا مجھ سے روٹھ کر صوفے پر منہ لپیٹ کر پڑ گئی تھی۔

صبح ہم دونوں ایک دوسرے سے قدرے شرمسار

اور روٹھے روٹھے سے تھے۔ میرے ذہن پر تین کام سوار تھے۔ سب سے پہلے اول خان کو پرزوں کی کھیپ کے بارے میں تازہ ترین معلومات سے آگاہ کرنا تھا۔ اس کے بعد نیو جرسی کا چکر لگا کر اس پراسرار گودام کے محل وقوع کا جائزہ لینا تھا جہاں کولمبس سے آنے والی چوبی پیٹیوں کو دوروز کے لیے ذخیرہ کیا جانا تھا۔ ان دونوں اہم کاموں کے بعد وقت کافی رہتا تو آئزک بیل سے نمٹنا تھا جس سے میں دوپہر میں ملنے کا وعدہ کر چکا تھا۔

میں نے دانستہ ویرا کو پہلے منہ ہاتھ دھونے کا موقع دے دیا۔ جب میں تیار ہو کر باتھ روم سے نکلا تو ویرا ہم دونوں کے لیے کمرے میں ناشتا طلب کر چکی تھی۔ یہ اس کی جانب سے مصالحت کی پہلی خاموش ابتدا تھی۔

''ناشتے کے بعد تمہارا کیا پروگرام ہے؟'' میں نے ویرا سے پوچھا۔

''جینی کی بچی کو فون کر کے ایسی بے بھاؤ کی سناؤں گی کہ اس کی طبیعت صاف ہو جائے گی۔'' ویرا کو میرے بولتے ہی اپنے دل کا غبار نکالنے کا موقع مل گیا۔

''یہ کار خیر تم کل رات بھی کر سکتی تھی جب وہ مجھے باتوں میں الجھائے بیٹھی تھی۔''

''اسے معلوم تھا کہ میں فون پر اسے ڈسٹرب کرتی رہوں گی۔ اس نے فون پر ریکارڈنگ مشین لگائی ہوئی تھی۔ میرے چھوڑے ہوئے پیغامات سن کر اس کی طبیعت جھک ہو گئی ہو گی۔''

میں بے اختیار ہنس پڑا ''تم اپنا دل ہلکا کر ہی چکی ہو۔ رات میں خود حیران تھا کہ میری موجودگی میں ایک بار بھی جینی کے فون کی گھنٹی نہیں بجی۔''

''ریکارڈنگ مشین آن کر کے اس نے گھنٹی بند کر دی ہو گی ورنہ وہ مشین دو گھنٹیوں کے بعد اس کا ریکارڈ کیا ہوا پیغام سنا رہی تھی۔ اس نے تمہارے ساتھ خلوت میں سکون سے وقت گزارنے کا پورا بندوبست کیا ہوا تھا جس میں کسی دخل اندازی کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس معاملے میں وہ پکی حرافہ ہے۔''

''وہ تمہاری گہری دوست ہے۔ میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''لیکن اب وہ میرے بجائے تم سے زیادہ قریب ہے۔'' ویرا کا لہجہ زہریلا تھا۔

''اس پر لعنت بھیجو اور یہ بتاؤ کہ نیو جرسی کا چکر لگانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''میں ہوٹل میں پڑے پڑے اکتا گئی ہوں۔ اسی طرف نکل جاؤں گی۔ کیا تم ساتھ نہیں چلو گے؟'' اس نے چائے کا گھونٹ لے کر ذرا تیزی سے پوچھا۔

''ہم دونوں کا ایک ساتھ منظر عام پر گھومنا پھرنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ واقعات بہت تیزی سے رونما ہو رہے ہیں۔ بلیک ڈیڈ کے مقابلے پر آجانے کے بعد وہ زیادہ چوکنے ہو چکے ہوں گے۔ بہتر یہی ہوگا کہ تم اکیلی نکل جاؤ۔ بس دور سے گودام کا جائزہ لے کر لوٹ آنا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم یہاں آرام کرو گے۔ آج وہ ادھر تو نہیں آرہی؟''

میں بے اختیار ہنس پڑا ''میری نیت اور باتوں پر شبہ مت کرو۔ میں اول خان کو فون کرنے کے بعد رنکس کے دفتر کا طواف کروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اسحاق گھنٹی نظر ہی آجائے۔ تصاویر دیکھ لینے کے بعد میں اسے ایک ہی نظر میں پہچان لوں گا۔''

''پھر سنز فائل کے پانچوں کاغذ بھی اول خان کو بھیج دو تاکہ ان کا جلد کوئی نتیجہ نکل سکے۔'' آہستہ آہستہ اس کا غصہ معدوم ہو چکا تھا اور وہ اعتدال پر آگئی تھی۔

اس نے للی برنارڈ کے دیے ہوئے کاغذوں کو دیکھ بھال کر الگ کر لیا۔ کام کے چند کاغذوں کے سوا باقی پلندہ ضائع کیے جانے کے قابل تھا۔ وہ چیزیں میرے حوالے کر کے ویرا نے ریوالور چیک کر کے اپنے بیگ میں رکھا اور روانہ ہو گئی۔

نیو جرسی کے ساتھ بھی وہی اوہایو والا چکر تھا یعنی نیو جرسی فلاڈلفیا اور نیو یارک کے درمیان پچکی ہوئی ایک پتلی اور لمبی سی ریاست ہے جسے عام غیر ملکی محض ایک شہر ہی تصور کر کے دن بھر میں وہاں کے تمام قابل ذکر

مقامات کی نشاندہی کرڈالتے ہیں۔ رنکس والوں کو کراچی بھیجے جانے والے تینوں کریٹ نیوجرسی کے پرنسٹن نامی قصبے کے ایک گودام میں پہنچانے تھے۔ اس وقت تک میرے لیے اس شہر یا قصبے کی شہرت کی وجہ پرنسٹن یونیورسٹی تھی لیکن آئزک بیل نے اس قصبے کو اہمیت کی دوسری وجہ بھی عطا کردی تھی۔

ویرا پرنسٹن کے لیے چلی گئی تو میں نے اس کے الگ کیے ہوئے کاغذات کا جائزہ لیا۔ ان میں رنکس کے بارے میں ایسی اہم کاروباری معلومات موجود تھیں جن سے ان کا کوئی حریف زبردست فائدہ اٹھا سکتا تھا مگر ہمارے لیے وہ کاغذ بے کار تھے۔

ان کاغذوں کو پھاڑتے پھاڑتے میں نے ایک خیال کے تحت اپنا ہاتھ روک لیا۔ وہ سب ٹائپ کیے ہوئے یا چھپے ہوئے کاغذات کی نقول تھیں۔ ان پر کہیں بھی کسی کی کوئی تحریر نہیں تھی۔ میں نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں سے امریکا کی برنکس نامی دوسری سیکیورٹی ایجنسی کا پتا نوٹ کیا اور جینی کے دیے ہوئے سادہ خاکی لفافے پر ان کے سب سے بڑے مقامی عہدے دار کا نام پتا درج کر کے فالتو کاغذ ڈال کر اسی لفافے میں بند کر دیے۔

ڈاک سے ملنے والا وہ لفافہ برنکس کو فائدہ پہنچاتا جس کا مطلب آئزک بیل کا مالی اور کاروباری نقصان ہونا تھا اور یہی میرا مطلوب و مقصود تھا۔

مبز فائل کھول کر میں نے ایک مرتبہ پھر پانچوں اوراق کی ناقابل فہم تحریر پر نظریں دوڑائیں لیکن کوئی نتیجہ اخذ نہیں کرسکا۔ ان کاغذوں پر کچھ وقت برباد کرنے کے بعد میں نے انہیں فائل سے الگ کیا اور وہ سب چیزیں بریف کیس میں بند کر کے روانگی کی تیاری کرلی۔

ہوٹل سے نکل کر میں نے سب وے اسٹیشن کا رخ کیا جو قریب ہی تھا۔ وہاں میں نے ڈاک خانے سے برنکس کے نام تیار کیا ہوا لفافہ روانہ کیا، قریبی اسٹال سے پانچوں اوراق کی دو دو فوٹو کاپیاں تیار کرائیں۔ ایک سیٹ اول خان کے نام لفافے میں بند کیا اور اسے بھی ہاتھوں ہاتھ ڈاک خانے کے حوالے کر دیا۔ مجھے امید تھی کہ تین چار دنوں میں وہ لفافہ اسے مل جائے گا۔

ان چھوٹے موٹے مگر اہم کاموں سے فارغ ہو کر میں نے وہیں ایک فون بوتھ سنبھال لیا۔

یہ میری خوش قسمتی تھی کہ پہلے سے کوئی پروگرام طے نہ ہونے کے باوجود اول خان گھر پر مل گیا اور اس نے چھوٹتے ہی یہ تصدیق کی کہ کینوپ کے لیے مطلوبہ پرزے انٹرویل رینڈ کمپنی اوہایو کے شہر کولمبس سے ہوائی جہاز کے ذریعے بھیجنے والی تھی۔

''یہ ہوائی سفر دو دن بعد نیو یارک سے شروع ہوگا۔'' میں نے اسے تازہ ترین معلومات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا اور پھر اسے متوقع پرواز کی دوسری تفصیلات بھی بتا دیں۔

''یہ سب حیران کن ہے۔ یہاں کسی کو کوئی اطلاع نہیں کہ انٹرویل رینڈ والے مطلوبہ پرزے کب روانہ کررہے ہیں اور تم پرواز کی کراچی آمد کا وقت تک بتا رہے ہو۔''

''آج وہ پرزے ایک قریبی گودام میں آرہے ہیں۔ ہماری سرتوڑ کوشش ہوگی کہ تخریب کاروں پر نظر رکھ سکیں۔ پتا نہیں وہ کیا کرنا چاہ رہے ہیں۔ اگر ان پرزوں کو پرنسٹن میں ہی تباہ کردیا گیا تو انٹرویل رینڈ والوں کو انشورنس سے رقم مل جائے گی مگر بجلی گھر ایک لمبی مدت کے لیے بند پڑا رہے گا۔ وہ لوگ ان پرزوں کی دوبارہ تیاری میں کافی وقت لے سکتے ہیں۔''

''امکان یہی نظر آتا ہے۔'' اول خان کی آواز پرجوش ہوگئی ''تم صحیح سمت میں سوچ رہے ہو۔ وہ لوگ اس کھیپ میں ٹائم بم یا بارودی ذخیرہ ہی ڈالیں گے......''

''نہیں اول خان!'' میں نے سوچتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی ''ٹائم بم یا بارود کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا۔ اس میں جہاز پر سوار سیکڑوں مسافروں کی جانوں کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ آج کل طیاروں کی آمد و رفت میں موسمی، فنی یا دیگر وجوہ کی بنا پر دیر سویر عام ہوگئی ہے۔ وہ لوگ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے کہ ضرورت کے تحت تباہی کے وقت اور مقام میں ردوبدل کرنا ممکن نہ رہے۔ یہ کوئی بہت سوچا سمجھا کھیل معلوم ہوتا ہے۔''

''تو پھر کوئی ریموٹ کنٹرولڈ ڈیوائس ہوسکتی ہے۔ وہ جب اور جہاں چاہیں، اس کھیپ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔'' اول خان نے کہا۔

''ایسے ریموٹ کنٹرول عام نہیں ہوئے جو ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی کام کرتے ہوں۔''

''ہمارا واسطہ عام مجرموں اور دشمنوں سے نہیں ہے۔ جو لوگ وائٹ ہاؤس کی اسٹیشنری استعمال کرنے پر قادر ہیں، وہ سیٹلائٹ کے ذریعے فاصلوں کو بے اثر بنا سکتے ہیں۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ بلیو کراس مشن کو ناکام بنانے کے لیے اسی تکنیک کا سہارا لیا گیا تھا۔ اگر ویرا ہوش مندی سے کام لے کر ایک ٹریلر کی قربانی نہ دیتی تو سب کچھ برباد ہوگیا ہوتا۔''

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے سر پر ٹھنڈے پانی کی بالٹی الٹ کر مجھے گہری نیند سے جگا دیا ہو۔ میں نے ایک جھرجھری لے کر کہا ''انہیں پرزوں کو برباد ہی کرنا ہے تو اس کام کے لیے پرنسٹن بہترین جگہ ہے جہاں وہ پیٹیاں دو دن تک پڑی رہیں گی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ پرزوں کی ترسیل کو روکنا یا موخر کرنا چاہتے ہیں تو انٹرویل رینڈ والوں پر دباؤ ڈالتے۔ انہوں نے اتنی جلدی کھیپ کیسے تیار کردی؟ وہ ایک ڈیڑھ مہینے کا وقت آرام سے لے سکتے تھے یا پھر انسانی اور مشینی غلطیوں کا بہانہ بنا کر پرزوں کی ساخت میں ایسی تبدیلیاں کرسکتے تھے کہ وہ پاکستان پہنچ کر بھی استعمال نہ ہوسکیں۔''

''تمہارا آخری خدشہ تو اب بھی وزن رکھتا ہے۔''

اول خان پوری توجہ سے ایک ایک لفظ سن رہا تھا۔ اس نے پرتشویش لہجے میں اپنی بات جاری رکھی ''ہمیں کیا پتا کہ وہ کیا بھیج رہے ہیں۔ جب تک وہ پرزے کراچی پہنچ کر استعمال میں نہیں آجاتے، یہ خدشہ برقرار رہے گا۔''

''جب تک اس کھیل کا انجام سامنے نہیں آجاتا، سوچ سوچ کر ہمارے اعصاب چٹختے رہیں گے۔ اس وقت یہ سب خیالی اندیشے ہمیں ستا رہے ہیں۔ یہاں ہم دونوں تگ و دو کررہے ہیں، وہاں تم سب اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔ آگے اللہ مالک ہے۔''

''میں نے جب تم سے کراچی میں لوڈ شیڈنگ کا شکوہ کیا تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کراچی کی روشنیوں کو نگلنے کی منصوبہ بندی نیویارک میں کی گئی ہوگی۔ زمین پر خدائی کا دعویٰ کرنے والے بیسویں صدی کے ان فرعونوں سے بس خدا ہی بچانے والا ہے۔ ان کا بس چلے تو یہ اپنے ناپسندیدہ لوگوں سے رزق و روزی کا ایک ایک دانہ چھین کر انہیں پیس ڈالیں۔''

''صبر...... صبر سے کام لو۔ اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ بھی ہمارے جیسے انسان ہیں۔ بس ان کے وسائل ہم سے زیادہ ہیں پھر بھی ہم نے ان کے حلق میں ہاتھ اتارا ہوا ہے۔ جس دن انسانوں کے رزق اور روزی پر دوسرے انسانوں کا اختیار نافذ ہوگا وہ شاید اس زمین کا آخری دن ثابت ہوگا اور وہ دن ابھی بہت دور ہے۔''

''تمہارے کاموں کے ساتھ تمہاری باتوں سے بھی بہت حوصلہ ملتا ہے۔ کوئی خاص بات ہو تو فون ضرور کرلینا۔ اس وقت میں تمہاری کمی بہت بری طرح محسوس کررہا ہوں۔''

''تمہیں میری مصروفیت کا اندازہ ہے۔ ابھی پھر مجھے ایک مہم پر نکلنا ہے۔ غزالہ سے بات کی تو وہ طول پکڑ جائے گی۔ میرے پیار کے ساتھ اسے بتا دینا کہ وقت ملتے ہی میں اس سے بات کروں گا۔ بس وہ میری کامیابی کے لیے دعا کرتی رہے۔''

''سارا گھر اس کا خیال رکھتا ہے مگر وہ تو بس تمہاری دیوانی ہے۔ تم کو اپنا مجازی خدا سمجھتی ہے اور تمہارے بغیر بہت اداس رہتی ہے۔ تمہاری واپسی ہی اس کی خوشیاں اسے لوٹا سکے گی۔ میں نے شوہر کو اس طرح ٹوٹ کر چاہنے والی بیویاں کم ہی دیکھی ہیں۔''

میری دانست میں اول خان کی وہ تقریر بے محل اور نامناسب تھی۔ غزالہ یقیناً اس کے آس پاس ہی کھڑی یا بیٹھی اس کی باتیں سن رہی تھی۔ ان باتوں سے اس کے جذبات میں کوئی ابال پیدا ہو جاتا تو میرے لیے فون پر اسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ میں نے خدا حافظ کہہ کر

جلدی سے فون بند کردیا۔

میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی تو صرف ساڑھے گیارہ بجے تھے۔

سلاٹ سے باہر آتے ہوئے کارڈ کو دوبارہ اندر دبا کر میں ورجینیا میں بدری ناتھ کے ہوٹل کا نمبر ملانے لگا۔ مجھے بدری نے پہلے ہی بتادیا تھا کہ وہ عام طور پر شام کے پانچ یا پھر نو بجے کے بعد رچمنڈ کے جیفرسن ہوٹل میں مل سکے گا مگر میرے پاس وقت اور ڈالروں کی کوئی کمی نہیں تھی اس لیے میں نے بدری کے ملنے کی موہوم سی امید میں وہ رابطہ کر ڈالا۔

اس ہوٹل میں ٹیلی فون ایکسچینج شاید فرنٹ کاؤنٹر کے ساتھ ہی واقع تھا۔ آپریٹر نے مجھے لائن ہولڈ کرائے بغیر قدرے توقف کے بعد بتایا کہ بدری ناتھ کی چابی کی بورڈ پر موجود تھی۔ وہ ہوٹل سے باہر گیا ہوا تھا۔

میں نے فون بند کردیا اور بوتھ چھوڑ کر باہر نکل آیا۔

اس وقت میرے سامنے صرف اور صرف آئزک بیل رہ گیا تھا۔ اس سے مقررہ اوقات میں ملاقات پر اپنی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے میں نے پہلے ہی اپنی حکمت عملی طے کرلی تھی اور اس وقت اس پر عمل کرنے کے لیے میری نظریں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔

نیو یارک سب وے کا پین اسٹیشن متوسط اور نچلے طبقے کے آوارہ گردوں اور ولایتی بھیک منگوں سے سارا دن تقریباً بھرا رہتا ہے۔ یہ بھیک مانگنے والے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو عار سمجھتے ہیں لیکن زمین پر کپڑا پھیلا کر یا ہیٹ الٹ کر کسی ساز پر مختلف دھنیں بجاتے رہتے ہیں اور اس اسٹیشن کو استعمال کرنے والوں کی بڑی تعداد انہیں کچھ نہ کچھ دے ہی دیتی ہے۔

میں ٹکٹ لے کر زیر زمین راہداریوں میں ان لوگوں کا جائزہ لیتا ہوا ایک پلیٹ فارم تک گیا اور پھر لوٹنے لگا۔ مجھے ان میں کم از کم دو چہرے ایسے نظر آئے تھے جو میرے لیے کارآمد ثابت ہوسکتے تھے۔

معاً مجھے خیال آیا کہ اگر میرے لیے کام کرنے والا مغربی کنال اسٹریٹ کی چالیسویں عمارت میں پکڑا گیا تو وہ چند ہی تھپڑوں میں یہ اگل دے گا کہ اسے پین اسٹیشن سے معاوضے پر ساتھ لیا گیا تھا۔ اس طرح آئزک بیل کو یہ سراغ مل سکتا تھا کہ میرا ٹھکانا اسی سب وے اسٹیشن کے قرب وجوار میں پایا جاتا ہے اور اس کے آدمی میری تلاش میں اس علاقے میں پھیل جاتے۔

میں نے پین اسٹیشن کے کسی بھکاری کو گھیرنے کا ارادہ ترک کردیا اور اسٹیشن سے باہر آ کر سب وے کا نقشہ دیکھنے کے بعد لنکن سینٹر اسٹیشن کا ٹکٹ خرید لیا۔

لنکن سینٹر شاید نیو یارک آئے ہوئے سیاحوں کے لیے کافی کشش رکھتا تھا کیونکہ پین اسٹیشن سے آگے زیر زمین ٹرین میں مسافروں کی تعداد بتدریج بڑھتی رہی اور لنکن سینٹر کے اسٹیشن پر یوں محسوس ہوا جیسے وہاں پوری ٹرین خالی ہوجائے گی۔

وہ نیو یارک بلکہ مین ہٹن کی زندگی کا ایک اور ہی رخ تھا۔ لنکن سینٹر سے چند میل شمال مشرق میں ہارلم پچھلے دو روز سے آگ اور خون میں نہایا ہوا تھا۔ تیسرے دن کی ابتدائی خبریں بھی مایوس کن تھیں لیکن شہر کے دوسرے علاقے ان فسادات سے ذرا بھی متاثر نظر نہیں آ رہے تھے۔ زندگی کی ساری رعنائیاں اور رونقیں اپنے شباب پر نظر آ رہی تھیں۔

زیر زمین پلیٹ فارم سے اوپر آنے تک مجھے کام کا کوئی چہرہ نظر نہیں آیا مگر فٹ پاتھ پر ذرا دور چلنے کے بعد مجھے بڑھی ہوئی داڑھی والا مگر صاف ستھرا ایک سفید فام نوجوان نظر آ گیا جو اپنی آنکھیں بھینچے، پھیپھڑوں کی پوری قوت سے ماؤتھ آرگن پر کوئی دردناک دھن بجا رہا تھا۔

اس کے سامنے پھیلے ہوئے کپڑے پر سکوں کے درمیان بس دو ہی نوٹ نظر آ رہے تھے۔

میں راہ گیروں کی زد سے بچ کر اس موسیقار اعظم سے ذرا دور ٹھہر گیا تھا تاکہ وہ راگ ختم ہونے کے بعد اس سے مذاکرات کی کوئی راہ نکال سکوں۔

ماؤتھ آرگن بجانا خاصا وقت طلب کام ہوتا ہے۔ ذرا سی دیر میں وہ تھک کر خاموش ہوگیا اور نڈھال انداز میں اپنے ماؤتھ آرگن کو جھٹک جھٹک کر پتلون سے صاف کرنے لگا۔

میں ٹہلتا ہوا اس کی طرف گیا اور دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا ”تم اچھی دھنیں بجا لیتے ہو۔“ وہ کہتے ہوئے میں نے ارادی طور پر اپنی جیب میں ہاتھ ڈال لیا تھا۔

”میرے لیے الفاظ اپنے معنی کھو چکے ہیں۔ تمہاری داد کا اندازہ ان ڈالروں سے ہوگا جو تم میرے کپڑے پر ڈالو گے۔“

میرا ہاتھ جیب سے برآمد ہوا تو اس میں اسی مقصد کے لیے الگ کیے ہوئے ایک ایک ڈالر کے تین نوٹ موجود تھے۔ اسے دکھا کر وہ نوٹ میں نے کپڑے پر ڈال دیے۔ اس نے میرے ہاتھ سے نوٹ لینے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

”چاہو تو ایک کام کر کے تم مزید دس ڈالر کما سکتے ہو؟“ میں نے اس کے قریب ہو کر سرگوشی کی۔

دس ڈالر کے ذکر پر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں پھر یکایک ہی دھندلا گئیں۔ اس نے مایوسانہ لہجے میں پوچھا۔ ”محنت کا کوئی کام ہوگا؟“

”قطعی نہیں۔ بس کسی کو ایک لفافہ دینا ہے۔“ میں نے اسے حوصلہ دیا۔ وہ ماؤتھ آرگن بجانا موقوف کرچکا تھا۔ اس وجہ سے کوئی بھی ہم دونوں کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

”طے!“ اس نے خوشی سے کہا اور رقم سمیت کپڑا فٹ پاتھ سے اٹھا لیا۔ پانچوں نوٹ یکجا کر کے اس نے اپنی قمیص کی جیب میں رکھے، ساری ریزگاری چست پتلون کی جیب میں ڈالی اور باجے کو کپڑے میں لپیٹتے ہوئے بولا ”آج نیو یارک والوں پر کنجوسی کے سائے منڈلا رہے ہیں۔ نو بجے سے ماؤتھ آرگن بجا بجا کر میرا گلا بیٹھ گیا ہے اور مشکل سے دس بارہ ڈالر جمع ہوئے ہیں۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔ کہیں بیٹھ کر بیئر پلاؤ پھر وہیں بات ہوگی۔“

اپنا گداگری کا بکھیڑا سمیٹ لینے کے بعد وہ اپنی وضع قطع سے ایک آسودہ حال مگر لاابالی نوجوان نظر آ رہا تھا۔ میں نے کہا ”تم ہی اپنی پسند کے کسی پب یا بار میں لے چلو۔“

”تم تین ڈالر مجھے دے چکے ہو، دس مزید دو گے، تین چار ڈالر کی بیئر ہوجائے گی۔ اتنی رقم میں تو تم ڈی ایچ ایل سے تین خط بھجوا سکتے ہو پھر یہ فضول خرچی کیوں کر رہے ہو؟“ ایک طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اس نے سادہ سا حساب لگا ڈالا۔

”مذاق کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ میں تمہارے ذریعے وہ خط بھیج کر اپنے دوست کو حیران کرنا چاہ رہا ہوں۔ اس وقت وہ اپنے دفتر میں موجود ہے۔ کوریئر سروس والا اتنی سرعت سے وہ خط ہرگز نہیں پہنچا سکے گا اور سارا مزہ کرکرا ہوجائے گا۔“

”اوہ، میں سمجھ گیا۔ میں روز اسی جگہ ماؤتھ آرگن بجاتا ہوں۔ تم جب چاہو میری خدمات حاصل کرسکتے ہو۔“ میری وضاحت پر وہ مطمئن نظر آنے لگا۔

وہ مجھے اسی علاقے کے ایک شراب خانے میں لے گیا۔ وہاں زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں تھی۔ کاؤنٹر سے بیئر کے دو بڑے گلاس خرید کر ہم ایک الگ تھلگ میز پر آ بیٹھے۔

میں نے ایک سادہ لفافے میں دوسرا سادہ لفافہ بند کر کے جیکسن نامی اس نوجوان کے حوالے کردیا۔ بریف کیس کی آڑ میں وہ کارروائی کرتے ہوئے میں نے یہ احتیاط کی تھی کہ وہ میری اس حرکت سے واقف نہ ہوسکے۔

بیئر کے اس بڑے گلاس سے میری طرح وہ بھی شکم سیر ہوگیا اور تشکر آمیز انداز میں مسکرانے لگا۔ وہاں سے اٹھ کر ہم سب وے کے ذریعے براہ راست چائنا ٹاؤن کے لیے روانہ ہوگئے جو ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے مقابلے میں کنال اسٹریٹ سے قریب تر تھا۔

”تم چالیس ویسٹ کے گیٹ پر جیری فنز کا کوڈ بتا کر اندر داخل ہوسکتے ہو۔“ ٹرین سے اتر کر کچھ دور پیدل چلنے اور کنال اسٹریٹ پر پہنچنے کے بعد میں نے اسے یاددہانی کرانی چاہی لیکن اس نے میری بات پوری نہیں ہونے دی۔

”اندر داخل ہو کر میں سیکیورٹی اینڈ سروسز والی کھڑکی پر آئزک کے لیے تمہارا لفافہ دے دوں گا اور میرا کام ختم ہوجائے گا۔“ اپنے کام کا آخری حصہ اس نے خود دہرایا۔

"گڈ...... واپسی پر میں تمہیں ٹپ میں مزید دو ڈالر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"ابھی تم نے معاوضے کے ڈالر بھی نہیں دیے۔" اس نے مجھے یاد دلایا "تم ایسا کرو کہ بعد کے چکر کے بجائے مجھے پورے بارہ ڈالر ابھی دے دو اور سمجھ لو کہ تمہارا کام ہوگیا۔ میرے اندر پہنچنے کے بعد تم ہنسی خوشی گھر یا ہوٹل واپس جاسکتے ہو۔"

میں نے خفت آمیز انداز میں جیب سے اپنا بٹوہ نکالا اور وہیں کنارے سے رک کر پندرہ ڈالر اسے تھما دیے کیونکہ اس وقت چالیسویں عمارت زیادہ دو نہیں رہ گئی تھی۔

"یہ بارہ سے پندرہ ہوگئے...... گڈ۔ تم تو بہت سخی معلوم ہوتے ہو۔" ذرا سے کام کے لیے اتنی بڑی رقم پاکر وہ بہت خوش ہوگیا۔

"تین اس کوتاہی کے سمجھ لو کہ تمہیں رقم کے لیے یاد دہانی کرانی پڑی۔"

اس نے ڈالروں کو موڑ کر چوما، وہ بوسہ ہوا میں میری طرف اچھالا اور تیزی سے سڑک عبور کرتا چلا گیا کیونکہ چالیسویں عمارت داہنی طرف ہی تھی۔

میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ منزل پر پہنچنے کے بعد جیکسن کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ یہ میری مجبوری تھی کہ مجھے اس کو قربانی کا بکرا بنانا پڑا تھا۔ آخری لمحات پر میرا ارادہ تھا کہ متوقع ٹوٹ پھوٹ کی دیکھ بھال کے لیے مزید کچھ رقم اسے دے دوں لیکن پندرہ ڈالر پر اس کا ردعمل دیکھ کر میں نے وہ ارادہ ترک کردیا تھا۔

معاوضے میں غیر متوقع طور پر پانچ دس گنا رقم دیکھ کر اسے کسی خطرے کا احساس ہوجاتا تو وہ آخری لمحات پر لفافہ پہنچانے سے انکار کرنے کے ساتھ کوئی ہنگامہ بھی کھڑا کرسکتا تھا۔

ہم مشرقی سمت سے کنال اسٹریٹ پر آئے تھے۔ وہ سڑک کی داہنی فٹ پاتھ پر چلتا رہا۔ میں اس سے ذرا پیچھے بائیں طرف ہی بڑھتا رہا۔ میری نظریں مسلسل اس کا پیچھا کررہی تھیں۔

جیکسن اس عمارت کے پرشکوہ آہنی پھاٹک کے قریب رک گیا، غیر ارادی طور پر میرے قدموں کی رفتار سست ہوگئی اور دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

اس بلند و بالا پھاٹک کا ذیلی پٹ ایک طرف سرکا اور جیکسن نے جوں ہی اس خلا میں قدم رکھا، دو مضبوط ہاتھوں نے اس کی قمیص کا کالر پکڑ کر بے رحمی سے اسے اندر گھسیٹ لیا۔ ذیلی پٹ فوراً ہی سرک کر بند ہوگیا۔ کھلنے والے خلا..... میں جیکسن کو کھینچنے والوں کی جھلک تک نظر نہیں آئی تھی۔

فضا میں جیکسن کی بس پہلی بے ساختہ چیخ گونج سکی جسے ٹریفک کے شور میں بہت سے لوگ نہ سن سکے ہوں گے۔ چیخ سننے والوں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور ہر طرف امن و سکون کی عمل داری دیکھ کر کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں آگے بڑھ گئے۔

آئزک بیل میری توقع سے کہیں زیادہ وحشی اور بے صبرا ثابت ہوا تھا۔ اس نے اپنے دفتر میں میرا انتظار کرنے کے بجائے پھاٹک پر اپنے آدمی مامور کرکے میرے استقبال کا بندوبست کیا تھا تاکہ میں اپنے پیروں پر چل کر اس کے سامنے نہ پہنچ سکوں۔

میرا دل جیکسن کے لیے مغموم ہوگیا۔ اس کاہل الوجود نوجوان نے محنت مشقت سے بچنے کے لیے ماؤتھ آرگن بجا کر مزید کچھ کیے بغیر ڈالر کمانے کا شغل اپنایا ہوا تھا مگر اس وقت وہ محض پندرہ یا اٹھارہ ڈالروں کے عوض رنکس کے پیشہ ور غنڈوں کے ہتھے چڑھ چکا تھا۔

وہ افسوس ناک واقعہ رونما ہوتے ہی میں نے اپنی رفتار تیز کردی اور قریب ترین گلی آنے پر بلا تاخیر کنال اسٹریٹ سے نکل گیا۔

شہر میں میری کوچہ نوردی اس وقت خطرناک ثابت ہوسکتی تھی۔ مار دھاڑ کے نتیجے میں ان لوگوں کو قیدی سے جو کچھ معلوم ہوتا، اس کی روشنی میں غالب امکان تھا کہ ان کی کوئی ٹولی زخمی قیدی کو گاڑی میں ڈال کر میری تلاش میں مین ہٹن کی سڑکوں پر نکل کھڑی ہوتی۔

آئزک بیل کو زچ کردینے کی اس تدبیر کا سب سے برا پہلو یہ تھا کہ ایک ایسا آوارہ گردان کے ہاتھ لگ گیا تھا جو مجھے میرے تازہ ترین حلئے میں پہچان سکتا تھا۔

کئی موڑ گھومنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور پین اسٹیشن پر اسے چھوڑ دیا۔ حفاظتی پیش بندی کے طور پر میں وہاں سے ہوٹل تک کا فاصلہ پیدل طے کرنا چاہتا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے سب سے پہلے سبز فائل کے پانچوں اصل اوراق فائل کور میں اپنی جگہ پر لگادیے۔ مجھے یقین تھا کہ جینی کسی بھی وقت وہ فائل مانگ کر خاموشی سے اسے اس کی اصل جگہ پر پہنچادے گی۔ ہم نے وہ اہم کاغذات اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے تھے۔ ان کے واٹر مارک فوٹو کاپی میں نہیں آسکے تھے لیکن ڈی کوڈنگ کے لیے پورا متن ہمارے پاس محفوظ ہوچکا تھا۔

میں نے ہاتھ منہ دھو کر لباس تبدیل کیا اور اخبار کی ورق گردانی میں مصروف ہوگیا۔

ہارلم کے فسادات کے دوسرے دن کی سب سے بڑی خبر رنکس کی گاڑیوں پر بموں کے خونریز حملوں کے بارے میں تھی۔ دوسری خبروں میں مزید کسی جانی نقصان کا تذکرہ نہیں تھا لیکن جلاؤ اور گھیراؤ کی کارروائیوں میں بھاری مالی نقصان کے ساتھ تین افراد کے زخمی ہونے کی اطلاعات ملی تھیں جو سفید فام تھے اور مشتعل سیاہ فاموں کی پرتشدد کارروائیوں کا نشانہ بنے تھے۔

ہیلن رائے کے بارے میں واقعات بہت اختصار کے ساتھ رپورٹ کیے گئے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ سنسنی پسند اخبارات نے اسے اپنی لیڈ اسٹوری کے طور پر اچھالا ہو۔ نیویارک میں وہ پہلی امریکی لڑکی تھی جو براہ راست میری کسی حکمت عملی کا ایندھن بنی تھی۔

اندر کے صفحات میں ایک چار کالمی سرخی کے ساتھ کسی امریکی سینیٹر کا مطالبہ چھپا تھا جس نے امریکی آئین کے حوالے سے پاکستان پر مکمل اقتصادی پابندیاں عائد کرکے اس کی امداد روک دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس مطالبے کے لیے پاکستان کی بساط سے زیادہ ایٹمی تیاریوں کو بنیاد بنایا گیا تھا۔ میں نے توجہ سے وہ پوری خبر پڑھ ڈالی۔ اس میں اس متعصب سینیٹر نے اپنی حکومت سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے اقوام متحدہ کے ذریعے پاکستان پر کڑی پابندیاں لگوائے اور اس کے انسپکٹروں کے ذریعے پاکستان میں موجود تمام ایٹمی تنصیبات کو اس طرح ختم کرے کہ ان سے دوبارہ کام نہ لیا جاسکے۔

کینوپ میں چند روز قبل کی جانے والی تخریب کاری کی روشنی میں وہ بیان بہت ذو معنی تھا۔ اس میں یہ دھمکی پوشیدہ تھی کہ پاکستان نے امریکی تنصیبات کے سامنے ہتھیار نہ ڈالے تو کینوپ کے پمپوں کی تباہی سے زیادہ سنگین واقعات تواتر کے ساتھ پیش آسکتے ہیں جس کے لیے اقوام متحدہ یا دوسرے ملکوں کی کسی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ خبر پڑھتے ہوئے میرے دل و دماغ میں آئزک بیل کے خلاف لاوا سا کھولنے لگا۔ راس المیڈا کی مسند سنبھالتے ہی اس نے ڈیوڈ اسٹارز اور سی آئی اے کی ملی جلی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ خاصا تیز کردیا تھا اور خود کسی طرح قابو میں نہیں آرہا تھا۔

اس کو تہس نہس کرنے کی بس ایک ہی صورت تھی کہ ویرا کی طرح کسی بہانے اس عمارت میں داخل ہوکر اسے کسی طاقت ور ٹائم بم سے اڑا دیا جائے تاکہ آئزک بیل اور رنکس کی ساری طاقت اس کے ملبے میں ہمیشہ کے لیے دفن ہوجائے مگر میری نظروں میں وہ ایسا غیر انسانی فعل ہوتا جو میری راتوں کی نیندیں حرام کردیتا۔

کنال اسٹریٹ کی اس ہائی رائز میں صرف آئزک بیل کی کمین گاہ ہی نہیں تھی، سیکڑوں دوسرے دفاتر بھی تھے جن میں دن بھر ہزاروں افراد موجود رہتے تھے۔ آئزک بیل جیسے پاپی کی مکمل سرکوبی کے لیے بے گناہوں کی اتنی بڑی تعداد کو لہولہان کرنا درندگی ہوتا۔

ایک قوم کی حیثیت سے امریکیوں سے کوئی محبت یا رغبت نہ ہونے کے باوجود میرے اپنے ذہن کا یہ عالم تھا کہ ہیلن رائے کے ساتھ پیش آنے والے اندوہناک واقعے پر میرا دل بار بار مجھے ذمے دار ٹھہرا کر ملامت کررہا تھا۔ تازہ ترین مثال جیکسن نامی کام چور اور حرام

خور امریکی بھکاری کی تھی جو محض میری وجہ سے بھیڑیوں کے بھٹ میں جا گھسا تھا اور میں اس کے لیے مغموم تھا۔ میں کسی بھی صورت میں چالیسویں عمارت کے خلاف کوئی نیا منصوبہ نہیں بنا سکتا تھا جس کے نتیجے میں بے گناہ شہریوں کی ایک بڑی تعداد کی جانیں ضائع ہو جاتیں۔

غصے اور بے بسی کے اسی عالم میں، میں نے لائن سے منسلک پوشیدہ سی ایس ڈی چیک کر کے آئزک بیل کے دفتر کا نمبر ملا لیا۔

فون اس نے خود ہی اٹھایا مگر ہمیشہ کے برعکس اس کی آواز تیز اور پھاڑ کھانے والی تھی۔

''تم پھر اپنی حرم زدگی سے باز نہیں آئے۔'' میں نے اس کی آواز سنتے ہی زہریلے لہجے میں کہا ''اگر وہ شخص لفافہ دے کر خیریت سے لوٹ آتا تو اس وقت میں تمہارے روبرو بیٹھا ہوا ہوتا مگر تم بدنیت اور بے صبرے ہو۔ تمہارے آدمیوں نے گیٹ پر ہی اسے کسی آوارہ کتے کی طرح دبوچ لیا تھا۔ میں تم پر کیسے اعتماد کر سکتا ہوں؟''

''تمہاری یہ مکاریاں ہی تمہاری تباہی کا سبب بنیں گی۔'' میری توقع کے برعکس آئزک بیل نے میری پوری بات سننے کے بعد کہا ''وہ بھکاری اب عمر بھر بھیک نہیں مانگے گا۔ تم نے اپنے خلاف خود ہی سب سے مضبوط گواہ فراہم کر دیا ہے۔ اب اس کی مدد سے تمہارے خاکے تیار کیے جائیں گے اور تمہیں پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالا جائے گا۔ تم زیادہ دنوں تک آزاد نہیں رہ سکو گے۔ تمہاری یہی لغزشیں تم کو لے ڈوبیں گی۔''

اس کی بات سنتے ہوئے میرا ذہن تیزی سے کام کرنے میں مصروف تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا ''میں تمہاری طرح عقل سے اتنا عاری نہیں ہوں۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ تمہاری اوقات پہچان کر بلیک ڈیڈ نے کسی بھکاری کو وہاں بھیجا ہے۔ تم اپنا وقت برباد کر کے اس کی بتائی ہوئی تصویر بنوالو۔ اسے اپنے دفتر میں سجا لینا۔ بھکاری کو پھانسنے والا بلیک ڈیڈ کا کوئی ایسا کارندہ تھا جس سے میرا سامنا تک نہیں ہوا۔ اپنا سارا زور لگا کر اسے تلاش بھی کر لوگے تو وہ میرے بجائے بلیک ڈیڈ کی نشان دہی کرے گا۔ اس سے تمہارا اپیشات خطا ہوتا ہے۔''

''وہ ولد الحرام، کتے کا بچہ!'' آئزک بیل غصے میں آپے سے باہر ہونے لگا ''تم اسی کے بل پر اچھل رہے ہوں۔ میرے سامنے تم دونوں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکو گے۔ تم دونوں کو گھیر کر اس طرح مارا جائے گا کہ مدتوں تمہاری روحیں بھی بلبلاتی رہیں گی۔''

''اس کا خیال تھا کہ اپنے چھ آدمی اور دو گاڑیاں گنوا دینے کے بعد تمہیں عقل آ جائے گی مگر تم زبان سے سدھرنے والی مخلوق نہیں ہو۔ کل سے وہ پھر جوتا سنبھال لے گا۔''

''مجھے آدمیوں کی ذرا بھی پروا نہیں۔'' اس کی آواز اشتعال میں مزید بلند ہو گئی ''میں ان چھ کی جگہ ساٹھ نئے آدمی رکھ سکتا ہوں۔ وہ یہ لڑائی بھی ہار جائے گا۔''

''میں تمہیں بدنسل کتا سمجھتا تھا مگر تم اپنے کمزور ساتھیوں کو چبا ڈالنے والے خود غرض بھیڑیے ہو۔ میں تم کو......''

''شٹ اپ!'' میری بات کاٹ کر وہ حلق کے بل چیخا اور فون بند کر دیا۔

میں نے بھی ایک آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ ریسیور رکھ دیا۔ غصے اور بے بسی کے ملے جلے احساسات کا ایک بڑا حصہ اس کی طرف منتقل کر کے مجھے خاصا سکون ملا تھا۔

اندر کا ابال کچھ کم ہوا تو میں سبز فائل کے کاغذوں کی نقول لے بیٹھا۔ میں نے ان پانچوں اوراق کے ایک ایک لفظ کو کئی کئی بار پڑھ ڈالا لیکن میرے کچھ پلے نہیں پڑا۔ بظاہر وہ سب مہمل الفاظ معلوم ہو رہے تھے جن کا کوئی مفہوم نہیں تھا۔

تھک ہار کر میں نے وہ کاغذ دوبارہ بریف کیس میں ڈالے تو دو بج چکے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق ویرا کو اس وقت تک پرنسٹن سے لوٹ آنا چاہیے تھا۔ پھر اپنے اس اندازے پر میں خود ہی ہنس پڑا۔ مجھے نیو جرسی کے اس شہر کا محل وقوع معلوم تھا نہ اس کے فاصلے کا اندازہ تھا پھر بھی میں یک طرفہ طور پر ویرا کی واپسی کے وقت کا تعین کیے بیٹھا تھا۔

مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ میں کمرا مقفل کر کے ریستوران کی طرف چل دیا۔ ریستوران میں جاتے ہوئے میں نے چابی کاؤنٹر پر چھوڑ دی تاکہ ویرا لوٹ آئے تو اسے میری واپسی کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

ریستوران میں لنچ کا دورانیہ ختم ہو چکا تھا مگر میری مایوسی کو دیکھتے ہوئے ویٹر کچن کی طرف گیا اور واپس آ کر اطلاع دی کہ اس وقت صرف تلی ہوئی مچھلی فراہم کی جا سکتی تھی۔ بے روپ اور بے ذائقہ مغربی کھانوں سے مچھلی بدرجہا بہتر تھی۔

امریکا سمیت پورے مغرب میں ردی کھانوں کے تحقیر آمیز نام سے یاد کیے جانے والے فاسٹ فوڈز کی روز افزوں مقبولیت کے دیگر اسباب پر اس بات کو مسلمہ فوقیت حاصل ہے کہ ہر فاسٹ فوڈ کا ایک الگ اور مخصوص ذائقہ ہوتا ہے جسے ہر کمپنی ہمیشہ برقرار رکھتی ہے۔ ذائقے کی اس چاٹ، فوری فراہمی اور کم تر قیمت کی وجہ سے یہ فاسٹ فوڈز مغرب سے نکل کر چند مقامی مگر معیاری تبدیلیوں کے ساتھ مشرق میں بھی اسی طرح روز بروز مقبول ہو رہے ہیں۔

تلی ہوئی مچھلی اور آلو کے قتلوں سے شکم سیر ہو کر میں کاؤنٹر پر پہنچا تو میری دی ہوئی چابی بورڈ پر موجود تھی۔ میں چابی لے کر پانچویں منزل پر اپنے کمرے میں پہنچا تو ویرا کی طرف سے میری طبیعت فکر مند ہو چکی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ اسے پرنسٹن بھیج کر میں نے غلطی کی تھی۔ تھوڑی سی بریفنگ کے بعد وہ آئزک بیل کے لیے کرائے کے کسی بھی قاصد کا بندوبست کر سکتی تھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری بے چینی اور بے کلی بھی بڑھتی چلی گئی۔ ذہن میں رہ رہ کر برے خیالات آ رہے تھے۔ اگر ویرا خیریت سے تھی اور کہیں الجھ گئی تھی تو ہوٹل فون کر سکتی تھی۔ میں کمرے میں ملتا یا نہ ملتا وہ اپنے بارے میں پیغام چھوڑ سکتی تھی جو آخر کار مجھ تک پہنچ جاتا۔

پانچ بجے مجھے اپنے اعصاب کو پرسکون رکھنے کے لیے الکحل کی ضرورت محسوس ہونے لگی اور میں اسکاچ کا ایک گلاس لے کر ٹیلی وژن کے سامنے جم گیا کیونکہ ترقی یافتہ ملکوں میں ہر وہ بات جو خبر بننے کے معیار پر پوری اترتی ہے، سب سے پہلے اسی ذریعے پر نمودار ہوتی ہے۔

سوا پانچ بجے فون کی گھنٹی بجی تو میں نے اچھل کر فوراً ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے ویرا بول رہی تھی۔

''تم کب سے نکلی ہوئی ہو اور کہاں مری ہوئی ہو؟'' اس کی چہچہاتی ہوئی آواز سن کر معمول کے مطابق مجھے غصہ آ گیا۔ ''میں تمہارے انتظار میں بھوکا پیاسا بیٹھا ہوں۔''

''میں نے دوپہر میں بیئر کے ساتھ پزا کھایا تھا۔ مزہ آ گیا۔ تم بھی اپنا کوئی بندوبست کر لو، مجھے واپسی میں خاصی دیر ہو سکتی ہے۔'' اس نے ٹکا سا جواب دے دیا۔

''تم وہاں ایسے کون سے تیر مار رہی ہو کہ دیر ہو سکتی ہے؟'' میں نے جل کر پوچھا۔

''تین بجے رنکس والوں کی اٹھائیس نمبر گاڑی مقررہ ٹھکانے پر تینوں کریٹ اتار کر چلی گئی۔ یہ ایک مفلوک الحال علاقے کا خستہ سا گودام ہے جس پر تالا لگا ہوا ہے۔ چوکیدار کوئی نہیں ہے۔'' ویرا کے ان الفاظ کے ساتھ ہی میرا غصہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

''بہت بے فکری سے کھل کر بات کر رہی ہو۔ اس وقت کہاں موجود ہو؟''

''پرنسٹن کے ایک بوتھ میں ہوں۔ بے فکری یہ ہے کہ تمہارے انسٹرومنٹ پر سی ایس ڈی لگی ہوئی ہے۔ کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟'' ویرا کی آواز سے کامیابی کا خمار چھلکا پڑ رہا تھا۔

''گودام کو تالا لگا دیا گیا ہے تو تم وہاں کیا کرتی پھر رہی ہو؟''

''اس کے برابر والی دکان خالی پڑی ہے۔ اسے کرائے پر لینے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اس میں چھپ کر ہم پرزوں کے ساتھ ہونے والی کارروائی پر نظر رکھ سکیں گے۔''

''شاباش! بہت اچھی جا رہی ہو۔ سامان جس بے پروائی سے وہاں ڈالا گیا ہے اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ گڑبڑ کے لیے کل کا دن رکھا گیا ہوگا......''

ویرا نے میری بات منقطع کر دی اور کہا ''اسی لیے میں آج دوسری دکان کی چابی حاصل کرنا چاہ رہی ہوں۔ صبح سویرے ہم میں سے کوئی کھانے پینے کے انتظام کے ساتھ اندر گھس کر بیٹھ جائے گا۔ میری جگہ تم

یہاں آتے تو یہ سب نہیں کر سکتے تھے۔''

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اپنی امریکی شہریت، رنگ روپ اور بول چال کی وجہ سے کرائے داری میں کوئی دشواری نہیں تھی جب کہ میرے لیے شناخت کے مراحل سے گزرنا اور یہ معلوم کرنا ہی دشوار ہوتا کہ وہاں کوئی خالی جگہ کرائے پر بھی دستیاب ہے۔

''میں کہیں بھی کچھ نہیں کرتا، بس تمہارا قاصد بن کر تمہاری سہیلیوں کے پیچھے دوڑا دوڑا پھرتا ہوں۔'' میں نے شوخی سے کہا ''اس کے صلے میں تمہاری برہمی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔''

''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ سب کچھ تم ہی کرتے ہو۔ اس بار مجھے موقع مل گیا۔ اس حرافہ کا کوئی فون تو نہیں آیا تھا؟'' اسے اچانک ہی للی برنارڈ یا جینی یاد آ گئی۔

''اس محاذ پر بالکل سناٹا ہے البتہ اس کا آقا مرچیں چبا رہا ہے۔''

''تمہاری اور اس کی ملاقات کیسی رہی؟'' اس بار اسے آرزک بیل کا خیال آ گیا۔

''سب کچھ فون پر ہی نہ پوچھو۔ یہ باتیں تمہاری واپسی پر ہوں گی۔''

اس نے اصرار نہیں کیا۔ شاید اسے وقت کی کمی کا سامنا تھا۔ گفتگو کا سلسلہ وہیں ختم ہو گیا۔ ویرا نے مجھے اس روز کی سب سے اچھی خبر سنائی تھی۔ اس کی کارکردگی کی تفصیل سنتے ہی میرا موڈ یک لخت خوشگوار ہو گیا تھا۔

میں نے گلاس سے دو تین گھونٹ لیے تھے کہ ایک مرتبہ پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے سوچا کہ شاید ویرا کو کوئی بھولی ہوئی بات یاد آ گئی تھی۔

اس بار فون پر جینی تھی۔ میری آواز سنتے ہی بے تکلفی سے بولی ''ہائے ڈارلنگ! کیا حال ہیں۔ میں رات سے رہ رہ کر تمہارے ہی بارے میں سوچے جا رہی ہوں۔ ویرا کہاں ہے؟''

''کون ویرا!'' میں نے حیرت سے پوچھا ''آخر یہ نام تمہارے ذہن سے کیوں چپکا ہوا ہے؟''

''چلو روزی ہی سہی۔ اس وقت وہ کہاں ہے؟'' اس نے بے زاری سے پوچھا۔

''کل رات تم نے مجھ پر بہت ظلم کیا۔ وہ رات بھر مجھ سے لڑتی رہی اور صبح ہوتے ہی ناراض ہو کر ہوٹل سے کہیں چلی گئی۔ اب بتاؤ کہ میں اسے کہاں تلاش کروں؟''

''غصہ ٹھنڈا ہو گا تو وہ خود ہی لوٹ آئے گی۔ وہ ایسی ہی موڈی لڑکی ہے۔'' پھیکی سی ہنسی کے ساتھ جینی کی آواز آئی۔ ''اس کے چھوڑے ہوئے تین پیغامات سن کر میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ سب کچھ سمجھ چکی ہے اور اب تمہاری خیر نہیں ہو گی۔''

تمہارے شر نے رات سے میرا ذہنی سکون غارت کیا ہوا ہے'' میں نے اس کی حوصلہ شکنی کے لیے مصنوعی برہمی سے کہا۔ ''اب تم مزید کیا چاہ رہی ہو؟''

''مجھے سبز فائل کے بارے میں بات کرنی ہے۔ وہ معاملہ یکایک سنگین ہو گیا ہے'' اس بار جینی کی آواز سنجیدہ اور کافی دھیمی ہو گئی۔

''میں نے کوئی سبز فائل نہیں دیکھی۔ تمہارا دیا ہوا بند لفافہ روزی کو دے دیا تھا۔''

''میں مان ہی نہیں سکتی کہ اس نے وہ لفافہ تمہارے سامنے نہیں کھولا ہو گا۔''

''وہ لفافہ اس نے لے کر رکھ لیا تھا۔ تم جانتی ہو کہ میں اس کا بوائے فرینڈ ہوں۔ اس کی کسی مجبوری کی وجہ سے میں دونوں بار اس کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا تھا۔ مجھے کسی فائل یا کاغذ کے بارے میں تجسس میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی'' میں نے رکھائی سے جواب دیا۔

''تم اب مجھے چکما نہیں دے سکتے۔ یہ رمضان اور راما دان کا ڈھکوسلا ختم کرو۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم ہی ڈینی ہو۔ اب میں مزید بے وقوف نہیں بنوں گی'' جینی کے وہ الفاظ میری سماعت پر کسی بم کی طرح گرے۔ اس کا لب و لہجہ سخت اور پر یقین تھا۔

''میں نے رات بھی کہا تھا اور اب پھر کہہ رہا ہوں کہ تمہارے کچھ کہنے یا سمجھنے سے حقیقت میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آ سکتی، میں جو ہوں، وہی رہوں گا۔''

''ویرا تمہاری بعض مخصوص عادتوں کے بارے میں مجھے بہت کچھ بتا چکی ہے۔ رات تم سرور میں تھے۔ تمہیں اپنے اوپر زیادہ اختیار نہیں تھا۔ میں نے تمہاری ان مخصوص

عادتوں کو رات دیکھا اور بھگتا ہے۔ میں قسم کھا سکتی ہوں کہ تم ڈیپی ہو۔ اب مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کرو۔''

اس کی وہ باتیں سن کر میں سناٹے میں آ گیا۔ میرے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ ویرا اپنی کسی سہیلی سے اتنی قریب ہو سکتی ہے۔ جینی کے ساتھ پچھلی رات کے چند بے لگام لمحوں میں مجھ سے نہ جانے وہ کون سی حرکات سرزد ہوئی تھیں جن کی بنا پر وہ میرے ڈیپی ہونے پر پورے وثوق سے قسم کھا رہی تھی۔ سب سے بڑی ستم یہ تھی کہ اس کا دعویٰ درست تھا۔

''یہ بحث اب یہیں ختم کرو۔'' میں نے شکست تسلیم کرنے کے بجائے متبادل حل سوچتے ہوئے سخت اور خشک لہجے میں کہا ''روزی نے تم سے کیا بکواس کی ہے، یہ میں اس سے پوچھ لوں گا۔ اگر تم کو سبز فائل واپس چاہیے تو میں وہ اسی وقت لوٹا سکتا ہوں۔''

''ہرگز نہیں...... اسے آگ لگا دو، تلف کر دو۔'' اس کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی ''اس کی وجہ سے آج مجھ سے سخت باز پرس ہوئی ہے کیونکہ اس کی غیر حاضری میں، میں ہی دفتر کی سربراہ تھی اور ریکارڈ کی حفاظت میری ذمے داری تھی۔''

اگر آئزک بیل کو اپنی میز کے خفیہ خانے سے سبز فائل کی چوری کا علم ہو چکا تھا تو جینی واقعی ایک بدترین خطرے سے دوچار ہو چکی تھی۔ میں نے اس کی دل جوئی کے لیے اپنا لہجہ نرم کرتے ہوئے کہا ''یہ بہت برا ہوا۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ کہ یہ سب کیسے ہوا؟''

''آج میں نے دفتر میں تلوار کی دھار پر رہ کر دن گزارا ہے۔ صبح گیارہ بجے کے قریب اسے فائل کی ضرورت پیش آئی ہوگی۔ وہ نہیں ملی تو اس کا دماغ الٹ گیا۔ اس نے چیخ چیخ کر دفتر کو سر پر اٹھا لیا، اپنی میز کی درازیں نکال پھینکیں، شیلف توڑ دیے۔ وہ گندی گندی گالیاں دے کر دفتر والوں کو پھاڑ کھانے کو دوڑ رہا تھا......''

''اس کی حالت کا اندازہ ہو گیا۔ یہ بتاؤ کہ آگے کیا ہوا؟'' میں نے گفتگو کے درمیان اسے ٹوکا۔

''اس نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کر کے وحشیانہ لہجے میں سبز فائل کے بارے میں پوچھا تو میری حالت غیر ہونے لگی۔ میں نے تقریباً روتے ہوئے اسے بتایا کہ مجھے فائل کا کچھ پتا نہیں۔ وہ برس پڑا کہ اس کی غیر حاضری میں دفتر کی ذمے داری میری ہوتی ہے...... شام سے پہلے فائل نہ ملی تو وہ مجھے گولی مار دے گا۔'' اس کی آواز رندھنے لگی۔

''حیرت ہے کہ تم اب بھی زندہ ہو۔ کیا اسے تم پر رحم آ گیا تھا؟'' میں نے اسے دلاسا دینے کے لیے نیم مزاحیہ لہجے میں لقمہ دیا۔

''پھر سوا بارہ بجے دو گارڈ ایک لڑکے کو مارتے ہوئے اوپر لائے۔ آئزک بیل نے اپنا سارا غصہ اس لڑکے پر اتار دیا اور اسے مار مار کر لہولہان کر دیا۔ وہ اس سے مسلسل تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اس بدقسمت لڑکے کا حشر دیکھ کر سب سہمے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے نہ جانے کیا خیال آیا کہ اس نے لڑکے کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال شروع کرا دی۔ اس وقت آئزک بیل بس تھوڑی دیر کے لیے پرسکون ہوا تھا۔ ڈیڑھ بجے لڑکے کی مہمان داری اچانک ختم کر دی گئی اور اسے دھکے دے کر دفتر سے نکال دیا گیا۔ اسی کے ساتھ آئزک کا پارہ دوبارہ چڑھنے لگا۔''

جینی اپنے دفتر میں پیش آنے والے واقعے کو ہر ضروری اور غیر ضروری تفصیل کے ساتھ سنا رہی تھی۔ اس دوران میں وہ ڈھٹائی سے مجھے ڈیپی قرار دے رہی تھی مگر میں نے اسے ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس کی کہانی سے مجھے جیکسن کے ساتھ عمارت میں پیش آنے والے ان واقعات کا بھی علم ہو رہا تھا جن سے میں یکسر بے خبر تھا۔

''خوف و دہشت سے میرا حال برا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ دفتر سے اٹھ کر کہیں بھاگ جاؤں مگر ٹانگوں سمیت پورے بدن میں جان نہیں تھی۔'' جینی فون پر اپنی سنسنی خیز کتھا بیان کیے جا رہی تھی۔ ''دیوانگی کا دوسرا دورہ پڑنے کے بعد آئزک میرے کمرے میں گھس آیا۔ اس نے سارا ریکارڈ بکھیر کر رکھ دیا اور میں سہم کر یہ تماشا دیکھتی رہی۔ جب ناکامی کے بعد وہ جھنجلا کر میرے اوپر غرایا تو نہ

جانے کیسے مجھے ہیلن رائے یاد آگئی۔ وہ بے چاری اب قابل رحم حالت میں ہے مگر میں نے اپنی جان بچانے کے لیے سارا الزام اسی پر ڈال دیا۔ وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتا اور فرش پر بکھری ہوئی فائلوں کو ٹھوکریں مارتا میرے دفتر سے چلا گیا۔ اس کے بعد سے چھٹی ہونے تک وہ اپنے دفتر میں محصور ہو کر شراب پی رہا تھا۔“

”تمہیں ہیلن کیسے یاد آگئی؟ اس پر تم نے کیا الزام عائد کیا تھا؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”یوں سمجھ لو کہ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے موت منڈلا رہی تھی۔ وہ اسی دہشت کا کوئی کرشمہ تھا۔ وہ عجلت میں دفتر سے جاتے ہوئے ہیلن رائے کو خود ہی اپنے دفتر کا نگراں بنا کر گیا تھا اور اسی وجہ سے کسی نا معلوم آدمی یا شاید تم ہی کو اس لڑکی کے کان بھرنے کا موقع ملا تھا۔ میری ذمے داری اس کے چلے جانے کے بعد شروع ہوئی تھی۔“ وہ بتانے لگی ”میں نے بس اتنا اضافہ کیا کہ میں نے ہیلن کو اس کی میز کی درازیں واپس ڈالتے دیکھا تھا اور یہ سمجھ کر خاموش رہی تھی کہ وہ شاید اپنے باس کی ہدایت پر کوئی دیکھ بھال کر رہی ہے۔ یہ بات فوراً اس کے ذہن میں بیٹھ گئی۔“

جینی نے وہ باتیں معصومانہ سادگی سے بتائی تھیں لیکن آخری قلابازی پر میں اس کی حیلہ سازی کی صلاحیتوں کا قائل ہو گیا۔

ہیلن رائے اپنے سابقہ باس کے بھیجے ہوئے کسی درندے کے جنسی تشدد کا نشانہ بننے کے بعد پاگل ہو گئی تھی۔ مجھے شبہ تھا کہ آئزک بیل نے اپنے پروگرام کے مطابق کوئی زہریلا انجکشن دے کر اسے پاگل کرایا تھا تاکہ وہ ہارلم میں اس کے کرتوتوں کی کہانی زیادہ دور تک نہ پھیلا سکے۔

دیوانگی کسی صدمے کا نتیجہ ہو یا زہریلی دوا کا، دونوں صورتوں میں دماغ کے کچھ صحت مند اور فعال خلئے شدید تباہی کے عمل سے دوچار ہوتے ہیں۔ عام طور پر ان کی بحالی کسی طویل اور صبر آزما علاج کی متقاضی ہوتی ہے۔ اس وقت ہیلن رائے قابل رحم حالت میں تھی۔ آئزک بیل کے لیے کسی بھی طرح ممکن نہیں تھا کہ وہ ہیلن سے سبز فائل کے بارے میں کچھ معلوم کر سکے۔

جینی نے ہیلن رائے کا نام استعمال کر کے آئزک بیل کو بدترین ذہنی دھچکا لگایا تھا۔ وہ یہ سوچ سوچ کر اپنے بال نوچ رہا ہوگا کہ ہیلن کو پاگل پن کے عذاب سے دوچار کر کے اس نے سبز فائل کی واپسی کی ہر راہ خود ہی مسدود کر دی تھی۔

”روزی سے تم کیا چاہ رہی تھیں؟“ اس کی کہانی مکمل ہونے پر میں نے پوچھا۔

”آج میں نے اپنی زندگی کا بدترین دن گزارا ہے۔ پلوں کے سائے میں گتے کے ڈبوں میں راتیں بسر کرتے ہوئے بھی میں نے کبھی اتنی دہشت محسوس نہیں کی جتنی آج رنکس کے بھرے دفتر میں میرے اوپر طاری تھی۔ یہ رنکس میں میری ملازمت کا آخری دن تھا۔ کل میں وہاں نہیں جاؤں گی۔“

”ایسی غلطی بھول کر بھی نہ کرنا۔ تم دوسری ہیلن رائے بنا دی جاؤ گی۔ حوصلے سے کام لو اور بس چند روز انتظار کرو۔ وہ اپنی موت آپ مر جائے گا...... روزی کے بارے میں میرا سوال اب بھی باقی ہے۔“

”میں اس منحوس دفتر میں رہوں یا نہ رہوں، اب سبز فائل کا سراغ نہیں ملنا چاہیے۔ اسے میرے اوپر ذرا بھی شبہ ہو گیا تو وہ مجھ پر رحم نہیں کرے گا۔ میں نے اس کی فطرت دیکھ لی ہے۔“

”جس فائل کے لیے وہ اس قدر بے چین اور دیوانہ ہو سکتا ہے، تم اس کی قدر و قیمت کا کوئی اندازہ لگا سکتی ہو؟ اسے اتنی آسانی سے ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ اس بارے میں تمہارا نام نہیں آئے گا۔“

”میں نے عجلت میں وہ پانچوں کاغذ دیکھے تھے۔ تم آئزک سے ان کی قیمت وصول کرنے کے بجائے انہیں جلا دو۔ جب تک یہ فائل تمہارے پاس ہے، میرے سر پر تلوار لٹکی رہے گی۔“

”قدر و قیمت سے مراد صرف ڈالر نہیں ہوتے جینی بے بی...... اس کے سہارے آئزک بیل کو تگنی کا ناچ نچایا جائے گا۔ ہیلن رائے اب جزا و سزا کے خوف سے بے نیاز ہو چکی ہے۔ موت اس کے لیے ایک بہتر انجام ثابت ہوگی۔ تم نے فائل کی چوری کا الزام اس پر لگایا ہے۔ میں اسے بتاؤں گا کہ اس کے دفتر میں ہیلن ہی میری مخبر تھی اور اسی نے سبز فائل مجھے پہنچائی تھی۔ یہ سن کر اس کے زخم اور گہرے ہو جائیں گے تمہاری پوزیشن اور زیادہ صاف ہو جائے گی۔ اس بارے میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔“

”بھلے دن آئے ہیں تو میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔“ یک بہ یک اس کی آواز روہانسی ہو گئی ”تمہاری حد سے زیادہ خود اعتمادی کی وجہ سے مجھے کچھ ہوا تو میں مر کر بھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔“

”مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے مگر تمہیں بھی میری ایک بات ماننی ہوگی۔“

”وہ کیا؟“ میری تسلی پر اس کی رندھی ہوئی آواز قدرے صاف ہو گئی۔

”تم اپنے یک طرفہ دعوے کے بعد بار بار مجھے ڈیئی قرار دے رہی ہو۔ جب تک روزی کے ساتھ بیٹھ کر اس دعوے کا تصفیہ نہیں ہو جاتا، تم مجھے صرف رمضان کہو گی۔“

”یہ میرے اپنے اطمینان کی بات ہے کہ میں نے تم کو دریافت کر لیا ہے۔ سب کے سامنے میں تم کو وہی کہوں گی جو تم چاہو گے۔“

”اتنا کچھ ہو جانے کے بعد تم پھر وہی رٹ لگائے جا رہی ہو۔“ میں نے کہا۔

”ایک بات بتا دوں۔ اپنی عادتوں کے بارے میں روزی سے ایک لفظ بھی نہ پوچھنا۔“

”اس کے بغیر شاید تمہارے دماغ کا فتور دور نہیں ہو سکے گا۔“

”لیکن تم مشکلات میں پڑ جاؤ گے۔ وہ میری اور روزی کی آپس کی باتیں ہیں۔“ وہ سنجیدہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔ ”تمہاری زبان سے ان کا ذکر سن کر وہ چونک پڑے گی۔ تم جانتے ہو کہ وہ کتنی تخیل پرست ہے اس پر سب کچھ واضح ہوتا چلا جائے گا۔“

جینی کا سمجھایا ہوا وہ باریک نکتہ فوراً ہی میرے ذہن میں جاگزیں ہو گیا لیکن میں نے اس کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے سرسری لہجے میں کہا ”تم اس بارے میں سختی سے اپنی زبان بند رکھو گی۔ یہ میرا اور روزی کا معاملہ ہے۔ میں خود ہی سوچ سمجھ کر طے کر لوں گا۔“

”بتانا میرا کام تھا۔ آگے تم مجھ سے بہت زیادہ سمجھ دار ہو۔ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہو۔“

آخری فقرہ ادا کر کے اس نے ایک مرتبہ پھر یہ جتانے کی کوشش کی تھی کہ وہ مجھے ڈیئی سمجھتی ہے۔ اپنے دوسرے کشش انگیز خواص کے ساتھ وہ ذہین تھی اور اپنی بات کہنے کا سلیقہ جانتی تھی۔

”آخری بار یاد دلا رہا ہوں کہ تم رنکس کی ملازمت نہیں چھوڑو گی، باقاعدگی سے دفتر جاتی رہو گی۔“ میں نے گفتگو ختم کرنے کی نیت سے اسے تاکید کی۔

”دفتر جانے میں کوئی ہرج نہیں لیکن میں نے آج آئزک کا جو بھیانک روپ دیکھا ہے، اس کے بعد میں اپنے اندر اس کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں پاتی۔“ اس نے جھجکتے ہوئے جواب دیا

”موجودہ حالت میں شاید وہ خود بھی اپنے ملازمین کا زیادہ سامنا نہ کرے۔ سامنا ہو بھی گیا تو وہ تم کو کھا نہیں جائے گا۔ نوکری چھوڑ کر تم اسے زبردستی اپنی طرف متوجہ کرو گی۔“

”اگر یہ تمہارا حکم ہے تو میں اس پر ضرور عمل کروں گی۔“ اس نے احسان جتایا۔

”ہاں، یہ میرا حکم ہے۔“ میں نے جھلا کر کہا ”تم نے اس سے انحراف کیا تو میں تمہیں ادھیڑ ڈالوں گا۔“

”بس، اب میں آنکھیں بند کر کے تمہارے اوپر بھروسا کر سکتی ہوں۔“ ریسیور پر اس کی آسودہ آواز ابھری ”مارنے والے مرد مرنے سے بچانے میں کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔“

میرے کانوں میں ایک احمقانہ سی پچکار گونجی اور فون بے جان ہو گیا۔

میں نے کریڈل دبا کر دوسرا نمبر ملانے کی تیاری کر لی۔

جینی کی بھرپور کہانی سننے کے بعد آئزک بیل کی فوری مزاج پرسی ضرور ہو گئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ میری زبان سے سبز فائل کا ذکر سن کر اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔

آئزک بیل سے بات کرنے سے پہلے میرے ذہن میں چند بنیادی باتیں بالکل واضح تھیں۔ اس کی میز کی درازوں کے پیچھے سے سبز فائل اڑانے کا الزام مظلوم مگر باضمیر ہیلن رائے کے سر تھوپنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں رنکس کے دفتر میں رونما ہونے والے تازہ واقعات سے مکمل بے خبری کا مظاہرہ کرتا رہوں۔

وہی ایک ترکیب ایسی تھی کہ اس پر عمل کرنے کے نتیجے میں آئزک بیل کے ذہن میں یہ خیال سختی سے جاگزیں ہو جاتا کہ جب تک ہیلن اس کے دفتر میں موجود تھی، مجھے وہاں کی پل پل کی خبریں پہنچاتی رہی اور اس کا ذہنی توازن خراب ہوتے ہی میرے لیے معلومات حاصل کرنے کا وہ مصدقہ ذریعہ سرے سے ختم ہو چکا تھا۔

اس وقت نیویارک کی فضاؤں سے دن کا اجالا معدوم ہو چکا تھا۔ ہر طرف شام کے تیزی سے اترتے ہوئے دھندلکے نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، جینی کافی دیر پہلے رنکس کے دفتری اوقات ختم ہونے کے بعد اپنے گھر لوٹ چکی تھی مگر آئزک بیل اپنی بدنصیبی کا سوگ منانے کے لیے دفتر میں موجود تھا۔ اس نے پہلی ہی گھنٹی پر فون کا ریسیور اٹھایا تھا۔

جینی مجھے پہلے ہی بتا چکی تھی کہ وہ اپنے دفتر میں محبوس ہو کر شراب نوشی کر رہا تھا۔ اس کی آواز خمار سے بوجھل تھی مگر لہجہ صاف تھا۔

''مجھے امید نہیں تھی کہ تم اس وقت بھی اپنے دفتر میں بیٹھے ہو گے۔'' اس کے ہیلو کے جواب میں میں نے کسی بھی طنز و تضحیک کے بغیر سپاٹ لہجے میں کہا۔

''اوہ!'' ایک گہرے سانس کے ساتھ اس کی بے ساختہ آواز ابھری ''تمہاری منحوس آواز سے مجھے نفرت ہو گئی ہے۔ آخر تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟''

''میں سان فرانسسکو کا رہنے والا ہوں اور نہ اتنا بدذوق ہوں کہ تم جیسے معنک دیوزاد کے پیچھے پڑوں۔ میں جس کے پیچھے لگا ہوا تھا، اسے تم پہلے ہی برباد کر چکے ہو۔''

''اب تم کوئی نئی کہانی سناؤ گے!'' اس کی آواز تلخ ہو گئی۔

''میں کہانیوں کا آدمی نہیں ہوں، حقیقت کی دنیا میں رہتا ہوں......''

''میرا نمبر تمہارے ہاتھ لگا ہوا ہے، دوغلے حرامی نے تمہیں سی ایس ڈی کی چھتری فراہم کی ہوئی ہے۔'' اس نے میری بات کاٹ کر تیزی سے کہا ''میں تمہاری ہرزہ سرائیاں سننے پر مجبور ہوں۔ جو کچھ کہنا ہے جلدی بک ڈالو۔ اس کے بعد مجھے فون نہ کرنا۔''

''کوئی اہم بات یاد آ گئی تو فون کرنا ہی پڑے گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''بے سود ہوگا۔ میں نہیں ملوں گا۔'' اس کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے میری دھمکی سے ہراساں ہو کر وہ بہانہ کیا تھا ورنہ وہ سبز فائل کے غم میں وہیں جم کر رہ گیا تھا ''میں تمہیں صرف دو منٹ دے سکتا ہوں۔''

''میں تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وائٹ ہاؤس کے پانچ کاغذوں پر موجود تحریر کس زبان میں لکھی گئی ہے؟'' اسے گریز پر آمادہ پا کر میں نے کسی توقف کے بغیر وہ سوال کر ڈالا جو آئزک بیل کے لیے اعصاب شکن ثابت ہو سکتا تھا۔

''بکواس...... تم جھوٹے ہو...... تم کھوکھلے دعوے کر رہے ہو...... تم ان کاغذوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔'' اس کی آواز سے بے اعتباری مترشح تھی۔ اس نے قدرے اٹک اٹک کر، اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے سارے شبہات کا اظہار کر ڈالا تھا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا ''ان کاغذوں پر ذرا بھی گرد نہیں تھی کیونکہ وہ بہت احتیاط سے سبز رنگ کی ایک فائل میں لگے ہوئے تھے۔''

''اوہ خدا!'' اس بار آئزک بیل کے اعصاب بکھر کر رہ گئے۔ اس کی بے ساختہ آواز سے ہزیمت کا کھلا اعتراف جھلک رہا تھا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ تم واقعی اس فائل پر قابض ہو چکے ہو...... میری بات مان لو کہ تمہارے لیے وہ فائل بالکل بے کار ہے۔ وہ تمہیں کہاں سے ملی ہے؟''

''اسی لیے میں کہہ رہا تھا کہ تم نے ہیلن رائے کے ساتھ بہت ظالمانہ سلوک کیا ہے۔ یہ کام اسی بے خوف لڑکی نے سرانجام دیا تھا۔ میری خواہش تھی کہ وہ رنکس کی ملازمت کو خیرباد نہ کہے اور تمہارے خلاف مخبری کرتی رہے مگر وہ بہت نادان اور جذباتی نکلی۔ ہارلم کی سڑکوں پر بہنے والے خون میں نظر آنے والے تمہارے عکس نے اسے دل برداشتہ کر دیا۔ ملازمت چھوڑتے ہی وہ تمہارے غیر انسانی انتقام کا نشانہ بن گئی۔''

''مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھ سے غداری کر رہی ہے۔'' آئزک بیل کی آواز میں غم و غصہ تھا ''مگر یہ علم نہیں تھا کہ وہ تمہارے ہاتھوں بکی ہوئی ہے۔ میرے دفتر کی ساری خبریں وہی تم کو پہنچاتی رہی ہوگی۔ کاش...... کاش میں نے اسے پاگل کرنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا، اسے اس کے جرم کی بہت ہلکی سزا ملی ہے۔ اب اس کی تکا بوٹی بھی کر دی جائے تو اس کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا......''

وہ الو کا پٹھا تھا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس کی بنیادوں کو کس رخ سے منہدم کرنے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ اس نے جینی کی مدافعانہ الزام تراشی کا سہارا لے کر باخبر ہونے کا دعویٰ کرنا چاہا تھا لیکن میں نے اس کی بات درمیان سے ہی اڑا دی ''تمہاری دی ہوئی دو منٹ کی مہلت ختم ہو چکی۔ اب میں فون بند کر رہا ہوں۔''

''نہیں ڈینی! فون بند مت کرنا۔'' اس کی بوکھلائی ہوئی آواز ریسیور میں گونجی ''تم چاہو تو اس وقت ایک اچھی ڈیل کر سکتے ہو۔''

''کیسی ڈیل؟'' میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔ ''کیا اب تم ہیلن رائے کے ساتھ پیش آنے والے وحشیانہ واقعات کو اپنے اوپر لوٹانے کے لیے تیار ہو؟''

''اسے بھول جاؤ۔'' اس کی آواز نیم ہذیانی سرگوشی میں تبدیل ہو گئی ''بساط جمتی ہے تو بڑے مہروں کو بچانے کے لیے نہ جانے کتنے پیدل پٹوانے پڑتے ہیں۔ تم نے اگر اپنی ایک انفارمر کے انجام کو اپنے دل کا...... روگ بنا لیا تو اپنی مٹی پلید کرا لو گے۔''

''پہلی بات تو یہ ہے کہ تم خود بھی مجھے خاک میں ملانے کی آرزو میں سلگ سلگ کر راکھ ہوتے جا رہے ہو پھر اب میرے ساتھ ہمدردی کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔'' میں نے اسے اپنا اصل نام لینے پر ٹوکنے کی ذرا بھی ضرورت نہیں سمجھی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اس وقت بدحواس ہو چکا تھا اور لائن پر سی ایس ڈی موجود ہونے کی وجہ سے وہ اس گفتگو کو میری لاعلمی میں ریکارڈ کر کے کہیں بھی اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر پیش نہیں کر سکتا تھا۔

''یہ ہمدردی نہیں، ایک مشورہ تھا۔ ہیلن اور ہارلم کے کالے کتوں کے خون کو بھول کر ہی تم کوئی صحیح فیصلہ کر سکتے ہو۔ یہ جذباتی باتیں ہمارے رتبے کے آدمیوں کو زیب نہیں دیتیں۔''

اس کے دماغ میں سمائے ہوئے تکبر کو پامال کرنے کی نیت سے میں نے تلخی سے کہا ''اور ان سفید سوروں کے غلیظ خون کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جو رنکس کی دو گاڑیوں سمیت بموں سے اڑائے گئے تھے؟ ان کا خون ہارلم کے کالوں کے خون سے زیادہ افضل تو نہیں تھا۔''

''وہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔ میں نے تمہارے پیدل پیٹے، تم نے میرے پیدل مار لیے۔'' اس نے میری بات کا برا مانے بغیر کہا ''مجھے ان کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ ہر اجرتی بدمعاش کو ایک نہ ایک دن اسی انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جو دشمنوں کی گولیوں سے بچے رہتے ہیں، آخر میں وہ قانون کی چکی میں پیس دیے جاتے ہیں۔ مجھے اور تم کو ان کی سطح سے بہت بلند ہو کر کام کی باتیں کرنی چاہئیں۔ انہی پر ہماری بقا کا انحصار ہے۔''

''میری بقا کے لیے تم کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ صرف اپنی بات کرو۔''

''سبز فائل مجھے لوٹا دو۔'' قدرے توقف کے بعد اس کی آواز ابھری۔

''ایک بے کار فائل کے لیے تمہارا مطالبہ مضحکہ خیز معلوم ہو رہا ہے۔''

''تمہارے لیے وہ فائل بالکل ردی ہے مگر مجھے اس کی ضرورت ہے۔''

''میں اس فائل کو جلا کر تلف کر دوں گا، تم کو نہیں دوں گا۔ تمہارے مفادات کو زک پہنچانا ہی اب میرا مشن بن کر رہ گیا ہے۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو۔''

''سمجھوتا کر لو، اس بار میں صدق دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہماری دشمنی دوستی میں بدل جائے گی۔ ہماری

دنیا میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی۔"

"سیاست میں ایسا ضرور ہوتا چلا آیا ہے، میں سیاست داں نہیں ہوں۔"

"اگر بلیک ڈیڈ تمہارے پاس موجود ہے تو اس سے میری بات کرادو۔ اس وقت وہی تمہارا پشت پناہ بنا ہوا ہے۔ شاید وہ تمہیں سمجھالے۔" قدرے تردد کے بعد وہ بولا۔

"بلیک ڈیڈ اپنے دو جان نثاروں کے ساتھ رنکس پر ایک اور کاری ضرب لگانے کے لیے نکلا ہوا ہے۔ تم اسی نمبر پر موجود رہو تو وہ واپس آنے کے بعد تم سے بات کرلے گا۔" میں نے بالکل سرسری لہجے میں کہا "یہ یاد رکھنا کہ وہ میری مرضی کے خلاف نہیں جاسکے گا۔"

"میں تم سے اس فائل کا سودا کرنے کے لیے تیار ہوں۔" اس کا لہجہ نرم اور ڈھیلا ہو گیا۔

"بولی لگاؤ۔ اسی کے بعد میں کوئی رائے دے سکوں گا۔" میں نے دل ہی دل میں اس کی بے بسی اور بے چارگی سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

"ان پانچ کاغذوں کے لیے میں تمہیں دس ہزار ڈالر ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

میں استہزائیہ انداز میں ہنس پڑا "مجھے اتنا احمق اور نادان مت سمجھو۔ امریکی صدر کے دفتر کے وہ کاغذات اتنے بے وقعت نہیں ہوسکتے۔ اس سے زیادہ لاگت تو ان کاغذوں کو بنانے پر آگئی ہوگی۔ تم اس وقت بھی بد نیتی اور چال بازی پر اترے ہوئے ہو۔"

"تم بھول میں ہو۔ وہ تحریر وائٹ ہاؤس کی اسٹیشنری پر نہیں ہے۔"

"امریکی صدر کا مونوگرام ہر کاغذ کی ساخت میں واٹر مارک کے طور پر موجود ہے۔" میں نے اسے اپنے مشاہدے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا "اسے تم کیسے جھٹلاؤ گے؟"

"جان لی بگ نامی کمپنی وائٹ ہاؤس کی اسٹیشنری کے لیے کاغذ تیار کرتی ہے۔ ان کے مل سے نکلنے والی ردی میں سے وہ کاغذ نکالے گئے ہیں۔" آئزک بیل نے پوری سنجیدگی سے مجھے غچا دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بلاوجہ جھوٹ بولنے اور مجھے بہکانے کی ضرورت نہیں۔" میں نے درشت لہجے میں کہا "اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ ملوں میں جب اہم یا قیمتی کاغذ بنایا جاتا ہے تو اس کی ردی کی ایک کترن بھی مل سے باہر نہیں نکلتی۔ ساری ردی کو دوبارہ گلا کر کاغذ میں کھپا دیا جاتا ہے۔ ایسا اندھیر ہونے لگے تو دنیا بھر میں جعلی کرنسی اور بانڈز کا طوفان آجائے۔"

"مشکل یہ ہے کہ تم دنیا کے ہر موضوع پر عقل کل بننے کی کوشش کرتے رہتے ہو۔" اس نے زچ ہو کر کہا "تمہیں کوئی بات سمجھانی آسان نہیں ہوتی۔ میرے لیے اہمیت ان کاغذوں کی نہیں، ان پر لکھے ہوئے مواد کی ہے۔ تم ساری عمر بھی اس تحریر کو نہیں پڑھ سکو گے۔"

"ساری اہمیت اسی بات کی ہے کہ وہ امریکی ایوان صدارت کی دستاویز ہے۔ اس کے آخر میں تم سمیت چار فریقوں کے اصل دستخط ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان میں امریکی صدر یا اس کے کسی معتمد آدمی کے دستخط بھی موجود ہیں اور یہ چار فریقی معاہدہ کسی مذموم مقصد کے تحت وجود میں لایا گیا ہے ورنہ اس کی تم جیسے دہشت گرد اور نسل پرست کے پاس موجودگی کا کوئی جواز نہیں تھا۔"

وہ دخل اندازی کیے بغیر تحمل سے میری بات سنتا رہا پھر ایک گہرا سانس لے کر بولا "تمہاری سوچ منفی ہے اس لیے تم یہ قیاس آرائی کررہے ہو اور مجھے مجبور کررہے ہو کہ تمہاری کہی ہوئی ہر بات کو درست تسلیم کرلوں۔ تمہیں کیسے پتا چلا کہ اس پر میرے دستخط بھی ہیں؟"

"مجھ سے یہ مکاری نہیں چلے گی۔ تم بھول رہے ہو کہ پاگل ہونے سے پہلے ہیلن رائے تمہاری خاص ملازمہ تھی اور تمہارے دستخطوں سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس کی نشاندہی کے بعد تم اس حقیقت کی تردید نہیں کرسکتے۔"

"میں نے تردید نہیں کی۔" اس نے جلدی سے کہا "میں صرف یہ معلوم کرنا چاہ رہا تھا کہ یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی۔ ہیلن میرے لیے آستین کا سانپ بنی ہوئی تھی۔ مجھے اس سے ایسی کھلی بغاوت کی امید نہیں تھی۔

اس نے میرے اعتماد کو بری طرح مجروع کیا ہے۔"
"سانپ گزر جانے کے بعد اب لکیر پیٹنا بے سود ہے۔ مجھ سے کام کی بات کرو۔ میں زیادہ دیر تک وقت برباد نہیں کروں گا۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔
"اس سبز فائل کے لیے میں تمہیں بیس، پچیس بلکہ پچاس ہزار ڈالر دے سکتا ہوں۔ یہ میری طرف سے تمہارے لیے خیر سگالی کا اظہار ہے۔" وہ ایک ہی سانس میں اپنی پیش کش کو دس سے پچاس ہزار ڈالر تک بڑھاتا چلا گیا۔
میں دل ہی دل میں اس کی مکاری پر ہنسا پھر بولا۔
"مجھے تمہاری خیر سگالی کی ضرورت نہیں۔ تم سراپا شر ہو۔ تم سے کسی بھی بھلائی کی امید رکھنی ایسی ہی ہے جیسے انگاروں سے پانی ٹھنڈا کرنے کی توقع کرنا۔ یہ ہزاروں کی نہیں ملین ڈالر کی ڈیل ہوگی۔"
"ملین ڈالر!" اس کی تحیر زدہ آواز سے ظاہر ہورہا تھا کہ میرے مطالبے پر وہ بھونچکا رہ گیا تھا "جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ملین ڈالر بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔"
"ڈیوڈ اسٹارز اور شی کے سربراہ کی زبان سے یہ بات بہت حقیر معلوم ہوتی ہے۔" میں نے طنز سے کہا "پہلے تم اپنی فیاضیوں کے بارے میں بہت شیخیاں بگھارتے رہے ہو۔"
"کاغذ کے پانچ چیتھڑوں کے لیے یہ رقم بہت زیادہ ہے۔ ویسے تم جو چاہو لے سکتے ہو۔ ملین ڈالر دے کر بھی میرے اثاثوں میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"
میرے زہریلے فقروں پر وہ تلملا کر بولا۔
"میں نے ایک ملین نہیں ملین ڈالر کہا تھا۔ فی ورق ایک ملین یعنی سبز فائل کے پانچ ملین بنتے ہیں۔ ہاں کرو یا انکار کردو۔" میں نے اس پر اپنا دباؤ بڑھا دیا۔
لائن پر چند ثانیوں کے لیے سکوت چھایا رہا پھر اس کی نیم مردہ آواز سنائی دی "تم حد سے زیادہ تجاوز کررہے ہو۔ یہ مطالبہ معقولیت سے عاری ہے۔"
مجھے اندازہ تھا کہ وہ بے چون وچرا آمادگی ظاہر نہیں کرے گا۔ اس کا احتجاج سنتے ہی میں ہتھے سے اکھڑ گیا "اب فائل کو بھول جاؤ۔ یہ سودا نہیں ہوگا۔ کوئی دوسری بات کرو۔"
"تین ملین لے لو۔ مجھے وہ فائل چاہیے۔" آئزک بیل نے اصرار کیا۔
"اب تیس ملین میں بھی بات نہیں بنے گی۔ اس بھکاری کی بات کرو جس سے تم خاکے کے لیے مدد لے رہے ہو۔"
میں نے ایک بے رحمانہ سی ہنسی کر ساتھ کہا۔ "چلو پانچ ملین سہی، ہم کہاں مل رہے ہو؟" اس کی آواز ہیجان آمیز ہوگئی۔
"یہ موضوع ختم۔ اب میں خود ہی فائل پڑھنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ نیو یارک کا کوئی نہ کوئی صحافی ان میں سے ایک دو دستخط ضرور پہچان لے گا۔"
"نہیں ڈینی! بھول کر بھی ایسی غلطی نہ کرنا۔" وہ بے ساختہ بول اٹھا "فائل منظر عام پر آتے ہی مجھ سے پہلے تم مار دیے جاؤ گے۔ یہ سراسر خود کشی ہوگی۔"
"میری موت تمہارے لیے خوشی کا باعث بنی چاہیے۔ فکر مند کیوں ہورہے ہو؟"
"تم اکیلے نہیں مرو گے۔ تمہارے بعد میری باری آجائے گی۔ ایسا ہرگز نہ کرنا۔"
"اب وہ ردی کاغذ یکایک اس قدر اہم کیسے ہوگئے؟" میں نے پوچھا۔
"تمہارے لیے وہ ردی ہیں مگر میرے لیے بہت اہم اور قیمتی ہیں۔"
"ان کی اہمیت بار بار دہرا کر تم میرے تجسس کو ہوا دے رہے ہو۔ اب میں ان کا متن جانے بغیر تم سے کوئی سودے بازی نہیں کروں گا......"
"تم وعدہ خلافی کررہے ہو۔" وہ میری بات کاٹ کر بولا "پانچ ملین پر بات طے ہوگئی تھی۔"
"تم نے اسے تسلیم نہیں کیا اور بات ختم ہوگئی۔" میں نے سختی سے کہا۔
وہ جو کچھ کہہ رہا تھا اس میں میرے لیے نادیدہ خطرات پنہاں تھے۔ پچاس لاکھ ڈالر ہر اعتبار سے ایک بہت بڑی رقم تھی جو وہ محض پانچ کاغذوں کے عوض ادا کر

نے کے لیے تیار تھا۔ اس پیش کش میں آئزک بیل کی بد نیتی ہوسکتی تھی کہ وہ سرے سے کوئی رقم ہی ادا نہ کرنی چاہتا ہو اور محض بہلاوے کے طور پر سودا طے کرکے مجھے کہیں بلانا چاہ رہا ہو۔ اس مقام پر اس کی ساری تیاریاں پہلے سے ہی مکمل ہوتیں اور میں جوں ہی اس کے پھیلائے ہوئے جال میں پہلا قدم رکھتا، وہ ڈوریاں کھینچ کر مجھے اپنا قیدی بنالیتا۔ وہ نیو یارک کا ایک نامی گرامی شخص اور رنکس جیسے بڑے ادارے کا سربراہ تھا۔ اس کے لیے آدمیوں کا بندوبست کرنا ذرا بھی مشکل نہ ہوتا۔ اس کی بھاری اور مسلح نفری سے کسی کھلے مقابلے میں کامیابی سے ہم کنار ہونا میرے لیے کسی طرح ممکن نہیں تھا۔
وہ اس معاملے کا ایک تاریک پہلو تھا۔ اس کے ساتھ یہ ایک حقیقت تھی کہ آئزک بیل کو میرے اور بلیک ڈیڈ کے مفروضہ گٹھ جوڑ کا پورا یقین ہوچکا تھا۔ اس کے ذہن میں وہ خیال میں نے ہی ڈالا تھا پھر گاہے گاہے اس کے شکوک وشبہات کو تقویت پہنچاتا رہا تھا۔ مجھے دھوکا دینے کا کوئی بھی منصوبہ بنانے میں یہ خیال اس کے آڑے آسکتا تھا کہ اس کے مقابلے میں میں تنہا نہیں تھا۔ بلیک ڈیڈ اور اس کے حواری میرے ساتھ تھے۔
آئزک بیل نے جس مضطربانہ انداز میں اپنی پیش کش کو دس ہزار ڈالر سے پچاس لاکھ ڈالر تک پہنچایا تھا اس سے یہ ظاہر ہورہا تھا کہ وہ ہر قیمت پر اس فائل کو حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا۔ میں نے اس کے اسی اضطراب سے فائدہ اٹھانے کے لیے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔
پہلے اس نے مجھے صرف دو منٹ کا وقت دیا تھا اور اس وقت وہ سب کچھ بھول کر مجھے سودے پر آمادہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔
"وہ فائل اس قدر مہمل اور مشکل ہے کہ کوئی اسے ایک ڈالر میں بھی نہیں خریدے گا۔" وہ کہہ رہا تھا "میری پیش کش ٹھکرا کر تم عمر بھر پچھتاتے رہو گے۔"
"میں اب بھی عیش کررہا ہوں۔ مجھے پیسے کی ہوس نہیں ہے۔" میں نے کہا "رقم کے علاوہ تم اور کیا دے سکتے ہو؟"
میری سلگانے والی گفتگو سے اس کے صبر وتحمل کا پیمانہ تیزی سے لبریز ہوتا جارہا تھا۔ اس نے بے چین لہجے میں کہا "دنیا میں آج ہر چیز پیسے میں تولی جاتی ہے۔ اگر تم پیسے سے اس قدر بدظن اور بیزار ہو تو پھر مزید کیا کہہ سکتا ہوں۔ تم بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔"
"کیا تم ٹائمز اسکوائر پر صرف بنیان اور انڈر ویئر پہن کر دوڑ لگا سکتے ہو؟" میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنے ذہن میں ابھرنے والی پہلی شرط دہرادی۔
ریسیور پر اس کی خوف زدہ اور خفت آمیز ہنسی کی آواز سنائی دی اور میں نے سمجھ لیا کہ وہ دھیرے دھیرے بکھر چکا تھا۔ اس کے انداز میں ایسی پسپائی میں نے پہلی بار محسوس کی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم دیوانے ہوگئے ہو۔ نیو یارک میرا شہر ہے۔ میں یہاں اجنبی نہیں ہوں۔ یہاں لاکھوں نہیں تو ہزاروں لوگ مجھے ایک معزز اور بربادشخص تصور کرتے ہیں۔ ایسا بے رحمانہ مذاق......"
"یہ مذاق نہیں ہے آئزک!" میں نے سپاٹ لہجے میں اس کی بات کاٹ دی "میں نیو یارک والوں کو یہی دکھانا چاہتا ہوں کہ تم جیسے عزت دار اور دانش ور آدمی پر برا وقت آجائے تو وہ کہاں تک جاسکتا ہے۔ اس ایک دوڑ میں تم پانچ ملین ڈالر بچا سکتے ہو۔"
"تم میری تحقیر پر اتر آئے ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ میں اپنی کسی ذاتی مجبوری یا ضرورت کے لیے اپنی پوری قوم اور برادری کی ناک نہیں کٹوا سکتا۔ ادب میں شائی لاک کا نام یہودیوں کے لیے گالی بنا ہوا ہے۔ میں جیتی جاگتی زندگی کا شائی لاک نہیں بن سکتا۔ کوئی ایسی بات بتاؤ جو صرف میرے اور تمہارے درمیان محدود رہے۔ میں تمہاری شرط پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔"
میں تلخی سے ہنس پڑا "کاش تم نے لڑکپن یا نوخیزی کے زمانے میں ایسی کسی آرزو کا اظہار کیا ہوتا تو بلیک ڈیڈ تمہیں فوراً اپنے گلے سے لگالیتا۔"
اس بار آئزک بیل نے میرے ہتک آمیز طنز کا برا نہیں منایا۔ مصالحانہ لہجے میں بولا "اس کتے اور نمک حرام

کا نام درمیان میں نہ لاؤ۔ میں تمہیں دس بار معاف کرسکتا ہوں، تمہیں اپنے سر پر بٹھا سکتا ہوں مگر اسے معاف نہیں کرسکتا......"

"مجھے سوچنا پڑے گا کہ تم سے کن شرائط پر سودا ہوسکتا ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"میں خاموشی سے لائن ہولڈ کیے رہتا ہوں۔ تم اطمینان سے سوچ لو۔" وہ جلدی سے بولا۔

"میں بے کار نہیں ہوں کہ مسلسل تم سے باتیں کرتا رہوں۔ کوئی بات ذہن میں آئی تو دوبارہ تم سے رابطہ کرلوں گا۔"

"یہ میرا دفتر ہے، میں رات بھر یہاں بیٹھا نہیں رہ سکتا۔" اس نے ہلکا سا احتجاج کیا۔

"اپنے دوسرے نمبر بھی دے دو۔" میں نے عیارانہ انداز میں کہا "تم کہیں نہ کہیں مل ہی جاؤ گے۔"

وہ اتنا معصوم یا بھولا نہیں تھا کہ میرا مقصد نہ بھانپ سکا ہو مگر اس نے کسی ردعمل کا مظاہرہ کیے بغیر کہا "اس نمبر کے علاوہ تم ڈیوڈ اسٹارز کے فون نمبر سے بھی واقف ہو۔ تمہیں انہی نمبروں سے میرا کوئی نہ کوئی سراغ مل جائے گا۔ میں کل تمہاری کال کا منتظر رہوں گا۔"

اس وقت وہ بری طرح دبا ہوا تھا۔ میری ہر جائز اور ناجائز بات خاموشی سے سہہ رہا تھا۔ میرے دل میں آئی کہ اس سے کراچی جانے والی پرزوں کی کھیپ کے بارے میں سوال کروں لیکن میں نے اپنی اس خواہش کو دل ہی میں دفن کردیا۔

وہ ہیلن رائے کا ذہنی توازن بگڑنے کے بعد کا واقعہ تھا۔ آئزک بیل پریشان ضرور تھا مگر اپنے ہوش وحواس میں تھا۔ میرے سوال سے اسے یہ سراغ مل سکتا تھا کہ اس کے دفتر میں میرا اصل مخبر کوئی اور تھا جسے بچائے رکھنے کے لیے میں نے سارے الزامات ہیلن رائے پر ڈال دیے تھے۔

وہ آخری لمحے تک فائل کے لیے میری خوشامدیں کرتا رہا لیکن میں نے وقت کے زیاں کا احساس کرتے ہوئے فون بند کردیا۔ اس سے ہونے والی گفتگو سے مجھے اندازہ ہوچکا تھا کہ سبز فائل اس کے لیے بڑی حد تک زندگی اور موت کا مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ اگر کچھ لوگوں کو یہ علم ہوجاتا کہ اس کی بے احتیاطی کی وجہ سے وہ فائل اس کے ہاتھ سے نکل چکی ہے تو وہ اس کے خون کے پیاسے بن سکتے تھے۔

اس سے جان چھڑانے کے بعد میں ایک مرتبہ پھر سبز فائل لے بیٹھا جس کے حروف اور ہندسے میرے لیے نامانوس نہیں تھے لیکن الفاظ یکسر اجنبی تھے۔

گلاس سے اسکاچ کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے میں ان پانچوں اوراق کی گتھی سلجھانے کے ساتھ ساتھ ویرا کی واپسی کا بھی منتظر تھا۔ مجھے امید تھی کہ وہ نیو جرسی سے بہت سی دھماکا خیز خبریں لے کر واپس آئے گی۔ تیسری طرف مجھے نو بجنے کا انتظار تھا کیونکہ اس وقت ورجینیا میں بدری ناتھ سے بات ہونے کی امید تھی۔ اس شام شاید وہ بھی اپنے میزبانوں کے ساتھ کہیں الجھا ہوا تھا۔

ویرا آٹھ بجے کے قریب واپس آئی اور آتے ہی تھکے ہارے انداز میں بستر پر گر گئی۔

"ہوٹل کے کمرے میں پڑی اینڈتی رہتی ہو تو تھک جاتی ہو۔ آج باہر گھومنے کا سنہرا موقع ملا تو اس سے بھی تھک ہار کر لوٹی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا سارا جوش اور ولولہ رخصت ہوچکا ہے۔" اس کے گہرے گہرے سانسوں کے درمیان میں نے چوٹ کی۔

"میری چولیں ہل کر رہ گئیں۔" وہ بستر پر پہلو کے بل ہوکر بولی۔ "ہمارا جو کام ہوتا ہے وہ اعتدال سے گزر جاتا ہے۔ آرام تھا تو بس آرام ہی آرام چل رہا تھا۔ آج ورزش کا موقع ملا تو سارا دن بھاگتے دوڑتے گزر گیا۔ دکان کے مالک نے مجھے خوار کر کے رکھ دیا۔"

میں نے اپنے گلاس سے آخری گھونٹ لے کر کہا "اگر تم نے پرنسٹن سے پینک میں فون نہیں کیا تھا تو تمہاری آج کی محنت زبردست رنگ دکھائے گی۔ اب نیویارک میں پھیلے ہوئے بکھیڑے تیزی سے سمٹتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔"

"روکھی سوکھی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ میرے اور اپنے لیے ایک ایک گلاس بنا ڈالو پھر ایک دوسرے کی کتھا سننے میں مزہ آئے گا۔" اس نے بستر پر لیٹے لیٹے فرمان جاری کیا۔

"تم جیسی خوب رو لڑکی کے ہوتے ہوئے مردانہ ہاتھوں سے یہ کام اچھا نہیں لگے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ اس کے آجانے کے بعد میں ذہنی طور پر خود کو پرسکون محسوس کررہا تھا۔

یہ تکرار زیادہ دیر جاری نہ رہ سکی۔ تھوڑی سی بحث کے بعد ویرا کو بستر چھوڑنا پڑ گیا۔

"اوہ! اس وقت تم پھر یہ فائل لیے بیٹھے ہو۔" گلاس بناتے ہوئے اس کی نگاہ سبز فائل پر پڑی تو وہ چونک کر بولی "فرصت کے لمحات کے لیے یہ ایک اچھا شغل ہاتھ آگیا ہے۔ میری مانو تو اس پر دماغ سوزی مت کرو۔ اول خان ہی اس کا کوئی حل تلاش کرسکے گا۔"

"یہ فائل یکایک بہت اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ آئزک بیل اسے حاصل کرنے کے لیے دیوانہ ہوا جارہا ہے۔ آج تمہاری جینی اس کے عتاب کا نشانہ بنتے بنتے بچی ہے۔"

"اس کی تھوڑی سی گوشمالی ہوجاتی تو اس کے سر سے سارے رومانی جراثیم جھڑ جاتے۔ کیا اس نے آج پھر تم سے رابطہ کیا تھا؟"

ویرا نے آخری فقرہ پھاڑ کھانے والے انداز میں ادا کیا تھا۔ میں بے بسی سے سر ہلا کر رہ گیا۔

"کیا کہہ رہی تھی وہ؟" جینی کا ذکر آتے ہی ویرا کا موڈ بگڑ گیا۔

"آج اس نے بہت کارآمد باتیں بتائی ہیں اور اسحاق گھنٹی ہل کر رہ گیا۔" میں نے اس کا موڈ بحال کرنے کے لیے جلدی سے وضاحت کی۔

"میں اسے خوب سمجھ رہی ہوں۔ اس کی یہ ساری مہربانیاں تمہیں شیشے میں اتارنے کے لیے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں نے اسے منہ لگا کر غلطی کی ہے۔"

جینی پچھلے دو دنوں میں ویرا کی کمزوری بن کر رہ گئی تھی۔ وہ...... کم از کم وقت میں اس کے مذاکرات کے بارے میں سب کچھ جان لینے پر تلی ہوئی نظر آرہی تھی۔ میرے ہر سوال پر اس کی بس ایک ہی رٹ تھی کہ وہ میری پوری روداد سن لینے کے بعد ہی پرنسٹن میں اپنی سرگرمیوں کی کہانی سنائے گی۔ تھکن اور بھاگ دوڑ کی وجہ سے وہ اس وقت چڑچڑے پن کا مظاہرہ کررہی تھی۔ اس کی ضد کے سامنے میں نے ہتھیار ڈال دیے اور ویرا کو اپنی دن بھر کی کارکردگی کا خلاصہ سنانے لگا۔

کراچی سے اول خان نے مجھے جو کچھ سنایا، وہ انتہائی افسوس ناک تھا۔ اس کے بعد کی کہانی سے ویرا دل کھول کر محظوظ ہوئی۔ میں نے آئزک بیل سے مجوزہ ملاقات کے لیے پہلے سے تو کوئی خاص منصوبہ بندی نہیں کی تھی۔ ویرا کو ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ میں نے آئزک بیل سے ملاقات کا وعدہ نبھانے کے لیے کیا حکمت عملی اپنائی ہوگی۔ جب اسے یہ پتا چلا کہ میں نے مین ہٹن کے ایک بھکاری گویے کو اپنا ڈمی بنا کر رنکس والوں کو چکما دیا تھا تو اس کا دل خوش ہوگیا۔

میں نے جیکسن نامی اس کام چور بھکاری کو صرف پھاٹک سے اندر گھسیٹے جاتے دیکھا تھا۔ گیارہویں منزل پر رنکس کے دفتر میں اس سے جو بدلتے ہوئے سلوک روا رکھے گئے، ان کی تفصیل مجھے جینی کی زبانی معلوم ہوئی تھی۔ میری اور ویرا کی مشترکہ رائے یہی تھی کہ جیکسن کو پکڑنے والوں نے اسے اپنا مطلوبہ آدمی تصور کر کے اس کی خوب مرمت کی پھر آئزک بیل نے سبز فائل کی گمشدگی کا سارا غصہ اس پر اتار ڈالا۔ اسی دوران میں اسے خیال آیا کہ وہ جیکسن کی مدد سے اس آدمی کا یعنی میرا خاکہ بنوا سکتا ہے جس نے اسے کنال اسٹریٹ کی چالیسویں عمارت میں بھیجا تھا۔

وہ خیال آتے ہی معتوب بھکاری ان کی ہمدردیوں اور توجہ کا مرکز بن گیا۔ اسے طبی امداد دی گئی، اس کی مرہم پٹی کرائی گئی۔ اسی دوران میں، میں نے فون پر یہ انکشاف کر کے آئزک بیل کے سارے ارمانوں پر اوس ڈال دی کہ بھکاری کو میں نے نہیں، بلیک ڈیڈ کے کسی کارندے نے پھانسا تھا اور وہ اسی کا خاکہ تیار کروا سکے گا۔

میری اس حیلہ سازی سے ایک بڑی بلا سر سے ٹل گئی اور جیکسن کو دھکے دے کر رنکس کے دفاتر سے نکال دیا گیا۔ اس قصے کو سن کر ویرا کا موڈ ایسا بحال ہوا کہ وہ اپنی ساری تکان کو بھول کر نکیلے تبصروں اور فقرے بازیوں پر اتر آئی۔ اس کے معدے میں اترنے والی الکحل اس کے مزاج کی شگفتگی میں اضافے کا سبب بن رہی تھی۔

''میں ابھی جینی سے بات کرتی ہوں۔'' میری مکمل رپورٹ سن لینے کے بعد ویرا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا ''اس نے رنکس کی ملازمت چھوڑی تو وہ بھی ہیلن کی طرح برے انجام سے دوچار ہوگی۔''

''یہ بات اس کی سمجھ میں آچکی ہے۔'' میں نے فون کے ریسیور میں جینی کی آخری احمقانہ پکار کو یاد کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا ''اس بارے میں جینی سے مزید بات کرنی بے سود ہوگی۔''

''یہ اچھا ہے کہ وہ خوف و ہراس میں مبتلا ہو چکی ہے۔ چند روز تک اسے بھول کر بھی تمہارا خیال نہیں آئے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت تک ہم یہاں سے کوچ کر جائیں۔''

''اس وقت تم جینی کو اسحاق گھنٹی سے زیادہ اہمیت دے رہی ہو!''

''یہ باریک باتیں تمہارے پلے نہیں پڑسکتیں۔ اپنے معاملات کو میں زیادہ بہتر سمجھتی ہوں...... تم یہ بتاؤ کہ وہ سبز فائل کے لیے اتنا دیوانہ کیوں ہورہا ہے؟''

''یہ بات وہ خود نہیں اگلے گا۔ فائل کا متن پڑھنے کے بعد اندازہ ہوسکے گا کہ اس کے پیچھے کیا راز ہے۔ میرے ذہن پر اب یہ دھن سوار ہو چکی ہے کہ اسے پڑھا جائے۔''

''یہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔'' ویرا ہلکی سی استہزائیہ ہنسی کے ساتھ بولی ''فی الحال اسے بھول جاؤ اور آئزک بیل کو گھیرنے کی فکر کرو۔ اس کے لیے یہ فائل چارے کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہے۔''

''میں یہی کر رہا تھا۔ کوئی بھی اہم کاغذ گم ہو جائے تو آدمی پریشان ہو جاتا ہے مگر اس کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ جب پرنسٹن کے گودام میں کارروائی ہوگی تو اس کے ذہنی عذاب میں زبردست اضافہ ہو جائے گا۔''

''یہ ہارلم کے بے گناہ کالوں کا خون ہے جو اس کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔'' ویرا نے ایک ہلکی سی چسکی لے کر کہا ''بلیک ڈیڈرنکس کی گاڑیاں بموں سے اڑا رہا ہے۔ جینی نے اس کی سبز فائل اڑا کر تمہیں سونپ دی، پرنسٹن میں، میں معقول بندوبست کر آئی ہوں۔ یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے ہارلم میں فساد کی آگ بھڑکا کر اسحاق گھنٹی نے اپنے لیے جہنم کے دروازے کھول لیے ہوں۔''

''تم نے ابھی تک اپنی کارگزاری کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بتایا۔''

''وہ چھوٹا سا دکان نما گودام پرنسٹن کے ایک مفلوک الحال اور سنسان علاقے میں واقع ہے جہاں بعض خستہ شیڈز میں چھوٹے چھوٹے کارخانے قائم ہیں۔ میں نے ان کے برابر والی دکان پانچ سو ڈالر فی ہفتہ کے حساب سے چھ ہفتوں کے لیے کرائے پر لے لی ہے۔''

''دو ہفتے بھی کافی تھے۔ چھ ہفتوں کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ ہمارا اصل کام تو شاید کل دن میں ہی پورا ہو جائے گا۔'' میں نے کہا۔

''کرائے داری کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ مالک جائیداد کو کوئی شبہ نہ ہونے دیا جائے۔ ایک دو ہفتوں کی بات کی جاتی تو میں خود شکوک و شبہات کی زد میں آجاتی۔ ویسے بھی وہ شخص چھ ہفتے سے کم کے لیے دکان دینے پر راضی نہیں تھا۔''

''تم نے اس کی شرائط مان لیں تو پھر اتنا وقت کیسے صرف ہوا؟''

''ساری صورت حال پرنسٹن میں قدم رکھتے ہی سامنے نہیں آگئی تھی۔ میں نے اصل کام تین بجے کے بعد شروع کیا جب رنکس والوں کی گاڑی تینوں کریٹ اتار کر جا چکی تھی۔ کافی دیر بعد یہ معلوم ہوا کہ گودام سے ملحقہ دکان کرائے پر دستیاب ہے لیکن اس کے مالک کا کہیں پتا نہیں تھا۔''

''مجھے ان تفصیلات سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ اتنا کافی ہے کہ تم نے ایک اہم مورچا حاصل کرلیا ہے۔ وہ جگہ تم نے کس نام سے حاصل کی ہے؟''

''مس روتھ بیل۔'' وہ مسکرا کر بولی ''معاہدے کے لیے شناختی کاغذات دو چار روز میں دوں گی۔ معاہدے کی رقم گننے کے بعد ایجنٹ یا مالک نے مزید کسی چیز کے لیے اصرار نہیں کیا تھا۔''

ویرا نے اس علاقے کی جو منظر کشی کی تھی، اس کی بنا پر مجھے اندیشہ تھا کہ مجھے دکان کے اندر پہنچانے کے بعد بہت مشکل ہوگا کہ ویرا دن بھر باہر موجود رہ کر نگرانی کرتی رہے۔ وہاں گھومتے پھرتے ہوئے ویرا نے بھی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا اور اسی سڑک پر آہنی ریک بنانے والے ایک لوہار کو کسی پیچیدہ ریک کی تیاری کا کام سونپ ڈالا تھا۔

اس مد میں ویرا کو صرف سو ڈالر کی رقم پیشگی ادا کرنی پڑی تھی۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ صبح نو بجے سے پہلے مجھے خالی دکان میں پہنچانے کے بعد وہ ایک ریک کی تیاری میں مشاورت اور نگرانی کے بہانے لوہار کے پاس جا بیٹھتی۔ وہاں رہ کر وہ کسی خوف یا خطرے کے بغیر اپنا اصل کام سرانجام دے سکتی تھی۔ ہم دونوں کی واپسی کا انحصار بعد میں پیش آنے والے واقعات پر ہی ہونا تھا۔

پرنسٹن میں ویرا نے جتنی بیئر پی تھی، وہ بھاگ دوڑ میں اس کی توانائیوں یا کیلوریز کی صورت میں خرچ ہوگئی تھی۔ اسکاچ کا ایک ایکسٹرا لارج پیگ بلکہ گلاس اپنے معدے میں اتارنے کے بعد اس میں خاصی ہمت عود کر آئی اور وہ تازہ دم ہونے کے بعد غسل خانے میں جا گھسی۔

تکان اور کسل مندی کے باعث رات کے کھانے کے لیے ہم نے نیچے اترنے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔ کھانے کے لیے روم سروس سے کچھ ایسے لوازم کمرے میں ہی منگوالیے جو مے نوشی میں بھی لطف دے سکتے تھے۔ اسی دوران میں آئزک بیل کی سبز فائل ہی ہماری گفتگو کا موضوع بنی رہی۔

نو بجے میں نے بدری ناتھ کے ہوٹل کا نمبر ملایا تو وہ کمرے میں موجود تھا۔

''کراچی جانے والی پرزوں کی کھیپ کا کیا بنا؟'' سلام دعا کے بعد بدری ناتھ نے وہ سوال کر کے میرا دل خوش کر دیا۔ ہمارے مفادات سے اس کی اتنی گہری وابستگی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کی متوقع وفاداریوں کے بارے میں میرے شبہات بے بنیاد تھے۔

''اس کا سراغ لگا لیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میں گڑ بڑ کے امکانات کا سدباب کرلوں۔ سارا انحصار موقع میسر ہونے پر ہے۔'' میں نے بتایا۔

''میں حیران ہوں کہ نیویارک میں تم اکیلے ہو پھر بھی تم اتنی تیزی دکھا رہے ہو۔ اب مجھے شبہ ہونے لگا ہے کہ اندر سے تم وہ نہیں ہو جو نظر آنے کی کوشش کرتے ہو۔''

میں ہنس پڑا ''ساتھ رہ کر ہی تم اندازہ لگا سکتے تھے کہ میں کس طرح پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا ہوں۔ دور سے معمولی کارکردگی بھی بہت عظیم الشان نظر آتی ہے۔''

''پاکستانی جوڑے کی بھی کوئی خیر خبر ہے؟'' اس نے متجسس لہجے میں پوچھا۔ اس نے نام نہیں لیے تھے لیکن یہ واضح تھا کہ وہ میرے اور ویرا کے بارے میں جاننا چاہ رہا تھا۔

''کچھ پتا نہیں۔ وہ دونوں آئے ہیں تو یہاں رونما ہونے والے واقعات سے ہی ان کی موجودگی کا اظہار ہوسکے گا۔ اپنے اصل ناموں سے وہ کبھی سامنے نہیں آئیں گے۔''

''ورجینیا والے بہت باخبر لوگ ہیں۔ یہاں سرگوشیاں ہو رہی ہیں کہ ڈوڈو اسٹارز ان دونوں کے فوبیا میں مبتلا ہیں۔ شاید اسحاق گھنٹی حکام کو یہ باور کرانے کی کوشش میں ابھی تک مصروف ہے کہ وہ دونوں امریکا آچکے ہیں۔''

''کیا یہ باتیں اس قدر عام ہیں کہ تم سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکیں؟''

''یہاں میں عام آدمی نہیں ہوں۔ بڑے لوگوں

میں اٹھتا بیٹھتا ہوں۔ بعض لوگ تو امریکا کے صدر کا پہلے نام سے یوں ذکر کرتے ہیں جیسے وہ ان کا لنگوٹیا اور مرہون منت ہو۔"

وہ سی آئی اے والوں کی باتیں تھیں۔ امریکا میں اختیارات کی کاغذی تقسیم جو کچھ بھی رہی ہو، یہ بات شہرت پا چکی تھی کہ سی آئی اے امریکا کا وہ مقتدر ادارہ تھا جس کی حمایت کے بغیر امریکا میں کوئی صدر اپنی میعاد سکون سے پوری نہیں کرسکتا تھا۔ امریکی انتخابات میں یہودی ووٹوں کا جو بھرپور کردار تھا، انتخابات کے بعد وہی کردار سی آئی اے کا ہوتا تھا۔ اس ملک کی معاشرت میں پائی جانے والی ان دونوں قوتوں کی رضامندی کے بغیر کوئی وائٹ ہاؤس میں مسند نشین نہیں ہوسکتا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم صحیح جگہ پر پہنچ گئے ہو۔" میں نے خوشی کا اظہار کیا۔

"شاید ایسا ہی ہو۔ یہ لوگ ہارلم کے واقعات پر بہت برہم ہیں اور ان خون ریز فسادات کی ساری ذمے داری اسحاق گھنٹی پر ڈال رہے ہیں۔ ان کی باتوں سے تمہاری اس اطلاع کی بھی تصدیق ہوچکی ہے کہ وہی رنکس کا سربراہ ہے۔"

"اگر ایسے مقتدر لوگ برہم ہیں تو وہ اس کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کرتے؟"

"دھیرے دھیرے سب کچھ سامنے آجائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی بھی کچھ مجبوریاں ہوں۔ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔" بدری ناتھ نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"مگر وہ آدمی ہی ہے اور غلطیاں آدمی سے ہی ہوتی ہیں۔"

"رچمنڈ اور فیر فیکس میں ایک رائے بن رہی ہے۔ مجھے بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوسکیں لیکن یہ محسوس ہو رہا ہے کہ لینگلے روڈ کے ہیڈ کوارٹرز میں مواد پک رہا ہے اور میرا ایک دشمن کسی بھی وقت مارا جائے گا۔ دوسرا کراچی سے چند روز میں ورجینیا آنے والا ہے۔ اس سے میں خود ہی نمٹانے کی کوشش کروں گا۔"

"بدری! تم بہت کھل کر بول رہے ہو۔ تمہاری ان باتوں کی بھنک کسی کے کان میں پڑ گئی تو تم کہیں کے نہیں رہوگے۔ سب کچھ ختم ہوجائے گا۔" میں نے ایک جھرجھری لے کر کہا۔

"مجھے اعتماد ہے کہ تم سی ایس ڈی استعمال کررہے ہو۔ یہ الیکٹرونکس کا ایک بے مثال شاہکار ہے۔ اگر میرے کمرے میں کوئی بگ بھی ہوتا تو سی ایس ڈی لائن کاٹ دیتی۔"

"تو پھر کھل کر بتاؤ کہ کراچی سے کون آرہا ہے؟" میں نے مطالبہ کیا۔

"وہی این ایم..... کتے کا بچہ جس نے میری اس قدر تحقیر کی تھی کہ میں خود اپنی نظروں میں گر گیا تھا۔ میں نے یہاں دہری دھار کا ایک خنجر حاصل کرلیا ہے اور اسی سے اس دشمن کی گردن اتاروں گا جس نے مجھے ذلیل کیا تھا۔"

سی آئی اے کے اعلیٰ عہدے دار آئزک بیل کی چھچھوری حرکتوں سے بدظن ہو رہے تھے، کراچی سے نک موڈلے اپنی موت کی تلاش میں امریکا آرہا تھا۔ میں نے ان دونوں باتوں کو ذہن میں گھمایا اور لمحہ بھر سوچا کہ بدری ناتھ نے میری ترغیب کے باوجود فون پر نک موڈلے کا نام نہیں لیا تھا۔ لائن پر سی ایس ڈی موجود ہونے کے باوجود وہ محتاط تھا۔ ان دیکھے خطروں سے بچ رہا تھا۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی ٹیڑھا سوال کرنے کا ارادہ فوراً ترک کردیا۔

"میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا گو ہوں اور تمہاری ہدایات کا منتظر رہوں گا۔" میں اس کے لیے ڈینی نہیں، علی شیر تھا۔ میں نے وہی کہا جو علی شیر کو کہنا چاہیے تھا۔

ریسیور پر بدری ناتھ کی ہلکی سی بے ساختہ ہنسی ابھری "تم وہ نہیں ہو جس سے اسحاق گھنٹی دن رات خوف زدہ رہتا ہے مگر اس سے کم نہیں ہو......"

"میں اس کی گرد بھی نہیں ہوں۔" میں نے بدری کی بات پوری ہونے سے پہلے کہا "وہ ہوتا تو اب تک نہ جانے کیا کچھ کر گزرا ہوتا۔ میں تو بس خاموشی سے گزارہ کررہا ہوں۔"

"فکر مت کرو۔ ذرا میرے پیر جمنے دو پھر کچھ نہ کچھ ہوکر رہے گا۔"

"تمہاری تربیت کیسی چل رہی ہے؟" میں نے نیم مزاحیہ لہجے میں پوچھا۔

"بہت کچھ ہو رہا ہے۔ شاید یہ مجھے مولوی بنانے کی کوشش کریں گے۔ دو لیکچروں میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ پاکستان، ایران اور افغانستان میں یہ طبقہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لوگ ان کی عزت کرتے ہیں۔ یہ کہیں بھی چلے جائیں، اجنبی نہیں سمجھے جاتے۔ ہر ایک انہیں ہاتھوں ہاتھ لیتا ہے۔ ان کے بہروپ میں ایجنٹ زیادہ کامیابیاں حاصل کرسکتا ہے اور خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ فلسفہ جلد ہی کوئی رنگ دکھائے گا۔"

"یہ مذہب کے خلاف ان کی سازش ہے۔ تم سے جو کچھ کہا جارہا ہے، میرے سامنے وہی سب تمہارے سنت، سادھو، مہنت، پجاری اور پنڈت کے بارے میں کہا جائے گا۔ مذہبی تعصبات کو بھڑکا کر اپنا الو سیدھا کرنا......"

دروازے پر دستک کی تیز آواز سن کر میں بری طرح اچھل پڑا، میری بات ادھوری رہ گئی اور میں نے غیر ارادی طور پر ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ لائن منقطع ہوگئی۔

مجھ سے پہلے ہی ویرا جھپٹ کر دروازے پر پہنچ چکی تھی۔ "ہواز دیر؟" اس نے مضبوط اور سخت لہجے میں دستک دینے والے سے استفسار کیا تھا۔

"چارلی! دروازہ کھولو مسی!" باہر سے ایک نرم اور دھیمی آواز ابھری۔ لب و لہجہ امریکی تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے خیال آیا کہ آنے والا کوئی سفید فام تھا۔

میں نے پنجوں کے بل دوڑ کر بھرا ہوا ریوالور الماری سے نکالا اور جیب میں ڈال لیا۔ ویرا نے مڑ کر الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اور میں نے سر ہلا کر اسے دروازہ کھولنے کا اشارہ دے دیا۔ ویرا نے لیور گھما کر دروازہ کھول دیا۔

باہر ایک متوسط قامت سیاہ فام نوجوان موجود تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس کے چہرے پر آنکھوں کے سفید ڈھیلوں کے ساتھ چمکیلے دانتوں کی قطاریں بھی چمکنے لگیں۔ اس عاجزانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس نے باہر کھڑے کھڑے اپنا بایاں ہاتھ سینے پر رکھ کر سر کو قدرے خم دیا اور بولا "مسی! کیا تم مجھے اندر آنے کے لیے نہیں کہوگی؟"

اس وقت تک میں اپنی جیب میں موجود ریوالور کے دستے پر گرفت مضبوط کیے ویرا کے عقب میں پہنچ چکا تھا۔ میں نے سرد لہجے میں پوچھا "تم کون ہو؟"

اس نے ویرا کے شانوں کے پیچھے پہلی بار میری طرف دیکھا۔ اس کے چہرے سے مسکراہٹ فوراً ہی معدوم ہوگئی "میں چارلی ہوں، بلیک ڈیڈ کا ایک غلام۔"

میں سناٹے میں آگیا۔ میری جلد کے مساموں میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ آنے والے کا وہ انکشاف ویرا کے لیے بھی خوش گوار ثابت نہیں ہوا تھا۔ اس نے ایک طرف ہٹ کر جگہ چھوڑی اور سیاہ فام اندر آگیا۔ اطمینان کی بات یہ تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کے پہلوؤں پر جھول رہے تھے۔ اس نے چھری دکھانے یا ہتھیار نکالنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

ویرا نے دروازہ بند کرکے مقفل کردیا اور چارلی ہم دونوں کے درمیان گھر گیا۔

"بلیک ڈیڈ تم سے ملاقات کا آرزومند ہے مسی!" چارلی نے ویرا سے مخاطب ہوکر ادب اور احترام سے اسے آگاہ کیا۔

ویرا ابتدائی جھٹکے سے سنبھل چکی تھی۔ اس نے تیوریوں پر بل ڈال کر چارلی کو گھورا اور درشت لہجے میں کہا "میں کسی بلیک ڈیڈ کو نہیں جانتی۔ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ بلیک ڈیڈ کی طرف سے یہ پیغام تم کس کے لیے لائے ہو؟"

"ہم غلطی اور غلط فہمی سے ہمیشہ بچتے ہیں۔" وہ بولا "یہ پیغام مس ویرا لائیڈ کے لیے ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ تم مس ویرا لائیڈ نہیں ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ ہوٹل کے ریکارڈ میں تمہارا نام مسز روزی برڈ درج ہے۔"

آنے والے نے ویرا کے لیے حجت یا انکار کی کوئی

گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔
''میں نے یہ پیغام سن لیا، اب تم چلے جاؤ۔'' ویرا دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی ''میں ہوٹل سے باہر قدم بھی نہیں رکھوں گی۔ اسے ملنا ہے تو وہ یہاں آ کر مجھ سے ملے۔''
میں دیکھ رہا تھا کہ وہ فقرے ادا کرتے ہوئے ویرا کی...... خود اعتمادی رخصت ہو چکی تھی اور اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے لرزاں تھے۔
''تمہیں کہیں نہیں جانا پڑے گا مسی!'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''بلیک ڈیڈ اپنے ملازموں کو بھی عزت دیتا ہے۔ وہ خود چل کر تم سے ملنے آیا ہے اور اس وقت بار میں موجود ہے۔''
مجھے چارلی کی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی سنائی دی۔ نئی خبر نے میرے بھی اوسان خطا کر دیے تھے۔ ہارلم میں تین روز سے جاری خونریز...... دنگے اور فساد کے باوجود بلیک ڈیڈ جیسے معروف بدمعاش کا یوں بے دھڑک ہو کر پین پلازا ہوٹل پہنچ جانا حیران کن نہیں بلکہ ناقابل یقین تھا۔ اگر چارلی سچ بول رہا تھا تو یہ بات یقینی سی تھی کہ بلیک ڈیڈ کی حفاظت کے لیے اس کے مسلح مگر بظاہر بے ضرر نظر آنے والے محافظوں نے ہوٹل کی پوری عمارت کو اپنے نرغے میں لیا ہوگا اور ہر آنے جانے والے کو اپنی عقابی نگاہوں سے پرکھ رہے ہوں گے۔
''وہ...... بب...... بار میں موجود ہے؟'' ویرا اپنے تحیر زدہ سوال میں ہکلائے بغیر نہ رہ سکی۔
''ہاں مسی۔ وقت ضائع مت کرو۔ وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہارلم میں کیا ہوتا رہا ہے۔ دشمن اس کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔''
''وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟'' ویرا کی آواز دبی دبی ہذیانی سرگوشی سے مشابہ تھی۔
سیاہ فام نوجوان نے بے پروائی سے شانے اچکائے اور کہا۔ ''اس سوال کا جواب وہی دے سکتا ہے لیکن تم بار میں اس کا نام نہیں لوگی...... وہ تمہیں شوٹ کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔''
''تم عاجزی سے کمرے میں گھس آنے کے بعد دھمکیاں دے رہے ہو؟'' میں نے اسے ڈانٹا۔
''مسٹر! تم بیچ میں مت بولو۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے پرانے واقف کار ہیں۔ مسی کو معلوم ہے کہ میں اس وقت اس کی ایک مجبوری کا اظہار کر رہا ہوں۔ یہ کوئی دھمکی نہیں ہے۔''
''اگر اس نے ویرا کا نام لیا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔'' میں نے تیزی سے کہا۔
''شیور!'' وہ فضا میں دونوں ہاتھ اچھال کر بولا ''اسے یہی کرنا ہوتا تو وہ رازداری کے ساتھ مجھے اس کمرے میں نہ بھیجتا، یہاں ایف بی آئی کی کوئی پارٹی آتی۔''
اس کی بات بہت اکھڑ اور سخت تھی مگر دل کو لگتی تھی۔
ویرا نے پریشان اور مستفسرانہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور میں دروازے کی طرف بڑھ گیا ''آؤ، میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔''
''مسٹر، تم اپنی ذمے داری پر وہاں جاؤ گے۔'' سیاہ فام نے مجھے آگاہ کیا ''اس نے صرف مس ویرا لائیڈ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔''
''دیکھا جائے گا۔ بھرے ہوٹل میں کسی کو گولی مار کر وہ خود بھی زندہ نہیں نکل سکے گا۔''
''تمہاری مرضی۔'' وہ سیاہ فاموں کے مخصوص لہجے میں ادھورے اور ٹوٹے ہوئے الفاظ میں بولا ''یہ نیویارک ہے۔ اسے کوئی بھی روکنے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔ پولیس اس وقت پہنچے گی جب اسے یقین ہو جائے گا کہ وہ بہت دور نکل چکا ہے۔ نیویارک ایک عجیب سی دنیا ہے۔ پولیس کا خوف ہوتا تو بلیک ڈیڈ بھول کر بھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔''
ہو سکتا ہے کہ چارلی کے الفاظ نیویارک کی عملی صورت حال کی صحیح عکاسی کر رہے ہوں لیکن میں نے اس کی باتوں کو اپنے جوش میں ہرزہ سرائی سے زیادہ اہمیت نہیں دی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ وہ دونوں بھی میرے پیچھے آ گئے۔
راہداری کا مختصر سا فاصلہ ہم تینوں نے خاموشی سے

طے کیا۔ لفٹ کے تخلیے میں چارلی کو ایک مرتبہ پھر بولنے کا موقع مل گیا اور اس کی زبان چل پڑی۔

''میں تمہارے ساتھ بار میں نہیں جاؤں گا۔ وہ کونے کی ایک تقریباً اندھیری میز پر بیٹھا ہوا ہے۔ اسے ملنے کے بجائے ہوٹل چھوڑنے کا ارادہ نہ کرنا ورنہ گڑ بڑ ہو جائے گی۔''

گراؤنڈ فلور پر لفٹ رکتے ہی سب سے پہلے وہ باہر نکلا اور لاتعلقانہ انداز میں نکاس کے راستے کی طرف یوں بڑھتا چلا گیا جیسے ہم کو پہچانتا ہی نہ ہو۔

اس کے چلے جانے سے ہم دونوں کو آزادی سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔ چارلی کے مقابلے میں ہماری پیش قدمی کی رفتار بہت سست تھی۔

''یہ کیا ہو گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ہمارے کمرے تک کیسے پہنچ گیا۔'' ویرا میرے ساتھ چلتے ہوئے پر تشویش انداز میں بڑبڑائی۔

''جو کچھ ہوا، تمہاری کسی حماقت کے نتیجے میں ہوا ہے۔'' میں نے رک کر سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

''بغیر کچھ جانے بوجھے یہ الزام میرے سر کیوں تھوپ رہے ہو؟'' اس نے چیخ کر پوچھا۔

''سیدھی سی بات ہے۔ اس کا پیغام تمہارے لیے آیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم کو پہچانا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پرنسٹن میں تم نے اپنی کامیابی کے نتیجے میں ہر احتیاط بالائے طاق رکھ دی ہو اور وہاں سے اس کے کسی گرگے کو اپنے پیچھے لگا لائی ہو۔''

''جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے یہاں کیوں دوڑا چلا آیا؟''

''با اخلاق آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے سوچا ہو گا کہ تم تھکی ہاری واپس آئی ہو، اسے خود چل کر تمہارا شربت دیدار نوش کرنا چاہیے۔''

''اب چہک رہے ہو۔ چارلی کے سامنے تمہاری سٹی گم ہو گئی تھی۔'' وہ مجھے گھور کر بولی۔

''پیچ و تاب کھانے کے بجائے تم بھی اپنے غصے کو لگام دو۔ پتا نہیں وہ کن تیوروں کے ساتھ آیا ہے اور تم سے کیا چاہتا ہے۔ آثار کچھ اچھے نہیں ہیں۔''

''مجھے صرف ایک بات سے ڈھارس ہے کہ ... کھوج لگا لینے کے باوجود اس نے ہماری مخبری ... یہ ایک نیک شگون ہے۔ بس اس کی آمد ذرا ڈرامائی ... ہے۔''

میں سر ہلا کر رہ گیا۔ اس وقت میرا ذہن پیش آنے والے متوقع واقعات کے تجزیے میں الجھا ہوا تھا۔ ... بڑھتا ہوا ہر قدم سوچنے کی اس مہلت کو کم کرتا جا رہا تھا۔

بار میں داخلے کے وقت میں دانستہ ویرا کے پیچھے ہو لیا کیونکہ میرے لیے بلیک ڈیڈ ایک اجنبی چہرہ تھا جب کہ ویرا اس سے اچھی طرح واقف تھی۔

اندر داخل ہو کر ویرا نے الکحل اور جلے ہوئے تمباکو کی تیز بو سے رچے ہوئے ماحول میں نیم آباد ہال ... جائزہ لیا اور پھر تیر کی طرح بائیں طرف ہو لی۔

بار کاؤنٹر سے آگے کا وہ آخری حصہ واقعی تقریباً تاریک نظر آ رہا تھا۔

روشنی میں سے وہاں کسی کی موجودگی کا اندازہ ... دشوار تھا لیکن سگریٹ کا سلگتا ہوا روشن سرا اور فضا میں ... لاتے ہوئے دھوئیں کے مرغولے وہاں کسی کی موجودگی کا پتا دے رہے تھے۔ اس تاریکی میں پہنچنے تک مجھے ... ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس وہ سفید فام نظر آنے لگا ... ڈرائی جن کی بوتل کے ساتھ دیگر لوازم لیے اس میز ... قابض تھا۔

عام امریکیوں کی طرح وہ بھی دراز قامت ... مضبوط کاٹھی کا مالک تھا۔ اس کے خدوخال تیکھے اور ... تھے لیکن وہ اپنی جوانی کی حدیں عبور کر کے ... سرحدوں میں داخل ہو چکا تھا۔ اس کے سر کے بال سنہرے تھے جو کنپٹیوں کے آس پاس بالکل سفید ہو ... تھے۔ اس کے لباس سے بے نیازی مترشح تھی مگر ... میں عقاب کی سی تیزی سمائی ہوئی تھی۔

ویرا کو دیکھ کر... وہ اپنی کرسی سے قدرے اٹھا ... سے ہاتھ ملانے کے بعد اس کی کینہ توز نظریں ... چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

''یہ میرا دوست ہے اور میرے ساتھ ... ہے۔'' اس کے تیور دیکھ کر ویرا جلدی سے بول پڑی ...

''... دونوں بیٹھ جاؤ۔'' مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اپنی طاقت کا خفیف سا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے بھاری اور بگڑی ہوئی آواز میں کہا۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ زبان کے بجائے حلق کے بل بولنے کا عادی ہو۔ مجموعی طور پر وہ وجیہہ اور بارعب شخصیت کا ملک تھا۔

''یہ وہی ہے جس سے تمہارا باپ ہمیشہ نالاں رہا کرتا تھا؟'' ہم دونوں کے بیٹھ جانے کے بعد اس نے تائید طلب لہجے میں ویرا سے پوچھا اور وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

ہمارے بیٹھنے کے بعد ایک ویٹرس تیر کی طرح میز کی طرف آئی۔ میز پر جن کی بوتل موجود تھی۔ بلیک ڈیڈ نے اسے مزید دو خالی پیگ لانے کی ہدایت کی اور ویرا کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ امریکا سے نکل جاؤ۔'' ویٹرس کے چلے جانے کے بعد اس نے دھیمی مگر مخاصمانہ غراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی؟''

''وہ تمہارا مشورہ تھا۔ میں اسے ماننے کی پابند نہیں تھی۔ یہ میرا وطن اور میرا گھر ہے۔ میں کب تک جلا وطنی کی زندگی گزارتی رہوں گی۔''

''تم آگ سے کھیلنا چاہتی ہو تو شوق سے کھیلو لیکن اس کی چنگاریاں میرے دامن تک کیوں پہنچیں؟ میں سن رہا ہوں کہ آئزک کو تم دونوں نے ہی میرے خلاف ورغلا کر میدان میں اترنے پر اکسایا ہے۔ میں اس سازش کا حساب لوں گا۔ اس تصادم میں، میں نے اپنے کئی بہترین آدمی کھوئے ہیں۔ اگر تم سے میرا پچھلا تعلق نہ ہوتا تو اب تک تمہاری لاش کسی ... سے مل چکی ہوتی۔ تمہیں معلوم ہے کہ اصولوں کے معاملے میں، میں کتنا بدلحاظ ہوں۔''

ویرا کے حلق سے برآمد ہونے والی ٹرچ کی آواز سے مجھے اندازہ ہوا کہ اس کا حلق سوکھ رہا تھا۔ بلیک ڈیڈ نے پہلے ہی وار میں اس کے اوسان خطا کر دیے تھے۔ میں نے ویرا کو بولنے کے لیے بس چند سیکنڈ کی مہلت دی۔ جب وہ تھوک نگل کر بھی بولنے میں کامیاب نہ ہو سکی تو وہ فرض میں نے سنبھال لیا اور پورے سکون سے کہا ''ہم نے کسی کو تمہارے خلاف نہیں ورغلایا۔ یہ سب آئزک کی سازش ہے اور تم اس کے آلۂ کار بن رہے ہو۔''

میرا جواب اس کے لیے غیر متوقع ثابت ہوا۔ لمحہ بھر کے لیے اس کا دہانہ وا ہوا پھر اس نے تنفر آمیز لہجے میں کہا ''ہوش میں رہ کر بات کرو۔ میں ایک مکے میں تمہارا چہرہ بگاڑ دوں گا۔''

''کھری اور اصولوں کی بات کرتے ہو تو تمہیں کڑوا سچ سننے کا حوصلہ بھی رکھنا چاہیے۔'' میں نے پوری بے خوفی سے کہا۔ میں نے بھانپ لیا تھا کہ وہ مصلحت پسند آدمی نہیں تھا۔ پر پیچ مکالموں کے بجائے سخت کلامی سے ہی اسے کچھ سوچنے پر مجبور کیا جا سکتا تھا۔

ویرا نے میز کے نیچے میرا پیر دبا کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور بلیک ڈیڈ سے معذرت خواہانہ انداز میں بولی ''میں اپنے ساتھی کی بدتمیزی پر معافی چاہتی ہوں لیکن یہ درست ہے کہ آئزک سے ابھی تک میرا کوئی رابطہ نہیں ہوا۔''

اپنی ذات کی حد تک ویرا کا وہ دعویٰ بالکل درست تھا۔ ابتدا سے اس شام تک آئزک سے سارے مذاکرات میں نے ہی کیے تھے۔ اس دوران میں بلیک ڈیڈ نے ایک پل کے لیے بھی میرے چہرے پر سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں اور میں بھی اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

''تم وضاحت کرو!'' بلیک ڈیڈ زہریلی آواز میں پھپھکارا ''میں اس کمینے یہودی کے لیے کیا کر رہا ہوں جو تم نے میرے اوپر الزام لگایا ہے۔ اپنے حرامی پن کے لیے مجھے قصوروار ٹھہرا رہے ہو؟''

''اگر تم سچ سن کر اتنی جلدی مشتعل ہو جاتے ہو تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔'' میں نے بے پروائی سے کہا ''تم چاہو تو میں معذرت کے لیے بھی آمادہ ہوں۔ یہ تمہارا شہر ہے۔ تم چاہو تو کسی قصور کے بغیر ہماری گردنیں اتار سکتے ہو۔ تم سے کچھ کہنا سننا بے کار ہے۔''

''میں کہنے سننے کے لیے ہی بہت سے خطرات

مول لے کر یہاں آیا ہوں۔ من مانی کرنی ہوتی تو تمہارا قصور میرے سامنے آچکا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری وضاحتیں تمہیں بچالیں مگر مجھ سے ہوش میں رہ کر اور تمیز سے بات کرو۔ میں تم سے بہت سینئر ہوں۔" اس بار اس کی آواز میں درشتی کا عنصر خاصا کم ہوگیا تھا۔

"اس نے پرانی جتھے بندیاں توڑ کر ہر جگہ اپنے آدمی بٹھائے ہوئے ہیں۔ اسے معلوم ہے کہ ہم... نیویارک میں مدد کے لیے صرف تم سے رجوع کرسکتے ہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم نے ہمیں ٹکا سا جواب دے دیا ہوگا۔ ہارلم میں رنکس والوں کے ہاتھوں پہلا قتل ہوتے ہی ہم اس کا کھیل سمجھ گئے تھے۔ وہ ہم سے خوف زدہ ہے۔ اس نے تمہارے ذریعے ہمیں مارنے کا منصوبہ بنا کر یہ لمبا چکر چلایا اور اس میں کامیاب ہوتا نظر آرہا ہے۔"

"میں موٹی عقل کا سیدھا سادہ آدمی ہوں۔ یہ بتاؤ کہ وہ کیا چکر چلا رہا ہے۔"

"حیرت ہے کہ تم اب بھی بات کی تہ تک نہیں پہنچ سکے۔ ایک طرف وہ تمہارے آدمیوں کو مار رہا ہے اور دوسری طرف یہ افواہیں پھیلا رہا ہے کہ اسے ہم نے تمہارے خلاف اکسایا ہے۔ اس صورت حال پر تمہارا مشتعل ہونا فطری ہے۔ دیکھ لو کہ اس کا حساب بالکل ٹھیک رہا ہے۔ اس وقت تم اپنے دل میں ہمارے خلاف بدگمانیوں کا ایک پلندہ لیے یہاں موجود ہو۔"

"لیکن یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ پہلے تم نے اسے ورغلایا ہو اور اب تم مجھے غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کررہے ہو؟" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ خاصا کائیاں آدمی تھا اور فوراً ہی بات کے دوسرے پہلو تک پہنچ گیا تھا۔

"وہ کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں ہے جو اتنی آسانی سے ورغلایا جاسکے۔" اس بار مجھ سے پہلے ویرا بول پڑی۔ ایک حکمت عملی سامنے آجانے کے بعد اس کا دم توڑتا ہوا حوصلہ فوری طور پر بحال ہوگیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "وہ میرے خون کا پیاسا ہے اور میں اس کی جان کی دشمن ہوں۔ اگر مجھے اس تک رسائی کا موقع مل جائے تو میں اسے بہکانے یا ورغلانے کے بجائے اسے مار ڈالوں گی۔ بگلے کے سر پر موم بتی جلا کر اسے پکڑنے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے کئی ذرائع سے پتا چلا ہے کہ اس نے ہارلم میں تم دونوں کی تلاش میں میرے اڈوں پر حملے کرائے تھے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں نے تم دونوں کو پناہ دی ہوئی تھی۔"

"یہ اس کا منظم پروپیگنڈا ہے۔ اتنے بڑے پیمانے پر فساد کرانے کے بجائے وہ دوسرے ذرائع سے بھی معلوم کرسکتا تھا کہ ان کی اطلاعات میں کتنی صداقت ہے۔"

"تمہاری بات سمجھ میں آرہی ہے لیکن ایک مسئلہ بالکل ناقابل فہم ہے۔" وہ گلاس سے ایک گھونٹ لے کر ویرا سے بولا۔ "ہم دونوں برسوں سے اسی شہر میں ہیں اور کبھی ہم نے ایک دوسرے کا راستہ نہیں کاٹا۔ تمہارے آتے ہی یکایک ایسی کیا تبدیلی آئی کہ سب کچھ الٹ کر رہ گیا؟"

"اسے ایک اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے۔ ہر اہم واقعہ رونما ہونے کے وقت بے شمار چھوٹی موٹی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ان کو ایک دوسرے سے ملایا نہیں جاسکتا۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ تم سے میرا زیادہ قریبی رابطہ تھا۔ میں نے تمہیں کیوں نہیں بہکایا؟"

"شاید اس لیے کہ میرا جواب حوصلہ افزا نہیں تھا۔ میں تمہاری یہاں موجودگی میں بہتیرے خطرات کی بو سونگھ رہا تھا۔" وہ آسانی سے کوئی بھی بات ماننے پر آمادہ نہیں تھا۔

"میں تمہارے آدمیوں کو کوئی الزام نہیں دے رہی۔ تم خود کہہ چکے ہو کہ کالی بھیڑیں ہر جگہ ہوتی ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ تمہارے کسی آدمی نے اسے یہ خبر پہنچائی ہو کہ میں نے فون پر تم سے رابطہ کیا تھا۔ دوسری کڑیاں اس کے دماغ کی پیداوار ہوسکتی ہیں۔"

"تم نے پولر اسٹار کے کوڈ کے ذریعے مجھ تک رسائی حاصل کی تھی۔ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ فون کرنے والی کون ہے۔ یہ بات سرے سے بالکل لغو ہے۔" اس کی آواز قدرتی طور پر بھاری اور درشت تھی لیکن اس وقت تک اس کی برہمی بڑی حد تک کافور ہوچکی تھی۔ مجھے اندازہ ہورہا تھا کہ ہم دونوں کے مشترکہ دلائل نے اس کے غصے کا رخ موڑ دیا تھا اور وہ قدرے فکرمند نظر آنے لگا تھا۔

"تو کیا میں یہ سمجھوں کہ تمہاری معاندانہ دھمکی اب بھی برقرار ہے؟" قدرے توقف کے بعد ویرا نے پوچھا "ہمیں اپنا بستر بوریا سمیٹ کر یہاں سے کوچ کرلینا چاہیے؟"

"یہ تمہیں اسی وقت کرنا تھا جب میں نے کہا تھا۔ اب تم نے یہاں تھوڑے بہت پیر جمالیے ہیں تو جب تک رہ سکتی ہو، رہو۔ میں یہاں کا داروغہ نہیں ہوں۔"

میرے سر پر سے یکایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔ اس نے واضح الفاظ میں اپنی دھمکی واپس نہیں لی تھی لیکن جو کچھ کہا تھا اس کا مفہوم کم و بیش وہی تھا۔

"میں حیران ہوں کہ تم اچانک مجھ تک کیسے پہنچ گئے۔" ویرا نے دوسری بات چھیڑ دی۔

"چارلی نے تمہیں نیوآرک پر پرنسٹن سے آنے والی بس سے اترتے دیکھا تھا اور پہچان کر اسی وقت فون پر اطلاع دی تھی۔ مجھے تم پر شدید غصہ تھا۔ میں تمہیں سخت سرزنش کرنی چاہتا تھا۔ اس نے یہاں تک تمہارا پیچھا کیا اور پھر میں بھی یہاں پہنچ گیا۔ تم پرنسٹن میں کیا کرنے گئی تھیں؟ تم کو اس طرح برسرعام گھومنے پھرنے سے گریز کرنا چاہیے۔"

ویرا نے پرنسٹن کے بارے میں بلیک ڈیڈ کے سوال کا جواب گول کردیا اور پہلی بار پراعتماد مسکراہٹ کے ساتھ بولی "تم جانتے ہو کہ میں سسک سسک کر جینے کی قائل نہیں ہوں۔ جب میرا باپ وائٹ ہاؤس کی حدود میں مارا جاسکتا ہے تو میں کہاں محفوظ رہ سکتی ہوں؟"

بلیک ڈیڈ اپنا گلاس ختم کیے بغیر کرسی سے اٹھ گیا اور قدرے آگے جھک کر بولا "اب تم مجھے اطلاع دیے بغیر یہ ہوٹل نہیں چھوڑوگی۔ رنکس کی دو گاڑیوں کی تباہی کے بعد ہارلم والوں کے انتقامی جذبے کی تھوڑی بہت تسکین ہوئی ہے لیکن وہاں کے حالات ابھی بھی معمول پر نہیں آئے ہیں۔ اب مجھے اس کے خلاف کسی بڑی کارروائی کے بارے میں سوچنا ہوگا۔"

"میں پوری طرح تمہارا ساتھ دوں گی۔" ویرا نے پورے خلوص سے کہا۔

بلیک ڈیڈ نے ڈرائی جن کی نصف سے زیادہ بھری ہوئی بوتل کے نیچے سو ڈالر کا نوٹ دبایا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا دروازے کی طرف ہولیا۔

ہم دونوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور وہاں سے چل دیے۔

☆☆☆

اگلی صبح سات بجے ہم اپنے اپنے ہتھیار لے کر ہوٹل سے نکل کھڑے ہوئے۔ میں نے پرنسٹن کی متوقع ضروریات کے پیش نظر اپنا بریف کیس بھی ساتھ لے لیا تھا جس میں آئزک بیل سے حاصل کی ہوئی سبز فائل بھی محفوظ تھی۔

سورج طلوع ہوئے خاصی دیر ہوچکی تھی لیکن ہوٹل سے باہر مین ہٹن کی سڑکوں پر دھندلا سا اجالا ہی پھیلا ہوا تھا۔ شہر میں پھیلی ہوئی فولاد، کنکریٹ اور شیشے کی فلک بوس عمارتوں کی کثرت میں ابھرتے ہوئے سورج کی کمزور کرنیں ذرا مشکل ہی سے ان راستوں تک پہنچ پاتی ہیں۔ کہیں کہیں سڑک کے دونوں اطراف میں یہ عمارتیں یوں آمنے سامنے استادہ ہیں کہ سر اٹھا کر دیکھنے پر اوپر ایک دوسرے سے تقریباً ملتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں اور انسانی نگاہیں ان کی ہیبت ناک بلندی سے خوف زدہ ہوکر خود بہ خود نیچی ہوجاتی ہیں۔

مین ہٹن سے پرنسٹن پہنچنے کے لیے ٹیکسی سب سے سہل سواری تھی لیکن ہمارے لیے حفاظتی احتیاط اپنی ہر سہولت پر مقدم تھی۔ اپنے ہدف کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اپنا ہر سراغ مٹانا ہماری ایک ناگزیر ضرورت تھی۔

ویرا کے لیے وہ علاقے دیکھے بھالے تھے۔ اپنی یادوں کو تازہ کرنے کے لیے وہ پچھلے دن پرنسٹن تک دوڑ لگا چکی تھی۔ اس کے ایما پر ہم نے ہوٹل کے قریب سے

نیوآرک جانے کے لیے ٹیکسی پکڑ لی۔
صبح کی خنک اور خوش گوار فضا میں ٹیکسی حرکت میں آئی تو ویرا بہت خوش تھی۔ نیو یارک پہنچنے کے بعد شاید ہم دونوں پہلی بار اس کی سڑکوں پر ایک ساتھ باہر آئے تھے۔ اسی خوشی میں ویرا مجھے اپنے شہر کے بارے میں بتانے لگی۔

نیو یارک امریکا کا ایک وسیع و عریض شہر ہے جس کے سمندر اور دریائی خطوں کو یک جا کرنے کے لیے پینسٹھ پلوں کے ذریعے جوڑا گیا ہے۔ ان میں سے چودہ پل ایسے ہیں جو مین ہٹن کے دریائی جزیروں کو نیو یارک کی دوسری بوروز اور نیو جرسی سے ملاتے ہیں۔ زیرآب سرنگیں ان پلوں کے علاوہ ہیں۔ ویرا کسی پیشہ ور گائیڈ کی طرح اپنی جملہ معلومات میرے کانوں میں انڈیلے جارہی تھی۔ میں نے صرف اس کی ابتدائی باتیں دھیان سے سنیں پھر غائب دماغی کے عالم میں بس ہوں ہاں کرتا رہا۔

ویرا کی وہ خشک تقریر اردو میں جاری تھی اس لیے سفید فام ڈرائیور کے پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ وہ سڑکوں پر بڑھتے ہوئے ٹریفک کے درمیان احتیاط سے اپنا راستہ بنانے میں مگن تھا۔

جیسے جیسے ہم شہر کے وسط سے مغرب کی طرف بڑھتے گئے، فلک بوس عمارتوں کی تعداد کم ہوتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ سورج کی چمکیلی دھوپ نگاہوں کو مزہ دینے لگی۔ دریائے ہڈسن کے کنارے پہنچنے تک ہم عمارتوں کے اس وحشت ناک جنگل سے بالکل باہر آچکے تھے۔

جارج واشنگٹن برج مین ہٹن اور نیو جرسی کے درمیان شاید سب سے زیادہ مصروف اور خوب صورت ترین پل ہے۔ ہڈسن کے شفاف اور دھیمے پانی کے نظارے سمیٹتے ہوئے ہم ذرا سی دیر میں نیو جرسی پہنچ گئے جو انتظامی لحاظ سے ایک الگ ریاست ہونے کے باوجود عملاً نیو یارک کے مضافات میں شمار کی جاتی ہے۔ نیوآرک کے بس ٹرمینل سے ذرا پہلے ویرا نے ٹیکسی رکوالی۔

''یہاں تو دور تک کوئی بس نظر نہیں آرہی۔'' ٹیکسی چھوڑنے کے بعد میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا ''تم تو نیوآرک بس ٹرمینل آنا چاہ رہی تھیں۔''

''بعض اوقات تم بالکل ہونق ہو کر رہ جاتے ہو۔'' وہ مجھے شانہ مار کر زور سے ہنسی ''احتیاط کرنی ہے تو کیوں نہ پوری طرح کی جائے۔''

''اس احتیاط میں پرنسٹن کے بجائے کہیں اور نہ پہنچا دینا۔''

''ڈرائیور پر یہ جتانا ضروری نہیں تھا کہ مین ہٹن کی چونتیسویں اسٹریٹ سے ایک جوڑا صبح سویرے نیوآرک بس ٹرمینل گیا تھا۔ بس پکڑنے سے پہلے تمہارے کھانے پینے کے لیے کچھ خریداری بھی کرنی ہے۔ سامنے سیون الیون اسٹور سے اپنا بریف کیس بھر لو پھر ٹرمینل جائیں گے۔ پرنسٹن میں ان چیزوں کی خریداری کے لیے کافی دور دھکے کھانے پڑیں گے۔''

اس چین اسٹور میں ضرورت کی ہر چیز شیلف میں موجود تھی۔ اپنے بریف کیس کی گنجائش کے لحاظ سے میں نے کئی پیکٹ، ڈبے اور کین باسکٹ میں ڈالے، کاؤنٹر پر رقم ادا کی اور ہم اسٹور سے نکل آئے۔

اس سڑک کے قریب ہی ایک بس ٹرمینل تھا جہاں اس وقت بھی کافی بھیڑ بھاڑ تھی۔ پوری تیاری کے ساتھ ہر شخص یوں عجلت میں چل رہا تھا جیسے کسی آوارہ کتے سے بچ کر بھاگ رہا ہو۔

میرا تبصرہ سن کر ویرا مسکراتے ہوئے بولی ''یہاں آوارہ کتے شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں۔''

''آوارہ کتے شریف ہوتے ہیں۔ ذرا سی ڈانٹ پھٹکار سے بھاگ جاتے ہیں مگر پالتو کتے انتہائی کتے ہوتے ہیں۔ جس کے پیچھے پڑ جائیں، اسے بھگا کر ہی دم لیتے ہیں۔''

''ہوشیار رہنا۔ یہاں بہت سے لوگ بسوں میں بھی اپنے پالتو کتوں کے ساتھ سفر کرتے ہیں۔'' ویرا نے شوخی سے کہا اور میں بے اعتباری سے اسے گھور کر رہ گیا۔ شاید وہ مجھے گھسنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ویرا نے پرنسٹن ائرپورٹر کے بکنگ آفس سے پرنسٹن کے لیے دو ٹکٹ خریدے اور ہم اونچی نشستوں

والی آرام دہ بس میں سوار ہو گئے جس کی کھڑکیوں کے بڑے بڑے شفاف شیشوں میں سے دور تک کے قدرتی مناظر دیکھے جا سکتے تھے۔

بس میں سوار ہو کر میں نے اپنے بریف کیس میں سے اخبار نکال کر ویرا کی گود میں ڈالا اور سیون الیون سے خریدی ہوئی اشیا بریف کیس میں جمانے میں مصروف ہو گیا۔

بس میں ہمارے سوار ہونے سے پہلے صرف چند مسافر موجود تھے۔ بعد میں مزید دو چار افراد آئے۔ بس کی آدھی سے زیادہ نشستیں خالی تھیں کہ مقررہ وقت پر دروازہ بند ہوا اور بس نے حرکت شروع کر دی۔ کسی نے مسافروں کو بلانے کے لیے شور مچایا نہ بس کی باڈی پر ہتھیلیوں سے بے سرا طبلہ بجانے کی مشق کی گئی۔

نیوآرک امریکی ریاست نیو جرسی کا ایک چھوٹا سا شہر ہے جو بس اپنے ہوائی اڈے کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔ امریکا آنے والے مسافروں کی سب سے زیادہ تعداد ہر سال اسی ہوائی اڈے پر اترتی ہے لیکن ان میں سے بہت کم کو نیوآرک یا نیو جرسی سے کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ بیشتر مسافر یہاں اترتے ہی نیو یارک بلکہ مین ہٹن کی راہ لیتے ہیں۔ یوں مین ہٹن کی عظمت و سطوت میں نیوآرک ایک بے نام سی گزرگاہ کے طور پر دب کر رہ گیا ہے۔ حد یہ ہے کہ نیو جرسی کے اس... ائرپورٹ کے لیے تمام ہوائی کمپنیاں اپنی سفری دستاویزات اور ٹکٹوں میں وہی مخفف استعمال کرتی ہیں جو مدتوں سے نیو یارک کے لیے رائج ہیں۔ بیشتر نئے سیاحوں کو سرے سے پتا ہی نہیں چلتا کہ انہیں نیو یارک کے بجائے نیوآرک پہنچایا جانے والا ہے۔

بس روانہ ہونے کے محض چند منٹ بعد ہی اس سکڑے سہمے شہر کی حدود سے باہر نکل کر فری وے پر چڑھ گئی اور اس کی رفتار تیز ہوتی چلی گئی۔

جس طرح نیوآرک شہر اپنے ائرپورٹ کے بغیر بے مایہ ہے اسی طرح کی عسرت کچھ نیو جرسی کے اندرونی علاقوں سے برستی ہے۔ تھکے تھکے اور اپنے خول میں سکڑے ہوئے باشندے، ہریالی سے محروم ریتیلے اور چٹیل میدان۔ یہ اس سفر کی کل سوغات تھی۔

راستے میں کہیں کہیں نظر آنے والی چمنیوں وغیرہ کی جمگھٹ سے یہ اندازہ ضرور ہو رہا تھا کہ نیو جرسی صنعتی اعتبار سے تہی دست نہیں ہے۔

ویرا اپنی سیٹ میں دھنسی اخبار میں کھوئی رہی۔ میں امریکا کے لہلہاتے ہوئے خوش نما سبزہ زاروں اور خوب صورت کھیتوں کے انتظار میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بس سے باہر دیکھتا رہا لیکن وہاں ویرانوں پر پڑنے والی دھوپ اور اس کی چکاچوند کے سوا کچھ نہیں تھا۔ زمین پر کہیں کوئی سبزی نظر بھی آتی تھی تو وہ بس کی تیز رفتاری کی وجہ سے بس ایک دھبے کی طرح گزر جاتی تھی۔

''یہ اکتا دینے والا سفر کتنی دیر جاری رہے گا؟'' میں نے ویرا سے پوچھا۔

''چاہو تو زندگی بھر جاری رہ سکتا ہے۔'' وہ میرے شانے پر سر ٹکا کر منمنائی۔

''سیدھی بیٹھو۔ بس میں ہمارے ساتھ دوسرے لوگ بھی سفر کر رہے ہیں۔'' میں نے اسے دور دھکیلتے ہوئے تیزی سے کہا ''وہ کیا سوچیں گے۔''

''یہاں کسی کو دوسروں کے بارے میں سوچنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ بعض افراد کو تو اپنے بارے میں بھی سوچنے کا وقت نہیں ہوتا اور وہ ساری عمر یہی سوچ سوچ کر گزار دیتے ہیں کہ آخر وہ اپنے بارے میں کب سوچ سکیں گے...... ویسے یہ سفر صرف ڈیڑھ گھنٹے میں ختم ہو جائے گا۔'' میرا موڈ خراب ہوتا دیکھ کر اس نے آخر میں جلدی سے میرے سوال کا جواب دے ڈالا۔

''بس اسٹاپ سے ہماری منزل کتنی دور ہے؟'' میں نے حساب لگاتے ہوئے پوچھا۔

''کم و بیش آدھا گھنٹا۔'' اس نے اخبار سمیٹتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

''آدھا گھنٹا؟'' میں نے حیرت سے دہرایا ''ہم چند منٹ میں نیوآرک سے نکل آئے تھے۔ کیا پرنسٹن اتنا بڑا ہے کہ آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد بھی ہم اسی شہر میں ہوں گے؟''

''یہ آدھا گھنٹا پیدل چلنے میں گزرے گا۔'' وہ

تمسخرانہ انداز میں بولی ''یہ کار سواروں کا معاسرہ ہے۔ پبلک ٹرانسپورٹ کی سہولت یہاں صرف گنے چنے شہروں میں میسر ہے ورنہ بیشتر مقامات پر ٹیکسیاں تک نایاب ہیں۔ پرنسٹن جیسے قصبے میں کرائے کی کوئی سواری نہیں مل سکے گی۔''

مجھے احساس ہوا کہ پچھلی رات ویرا کی تکان بے سبب نہیں تھی۔ مجبوری کے عالم میں آدھے گھنٹے پیدل چلنا مصیبت سے کم نہیں تھا۔

''یہاں قصبوں میں رہنے والے پردیسیوں یا سیاحوں کو مونڈنے کی کوشش نہیں کرتے؟''

''کوئی خود ہی موقع فراہم کرے تو شاید وہ لوگ اس کے تن کے کپڑے بھی اتروالیں مگر یہاں عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ ساری سیاحت گائیڈڈ ٹورز کے ذریعے ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ پرنسٹن یونی ورسٹی دیکھنے آتے ہیں لیکن وہ کسی مرکزی مقام سے آرام دہ بسوں میں آتے ہیں اور ان ہی میں لوٹ جاتے ہیں۔ پورے امریکا میں یہی نظام چلتا ہے۔ علیحدہ تفریح کے لیے اپنی کار کا ہونا ضروری ہے۔''

''پرنسٹن میں ہمارے لیے کوئی تفریح نہیں ہے۔ ہم کام کے لیے وہاں جارہے ہیں۔ کوئی ایمرجنسی ہوگئی تو ہم کتنی دیر تک بھاگ سکیں گے؟'' میں نے تشویش سے کہا۔

''کار کسی شناسا سے مستعار لی جاسکتی ہے یا پھر کرائے پر۔ دونوں صورتوں میں شناخت کا اندیشہ ہے۔ یہ مجبوری امریکا میں قدم قدم پر ہمارا پیچھا کرے گی۔''

ویرا جو کچھ بتارہی تھی اس کی روشنی میں دس بجے سے پہلے ہمارا پرنسٹن والے ٹھکانے پر پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ باہر کے چبھتے ہوئے یکساں مناظر پر لعنت بھیج کر میں نے اخبار سنبھال لیا۔

نیو یارک ٹائمز امریکا کے موقر اور معتبر روز ناموں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے صفحات مقامی اور غیر ملکی خبروں سے بھرے ہوئے تھے جن میں سنسنی خیزی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ہر خبر صرف خبر تھی۔ اسے کسی سنسنی خیز کہانی میں ڈھالنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ ان ہی میں سے ایک خبر یہ بھی تھی کہ پچھلے دن ہارلم سے ملحقہ علاقے میں کسی نامعلوم حملہ آور نے رنکس کے ایک محافظ پر اس وقت تین فائر کیے جب وہ ایک کیمسٹ سے رقم کا تھیلا لے کر اپنی گاڑی میں سوار ہورہا تھا۔ محافظ گولیوں سے معجزانہ طور پر محفوظ رہا۔ حملہ آور فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

وہ مختصر سی خبر اس وقت ہارلم والوں کے لیے نفسیات کی واضح عکاسی کررہی تھی۔ ان کے اشتعال اور انتقامی جذبات نے رنکس کی دو گاڑیوں اور چھ گارڈز کی ہلاکت کے بعد ایک خاص رخ اختیار کرلیا تھا۔ بلیک ڈیڈ نے ان دونوں گاڑیوں پر بم مار کر ان لوگوں کو بتادیا تھا کہ ہنگاموں میں وہ خود اپنا ہی اجتماعی نقصان کررہے تھے۔ ان کو اپنی توجہ اصل دشمن پر مرکوز کرنی چاہیے تھی جس نے پہلا قتل کرکے ہنگاموں کی بنیاد رکھی تھی۔ بلیک ڈیڈ کے اس پیغام کے نتیجے میں ہارلم کے حالات قدرے ٹھنڈے ہوئے تھے مگر رنکس کے خلاف پہلی ناکام کارروائی نیو یارک ٹائمز کے صفحات پر ریکارڈ ہوگئی تھی۔

''کل رات کالے آدمی کی اچانک آمد سے میرے اعتماد کو ایسی ٹھیس پہنچی ہے کہ میں اس وقت بھی رہ رہ کر خوف محسوس کررہی ہوں۔'' ویرا نے بلیک ڈیڈ کا نام لیے بغیر متاسفانہ لہجے میں کہا اور میری توجہ اخبار سے ہٹ گئی۔

''غنیمت یہ ہوا کہ بات بن گئی۔ واپسی پر اس کے مخاصمانہ جذبات معدوم ہوچکے تھے۔''

''یہ سب چلتا رہتا ہے۔ مجھے اس بات کا قلق ہے کہ اس کا کوئی آدمی میرا پیچھا کرتا ہوا ہوٹل کے کمرے تک پہنچا تھا اور میں بالکل بے خبر رہی۔''

''اس واقعے کو بھول کر آئندہ کے لیے محتاط ہو جاؤ۔ اس میں خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''کیا پتا کہ اس وقت بھی اس کا کوئی آدمی ہمارے ساتھ سفر کررہا ہو؟''

''کرنے دو۔ پرنسٹن میں آدھے گھنٹے کی سڑک پیمائی میں وہ ہمارا سراغ کھودے گا یا پھر ہماری نظروں میں آجائے گا۔ اس وقت ہماری توجہ اپنے اصل کام پر مرکوز رہنی چاہیے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر وسوسوں پر انسان کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔''

''تم مسلمان ہوتیں تو میں پورے خلوص سے تمہیں لاحول پڑھنے کا مشورہ دیتا۔''

''وہ میں پہلے ہی پڑھ رہی ہوں۔ پاکستان میں رہ کر اتنی مسلمانی مجھے بھی آگئی ہے۔''

''خاک آگئی ہے۔'' میں برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا ''تمہیں یہ تک معلوم نہیں کہ تم کیا بک گئی ہو۔''

''کیا......؟ کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''بس لاحول پڑھو اور اپنی زبان بند رکھو۔ ذرا سی تحریف سے مفہوم کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے۔''

وہ بلیک ڈیڈ والے قصے میں اپنی کوتاہی پر نادم تھی، اس لیے اس نے بحث کے بغیر خاموشی اختیار کرلی۔ میں ایک مرتبہ پھر اخبار چاٹنے میں مصروف ہوگیا۔

اس سفر میں دو مرتبہ بس فری وے سے اتر کر قصبوں کے مضافاتی بس اسٹاپوں پر رکی۔ چند مسافر اترے، نئے دیہی مسافر سوار ہوئے اور کافی دور جاکر بس دوبارہ فری وے پر آگئی۔

تیسرا اسٹاپ پرنسٹن کا تھا جہاں بس ٹرمینل پر مسافروں کے لیے مختصر مگر صاف ستھری انتظار گاہ دوسری سہولتوں سمیت موجود تھی۔

پرنسٹن آنے والوں میں سے بیشتر مسافروں کے لیے بس ٹرمینل پر گاڑیاں منتظر تھیں۔ شاید وہ سب ہی فون پر کسی نہ کسی سے پروگرام طے کرکے اس بے رونق اور بونگے شہر میں پہنچے تھے۔

ہم دونوں بس سے اتر کر الگ تھلگ کھڑے ہوگئے۔ کوئی سواری نہ ملنے کا پورا یقین ہونے کے باوجود میں نے متجسس نگاہوں سے قرب وجوار کا جائزہ لیا۔ بس کے کچھ مسافر کارگو ہولڈ سے اپنا سامان برآمد ہونے کے انتظار میں اپنے میزبانوں کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھے ورنہ زیادہ تر سواریاں وہاں سے رخصت ہوچکی تھیں۔ ایک شخص اپنی سفید رنگ کی جاپانی کار کے ساتھ ٹیک لگائے دور کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر دھوپ کی عینک سجی ہوئی تھی مگر رخ سے اندازہ ہورہا تھا کہ وہ بس کے بچے کھچے مسافروں کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس کا اسٹائل دیکھ کر مجھے تحریک ہوئی اور میں نے بھی سگریٹ سلگالی جو ویرا نے فوراً ہی میرے ہونٹوں سے اچک لی۔ دوسری سگریٹ سلگا کر ہم دونوں احاطے سے باہر چل دیے۔

ہم احاطے سے چند قدم ہی دور گئے ہوں گے کہ سفید کار رینگتی ہوئی ہمارے برابر میں آکر رک گئی اور ہم دونوں ہی چونک پڑے۔

''ٹیکسی!'' ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص نے کھڑکی سے سر نکال کر نرمی سے پوچھا۔

''پرنسٹن میں ٹیکسیاں کب سے چلنے لگیں؟'' ویرا نے بے اعتباری سے پوچھا۔

''یہاں آج بھی ٹیکسیاں نہیں ہیں۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا ''یہ میری پرائیویٹ کار ہے جسے میں کرائے پر چلاتا ہوں۔ نیو یارک سے ایک مسافر کو یہاں لایا ہوں۔ وہ شام کو واپس جائے گا۔ سوچ رہا ہوں کہ اس فالتو وقت میں پرنسٹن والوں کی خدمت کرکے کچھ ڈالر کمالوں۔''

اس کی وہ پیش کش ہم دونوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی مگر ویرا اس سے مطمئن نہیں تھی۔ اس نے کار کے آگے جاکر اس کی نمبر پلیٹ دیکھی اور دوبارہ اس کے قریب لوٹ آئی۔

''فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔'' ویرا نے میری طرف دیکھ کر اردو میں کہا ''ایسے تجربات شاذ و نادر ہی پیش آتے ہیں۔ اس سے بھی استفادہ کرلیا جائے۔''

میں نے پچھلے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ ڈرائیور بول پڑا ''میری ایک شرط ہے۔''

ویرا کی بھویں تن گئیں ''تمہیں معلوم ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور غیر مشروط خدمات فراہم کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ تم ایک جرم کا ارتکاب کررہے ہو۔''

”یہ کمرشل گاڑی نہیں، پرائیویٹ ٹیکسی ہے اور پھر میری شرط بہت معمولی ہے۔ پرنسٹن میرے لیے اجنبی شہر ہے۔ راستہ تمہیں بتانا ہوگا۔“

ویرا بے ساختہ ہنس پڑی ”تم ڈرائیور ہی نہیں، مسخرے بھی ہو۔“

میں اندر بیٹھا تو ویرا میرے اوپر آگری۔ مجبوراً مجھے دوسری کھڑکی کی طرف سرکنا پڑا۔

”گڈ!“ ڈرائیور ویرا کی اس حرکت سے محظوظ ہوتے ہوئے بولا ”اسے ٹچ ٹیکنیک کہتے ہیں۔ اس طرح ایک دوسرے کو چھوتے رہنے سے باہمی انس ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے۔“

”ہمیں بھول کر اپنی توجہ سڑک پر مرکوز رکھو۔“ اس بار ویرا نے رکھائی سے اسے ڈانٹ دیا ”آگے تیسرے موڑ سے بائیں طرف گھومنا ہے۔“

اس شخص نے پانچ چھ منٹ میں ہمیں آبادیوں سے گزار کر ایک سنسان علاقے میں پہنچا دیا۔ پیدل طے کرنے کے لیے وہ فاصلہ واقعی کافی طویل تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر میں نے اسے دس ڈالر کا نوٹ دیا۔ میں اس سے کچھ واپس لینے کا خواہش مند نہیں تھا لیکن امریکی روایت کے مطابق اس نے چینج نہ ہونے کا عذر پیش کیا، نوٹ اپنی جیب میں ڈالا اور واپس روانہ ہوگیا۔

وہ عجیب ویران اور وحشت ناک علاقہ تھا۔ غالباً وہاں سارے ہی پلاٹ کارخانوں وغیرہ کے لیے مخصوص تھے کیونکہ پوری سڑک پر کہیں آبادی کے آثار نہیں تھے۔ سڑک پر بھی کسی متنفس کا وجود نہیں تھا۔ اگر اس آسیبی علاقے میں کارخانوں کے مزدور اور مالکان موجود تھے تو وہ اپنی اپنی چار دیواریوں میں محصور تھے۔ باہر سڑک کے کنارے کہیں کہیں لوہے لکڑ اور کاٹھ کباڑ کے ڈھیر ضرور نظر آرہے تھے جن کے لیے اندر جگہ نہیں تھی۔

”برابر والے گودام میں وہ تینوں کریٹ بند ہیں۔“ ویرا نے ایک سال خوردہ آہنی دروازے کے تالے میں چابی لگاتے ہوئے کہا ”درمیان میں ایک پتلی سی دیوار ہے۔ سامنے جہاں ویلڈنگ کی روشنی ہورہی ہے، وہ لوہار کا کارخانہ ہے۔ تمہیں مقفل کر کے میں وہیں بیٹھی رہوں گی۔“

تالا کھول کر ہم دونوں اس سیلن زدہ دکان میں داخل ہوگئے۔ دروازہ بولٹ کر کے ویرا نے ایک بلب روشن کر دیا۔ وہ پندرہ فٹ چوڑا اور اس سے قدرے زیادہ گہرا ایک کمرا تھا جس میں کچھ بوسیدہ فرنیچر کے ساتھ زنگ آلود اوزار فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔ اوپر سیمنٹ کی چادریں تھی۔ اندرونی حصے میں ان چادروں میں دو بڑے سوراخ تھے جن پر سیاہ رنگ کی کوئی چیز رکھ کر عارضی طور پر بند کر دیا گیا تھا مگر چادروں کی نالیوں میں بہنے والے برساتی پانی کو اندر گرنے سے روکنے کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔

”برابر والی دکان کی بھی یہی حالت ہوگی؟“ میں نے ویرا سے پوچھا۔

”باہر سے تو یہی اندازہ ہورہا ہے۔ بس ذرا صفائی ستھرائی کا فرق ہوسکتا ہے۔ ان سوراخوں کی مرمت مالک دکان اگلے ہفتے کرادے گا۔“

”اور مجھے اس عذاب خانے میں کئی گھنٹوں تک محبوس رہنا ہے۔“ میں نے کہا۔

”گھبرا رہے ہو تو میں یہاں رہ لوں گی پھر باہر کی صورت حال تم کو سنبھالنی ہوگی۔“

”غنیمت یہ ہے کہ یہاں چوہے وغیرہ نہیں ہیں۔ میرے لیے فرش کا کوئی آخری کونا صاف کر دو تاکہ میں آرام سے بیٹھ سکوں۔“ میں نے ویرا سے فرمائش کی۔

ویرا میرے لیے جگہ بنانے لگی اور میں نے اس دکان میں پڑے ہوئے سامان کا جائزہ لینا شروع کر دیا تاکہ تنہائی میں اس کا کوئی مصرف تلاش کر سکوں۔

فرش پر ہارڈ بورڈ کا ایک ٹکڑا ڈال کر ویرا نے دکان کا دروازہ باہر سے مقفل کر دیا۔ باہر دن کی ایسی تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی کہ اندر جلتے ہوئے بلب کی روشنی کا باہر سے دیکھا جانا ممکن نہیں تھا۔ میں دیوار سے ٹیک لگا کر ہارڈ بورڈ پر بیٹھ گیا۔

وقت دھیمے دھیمے گزرتا رہا۔ تنہائی میسر آتے ہی میرے ذہن میں اذیت ناک خیال سر ابھارنے لگا کہ ان لوگوں نے اپنی تخریب کاری کے لیے رات کے وقت کا انتخاب کیا تو میرے لیے وہ قید تنہائی بہت طویل ہوجائے گی۔ ان کے انتظار پر لعنت بھیج کر میں وہاں سے نکل گیا تو ساری بھاگ دوڑ بے سود ثابت ہوگی۔ میری اضطرابی کیفیت دھیرے دھیرے اتنی شدید ہوگئی کہ میں بریف کیس سے بیئر کا پہلا کین نکالنے پر مجبور ہوگیا۔ اس کے پہلے گھونٹ سے ہی مجھے سرور آگیا۔

وہ کین خالی ہونے سے پہلے میں اپنی بیکاری کا تسلسل توڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

میں نے ایک چوبی ریک کو سیمنٹ کی ٹوٹی ہوئی چادر کے نیچے دھکیلا اور پھر احتیاط سے اس کے اوپر چڑھ کر سوراخ پر رکھی ہوئی پلائی ووڈ پر زور ڈالا تو اندازہ ہوا کہ اس کے اوپر کوئی وزن رکھا ہوا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کی مدد سے پلائی ووڈ کو وزن سمیت ایک طرف سرکانا شروع کر دیا۔

اس وقت میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ بدری ناتھ نے مجھے اطلاع دی تھی کہ پاکستان بھیجے جانے والے کچھ پرزوں میں سی آئی اے گڑبڑ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ بعد میں پتا چلا کہ اوہایو سے انٹرویل رینڈ نامی کمپنی رنکس کے ذریعے وہ پرزے کینوپ کے لیے بھیج رہی تھی۔

رنکس کے کمپیوٹر شیڈول کی مدد سے جینی نے پرنسٹن کے اس مشتبہ گودام کی نشاندہی کی جس کے پڑوس میں، میں موجود تھا۔ اہم پرزوں کی اس کھیپ کی نقل وحمل میں اس گودام کی شمولیت اس شبہے کو تقویت دے رہی تھی کہ تخریب کاری کا کام وہیں سرانجام دیا جاتا تھا۔

تخریب کاری میں اوہایو کی کمپنی ملوث ہوتی تو وہ یہ کام اپنے گودام میں کر سکتی تھی۔ رنکس کی گاڑی کا عملہ بھی اس واردات سے الگ تھلگ نظر آرہا تھا۔ عملاً اوہایو کی کمپنی وہ مال اپنی فارورڈنگ کمپنی یعنی رنکس کو دے چکی تھی۔ وہ کھیپ اس کی تحویل میں تھی اور تخریب کاری کے منصوبے کی خبر بدری ناتھ نے سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹرز سے حاصل کی تھی۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ اس بار نئے آدمیوں کو پرزوں والے گودام میں آنا تھا۔ اگر وہاں کچھ تبدیلیاں کر دی جاتیں تو انہیں ان کا علم نہیں ہوسکتا تھا۔

چھت کے سوراخ کو پوری طرف صاف کر کے میں نیچے اتر آیا۔ لوہے کی ایک نکیلی سلاخ اپنی پتلون کی بیلٹ میں اڑس کر میں دوبارہ اوپر چڑھا اور چوبی شہتیر پر اپنا وزن سہار کر کسی نہ کسی طرح کمرے سے نکل کر چھت پر پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

میری ان کوششوں میں چھت کا سوراخ بڑھ چکا تھا۔ میں نے چادر کے جس سرے پر ہاتھ ڈالا، وہ زور پڑتے ہی بھربھرے گتے کی طرح ٹوٹ گیا۔ برسوں کی موسمی سختیاں سہہ کر سیمنٹ کی وہ چادریں اپنی مضبوطی سے محروم ہوچکی تھیں۔

دکان کی چھت پر پہنچتے ہی میں سینے کے بل لیٹ گیا۔ مجھے ڈر تھا کہ دن کے اجالے میں باہر سے کوئی مجھے نہ دیکھ لے۔ میں نے وہیں پڑے پڑے ہر طرف نگاہیں دوڑائیں اور یہ دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا کہ وہاں دور دور تک کوئی اونچی عمارت نہیں تھی۔ کسی بھی دکان یا کارخانے کی بلندی دس پندرہ فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ سب اس علاقے میں زمین کی افراط کے کمالات تھے ورنہ مین ہٹن میں زمین کی قلت اور داموں کی ہوش ربائی کی کوکھ سے فلک بوس عمارتوں نے جنم لیا تھا۔

برابر والی دکان کی چھت بھی سیمنٹ کی چادروں پر مشتمل تھی۔ وہ چادریں بھی سال خوردہ ہی تھیں لیکن صحیح سلامت تھیں۔ میں نے سینے کے بل رینگ کر خود کو وسطی سرے پر پہنچایا اور آہنی پٹی کا نکیلا سرا ایک چادر کے نیچے پھنسا کر ذرا سا زور لگایا تو تڑاق کی ہلکی سی آواز کے ساتھ برابر والی دکان کی چھت میں بھی ایک مثلث نما سوراخ پیدا ہوگیا۔

میں چند ثانیوں تک چھت پر دبکا کسی ردعمل کا منتظر رہا لیکن کہیں کچھ نہیں ہوا۔

میں اس سوراخ کو بڑا کرنے اور پھر اندر جھانکنے کی تیاری کر رہا تھا کہ کنڈے اور تالے کی کھڑکھڑاہٹ نے مجھے بری طرح چونکا دیا۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ لمحہ بھر کے لیے مجھے شبہ ہوا کہ برابر والی دکان پر

تخریب کار آپہنچے ہیں پھر میں نے خود ہی اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ باہر کسی گاڑی کے انجن کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ رکتے ہوئے انجن کی آواز میری چھٹی حس نظر انداز ہی نہیں کرسکتی تھی۔ میں نے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی اور پھر اپنی دکان کی چھت پر سرکنا شروع کر دیا۔

''ہائیں...... یہ کیا ہوا......؟ علی شیر! تم کہاں ہو؟''

نیچے سے ویرا کی دبی دبی، تحیر زدہ اور بوکھلائی ہوئی آوازیں سنائی دیں۔ وہ طے شدہ پروگرام کے مطابق دو گھنٹے بعد میری خیر خبر لینے کے لیے کسی بہانے سے اندر آئی تھی اور دکان خالی پا کر بوکھلا گئی تھی۔

میں نے چھت کے سوراخ میں سے نیچے جھانکا تو وہ بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ بلب کی روشنی میں اس کی توجہ چھت کے شگاف کی طرف مبذول نہیں ہوئی تھی۔

''میں عالم بالا میں ہوں۔ تم دروازہ بند کر کے لوٹ جاؤ۔'' میں نے سوراخ میں منہ لٹکا کر نیچی آواز میں سرگوشی کی۔ ویرا نے ہڑبڑا کر اوپر دیکھا اور دیکھتی رہ گئی۔

''تم وہاں کیا کر رہے ہو؟ نیچے آؤ، کسی نے دیکھ لیا تو پکڑے جاؤ گے۔''

''فکر مت کرو۔ میری طرف دیکھنے والے اندھے ہو جائیں گے۔ ان کو کوڑھ نکل آئے گا۔ میرا بول بالا اور دشمن کا منہ کالا ہوگا۔ تم اپنے لوہاری دوست کے پاس ہی مقیم رہو۔''

''جلدی نیچے اتر آؤ۔ یہ کام رات کو بھی ہوسکتا ہے۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔

''لوہار کے پاس دل نہیں لگ رہا تو تم بھی اوپر آجاؤ۔ یہاں کی کراری دھوپ بہت مزے دار ہے۔''

میری بات پوری ہوتے ہی میرے شانے کے قریب چادر کا ایک ٹکڑا ٹوٹا۔ اگر میں نے نیچے سرک کر فوراً ہی خود کو نہ سنبھالا ہوتا تو میں سر کے بل دکان میں جا گرا ہوتا۔

مجھے توقع تھی کہ ویرا میری نقل و حرکت سے باخبر ہونے کے بعد لوٹ جائے گی۔ میں نے اپنی توجہ دوبارہ پڑوس کی چھت پر مرکوز کر دی۔

چادر کے کناروں کے مقابلے میں وسطی حصہ زیادہ کمزور ثابت ہوا۔ چند ٹکڑے توڑنے کے بعد میں نے اندر جھانکا تو تین لمبی لمبی چوبی پیٹیاں پچھلی دیوار کے پاس فرش پر رکھی ہوئی تھیں۔ آہنی پتیوں کے ساتھ ان پیٹیوں کی پیکنگ مکمل تھی۔

میں نے تیزی کے ساتھ چادر کے ٹکڑے توڑ کر چھت پر جمع کرنے شروع کر دیے۔ جب وہ سوراخ اتنا بڑا ہو گیا کہ اس میں آدمی آسانی سے گزر سکے تو میں نے وہ کارروائی موقوف کر دی۔

تھوڑی دیر بعد میں دوبارہ ہارڈ بورڈ پر بیٹھا پنیر اور بیئر سے شغل کر رہا تھا۔

ویرا کی دوسری بار آمد سے مجھے اندازہ ہوا کہ مجھے اس کمرے میں بند ہوئے چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ ویرا کی تیسری بار آمد سے پہلے ہی باہر ایک گاڑی رکنے کی آواز آئی اور میرے کان کھڑے ہو گئے۔ میں عقبی شیشے سے دوڑ کر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

گاڑی کے انجن کو ایک ہلکی سی ریس دے کر بند کر دیا گیا۔ دروازہ کھلا اور بند ہوا۔ اس کے چند ثانیوں بعد ہی برابر کے دروازے پر کھٹ پٹ کی آوازیں آنے لگیں۔

میں نے لپک کر بریف کیس میں سے ریوالور نکال کر اپنی جیب میں منتقل کیا اور سنبھل کر ریک پر ہوتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ پہلے کی طرح رینگ رینگ کر میں برابر والی چھت کے شگاف کے نزدیک پہنچا تو میرے دل کی دھڑکنیں یک لخت تیز ہو گئیں۔

مقابلہ برابر کا تھا۔ اس دکان نما گودام میں ایک قوی الجثہ مگر اوسط قامت والا میری طرف پشت کیے ان تینوں چوبی پیٹیوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے پیروں کے پاس سیاہ رنگ کا ایک بڑا سا بریف کیس فرش پر رکھا ہوا تھا۔

اس شخص کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عجلت میں نہیں تھا۔ اسے یوں ہی چھوڑ کر میں چھت پر رینگتا ہوا سڑک کی سمت میں آگے بڑھنے لگا۔ ویرا کی حاصل کی ہوئی خستہ اور شکستہ دکان میں ایک بڑی خرابی یہ تھی کہ اس کے دروازوں میں ایسی کوئی جھری نہیں تھی جس میں سے باہر کھڑی ہوئی گاڑی کا جائزہ لیا جا سکے۔

اندر والے کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے یہ جاننا ضروری تھا کہ اس کا کوئی ساتھی باہر موجود نہیں تھا۔ اگر ان کی تعداد زیادہ تھی تو پھر وہ مرحلہ دشوار ثابت ہو سکتا تھا۔

باہر سڑک کے کنارے ایک سیاہ کیڈی موجود تھی۔ میں کوشش کے باوجود اس گاڑی کے آس پاس کسی کی موجودگی کا سراغ نہیں لگا سکا۔ ویسے بھی یہ فطری تقاضا تھا کہ آنے والے جتنے بھی ہوتے، پہلے اندر آ کر اپنے کام کا جائزہ لیتے اور پھر اپنی اپنی جگہیں سنبھال لیتے۔ صورت حال یہ بتا رہی تھی کہ وہ اکیلا ہی وہاں آیا تھا۔

میں دوبارہ شگاف کے سرے پر پہنچ گیا۔ اس نے ان تینوں میں سے ایک چوبی پیٹی منتخب کر لی تھی۔ اس نے شاید اس پر موجود تحریر یا نمبروں سے اسے پہچانا ہوگا۔ ویسے بھی وہ تینوں پیٹیاں اپنی ساخت کے اعتبار سے مختلف تھیں۔

اس وقت تک میں متوقع تخریب کاری کے بارے میں کچھ سوچتا رہا تھا۔ وہ پرزوں کو بگاڑنے سے تباہ کرنے تک کی کوئی بھی کارروائی ہو سکتی تھی۔ بس ایک بات یقینی تھی کہ جب تک وہ پراسرار آدمی وہاں موجود تھا، گودام میں کوئی تباہی نہیں آسکتی تھی۔

اس نے اپنا بریف کیس کھول کر اس میں سے کوئی اوزار نکالا اور منتخب پیٹی پر لگی ہوئی آہنی پتیاں کاٹ کر الگ کر دیں پھر وہ پھرتی کے ساتھ اوپر کا تختہ نکالنے میں مصروف ہو گیا۔ میرے لیے وہ بہت اذیت ناک اور صبر آزما لمحات تھے۔ مجھے وہ پورا تماشا اپنی نظروں سے دیکھنا تھا۔ اگر میں قبل از وقت مداخلت کرتا تو کام بگڑ سکتا تھا۔ شاید مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ وہ کس قسم کی گڑبڑ کرنے کے لیے آیا تھا۔

تختہ اکھڑتے ہی پلاسٹک میں لپٹا ہوا ایک بڑا سا آہنی خول سامنے آگیا۔ جب اس نے پلاسٹک سمیٹا تو میرے لیے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا کہ وہ کسی بڑے پمپ کا نچلا خول تھا۔ میرے اس اندازے کا بنیادی سبب یہ تھا کہ مجھے کینوپ میں ہونے والی خرابیوں کا علم تھا اور جینی کے ذریعے ان پرزوں کی منزل کا بھی علم ہو چکا تھا۔

یہ بات میرے حق میں تھی کہ کام کرتے ہوئے اس شخص کی پشت میری طرف تھی۔ اگر وہ مڑنے کا ارادہ کرتا تو مجھے اتنا وقت مل سکتا تھا کہ میں وہاں سے ہٹ جاؤں۔

اس پرزے کو پیٹی میں ہی کھول کر اس نے ہتھوڑی کی مدد سے کسی اوزار کو کئی مرتبہ خول پر ٹھونکا پھر ایک تار کو دیوار گیر سوئچ بورڈ تک لے جانے کے لیے پلٹا تو میں شگاف سے دور ہو گیا۔

اس کی وہ کارروائی کافی طویل ثابت ہوئی۔ ڈرل مشین سے ایک لمبا سوراخ کر کے اس نے اپنے بریف کیس سے بارودی اسٹک جیسی کوئی سلاخ نکال کر احتیاط سے سوراخ میں اتار دی اور پھر سوراخ کا دہانہ کسی چیز سے بھر دیا۔

میرا خیال تھا کہ اس کا کام ختم ہو چکا ہوگا مگر ایسا نہیں تھا۔ اس کام سے نمٹ کر وہ بریف کیس لے کر پیٹی کے دوسرے سرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس بار اس کا رخ میری طرف ہوتا۔ میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

اس بار میں ہتھوڑی کی ضربات یا ڈرل مشین چلنے کی آوازوں کا انتظار ہی کرتا رہا مگر کچھ نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سو گیا ہو۔ ایک طویل وقفے کے بعد لکڑی میں کیلیں ٹھونکنے کی آواز سن کر میں اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا۔ بہت احتیاط سے نیچے جھانکا تو وہ اپنا کام ختم کر کے پیٹی پر تختہ جڑ رہا تھا۔

اس وقت بھی اس کی پشت میری طرف تھی، میں نے سب کچھ بھول بھال کر ریوالور ہاتھ میں لیا اور سوراخ میں سے اپنے پیر اندر لٹکا کر فوراً ہی فرش پر کود گیا۔ اندر گرتے ہوئے میری کہنیاں چادر کے ناہموار حصوں سے ٹکرائیں، کئی حصے پرشور آوازوں سے ٹوٹ کر اندر گرے۔ وہ ہوشیار ہو کر بجلی کی سی سرعت سے گھوما

تھا لیکن اس سے پہلے میں اس ...
پر کھڑا ہو چکا تھا۔

وہ کتنا بھی کند ذہن رہا ہو، اس کے لیے یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ میری مداخلت دوستانہ نہیں تھی۔ میرے ریوالور کی نال بلند ہونے سے پہلے ہی اس نے اضطراری طور پر ہتھوڑی میرے اوپر کھینچ ماری۔ میں اس کے کسی بھی ردعمل کے لیے تیار تھا، جھکائی دے کر خود کو بچا گیا اور ہتھوڑی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر گئی۔

''اب تم بالکل خالی ہاتھ ہو۔'' میں نے ریوالور کی نال اس کے سینے پر تان کر سرد لہجے میں کہا ''دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو ورنہ میں تمہارے دل میں سوراخ کر دوں گا۔''

اس نے تردد آمیز انداز میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے پھر سراسیمہ آواز میں بولا ''تم کون ہو اور چھت توڑ کر یہاں کیوں آئے ہو؟''

''واہ بیٹا۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ یہ دکان میری ہے۔ تم اس کا تالا توڑ کر کیا کر رہے تھے؟ تم نے جواب نہ دیا تو میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا۔''

پولیس کا نام سن کر اس کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی ''یہ کام تم فوراً ہی کر ڈالو، میں پولیس والوں کو شناخت کرا دوں گا۔'' اس کی آواز قدرے بلند تھی۔

''اپنا اطمینان کیے بغیر میں تمہیں کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔'' میں اس پر آنکھیں نکال کر غرایا ''اپنی آواز دھیمی رکھو ورنہ میں تمہارے جوابات کا انتظار نہیں کروں گا۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ تم نے ان پرزوں سے کیا سلوک کیا ہے۔ تمہاری شناخت تمہاری لاش کی جامہ تلاشی سے بھی ہو سکتی ہے۔''

وہ پہلی مرتبہ خوف زدہ نظر آیا اور ہکلاتے ہوئے بولا ''مم...... میں یہاں غیر قانونی طور پر داخل نہیں ہوا۔ مجھے اس گودام کی چابی دے کر ایک کام سونپا گیا تھا۔ تم ایک سرکاری کام میں مداخلت کر کے سنگین جرم کے مرتکب ہو رہے ہو۔''

''سرکاری کام یوں چوروں کی طرح نہیں کیے جاتے۔ تمہارا تعلق کون سی سرکار سے ہے؟''

... پیدا نہ کرو۔ مجھ پر شبہ ہے تو مجھے پولیس کے حوالے کر دو، میں اسے ہر بات بتا دوں گا۔''

میں نے اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ وہ غیر ارادی طور پر آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگا اور آخر کار دیوار سے جا لگا۔ میں اس کے سر پر سوار ہو گیا اور ریوالور کی نال خاصی قوت سے اس کے دہانے پر دے ماری۔ اس کے حلق سے ایک بے ساختہ سسکاری نکلی اور اس کے ادھڑے ہوئے ہونٹوں سے خون کی لکیریں بہہ نکلیں۔

اس نے داہنا ہاتھ گرا کر اپنا زخم چھوا اور انگلیوں پر تازہ خون دیکھ کر بوکھلا گیا ''تم میرے ساتھ تشدد نہیں کر سکتے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ میں انٹرنیشنل اٹامک انرجی کمیشن کا سینئر ٹیکنیشن ہوں اور ایک سرکاری کام کی تکمیل کے لیے یہاں آیا تھا۔''

''دیوار سے ناک لگا کر کھڑے ہو جاؤ۔'' میں نے گریبان کو جھٹکا دے کر اسے گھما دیا۔

گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ اس پر خوف کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے کوئی احتجاج کیے بغیر اپنا منہ دیوار کی طرف کر لیا۔ میں نے بائیں ہاتھ سے اس کا پورا لباس ٹٹول ڈالا۔ وہ بالکل غیر مسلح تھا۔

''تم نے اس پرزے میں کیا چیزیں چھپائی ہیں؟'' میں نے اس کی کنپٹی پر ریوالور کی آہنی نال رکھ کر سوال کیا ''مجھے چکر دینے کی کوشش نہ کرنا۔''

''وہ ایک سگنل سرکٹ ہے جو سیٹلائٹ کے لیے سگنل دینے کے ساتھ ساتھ وصول بھی کرتا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ ہونٹ زخمی ہونے کی وجہ سے اس کی آواز بگڑ چکی تھی۔

''تم نے پٹی میں صرف وہی ڈالا ہے؟'' میں نے بے رحمی سے پوچھا۔

''ہاں!'' لمحہ بھر کے توقف کے بعد اس نے اقرار کیا ''اب میں پٹی بند کر رہا تھا۔''

وہ کسی سرکٹ کی بات کر رہا تھا۔ مجھے گمان ہوا کہ اس نے بعد میں لگائے جانے والے سرکٹ کی بات کی

ہے۔ اس کا رخ بدل جانے کی وجہ سے میں وہ کارروائی نہیں دیکھ سکا تھا۔ میں نے ریوالور کی نال سے اس کی کنپٹی پر ہلکی سی ضرب لگا کر پوچھا ''ڈرل مشین سے کیے ہوئے سوراخ میں کیا ہے؟''

اس نے پلٹ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور رو دینے والی آواز میں بولا ''مجھ پر رحم کرو...... اور اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہاں سب پاکستان سے عاجز آئے ہوئے ہیں۔ وہ لیزر گائیڈنگ ڈیوائس ہے جو جدید بموں کو اپنی طرف پہنچنے میں مدد دیتی ہے۔''

''یہ پرزہ جہاں بھی نصب ہوتا ہے وہاں کسی بھی لمحے گائیڈڈ بموں کا حملہ ہو سکتا ہے؟'' میں نے اس کمزور دل آدمی کی حالت دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

''ہاں...... انتہائی بلندی سے فائر کیے ہوئے بم پانچ ہزار گز دور سے بھی سیدھے نشانے کی طرف آتے ہیں۔ یہ آئندہ کے لیے کوئی احتیاطی تدبیر تھی۔ میں پوری تفصیل سے بے خبر ہوں۔''

''وہ دونوں چیزیں الگ کر کے میرے حوالے کرو اور پٹی دوبارہ بند کر دو تو میں تمہارے لیے کچھ سوچ سکتا ہوں ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

وہ گڑگڑا کر میرے قدموں میں گر پڑا ''جو تم چاہو گے، وہی ہوگا مگر میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میری عمر صرف تیس برس ہے۔ مجھے دنیا میں بہت کچھ دیکھنے کی آرزو ہے۔''

''خاموشی سے کام شروع کر دو۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔'' میں نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈال کر ترشی سے کہا۔

وہ ایک مرتبہ پھر پٹی پر سے تختہ اکھاڑنے میں مصروف ہو گیا۔

''دروازہ کھولو، میں اندر آ رہی ہوں۔'' ویرا کی سرگوشیانہ آواز سن کر میں بے اختیار دروازے کی طرف گھوما پھر میری نظریں اوپر اٹھیں تو ویرا چھت کے شگاف میں سے جھانک رہی تھی۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

نگاہیں چار ہوتے ہی اس نے مجھے آنکھ ماری اور غائب ہو گئی۔ وہ شخص اتنا خوف زدہ تھا کہ ویرا کی آواز سننے کے باوجود اس نے پیچھے مڑنے کی جرات نہیں کی تھی۔ سر جھکائے اپنے کام میں لگا رہا تھا۔

پتا نہیں ویرا کب مضطرب ہو کر اپنی دکان سے چھت پر پہنچی تھی اور اس نے کیا کچھ سنا تھا۔ اس کی وہ اضطراری حرکات اکثر میرے لیے مددگار ثابت ہوتی تھیں۔ اس شخص کو زیر کرنے کے بعد میں مسلسل اس ادھیڑ بن میں مبتلا تھا کہ میں ویرا کو کس طرح بلا سکوں گا۔ اس نے بظاہر ہتھیار ڈال دیے تھے لیکن میری گرفت کمزور پڑتے ہی وہ فرار کی کوئی سر توڑ کوشش کر سکتا تھا۔ ویرا نے اچانک شگاف پر نمودار ہو کر میری وہ مشکل آسان کر دی تھی۔

چند منٹ کے بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ بولٹ گراتے ہی ویرا اندر آ گئی۔ میرا بریف کیس اس کے ہاتھ میں جھول رہا تھا۔

''مجھے امید نہیں تھی کہ تم اسے کسی پالتو کتے کی طرح گھیر لو گے۔'' ویرا نے مسرت آمیز آواز میں کہا ''تم نے اس کے بارے میں کیا سوچا؟''

''اسے اپنا کام پورا کر لینے دو پھر سوچیں گے۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

کمرے میں تیسرے متنفس کی موجودگی کا یقین ہونے پر اس شخص نے سر گھمایا تو ویرا مسکرا دی ''ہیلو چارلی! تمہارا نام کیا ہے؟''

''ولسن! میں ایک شریف اور معزز سائنس گریجویٹ ہوں۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا۔ آج پہلی بار ایک مشکوک کام مجھے سونپا گیا اور میں پھنس گیا۔ سچ ہے کہ بری گھڑی کبھی بتا کر نہیں آتی۔'' ویرا کی مسکراہٹ سے اسے بولنے کا حوصلہ مل گیا۔ اچھی بات یہ تھی کہ بولتے ہوئے بھی وہ اپنے کام میں مصروف رہا تھا۔

''یہ لیزر گائیڈنگ ڈیوائس تو ہم لوگوں کی ہی کوئی دریافت ہو گی؟''

''بالکل، یہ پانی کے نیچے ہی کام کرتی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ میں اسے آن کر چکا ہوں۔ بٹن دب جانے کے

بعد آف کرنا ناممکن ہے۔ پینٹا گون والوں نے یہ دشمن آب دوزوں کے لیے تیار کرائی ہے۔ اس کا ہدف کبھی تباہی سے نہیں بچتا۔''

اس کی وہ بات سنتے ہی میں نے فیصلہ کرلیا کہ واپسی پر وہ آلہ دریائے ہڈسن کی تہ میں پھینکنا مناسب رہے گا۔ امریکی دریافت کا امریکا میں تجربہ خاصا دلچسپ ہوسکتا تھا۔ ہڈسن سے پانچ ہزار گز کے دائرے میں چلایا ہوا کوئی بھی خاص تجرباتی بم اس آلے کا رخ کرسکتا تھا۔

''تم نے کبھی اسے آزمایا ہے؟'' ویرا نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں میڈم! ہم تکنیکی لوگوں کو نئی ایجادات سے با خبر رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی بنا پر مجھے اس کے کچھ خواص یاد ہیں۔ خفیہ چیزیں ہماری دسترس سے باہر ہوتی ہے۔''

''اسے کام میں دیر لگے گی۔'' میں نے ویرا سے اردو میں کہا۔ ''تمہیں ایک مرتبہ پھر اپنی دکان سے چھت پر جانا ہوگا۔ پلائی ووڈ کا ٹکڑا اس گودام کی چھت کے شگاف پر رکھ دو۔ پیٹیاں اٹھانے کے لیے پرانا عملہ آیا تو اسے تبدیلی کا احساس نہیں ہوسکے گا۔''

''کس شگاف کی بات کرر ہے ہو؟'' ویرا نے تمسخر سے پوچھا۔

میں نے اوپر دیکھا تو کہیں بھی آسمان نظر نہ آسکا۔ ویرا نے اترنے سے پہلے وہ کام سرانجام دے ڈالا تھا اور ہم اسی گودام سے کسی بھی لمحے واپس روانہ ہوسکتے تھے۔

ولسن نے ہر کام اسی طرح کیا جیسے اسے کرنا چاہیے تھا۔ نئی پیتیاں اور پیتیاں کسنے کی مشین اس کے بریف کیس میں موجود تھی۔ پیٹی کو اصل حالت میں بحال کرکے اس نے کٹی ہوئی پیتیاں اور سوراخ سے نکلے ہوئے آہنی ٹکڑے بھی ایک تھیلی میں سمیٹ کر اپنے بریف کیس میں رکھ لیے۔ اس کے رضا مند ہوجانے کے بعد اسے کوئی نئی ہدایت دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔

''اب تم نیو یارک واپس جاؤ گے؟'' اس سے دونوں تباہ کن پرزے لینے کے بعد ویرا نے پوچھا۔

''نہیں۔ میں واشنگٹن سے آیا تھا، دروہیں جاؤں گا۔'' اس نے اپنے زخمی ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

''ہم راستے میں ہی کہیں اتر جائیں گے۔ میں ڈرائیونگ کرلوں گی۔ تم کو آرام کرنے کا موقع مل جائے گا۔'' ویرا نے پورے خلوص سے کہا اور وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

''یہ ہمارے گلے کی ہڈی بن جائے گا۔'' میں نے پر تشویش آواز میں کہا ''اسے زندہ چھوڑنا ناممکن ہے۔ مارا تو لاش گلے کا ہار بن جائے گی۔''

''یہ پردیس ہے۔ یہاں یہ مشکلات تو ضرور پیش آئیں گی۔ اس کے ساتھ وہی سلوک بہتر رہے گا جو لندن میں راما کاروزینی کے ساتھ کیا گیا تھا۔''

''وہاں قدم قدم پر پبلک ٹرانسپورٹ کی سہولتیں بکھری ہوئی ہیں۔ اسے کسی ویرانے میں چھوڑ کر ہم کہاں جائیں گے۔ یہاں تو ٹیکسیوں تک کا کال ہے۔''

''اسے مار کر ڈکی میں ڈالو۔ اس کا بریف کیس راستے کی کسی ندی میں بہادو اور اٹلانٹک سٹی کی طرف نکل چلو۔ گاڑی وہاں چھوڑ کر ہم نیو یارک لوٹ جائیں گے۔''

''اگر بدقسمتی آڑے نہ آئی تو ہماری ساری رات سفر میں گزر جائے گی۔''

''اٹلانٹک سٹی پہنچنے کے بعد ہم جہاز سے نیو یارک پہنچ سکتے ہیں۔ اس طرح کافی وقت بچ جائے گا اور ہم رات کو آرام سے اپنے ہوٹل میں سوسکیں گے۔''

''جہاز میں سفر کرنے سے پہلے ہمیں اپنے ہتھیار ضائع کرنے ہوں گے۔ موجودہ بے سروسامانی میں اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کیا جاسکتا۔'' میں نے اس کی وہ تجویز مسترد کردی۔

ہم پرنسٹن میں بیٹھ کر وقت برباد نہیں کرسکتے تھے۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ ہماری اور ولسن کی راہیں بالکل متضاد تھیں۔ واشنگٹن جنوب مغرب میں تھا اور

نیو یارک کے لیے ہمیں شمال مشرق کی طرف جانا تھا۔ راستے میں ٹرین ٹن نامی شہر تک دس گیارہ میل کی مسافت مشترک ہوسکتی تھی۔ وہاں سے فری وے شروع ہوجاتی تھی۔

پرنسٹن سے نکلتے ہوئے ویرا ڈرائیو کررہی تھی۔ میں ولسن کے ساتھ عقبی نشست پر تھا۔ آبادی سے دور نکلتے ہی میں نے اچانک ریوالور نکال کر ولسن کی بائیں کنپٹی پر رکھا اور فائر کردیا۔ اس کی کنپٹی کی جلد پر ایک سیاہی مائل سرخ دائرہ نمودار ہوگیا۔ گولی بھیجے میں ہی رہ گئی۔ وہ سلوموشن کے انداز میں اپنی سیٹ پر ایک طرف ڈھلکتا چلا گیا۔

ویرا نے گاڑی سڑک سے کچے میں اتار دی۔ اس وقت تک ہم فری وے سے بہت دور مضافاتی راستوں پر تھے۔ ویرا ناہموار کچے راستے پر ڈرائیو کرتی رہی۔ میری نظریں قرب وجوار میں کسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھیں۔

آبادی سے دور ہمارا وہ سفر تقریباً بیس منٹ جاری رہا۔ آخر کار اونچے کھیتوں کے قریب ایک ویران کنوئیں کی منڈیر دیکھ کر میں نے ویرا کو گاڑی وہیں روکنے کے لیے کہا۔

گاڑی کنوئیں کے قریب پہنچتے ہی ویرا خوشی سے اچھل پڑی۔ ''نیت ٹھیک ہو تو اسباب غیب سے پیدا ہوجاتے ہیں۔''

وہ کنواں ویران ہی نہیں متروک تھا۔ اس کی منڈیر پر تختے جڑ کر دہانہ بند کردیا گیا تھا۔ وہ تختے بہت پرانے معلوم ہورہے تھے۔ شاید ان اطراف سے آبادی کی منتقلی کے بعد کنوئیں کو بھولے بھٹکے بچوں کے لیے خطرہ سمجھ کر بند کیا گیا تھا۔

میں نے ایک تختہ ہٹانا چاہا تو وہ کسی رکاوٹ کے بغیر الگ ہوگیا۔ دوسرے تختے بھی اندر کنارہ بنا کر کنوئیں کے دہانے میں پھنسائے گئے تھے۔ ہماری ضروریات کے لیے صرف دو تختے کافی تھے۔ پہلے ویرا نے ولسن کا بریف کیس کنوئیں میں پھینکا۔ چند ثانیوں بعد کنوئیں کی تہ سے چھپاکے کی گونج ابھری اور وہ سراغ ہمیشہ کے لیے تہ نشین ہوگیا۔

اس دوران میں، ہم دونوں ہی متجسسانہ نظروں سے قرب وجوار کا جائزہ لیتے رہے لیکن دور دور تک کوئی ذی روح نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید ہم آبادی اور کھیتوں کے عقبی رخ پر موجود تھے جہاں کسی کے آنے کا امکان نہیں تھا۔

میں نے جیوں ہی ولسن کی بے جان لاش کو گاڑی سے نکال کر اپنے کندھے پر لادا، کھیتوں کی طرف سے کئی غراہٹیں سنائی دیں اور میں تیزی سے پلٹ پڑا۔

ولسن کے تازہ بہے ہوئے خون کی بو پاکر کھیتوں میں چھپے ہوئے کئی تدیدے بھیڑیے کنارے پر نکل آئے تھے اور حریصانہ نظروں سے ہماری طرف دیکھ کر غرا رہے تھے۔ وہ تعداد میں چار نظر آرہے تھے۔ یہ تعین کرنا مشکل تھا کہ ان کے پیچھے کتنا غول تھا۔

ویرا نے ایک پتھر اٹھا کر ان پر دے مارا اور حفظ ماتقدم کے طور پر اپنا ریوالور بھی نکال لیا۔ بھیڑیے دم دبا کر چند قدم پیچھے ہٹے لیکن پھر اس دوسری دفاعی لائن پر جم گئے۔ میں نے لپک کر ولسن کے بے جان وجود کو اپنے شانے سے کنوئیں کے دہانے میں لڑھکا دیا۔

پانی میں اس کی لاش گرنے کے شور نے بھیڑیوں کو خوف زدہ کردیا۔ وہ ہاؤ ہو کی آوازیں نکالتے ہوئے دوبارہ کھیتوں میں غائب ہوگئے۔

''خس کم جہاں پاک۔'' ویرا کنوئیں کے منہ پر ایک تختہ جماتے ہوئے بولی ''لیزر گائیڈنگ ڈیوائس بھی اسی کنوئیں میں پھینک دو۔ اسے کہاں لیے پھرو گے؟''

ویرا کا وہ مشورہ صائب تھا۔ دریائے ہڈسن کی تہ میں وہ آلہ پورے نیو یارک کے لیے خطرہ ثابت ہوسکتا تھا جبکہ اس ویرانے میں زیادہ انسانی جانوں کے اتلاف کے بغیر امریکی حکام کو کبھی نہ کبھی یہ پتا چل سکتا تھا کہ اس کنوئیں کی تہ میں کیا کیا مدفون تھا۔

میں نے پرزوں کی کھیپ سے نکالی ہوئی دونوں اشیا کنوئیں میں پھینک دیں۔ منڈیر کے اندرونی حصے میں لگی ہوئی گیلی مٹی لے کر کار کی اگلی اور پچھلی نمبر پلیٹوں پر لگائی اور کپڑے سے ہاتھ صاف کرکے ویرا کے برابر میں آبیٹھا۔

کام ہوتے ہی ویرا گاڑی کو واپس گھمانے کے چکر

...نی مگر میں نے بدستور اسے آگے چلنے کا مشورہ دیا ...کنوئیں پر ختم ہونے اور لوٹ جانے والے ٹائروں ...کے نشانات سے کوئی نتیجہ اخذ نہ کیا جاسکے۔ کنوئیں سے تقریباً ایک میل آگے چکر کاٹنے کے بعد ہم واپس ...نسٹن کے مضافات کی طرف روانہ ہوگئے تاکہ وہاں ...ے ٹرین ٹن کی راہ لی جاسکے۔

وہ کچا اور بے آب وگیاہ ویرانہ میرے لیے ہر طرف یکساں تھا لیکن غنیمت یہ تھا کہ سورج کے مغرب میں کافی دور اتر جانے کے باوجود فضا میں اجالا پھیلا ہوا تھا جو ویرا کی یادداشت کو مدد دے رہا تھا۔ اندھیرا پھیل جاتا تو ویرا کے لیے بھی سڑک تک پہنچنا دشوار ہوجاتا۔

واپسی میں ولسن کی کیڈی اس مہربان کنوئیں سے کافی دور سے گزری جس نے ہماری تمام سنگین مشکلات کو اپنے سینے میں چھپا لیا تھا۔

''اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے سے پہلے تم کو اس کی تلاشی لے کر شناختی کاغذات ضرور نکالنے تھے تاکہ اس کے بیان کی تصدیق یا تردید ہوجاتی۔''

''یہ سب بعد کے نخرے ہیں۔ اس وقت تو تم بھی حواس باختہ تھیں۔ اجنبی سرزمین پر ایک لاش ساتھ لیے پھرنا آسان نہیں ہوتا، چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔''

''مجھے یقین نہیں کہ وہ انٹرنیشنل اٹامک انرجی کمیشن کا آدمی تھا۔ ان لوگوں کو ایسی سازشوں میں ملوث ہونے کی کیا ضرورت ہے؟'' ویرا نے بے یقینی سے کہا۔

''تم نے سنا نہیں کہ وہ پاکستان سے اپنے افسروں کی بے زاری کا ذکر کس لہجے میں کررہا تھا۔ ویسے بھی آج کل ہر بین الاقوامی ادارے میں امریکا کی مرضی چلتی ہے۔ نام سارے ملکوں کا استعمال ہوتا ہے، فیصلے امریکا کے نافذ ہوتے ہیں۔''

''ولسن کی پر اسرار گمشدگی واشنگٹن میں ہلچل مچادے گی۔'' ویرا اس تصور سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولی ''پرنسٹن سارے وفاقی تحقیقاتی اداروں کی توجہ کا مرکز بن جائے گا۔''

''پھر انہیں مس روتھ بیل کے بارے میں معلوم ہوگا جو چھ ہفتوں کا کرایہ ادا کرکے دوسرے دن ہی لاپتا ہوچکی ہے۔'' میں نے اس کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''میں نے اسی لیے ولسن کی لاش اور بریف کیس کی تلاشی نہیں لی۔ اس کے متعلق کاغذ کا ایک پرزہ بھی رکھنا کسی وقت خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔''

''کیوں نہ اب ہم نیو یارک سے واشنگٹن منتقل ہوجائیں۔ وائٹ ہاؤس براہ راست ہماری زد میں آجائے گا...!'' ویرا نے سڑک پر آتے ہوئے تجویز پیش کی۔

''پہلے آئزک بیل کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے۔ ویسے بھی بلیک ڈیڈ نے ہم پر ہوٹل تبدیل کرنے کی پابندی عاید کی ہوئی ہے۔ وہ خاصا شریف بدمعاش ہے۔ میں اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔ آگے چل کر وہ ہمارا مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔''

''اوہ! اسے میں بھول ہی گئی تھی۔'' ویرا شانے اچکا کر خفت سے بولی۔

ہم کسی خطرے سے دوچار ہوئے بغیر دن کے اجالے میں ٹرین ٹن پہنچ گئے جو نیو جرسی کا ایک مشہور شہر اور ریاستی دارالخلافہ ہے۔

ویرا نے مجھے شہر کے ایک مرکزی علاقے میں اتارا اور خود کیڈی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے آگے نکل گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کیڈی کے حوالے سے کوئی بھی شخص ایک امریکن لڑکی اور ایشیائی مرد پر مشتمل جوڑے کا حوالہ دے سکے۔

ویرا کی واپسی کے انتظار میں، میں بازار کے ایک مختصر حصے تک محدود رہا۔ تھوڑی دیر بعد ویرا بھی مجھ سے آملی۔

''تم میرے پیچھے آتے رہو۔ یہاں سے نیو یارک تک ہم الگ رہ کر سفر کریں گے۔'' چند لمحوں میں یہ کہہ کر ویرا آگے چل دی۔ میں اس سے یہ تک نہ پوچھ سکا کہ ہمارے سفر کا ذریعہ کیا ہونا تھا۔

ویرا کے تعاقب میں اسی سفر کے دوران سورج غروب ہوگیا۔ فضا میں دھندلکا گہرا ہوتے ہی ٹرین ٹن کی سڑکیں روشنی سے جگمگا اٹھیں۔

ٹرین ٹن میں پرآسائش زندگی بسر کرنے کی ساری سہولتیں نظر آرہی تھیں۔ ریاستی صدر مقام ہونے کی وجہ

سے وہاں صفائی ستھرائی کا بھی خصوصی اہتمام تھا مگر شہر کے باسیوں میں سستی اور کاہلی کا وہی عنصر موجود تھا جو ہم صبح سے دیکھتے آ رہے تھے۔

شہر کے خاصے بڑے حصے سے گزرنے کے بعد ہم بس ٹرمینل میں داخل ہوئے تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ میرے لیے اس وقت وہی سفر سب سے موزوں تھا۔ میں ٹکٹ لے کر بس میں کھڑکی کے ساتھ ایک دہری نشست پر قابض ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ بس میں سوار ہو کر ویرا میرے ساتھ ہی بیٹھے گی۔

وہ بس میں آئی تو اجنبی کی طرح میرے قریب سے گزر کر میرے پیچھے والی سیٹ پر جا بیٹھی۔

اس بس میں بھی مسافروں کی تعداد بس واجبی تھی۔ وہ ٹرین ٹن سے چلی تو سوا گھنٹے کے بعد نیو آرک پر ہی رکی۔ بس سے اترتے ہی ویرا میرے ساتھ ہو لی۔

''کیا یہاں کسی احتیاط کی ضرورت نہیں ہے؟'' میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''یہ نیو یارک ہی کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔'' ویرا ڈھٹائی سے بولی ''ہمارے سفر کی درمیانی کڑی غائب ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہم نے اپنا دن پرنسٹن میں گزارا ہوگا۔''

''جو کہہ سکتا تھا اسے تم کنوئیں میں ڈال آئی ہو۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

رات کے اندھیرے میں دریائے ہڈسن پر روشنیوں سے جگمگاتے ہوئے جارج واشنگٹن برج کا منظر بہت مسحور کن تھا۔ دریا کے رینگتے ہوئے پانی میں ان رنگا رنگ روشنیوں کا بنتا اور بگڑتا ہوا انعکاس اس قدر نظر فریب تھا کہ رک کر اسے دیکھنے کو دل چاہتا تھا۔ وہ پل عبور کر کے ہم ایک مرتبہ پھر مین ہٹن میں پہنچ گئے جہاں وحشت ناک عمارتوں کا ایک خودرو جنگل انسانوں کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے لیے آسمان کو چھو رہا تھا۔

ہوٹل میں چابی کے ساتھ دو پیغامات ہمارے منتظر تھے۔ پہلا پیغام چارلی کی طرف سے تھا۔ اس میں ہمیں ایک نمبر پر فون کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ دوسری کال جینی کی تھی۔

''چارلی والا پیغام بلیک ڈیڈ کا ہی ہو سکتا ہے۔'' لفٹ میں ویرا نے کہا ''پتا نہیں وہ اب کیا چاہتا ہے۔ اس نے مجھے دبانے کی کوشش کی تو اسے مایوسی کا سامنا کرنا ہوگا۔''

''میں تمہیں پھر وارننگ دے رہا ہوں کہ اس سے بگاڑ مول نہ لینا۔ اس کے ایک اشارے پر ہم دونوں سلاخوں کے پیچھے ہو سکتے ہیں۔ یہ اس کی شرافت ہے کہ اس نے انعام کو بھول کر اپنی زبان بند رکھی ہوئی ہے؟''

''پھر تم ہی اس سے بات کرو۔ اس کا پیغام بھی یہی ہے کہ جو پہلے لوٹے، وہ اسے فون کر لے۔ کہہ دینا کہ میں ابھی تک ہوٹل سے باہر ہوں۔'' اس نے منہ بنا کر کہا۔

کمرے میں پہنچ کر میں نے معمول کے مطابق ہی ایس ڈی چیک کی اور پھر کاغذ پر لکھا ہوا نمبر ملانے میں مصروف ہو گیا۔ دوسری گھنٹی بجنے پر جب میں نے چارلی سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو ایک مردانہ آواز نے مجھے دوسرا نمبر دے دیا۔

بلیک ڈیڈ سے فون پر رابطے کے لیے میں ایک بار ویرا کی دیوانہ وار کوششوں کا نتیجہ دیکھ چکا تھا۔ ہر نمبر سے دیر تک اسے ایک نیا نمبر دیا جاتا لیکن وہ کہیں بھی موجود نہیں تھا۔ میں نے نیم دلی کے ساتھ دوسرے نمبر پر رابطہ کیا۔ اس پر چارلی کا نام لیتے ہی بلیک ڈیڈ لائن پر آ گیا۔

''میں نے صبح سے پیغام چھوڑا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے آج سارا دن باہر ہی گزارا ہے؟'' میری آواز سن کر بلیک ڈیڈ نے کہا پھر پوچھا ''روزی کہاں ہے؟''

''وہ اس وقت کمرے میں نہیں ہے۔'' میں نے محتاط الفاظ میں جواب دیا۔

''اس وقت تم لوگ میرے پاس آ سکتے ہو؟'' اس نے غرا کر سوال کیا۔

''تم حکم کرو تو آدھی رات کو بھی آ سکتے ہیں۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''تم نے سارا دن باہر گزارا ہے، تھکے ہارے واپس آئے ہو گے۔ ملاقات کل ہو گی۔ یہ بتاؤ کہ آج نیو یارک میں تھے یا کہیں باہر گئے ہوئے تھے؟'' سیدھی سیدھی باتیں کرتے ہوئے اس نے اچانک ہی ایک ٹیڑھا سوال کر ڈالا۔

میں نے لمحہ بھر کے لیے سوچا، اس سے پرنسٹن کا ذکر کر کے مصیبت گلے پڑ سکتی تھی۔ ولسن کی گمشدگی زیادہ دیر تک چھپنے والی بات نہیں تھی۔ وہ خبر سامنے آتے ہی بلیک ڈیڈ تجسس میں مبتلا ہو جاتا۔ میں نے اسے ٹالنے کے لیے کہا ''آج روزی مجھے مین ہٹن کی سیر کرا رہی تھی؟''

وہ بے دردی سے ہنس پڑا ''تم چارلی کو الو کا پٹھا سمجھتے ہو۔ مجھے جھوٹ سے نفرت ہے۔ سچ سچ بتاؤ کہ تم دونوں آج کہاں گئے تھے؟''

اس کے لہجے میں کوئی نہ کوئی ایسی بات تھی کہ اس بار میری چھٹی حس بیدار ہو گئی اور میں نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا ''ہم پرنسٹن گئے ہوئے تھے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''گڈ...... اس بار تم سچ نہ بولتے تو مجھے تم سے نفرت ہو جاتی۔ بس ٹرمینل سے میرے آدمی نے ہی تم دونوں کو تمہاری منزل تک پہنچایا تھا۔ تمہارے دس ڈالر میرے پاس آ چکے ہیں۔''

بلیک ڈیڈ کی زبان سے وہ انکشاف سن کر میری کھوپڑی سن ہو گئی ''مگر وہ تو ٹیکسی ڈرائیور تھا۔ وہ تمہارا آدمی کہاں سے نکل آیا؟''

''چارلی جس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتا ہے، اس کی پوری حفاظت کرتا ہے۔'' ریسیور میں بلیک ڈیڈ کی مربیانہ آواز ابھری۔

''تمہاری طرح اس نے بھی تم سے جھوٹ بولا تھا۔ وہ تمہارے پیچھے چین پلازا سے نیو آرک اور پھر پرنسٹن گیا تھا۔ تمہارا وہ گھٹیا علاقہ دیکھ کر وہ لوٹ آیا۔''

ہمارے پرنسٹن کے سفر کا راز برقرار نہیں رہ سکا تھا۔ بلیک ڈیڈ کی دوستی ہمارے سر پر مسلط ہو رہی تھی۔ میں فکر و تشویش میں مبتلا ہو گیا۔

''تم کہاں کھو گئے؟'' میری خاموشی پر وہ دوبارہ بول پڑا ''میرے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ تم جہاں بھی گئے تھے، اپنی مرضی سے گئے تھے۔ اب میں کل تم سے بات کروں گا۔ دوبارہ کسی لمبے سفر پر نہ نکل جانا۔ مجھے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

بلیک ڈیڈ نے اپنی بات مکمل کر کے فون بند کر دیا۔ اس کی آواز معمول کے مطابق درشت اور لہجہ جارحانہ تھا مگر اس وقت اس کی باتوں میں کچھ مٹھاس سی تھی۔ وہ پچھلی رات والے بلیک ڈیڈ سے بالکل ہی مختلف محسوس ہوا تھا۔

''تم نے اسے پرنسٹن کے بارے میں کیوں بتایا؟'' میرے ریسیور رکھ دینے پر ویرا ایک دم پھٹ پڑی ''ایک بار جو بات کہہ دی تھی، تمہیں اس پر قائم رہنا چاہیے تھا۔ اس طرح تم اسے اپنے اوپر حاوی کر لو گے......''

''تم نے شاید غصے میں میری باتیں غور سے نہیں سنیں۔'' میں نے بات کاٹ کر اسے یاد دلایا ''پرنسٹن میں ملنے والا ٹیکسی ڈرائیور ہمارا پیچھا کرتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔ مجھ سے لیے ہوئے دس ڈالر اس نے بلیک ڈیڈ کو پہنچا دیے ہیں۔ میں نے اس انکشاف سے پہلے سچ نہ بولا ہوتا تو اس کی نظروں میں میری وقعت دو کوڑی کی رہ جاتی۔''

ویرا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ''وہ بلیک ڈیڈ کا آدمی تھا!'' اس کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی آواز برآمد ہوئی۔

''ہماری ہر احتیاط دھری کی دھری رہ گئی۔ وہ پوچھے گا تو اب ولسن کے بارے میں بھی اسے بتانا پڑے گا۔ اس کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے ہماری حفاظت کے لیے اپنے آدمی مامور کر دیے ہیں تاکہ کوئی ہمیں نقصان نہ پہنچا سکے۔''

''اب تک ہم اپنی حفاظت خود کرتے رہے ہیں۔ وہ ہماری نگرانی کروا رہا ہے تاکہ یہ پتا چلا سکے کہ آئزک بیل سے ہمارا کتنا میل جول ہے۔ حیرت ہے کہ تم نے یہ ساری باتیں سن لیں اور اس سے احتجاج میں ایک لفظ

بھی نہیں کہا۔"

"اس کی برہمی دیکھ کر کل تمہاری زبان تالو سے چپک کر رہ گئی تھی۔ مجھے مشورے دینے کے بجائے کل تم خود اس سے بات کر لینا۔ میں دیکھوں گا کہ تم کیا بولتی ہو؟ وہ تمہارے باپ کی عمر کا دبنگ آدمی ہے۔ اس کی دوستی ہمارے لیے سودمند رہے گی۔"

"کیا وہ کل پھر فون کرے گا؟" ویرا کی تیوریوں پر بل آ گئے۔ "یہاں آنے کے بعد میں نے اس سے مدد لینی چاہی تھی تو اس نے مجھے صاف جواب دے دیا تھا۔ اب اس کی کیا غرض ہے کہ وہ ہم پر اتنا مہربان ہو رہا ہے۔"

"وہ آج ہی ہم سے مل بیٹھنا چاہ رہا تھا۔ ہماری تکان کی وجہ سے اس نے یہ ملاقات کل کے لیے ملتوی کر دی ہے۔ شاید وہ ہمیں اپنے ساتھ ملا کر ہمیشہ کے لیے اسحاق گھنٹی کا فتنہ دفن کرنا چاہ رہا ہے۔ اس کے ساتھ مل کر یہ کام زیادہ آسان ثابت ہوگا۔"

"اسحاق گھنٹی سبز فائل کی وجہ سے تمہاری مٹھی میں آیا ہوا ہے۔ تم جب چاہو اسے اپنے قدموں میں جھکا سکتے ہو۔ اس وقت بلیک ڈیڈ کی مدد کی کیا ضرورت ہے؟"

"ہم اسحاق سے کوئی سمجھوتا کرنے کے لیے یہاں نہیں آئے۔ اسے مارنا ہمارا مشن ہے۔ ہماری طرف سے یہ کام چارلی کے ہاتھوں مکمل ہو جائے تو ہماری واپسی کی راہیں مسدود نہیں ہوں گی ورنہ ہم ایک طویل مدت کے لیے یہاں پھنس کر رہ جائیں گے۔"

"یہ چکر بازیاں تم ہی سمجھ سکتے ہو۔ اپنا شکار تھالی میں سجا کر دوسروں کو پیش کرنا سب سے بڑی حماقت ہے۔ اسے مارتے ہی زیر زمین دنیا میں چارلی کے نام کا ڈنکا بجنے لگے گا۔"

میں خود بھی وہی باتیں سوچ رہا تھا مگر ویرا انہیں غلط زاویے سے دیکھ رہی تھی۔ وہ آئزک بیل کی موت کے بعد اپنے متوفی باپ کی مسند کو خالی دیکھنے کی لاشعوری خواہش کی شکار تھی جب کہ میرے لیے آئزک بیل ایک صیہونی دہشت گرد اور عالمی خطرہ تھا۔ اگر اس کی جگہ بلیک ڈیڈ لے لیتا تو اس ٹولے کی ساری سرگرمیاں امریکا بلکہ نیویارک تک محدود ہو کر رہ جاتیں۔ نیویارک میں بھی بلیک ڈیڈ صرف ہارلم کا شہنشاہ تھا۔ اس کی بالادستی کو خاک میں ملا کر رکھ دیتی۔ ڈیوڈ اسٹارز یہودیوں کی تنظیم تھی اور اس کا سربراہ ان ہی میں سے آنا تھا۔ آئزک بیل کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد پرانے گٹھ جوڑ بری طرح بکھر کر رہ جاتے۔ ان کو دوبارہ اس سطح پر لانے کے لیے ایک طویل مدت درکار ہوتی جو پاکستان کے لیے آرام و سکون کا وقفہ ثابت ہو سکتی تھی۔

اس روز پرنسٹن جانے کی وجہ سے میں بدری ناتھ سے بات نہیں کر سکا تھا۔ اس وقت میری رسٹ واچ دس بجا رہی تھی۔ میں نے اسے بھی کرید نے کا فیصلہ کر لیا۔

ویرا میری باتوں سے بھنا کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے تیاریوں میں مصروف تھی۔ میں نے اسے چھیڑتے ہوئے پوچھا "کیا اسی وقت چارلی سے ملنے جا رہی ہو؟"

"تم یہاں پڑے اس کے فراق میں کروٹیں بدلتے رہو، میں ڈنر کے لیے باہر جا رہی ہوں۔ تم نے میرے موڈ کا ستیاناس کر دیا ہے۔" وہ پلٹ کر تلخی سے بولی۔ "تمہیں نیویارک کی سہانی راتوں کا بھی کچھ مزا لینا چاہیے۔ یہ دھیان رکھنا کہ چارلی کے آدمی ہماری حفاظت کر رہے ہیں اور واپسی پر میرے لیے بھی کچھ لیتی آنا۔"

"دو دفعہ میں نے بے خبری میں چوٹ کھائی ہے۔ اس وقت میں دیکھوں گی کہ کون میرا پیچھا کرتا ہے۔ ایسا جل دوں گی کہ پیچھا کرنے والے کی طبیعت صاف ہو جائے گی۔"

ویرا ضد پکڑ چکی تھی اور اس کا موڈ خراب تھا۔ اس وقت اس کو سمجھانا بالکل بے سود تھا۔ میں پر تشویش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

بال سنوار کر ہلکے سے میک اپ کے بعد وہ میرے اوپر استہزائیہ نظریں ڈالتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔ ویرا نے جاتے ہوئے اندرونی قفل کا لیور گھمانے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔

بستر پر آلتی پالتی مار کر میں نے رچمنڈ کے جیفرسن ہوٹل کا نمبر ملا کر آپریٹر سے کمرا نمبر بیس مانگا تو وہاں سے فوراً ہی جواب مل گیا۔

"آج تم نے دیر کر دی۔ اس وقت میں تیار بیٹھا ہوا کسی کی آمد کا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ پرزوں کی کھیپ کا کیا بنا؟ اس بارے میں میری تشویش بڑھ گئی ہے۔"

اس کھیپ کے بارے میں، میں نے اسے اپنی پچھلی کامیابیوں سے پوری طرح باخبر نہیں رکھا تھا۔ اس وقت بھی میں نے جواب دینے سے گریز کرتے ہوئے پوچھا۔ "تمہاری تشویش میں اضافے کا سبب کیا ہے؟ کیا کوئی نئی خبر آئی ہے؟"

"کسی بین الاقوامی ایجنسی کا ایک انسپکٹر آج صبح سرکاری کام سے پرنسٹن گیا تھا۔ سات بجے تک اسے لوٹ آنا چاہیے تھا مگر وہ لاپتا ہے۔ فیرفیکس سے ایک ٹیم اس کی تلاش میں اسی وقت پرنسٹن جا رہی ہے۔ میں اسی کے ساتھ جاؤں گا۔"

"اگر اس انسپکٹر کا نام ولسن تھا تو وہ اب کبھی نہیں مل سکے گا۔" میں نے سرد اور دھیمی آواز میں کہا "تم چاہو تو اس کی کیڈی ٹرینٹن کی کسی پارکنگ لاٹ میں مل سکتی ہے۔ تمہاری یہ رات بلاوجہ برباد ہونے والی ہے۔"

"ویری گڈ... واشنگٹن کی ساری فکرمندی انسپکٹر ایڈ ولسن کے لیے ہی ہے۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ تم کچھ نہ کچھ کر گزرو گے۔ اچھا ہوا کہ تمہارا فون آ گیا۔ اب میں دل کھول کر ان کو گمراہ کر سکوں گا۔"

"یہ کہانی تم سے کل معلوم ہوگی۔ یہ بتاؤ کہ اسحاق کے بارے میں تازہ ترین خبریں کیا ہیں؟" وقت کی کمی کی وجہ سے میں نے براہ راست سوال کر ڈالا۔

"فضا تیزی سے بگڑ رہی ہے۔ ہارلم کا قصہ بعد میں رونما ہوا۔ ہیڈکوارٹرز والے اس سے کسی سی ون تھرٹی کے بارے میں ناراض ہیں۔ وہ پاکستان سے ڈینی کے کسی آدمی کو اغوا کرلائے تھے مگر اسحاق نے وائٹ ہاؤس میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اسے قبرص سے آزاد کرا دیا۔ یہاں سب اس کے خلاف ہیں اور اب ہارلم کا قضیہ چل رہا ہے۔"

"میرا ہاتھ بھی اس کی شہ رگ کے قریب ہے۔ تم سے بچا تو وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔ آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ اس کا وقت پورا ہونے والا ہے۔"

"میرے دروازے پر کوئی آ گیا ہے۔ اب کل بات ہوگی۔" ریسیور میں بدری ناتھ کی سرگوشی ابھری اور فون یکایک بند ہو گیا۔

جینی سے ملاقات کے بعد شروع ہونے والا کامیابیوں کا سلسلہ اس وقت تک جاری تھا۔ ہر طرف سے اچھی خبریں مل رہی تھیں۔ سی ایس ڈی کی بدولت اپنے ہوٹل سے ہر ایک سے کھلی کھلی باتیں کرنے کے باوجود ہم پوری طرح محفوظ تھے۔ ذرا سا فرق یہ پڑا تھا کہ بلیک ڈیڈ بھی میدان میں کود پڑا تھا۔ اسے نہ صرف سب کچھ معلوم تھا بلکہ ہم اس کی نگرانی میں بھی تھے۔ یہ اطمینان کی بات تھی کہ اس کا رویہ دوستانہ تھا۔

جینی سے میرا ذہن آئزک بیل کی طرف بھٹک گیا۔ سی آئی اے کے ہیڈکوارٹرز میں اس کے خلاف جو کھچڑی پک رہی تھی وہ اس سے بے خبر نہیں ہو سکتا تھا۔ شاید سبز فائل میں کچھ ایسا مواد موجود تھا جو اسے آنے والے سرکاری عتاب سے بچا سکتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو اچانک وہ فائل یاد آئی تھی اور اب وہ اس کے لیے ہر قیمت ادا کرنے پر آمادہ تھا۔

میں ایک مرتبہ پھر سبز فائل پر نظر ڈالنے کی اضطراری خواہش پر قابو نہ پا سکا اور اپنے بریف کیس سے فائل نکال کر بیٹھ گیا۔

DEEDSIHT پہلے ورق کا پہلا انگریزی لفظ تھا۔ میں بار بار اس کو دیکھ چکا تھا مگر اس کے کوئی معنی اخذ نہیں کر سکا تھا۔ اس وقت جوں ہی میں نے فائل کھولی اور میری نظر اس پہلے لفظ پر پڑی تو مجھے کھٹکا ہوا کہ وہ کوئی مرکب لفظ تھا جس کا ایک حصہ DEED یعنی دستاویز پر مشتمل تھا۔ یہ ایسا لفظ تھا جو الٹ کر بھی جوں کا توں رہتا تھا۔

میں نے بقیہ چار حروف کو بھی الٹ دیا اور میرے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں نے اس

خفیہ تحریر کی کلید دریافت کر لی ہے۔

THIS DEED اس تحریر کے پہلے دو الفاظ تھے جنہیں ملا کر اس تحریر میں الٹی ترتیب کے ساتھ لکھ کر یکسر ناقابل فہم بنا دیا گیا تھا۔

اس کلیے کے تحت تحریر کے کئی الفاظ فوراً میری سمجھ میں آ گئے اور میں نے کسی تاخیر کے بغیر بریف کیس میں سے قلم اور کاغذ نکال لیا۔

کلیہ معلوم ہو چکا تھا۔ میں نے اس کے مطابق تحریر کو سیدھے حروف میں اصل ترتیب کے مطابق لکھنا شروع کر دیا۔ پہلا پیراگراف مکمل ہونے سے پہلے میرے دل و دماغ میں دہشت کی ایک لہر سرایت کرنے لگی تھی۔

وہ ایک وقت طلب اور صبر آزما کام تھا۔ بعض طویل اور غیر مروج الفاظ کو الگ کرنا میرے لیے دشوار ہو رہا تھا۔ اس بارے میں عبارت کا سیاق و سباق میری بھرپور مدد کر رہا تھا۔ میں پورے انہماک سے اس کام میں لگا رہا۔

میں آخری صفحہ ختم کر کے فارغ ہوا تو رات کا ایک بج چکا تھا مگر مجھے خوشی تھی کہ اس محنت کے نتیجے میں، میں نے آئزک بیل کی مکمل بربادی کا مواد حاصل کر لیا تھا جس میں میرے بہت سے تشنہ سوالوں کے جوابات بھی شامل تھے۔

میں نے اپنے لکھے ہوئے اوراق الٹ کر بریف کیس میں رکھے اور ان پر سبز فائل رکھ کر بریف کیس کو بند کر دیا۔

میرا ذہن ہلکا ہو کر بسیط خلاؤں میں پرواز کر رہا تھا۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ امریکا کا ایوان صدارت مجرموں کے ساتھ کسی تحریری معاہدے کا ایک فریق بن سکتا ہے۔ جینی کی دی ہوئی سبز فائل نے میری اس خوش گمانی کو چند ہی گھنٹوں میں برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

وہ معاہدہ پاکستان، ایران اور افغانستان جیسے ”تشدد پرور“ اور ”دہشت گرد“ ممالک کے مفادات کی عالمی سطح پر خفیہ تباہی کے لیے امریکا کے صدر کی جانب سے اس کی پرسنل سیکریٹری نے سی آئی اے کے سربراہ، رنکس انکارپوریٹڈ کے سربراہ آئزک بیل اور ڈیوڈ اسٹارز کے سابقہ سربراہ راس المیڈا کے ساتھ کیا تھا اور معاہدے کے اختتام پر ان ہی چاروں کے دستخط ثبت تھے۔

ان مذموم مقاصد کے حصول کے لیے اس دستاویز میں ترجیحات کے تعین کے ساتھ بعض بہیمانہ طریقے بھی تجویز کیے گئے تھے جن پر ہر فریق اپنی سہولت کے مطابق عمل کرنے کے لیے آزاد تھا اور امریکا میں ہر قسم کی باز پرس سے بھی آزاد تھا۔

دستاویز میں ڈیوڈ اسٹارز کی سالانہ گرانٹ اور رنکس کے معاوضے کا ذکر تھا مگر رقم کا تعین باہمی مشوروں سے کیا جاتا تھا۔ اسے ضبط تحریر میں نہیں لایا گیا تھا۔

معاہدے میں دی گئی بے مہار آزادیاں امریکا کے آئین کے منافی تھیں اس لیے آئزک بیل اور راس المیڈا کو اصل دستخطوں کے ساتھ معاہدے کی ایک ایک نقل دی گئی تھی جس کی موجودگی میں امریکا کا کوئی وفاقی یا ریاستی ادارہ وائٹ ہاؤس کی پیشگی منظوری کے بغیر ان دونوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ جنرل ایڈمنسٹریشن...... پروسی جریا گیپ نامی اس معاہدے کو دکھائے جانے کے باوجود ان دونوں کے خلاف کارروائی کرنے والا ہر امریکی افسر سخت سزا اور جرمانے کا سزاوار ٹھہرایا گیا تھا۔ یوں ان دونوں کو امریکا بلکہ دنیا بھر میں من مانی کارروائیاں کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی تھی جسے صرف معاہدے واپس لے کر ہی معطل کیا جا سکتا تھا۔

راس المیڈا کی موت کے بعد رنکس کے ساتھ ڈیوڈ اسٹارز کی سربراہی بھی آئزک بیل کے قبضے میں آ گئی تھی۔ یوں اسے معاہدے کی رو سے دہری طاقت مل گئی تھی۔

سی ون تھرٹی کے معاملے میں سی آئی اے کے بڑوں کی مرضی کے خلاف اپنا فیصلہ مسلط کر کے آئزک بیل نے جس عناد کی داغ بیل ڈالی تھی، اس کا توڑ صرف سبز فائل ہی کر سکتی تھی۔ اس کی غیر موجودگی میں امریکا

کے کسی بھی آئینی ادارے کے اہل کار ضابطوں کی تکمیل کے بعد اسے زنداں میں ڈال سکتے تھے۔

یہ آئزک بیل کی سب سے بڑی مجبوری تھی کہ اپنی زندگی اور آزادی کو بچانے کے لیے وہ سبز فائل کی ہر قیمت ادا کرنے کے لیے تیار تھا۔

جینی نے آئزک بیل کی وہ خفیہ فائل میرے حوالے کر کے اتنا بڑا کام کیا تھا کہ اس کا احسان اتارنا ناممکن تھا۔ وہ ایسی لاابالی اور آزاد منش لڑکی تھی کہ اس نے مجھے ڈینی ثابت کرنے کے لیے اپنے گھر کی خلوت میں مدہوش سپردگی کی آڑ میں میری ہر وہ حرکت نوٹ کی تھی جس کی تصدیق ویرا کی سنائی ہوئی رازدارانہ کہانیوں سے ہوتی تھی۔

کسی کی اصلیت کا سراغ لگانے کا وہ انوکھا طریقہ جینی جیسی کوئی لڑکی ہی سوچ سکتی تھی۔

وقت کافی گزر چکا تھا۔ مجھے بھوک ستانے لگی تھی۔ ویرا کمرے سے تنگ کر نکلی تھی اور پتا نہیں شہر میں کہاں ماری ماری پھر رہی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر جینی کا نمبر گھما ڈالا۔

پہلی گھنٹی بجتے ہی اس کی شیریں آواز میرے کان میں آئی تو میں حیران رہ گیا۔ ”ہائیں، تم رات کے ڈیڑھ بجے بھی جاگ رہی ہو؟“

”تو کیا ہوا؟“ اس کی اٹھلائی ہوئی آواز آئی۔ ”کیا تم سو رہے ہو؟“

”جاگ رہا ہوں مگر میں بہت ضروری کام کر رہا تھا۔ ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں۔“

”میرے سو جانے کی توقع کر رہے تھے تو اس وقت فون کیوں کیا ہے؟“

میں لاجواب ہو گیا۔ ”بس ایسے ہی تمہارا خیال آ گیا تھا۔“ میں نے کہا۔

”روزی کی آڑ لے کر میں نے تمہارے لیے ہی پیغام چھوڑا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ موقع نکال کر تم مجھے ضرور فون کرو گے۔ میں اسی انتظار میں جاگ رہی تھی۔“

”تمہارے پیغام کا جواب روزی دے گی۔ یہ کال میں نے اپنی مرضی سے کی ہے۔“

”روزی مدہوش ہو کر گہری نیند سو گئی ہے یا تمہیں جلانے کے لیے کہیں باہر گئی ہوئی ہے؟“ اس نے بے باکی سے سوال کیا۔

”تم سمجھتی ہو کہ میں اس کے سامنے تم کو فون کرنے سے ڈرتا ہوں؟“

ریسیور میں اس کی ہلکی سی مترنم ہنسی گونجی ”میرے سمجھنے یا نہ سمجھنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ وہ جس پر قبضہ کرتی ہے اس پر کسی اور لڑکی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیتی۔ مجھے معلوم ہے کہ اس نے نہایت مجبوری اور بے بسی کے عالم میں تمہیں میرے گھر بھیجا ہوگا۔“

”وہ اتنی تنگ دل نہیں ہے۔“ میں نے بلاوجہ جھوٹ بولا ”تم سہیلی ہو کر اسے آج تک سمجھنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔“

”وہ فراخ دل ہے تو اسی وقت آ کر دکھاؤ۔“ جینی نے جھٹ چیلنج کر دیا۔

”اس علاقے میں الو بول رہے ہوں گے۔ ساری سواریاں براڈوے اور ٹائمز اسکوائر میں سمٹی ہوئی ہوں گی۔ میں صبح تک سواری کے انتظار میں نہیں ہو سکتا۔“

”تم ہوٹل سے نکلو، میں پندرہ منٹ میں خود تمہیں لینے آ جاتی ہوں۔“ اس کے پاس میرے ہر بہانے کا جواب موجود تھا۔

میں چند ثانیوں کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔ ویرا مجھے چڑانے کے لیے اس وقت تک ہوٹل سے غائب تھی تو مجھے بھی نکل بھاگنے کا پورا حق حاصل تھا۔ کوئنز کے علاقے سے [illegible] میرے لیے ہوٹل تک آنے پر آمادہ تھی۔ یہ ایسی دعوت نہیں تھی جسے آسانی سے ٹھکرا دیا جاتا۔

میں نے جینی کی تجویز پر آمادگی ظاہر کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور میں زیر لب بڑبڑا کر رہ گیا۔

”نہیں جینی، اس وقت دیر ہو گئی ہے۔ پھر کسی وقت مل بیٹھنے کا پروگرام بنائیں گے۔“ میں نے سرگوشیانہ آواز میں یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ مجھے ڈر تھا کہ ویرا کو

میری اور جینی کی گفتگو کی بھنک بھی مل گئی تو وہ اندر آ کر ہنگامہ کھڑا کر دے گی۔
میں نے دروازہ کھولا تو ویرا اندر آ گئی۔ اس کی آنکھوں میں خمار کے گہرے ڈورے تیر رہے تھے اور سانسوں سے الکحل کے تیز بھبکے آ رہے تھے۔ اس نے ہاتھ میں تھاما ہوا پیکٹ میرے حوالے کیا، پرس صوفے پر اتارا اور جوتوں سمیت بستر پر ڈھیر ہو گئی۔
اچانک فون کی گھنٹی بجی اور میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میری طرف سے اچانک گفتگو ختم کر دیے جانے کے نتیجے میں وہ جینی کی کال ہی ہو سکتی تھی۔
میرے پہنچنے سے پہلے ہی ویرا نے ریسیور اٹھا لیا۔ میں انجان بن کر رائٹنگ ٹیبل پر ویرا کا لایا ہوا پنڑا کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ میرے کان ویرا کے مکالموں پر لگے ہوئے تھے۔
ویرا قہقہہ لگا کر فون پر جواب دے رہی تھی ''ہاں جینی ڈارلنگ! میں مزے میں ہوں اور بس ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوئی ہوں۔ تمہارا پیغام دیکھتی تو ضرور تم کو فون کرتی۔''
وہ جواب سن کر مجھے اطمینان ہوا کہ جینی نے میری کال کا حوالہ دیے بغیر ویرا سے نئے سرے سے بات شروع کی تھی۔ ویرا ترنگ میں تھی۔ ویرا [illegible] ہنس ہنس کر فون پر باتیں کرتی رہی۔ میں نے اپنا اطمینان ہو جانے کے بعد ان دونوں کی گفتگو سے دھیان ہٹا لیا۔
سخت بھوک کے عالم میں ویرا کا لایا ہوا گرم گرم پنڑا بہت لذیذ معلوم ہو رہا تھا۔ نشے کی جھونک میں ہونے کے باوجود اسے یہ یاد رہا تھا کہ میں کمرے میں بھوکا بیٹھا ہوا تھا۔ اگر وہ خالی ہاتھ واپس آ کر کوئی عذر پیش کر دیتی تو میں اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا۔
جینی سے کافی دیر تک باتیں کرنے کے بعد ویرا کا خمار قدرے ہلکا ہوا تو فون بند کر کے اس نے بستر چھوڑ دیا اور مخمور نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔
''شہر کی تفریح گاہوں میں کون تمہارا ساتھ دے رہا تھا؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
''مجھے معلوم تھا کہ تم یہ سوال ضرور پوچھو گے۔ میں نے کسی کو گھاس نہیں ڈالی تاکہ قسم کھا کر تم کو یقین دلا سکوں کہ شہر میں اکیلی گھوم رہی تھی۔'' وہ ایک تلخ ہنسی کے ساتھ بولی ''میں نے تو اس شخص کو بھی اپنے ساتھ نہیں رہنے دیا جو ہوٹل سے میرا پیچھا کر رہا تھا۔ ڈاؤن ٹاؤن کے علاقے میں ٹیکسی چھوڑ کر میں نے اسے جل دیا اور سب وے سے مڈ ٹاؤن لوٹ آئی۔''
''تم کہتی ہو تو میں مانے لیتا ہوں لیکن اتنی رات گئے پر ہجوم تفریح گاہوں میں اکیلی گھومتی ہوئی لڑکیاں کھلے میدان میں کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہوتی ہیں جنہیں لوٹنے کے لیے آوارہ گردوں کے غول منڈلا رہے ہوتے ہیں۔ تمہاری حالت ویسے بھی خاصی ابتر نظر آ رہی ہے۔''
''یہ میں مانتی ہوں کہ آج میں نے ذرا زیادہ پی لی ہے۔ میں باہر سے پی کر آئی ہوں۔ جینی بستر میں لیٹی پی رہی ہے۔ اس کے دماغ پر تمہارا ہی بھوت سوار ہے۔ مجھ سے بار بار تمہارے بارے میں ہی پوچھے جا رہی تھی۔ میں نے کہہ دیا کہ تم بے خبر سو رہے ہو۔''
''تمہیں اس سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ کہہ دیتیں کہ میں اس سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ وہ اپنا [illegible] لے کر [illegible] جاتی۔'' میں نے قدرے ناراضی سے کہا۔
''وہ تمہاری نہیں میری دوست ہے۔ میں اسے تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ وہ تم سے بات کرنے پر اڑ جاتی تو میں اس سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ تمہاری آواز سن کر وہ بہکنا شروع کر دیتی۔''
وہ باتھ روم کی طرف جاتے جاتے مڑی اور چونک کر بولی ''تم نے اول خان کو فون کیا تھا؟''
''کیوں؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟'' میں نے اسے گھور کر پوچھا۔
وہ فضا میں تین انگلیاں اٹھا کر بولی ''اس کے تین اسباب ہو سکتے تھے۔ اس وقت کراچی میں دن ہوتا۔ تم اسے پرسٹن کے واقعات بتا سکتے تھے اور ساتھ ہی سبز فائل کے کاغذوں کے بارے میں اس کی رائے پوچھ سکتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے وہ تحریر ڈی کوڈ کرالی ہو۔''
''تیسری وجہ بالکل احمقانہ ہے۔ یہاں سے بھیجا ہوا لفافہ ابھی راستے میں ہی ہو گا......''
''پھر یہ تمہاری غلطی ہے۔'' وہ باتھ روم کے دروازے پر رک گئی ''ایسے اہم کاغذ اسے فیکس کے ذریعے بھیجنے چاہیے تھے۔ ہم کب تک یہاں پڑے رہیں گے؟''
''اس وقت تم نے کمرا چھوڑ کر میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔'' وہ ذکر آ جانے پر میں اسے اپنی بے اندازہ خوشی میں شریک کیے بغیر نہ رہ سکا ''میں نے وہ پانچوں کاغذ پڑھ لیے ہیں۔ کپڑے تبدیل کر لو۔ ان کا متن پڑھ کر تم حیران رہ جاؤ گی۔''
ویرا نے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیاں چوم کر بوسہ میری طرف اچھالا اور زندہ باد کہہ کر باتھ روم میں گھس گئی۔
نشے کی حالت میں بھی اس نے ایک کار آمد نکتے کی نشان دہی کی تھی۔ اس وقت تک میرے پاس اول خان کا فیکس نمبر نہیں تھا۔ میں نے اگلی صبح اس سے فیکس نمبر لے کر اصل کاغذ اسے فیکس کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نامانوس تحریر کے بارے میں اس کی رائے جاننے کے بعد میں اپنی تحریر اسے بھیج سکتا تھا۔
ویرا بظاہر لباس بدلنے کے ارادے سے باتھ روم میں گئی لیکن چند منٹ بعد وہ اندر سے برآمد ہوئی تو اس کے سر کے بال گیلے تھے اور شب خوابی کا لباس جسم سے جا بہ جا چپکا ہوا تھا۔
''یہ کیا بے ہودگی ہے؟'' میں [illegible] پر نظر پڑنے پر غرایا ''کیا اب تمہیں یہ باریک لباس پہننے کا قرینہ بھی یاد نہیں رہا ہے؟''
''سوری ڈارلنگ؟'' وہ گردن جھٹک کر مسکرائی ''نشہ بھگانے کے لیے میں نے ہلکا سا غسل کر ڈالا جس کی وجہ سے یہ گڑبڑ ہوئی۔ جب ہم ایک ساتھ رہتے اور سوتے ہیں تو تمہیں ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس طرح نہیں چڑنا چاہیے۔ میں تمہارے لیے اتنی اجنبی تو نہیں ہوں۔''
''نہا لینے کے باوجود تمہارا نشہ نہیں اترا۔ آئینہ دیکھو گی تو تمہیں خود شرم آ جائے گی۔''
''لعنت بھیجو آئینے پر۔'' وہ اپنے سر پر تولیہ لپیٹتے ہوئے بستر پر آ گئی ''یہ بتاؤ کہ ان کاغذوں میں تم نے کیا پڑھا ہے۔ تمہاری مہارت ثابت ہو گئی تو آج رات اس کامیابی کا جشن منایا جائے گا۔''
ویرا نے میرا موڈ خراب کر دیا تھا لیکن امریکا میں بس وہی تھی جس کے ساتھ میں اپنی کوئی خوشی منا سکتا تھا۔ میں نے کچھ کہے بغیر بریف کیس کھولا اور اپنے لکھے ہوئے آٹھ کاغذ اس کے سامنے ڈال دیے۔ ویرا نے بے تابی سے وہ پلندہ اٹھایا۔
ابتدائی سطریں پڑھتے ہوئے ویرا کے چہرے پر حیرت اور بے یقینی کی علامات ابھر آئیں۔ چند ثانیوں بعد اس نے پڑھنے کا سلسلہ ترک کر کے کہا ''ان کاغذوں میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ یہ تو ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے تم نے اپنے ذہن کا سارا ابال کاغذ پر منتقل کر کے رکھ دیا ہو۔''
''یہ میرے ذہن کا ابال نہیں، ان کاغذوں کی لفظ بہ لفظ تحریر ہے۔'' میں نے بریف کیس سے سبز فائل نکال کر اس کے سامنے ڈال دی ''چاہو تو تم دونوں کو ملا سکتی ہو۔''
ویرا نے فائل کھول کر پہلا صفحہ دیکھا اور پھر منہ بگاڑ کر مجھ سے بولی ''کیا تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟ دونوں میں سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ تم نے کس فارمولے یا طریقے سے یہ مطلب اخذ کیا ہے؟''
''یہ مذاق نہیں، ایک دل خراش حقیقت ہے۔ ان کاغذوں پر سر کھپاتی رہو۔ کچھ سمجھ میں آ جائے تو مجھے اٹھا لینا۔'' یہ کہہ کر میں بڑے صوفے پر دراز ہو گیا۔
اس وقت ویرا کے تیور خطرناک اور جارحانہ نظر آ رہے تھے۔ ایسے میں اس کی دسترس میں رہتے ہوئے سونے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔
ویرا نے مجھے نظر انداز کر کے اپنی ساری توجہ فائل اور میرے لکھے ہوئے پہلے صفحے پر مرکوز کر دی۔ جواب

میں، میں نے اپنی آنکھیں موندلیں۔

کافی دیر تک ویرا ان کاغذوں کے مطالعے میں کھوئی رہی۔ مجھے حیرت تھی کہ دونوں تحریریں سامنے ہونے کے باوجود وہ ان کے تعلق کو نہیں سمجھ سکی تھی۔

اس کی طرف سے عدم مداخلت کا وقفہ بڑھنے پر میرے اوپر غنودگی طاری ہونے لگی لیکن وہ غنودگی نیند میں ڈھلنے سے پہلے مجھے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولنی پڑگئیں کیونکہ میرے نتھنوں پر ایک مانوس سی حیوانی مہکار حملہ آور ہورہی تھی۔

آنکھیں کھولتے ہی مجھے ویرا نظر آئی جو بستر سے اتر کر دبے پاؤں قالین پر صوفے سے لگ کر آبیٹھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی میں نے اچھل کر صوفہ چھوڑ دیا۔

''میں مان گئی۔ تم واقعی جینئس ہو۔'' ویرا نے تعریفی لہجے میں اعتراف کیا''میرا دعویٰ ہے کہ اس تحریر کو کوئی نہیں پڑھ سکے گا۔ یہ ایک خطرناک دستاویز ہے۔ اسحاق گھنٹی اس کے لیے بلبلانے میں حق بجانب ہے۔ جینی نے اسے زندگی کے پروانے سے محروم کردیا ہے۔ اس ظالمانہ دستاویز نے مجھے ششدر کردیا ہے۔ یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ وائٹ ہاؤس کی سطح پر عالمی جرائم کی یوں کھل کر سرپرستی کی جارہی ہوگی۔''

''اب رات بھر ان نکات پر غور کرتی رہو۔ تفصیلی باتیں صبح ہوں گی۔'' میں نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

''صرف ایک شرط پر......تم مسہری پر لیٹو گے۔'' ویرا بولی۔

''اگر تم تنگ نہ کرو تو میں مسہری پر زیادہ آرام سے سوسکوں گا۔''

''منظور ہے۔'' یہ کہہ کر وہ مسکرائی تو مجھے شبہ ہوا کہ وہ مجھ سے [illegible] ہی تھی۔ [illegible] میں رہ کر اس سے بہت [illegible] تعلق نہیں رہ سکتا تھا۔

میرے مسہری پر دراز ہونے کے بعد وہ بھی وہیں آگئی۔ سرہانے لٹکتی ہوئی ڈوری کھینچ کر کمرے کو تاریک کرتے ہی وہ کروٹ لے کر بولی''چاہو تو میں تمہارا سر سہلادوں۔ تمہیں آرام سے نیند آجائے گی۔''

معصومانہ انداز میں کی گئی اس پیش کش کو میں رد نہ کرسکا۔ اس کی گداز مخروطی انگلیاں میرے بالوں کی جڑوں سے کھیلنے لگیں۔

ہماری اگلی صبح کا آغاز کافی تاخیر سے ہوا۔ میری نیند ٹیلی فون کی گھنٹی کے شور سے ٹوٹی جو مسلسل بج رہی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف بلیک ڈیڈ کا کوئی حواری تھا۔

''لمحہ بھر ہولڈ کرو۔ چارلی بات کرے گا۔'' اس نے کہا اور واقعی دوسرے لمحے بلیک ڈیڈ لائن پر موجود تھا۔

''پرنسٹن سے ایک سرکاری آدمی کل سے غائب ہے......'' لائن پر آتے ہی بلیک ڈیڈ نے کسی تمہید کے بغیر اپنی بات شروع کی تھی مگر میں نے اس کی بات درمیان سے ہی اچک لی۔

''میں تمہاری الجھن سمجھ رہا ہوں۔ فون پر میں جواب نہیں دے سکتا۔''

''میں تمہیں ذہنی تیاری کے لیے وقت دے رہا ہوں۔ آج تین بجے تم دونوں کو چھیالیسویں اسٹریٹ پر ڈریم لینڈ میں پہنچنا ہے۔ وہاں تفصیلی بات ہوگی۔ روزی نے وہ کلب دیکھا ہوا ہے۔''

میرے بولنے سے پہلے فون بند ہوگیا۔ اپنی بات پوری کرنا اور دوسرے کی کچھ نہ سننا شاید بلیک ڈیڈ کے آمرانہ مزاج کا ایک حصہ تھا۔

''کون تھا؟'' ویرا نے آنکھیں کھولتے ہوئے کسل مندانہ لہجے میں سوال کیا۔

''چارلی۔ اس نے تین بجے ڈریم لینڈ میں بلایا ہے۔ وہ ولسن کے بارے میں بھی جاننا چاہ رہا تھا۔'' میں نے منہ بنا کر اسے بتایا۔

ویرا نے فوراً ہی [illegible] ''اس کا مطلب ہے کہ وہ خبر اخبارات میں آگئی ہے۔''

اس وقت گیارہ بج چکے تھے۔ ہوٹل میں باقاعدہ ناشتے کا وقت ختم ہوچکا تھا۔ میرے منہ ہاتھ دھونے کے بعد ویرا باتھ روم میں گئی تو میں نے روم سروس والوں کو کافی کے ساتھ کچھ لوازم کا آرڈر دے دیا۔

ویرا اپنے ساتھ اخبار بھی لے گئی تھی۔ میں نے سگریٹ سلگا کر آئزک بیل کا نمبر ملالیا۔

اس کے دفتر میں فون مسلسل بجتا رہا لیکن کسی نے جواب نہیں دیا۔ شاید سبز فائل غائب ہونے کے بعد اس نے اپنے دفتر میں ہر ایک کے داخلے پر پابندی عائد کردی تھی۔ میں نے نوٹ پیڈ پر لکھا ہوا ڈیوڈ اسٹارز کا نمبر ملایا تو وہاں ایک لڑکی نے کال ریسیو کی۔ میں نے جوں ہی اس سے آئزک بیل کے بارے میں دریافت کیا، سی ایس ڈی سے بزر کی ہلکی سی آواز کے ساتھ لائن کٹ گئی۔

شاید اس لڑکی نے اپنے باس کے لیے آنے والی کال کو ریکارڈ کرنے کی کوشش کی تھی اور سی ایس ڈی حرکت میں آگئی۔ قدرے توقف کے بعد میں نے دوبارہ نمبر ملایا تو وہی آواز سنائی دی۔

''کال ریکارڈ کرنے کی کوشش کروگی تو میرا فون بند ہوجائے گا۔'' میں نے لڑکی کو آگاہ کیا''شاید آئزک اس وقت دفتر میں موجود نہیں ہے اسی لیے تم اس کے لیے آنے والی کالز ریکارڈ کررہی ہو؟''

''یس سر!'' لڑکی نے مشینی لہجے میں اقرار کیا۔

''وہ جہاں بھی ہے، اسے تلاش کرکے پیغام دو کہ میں بارہ بجے اسے فون کروں گا۔''

''سر! تمہارا نام کیا ہے؟'' لڑکی نے مرعوب لہجے میں پوچھا۔

''پیغام سے وہ خود میرا نام سمجھ جائے گا۔'' میں نے سرد مہری سے جواب دے کر فون بند کردیا۔

ویرا اخبار کی بیشتر خبریں سونگھ کر خاصی دیر بعد باتھ روم سے برآمد ہوئی تو ناشتا تیار تھا۔

''ولسن کے بارے میں اخبارات میں صرف ایک ہی خبر آئی ہے کہ پرنسٹن میں اپنے فرائض کے انجام دہی کے بعد وہ واپسی میں کہیں لاپتا ہوگیا۔'' اس نے میرے سامنے کرسی سنبھالنے کے بعد اپنے مطالعے کا نچوڑ پیش کیا''اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے دماغ سے رات کا خمار ابھی تک صاف نہیں ہوا......تم......''

''بس!'' اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش کردیا''رات کی باتیں رات ہی کو اچھی لگتی ہیں۔ اس وقت انہیں

دہرا کر تم کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔"
"میں سوچ رہا ہوں کہ اپنے لیے الگ کمرا لے لوں تاکہ ہم دونوں کو اپنا وقت اپنی مرضی سے گزارنے کی آزادی مل سکے۔ یہاں تم ہر وقت میرے اوپر مسلط رہنے کی کوشش کرتی ہو......"

"اتنے سادہ لوح بننے کی کوشش مت کرو۔ جہاں تمہاری رضامندی شامل ہوتی ہے وہاں مجھے ڈھیل دے کر بعد میں احسان جتاتے ہو۔ مرضی نہ ہو تو میری ایک نہیں چلنے دیتے۔" وہ لڑنے والے انداز میں بولی "یہ نہ سمجھنا کہ الگ کمرا لے کر تمہیں من مانی کرنے کی چھوٹ مل جائے گی۔ تم نے ایسی کوئی حرکت کی تو میں تمہارا جینا دوبھر کر دوں گی۔"

میں خاموشی سے سر جھکا کر ناشتا کرنے میں مصروف رہا۔ ویرا کو سلگانے اور ضرورت سے زیادہ بے لگام ہونے سے روکنے کے لیے کبھی کبھی ایسی دھمکیاں ناگزیر ہو جاتی تھیں۔

"تم نے ابھی تک ارشاد نہیں فرمایا کہ ولسن کے بارے میں اخبار نے کون سی اچھوتی بات پیش کی ہے۔" میری طویل ہوتی ہوئی خاموشی سے اکتا کر اس نے چڑچڑے انداز میں کہا۔

میں بے ساختہ ہنس پڑا "خبر میں فرائض کی انجام دہی کے بعد، واپسی میں اس کی گمشدگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیا اتنی سی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتیں؟"

"جب وہ پرنسٹن میں دیکھا گیا تھا تو ظاہر ہے کہ واپسی ہی میں غائب ہوا ہوگا۔" ویرا نے میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی "جاتے ہوئے اس کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا ہوتا تو وہ پرنسٹن پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس میں کون سی خاص بات ہے؟"

"رات کو سی آئی اے کی ایک ٹیم وہاں گئی تھی......"

میں نے وضاحت کرنی چاہی لیکن اس نے میری بات اڑا دی "یہ سی آئی اے کا نہیں، ایف بی آئی کا کیس ہے۔ ضروری نہیں کہ تمہیں عالم خواب میں ملنے والی ہر خبر ہمیشہ درست ثابت ہو۔"

"بھاڑ میں جاؤ۔" اس کی غیر ضروری بحث تمحیص سے میں جھلا گیا "اس وقت تمہاری عقل پر پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ تمہیں کوئی بات نہیں سمجھائی جا سکتی۔"

"اچھا، اب میں خاموش رہوں گی۔" وہ خوشامدانہ لہجے میں بولی۔ "لیکن تم ایک ہی سانس میں پوری بات بتا جاؤ تاکہ مجھے بولنے کا موقع نہ مل سکے۔"

"سی آئی اے والوں کے ساتھ بدری بھی وہاں گیا ہوگا۔ رات کو اس سے میری بات ہوئی تھی۔ اگر خبر وہی ہے جو تم نے بتائی ہے تو پرنسٹن کے گودام کے معائنے کے بعد انہوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ ولسن نے غائب ہونے سے پہلے اپنا کام مکمل کر لیا تھا۔"

"ہا......آں" وہ منہ پھاڑ کر بولی "یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔ اطمینان ہو جانے کے بعد اب وہ پرزوں کے ساتھ دوبارہ چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے۔"

"بس یہی ایک اچھی بات ہے۔ اخبار میں جو بات نہیں چھپی وہ یہ ہے کہ اب نہیں سرگرمی سے مس روتھ بیل کی تلاش ہوگی جس نے چھ ہفتوں کی پیشگی کرایہ دے کر برابر والی دکان حاصل کی تھی اور اب غائب ہو گئی ہے۔ سی آئی اے والے بال کی کھال نکالنے کے عادی ہوتے ہیں۔ دونوں چھتوں کے سوراخ بھی ان کی توجہ کا مرکز ضرور بنے ہوں گے۔"

"بنا کریں، میں نے تمہارا کھڑا ہوا ریک شگاف کے نیچے سے ہٹا دیا تھا۔ خالی کین اور ڈبے بھی وہاں سے اٹھا کر باہر ڈسٹ بن میں ڈال دیے تھے۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔

اس نے اپنا کام پوری تن دہی سے کیا تھا۔ مجھ سے ایک چوک ہو گئی تھی۔ میں نے گودام کی چھت پر پڑی ہوئی چادر کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے کہیں ٹھکانے لگانے کے بجائے چھت پر ہی چھوڑ دیے تھے۔ ان کو دیکھ کر تفتیشی حکام شبہ کر سکتے تھے کہ ولسن کی واپسی کے بعد یا اس سے پہلے کسی نے گودام میں داخل ہو کر کوئی کارروائی کی تھی۔

"کیا بات ہے؟ تم اچانک کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے ہو؟" ویرا نے خاموش پا کر مجھے ٹوکا۔

میں نے اسے اپنی فکرمندی کے نئے سبب سے آگاہ کر دیا۔

"میں اسی لیے تمہارا سایہ بن کر تمہارے ساتھ رہنے کی کوشش کرتی ہوں کہ تمہارے بگاڑے ہوئے کام سنوار سکوں۔" اس نے فخر سے کہا "چھت پر وہ ڈھیر دیکھتے ہی مجھے تمہاری حماقت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ میں نے وہ سارے ٹکڑے سمیٹ کر نالے میں ڈال دیے تھے۔"

"وہاں مجھے کوئی نالہ نظر نہیں آیا۔ جب تم نے ڈبے وغیرہ ڈسٹ بن میں ڈالے تھے تو چادر کے ٹکڑوں کے لیے نالے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟"

"چادر کے ٹکڑے زیادہ اہم تھے اور پھر نالہ بھی قریب تھا۔ پرنسٹن کے اس علاقے میں تم کچھ وقت گزارتے تو تمہاری طبیعت خوش ہو جاتی۔ وہاں گندگی سے لے کر کام چوری تک، سب کچھ بالکل ویسا ہی ہے جیسا پاکستان میں ہوتا ہے۔"

"تم پاکستان کا مذاق اڑا رہی ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں اس معاملے میں تھوڑا سا جذباتی ہوں۔ ایسی باتیں میرے لیے تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔"

"مذاق نہیں اڑا رہی، حقیقت بتا رہی ہوں۔ تمہارے زیادہ تر ہم وطن امریکا کے بڑے بڑے شہر، عمارتیں اور تفریحی مراکز دیکھتے ہیں اور ان کی آنکھیں پھٹی رہ جاتی ہیں۔ اپنے ملک لوٹتے ہیں تو وہ ہر وقت امریکا کے ہی گن گاتے رہتے ہیں جیسے پورا امریکا مین ہٹن جیسا ہو۔ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ بعض دور افتادہ علاقوں میں معیار اتنا بلند نہیں ہے۔"

اس کی وہ بات سن کر مجھے پرنسٹن کے مضافات کے وہ بھیڑیے یاد آ گئے جو ولسن کے خون کی بو پر اپنی سر سبز کمین گاہوں سے نکل آئے تھے۔ شاید بھیڑیوں کی مردم آزادی کے خوف سے ہی اس علاقے کی آبادی کنوئیں کو خیر باد کہہ کر کسی اور سمت منتقل ہو گئی تھی۔ امریکا اور دوسرے ملکوں میں مشینی زراعت کے رواج پا جانے کے باوجود زرعی مزدوروں کی ضرورت یکسر ختم نہیں ہوئی تھی اور یہ ضرورتیں شاید خانہ بدوش قسم کے بوریا نشین مزدور ہی پوری کرتے تھے۔

ولسن کے بارے میں چھپنے والی خبر پر ویرا کے ساتھ

تبادلہ خیال اس لحاظ سے مفید ثابت ہوا تھا کہ وہاں کی پوری صورت حال میرے ذہن میں تازہ ہوگئی تھی۔ تفتیشی افسروں نے پرسٹن میں کچھ کیا تھا اس کے بارے میں صحیح رپورٹ رات کو بدری سے ہی مل سکتی تھی۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟" میں نے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈال کر پوچھا۔

"تین بجے ڈریم لینڈ جانے تک میں بالکل فارغ ہوں۔" ویرا نے بے پروائی سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے ہمیں دن دہاڑے وہاں کیوں بلایا ہے۔"

"شاید وہ بھول چکا ہے کہ تم رات کی شہزادی ہو ورنہ کل رات ہی کو ملاقات ہوجاتی۔"

"دن کو ان تفریح گاہوں میں الو بولتے ہیں اور وہاں پھٹکار برستی رہتی ہے۔ روشنیاں جلنے کے بعد وہاں کی زندگی جوبن پر آتی ہے اور رات بھر ہنگامے جاری رہتے ہیں۔"

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ساری دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایسے ٹھکانوں پر رات کے اندھیروں میں کاروبار ہوتا ہے۔ دن کی روشنی میں بدمعاشوں کا لین دین اور جمگھٹ ہوتا ہے۔ اس نے ہمیں پروگرام دکھانے کے لیے نہیں بلکہ ضروری گفتگو کے لیے بلایا ہے۔ اس کے لیے دن کا وقت موزوں ہے۔"

"میں ان مذاکرات سے الگ رہتا ہی بہتر [illegible]گی۔" وہ بڑبڑائی۔ "اس نے کوئی اوندھی سیدھی بات کی تو میرے لیے برداشت کرنا مشکل ہوجائے گا۔ تمہاری ساری افہام و تفہیم دھری کی دھری رہ جائے گی۔"

"مجبوری ہے۔ اس نے ہم دونوں کو بلایا ہے۔ تمہیں جانا پڑے گا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا "تم اس سے اپنے باپ کے زمانے میں ڈیل کرتی رہی ہو۔ وہ مراتب کا خیال رکھنے والا، پرانی سوچ کا آدمی ہے۔ جمی لائیڈ کی وجہ سے تمہاری ہر جا و بے جا بات پر سر جھکا دیتا ہوگا۔ تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اب جمی لائیڈ زندہ نہیں ہے۔ یہی غنیمت ہے کہ وہ ہمارے ساتھ خیر سگالی کا مظاہرہ کررہا ہے۔"

"اپنے تلوے چاٹنے والے کی خوشنودی کا خیال رکھنا میرے لیے بہت مشکل کام ہے۔ پھر بھی میں اپنی سی پوری کوشش کروں گی کہ میری وجہ سے وہاں کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو۔ بس یہ یاد رکھنا کہ تین بجے کی یہ ملاقات خطرناک بھی ثابت ہوسکتی ہے۔"

"تم نے اپنی زبان اور سوچ پر قابو رکھا تو وہاں کوئی خطرہ پیش نہیں آسکتا۔"

"خطرہ میری طرف سے نہیں، اسحاق گھنٹی اور رنکس والوں کی طرف سے ہے۔ انہیں ڈریم لینڈ میں ہم تینوں کے اجتماع کی بھنک بھی مل گئی تو وہ پورے علاقے کو گھیر کر کھنڈر کردیں گے۔"

"یہ تمہاری منفی سوچ ہے۔ سبز فائل کے چکر میں اسحاق گھنٹی ایسی شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا ہے کہ اس وقت اسے کچھ اور سوجھ ہی نہیں رہا ہوگا اور پھر چارلی بھی بہت عیار آدمی ہے۔ مکمل رازداری اور حفاظتی انتظامات کی طرف سے مطمئن ہوئے بغیر اس نے یہ پروگرام طے نہیں کیا ہوگا۔"

"چارلی کی ہوشیاری اور اسحاق گھنٹی کی پریشانیاں اپنی جگہ لیکن رنکس کے درندے اپنے سربراہ کی اندرونی حالت سے بے خبر ہو کر اپنے حریف کی تلاش میں سرگرداں ہیں......"

"بارہ بج رہے ہیں۔ میں نے اسحاق گھنٹی کو فون کا وقت دیا ہوا ہے۔ تازہ ترین صورت حال ابھی سامنے آجائے گی۔"

"اوہ۔ تم نے یہ بات مجھ سے پوشیدہ رکھی ہوئی تھی۔" اس نے شکوہ کیا۔

"تم اپنے دارالمطالعہ میں اخبار بینی میں مصروف تھیں۔ تمہیں کیسے آگاہ کرتا؟"

ویرا کو جواب دے کر میں نے ڈیوڈ اسٹارز کا نمبر ملایا تو وہاں اسی لڑکی نے فون اٹھایا جس سے دو مرتبہ میری بات ہوچکی تھی۔ آئزک بیل کا نام سنتے ہی وہ میری آواز پہچان گئی۔ اس نے بتایا کہ میرا پیغام اسے پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ اپنے دفتر میں میری کال کا منتظر تھا۔

کریڈل دبا کر میں نے رنکس کے دفتر میں آئزک بیل کا نمبر ملایا تو اس کی آواز سے تکان اور پژمردگی مترشح تھی۔

"تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" میری آواز سنتے ہی اس نے پرامید لہجے میں سوال کیا۔

"میں نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا ہے۔ سبز فائل کی پوری تحریر پڑھ لی گئی ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ویرا نے میرے شانے پر جھک کر آئزک بیل کی آواز سننے کی اضطراری کوشش شروع کردی۔ وہ میرے اوپر چڑھی چلی آرہی تھی۔ میں نے سرک کر اس کے لیے گنجائش پیدا کی اور اس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر ٹک کر کان ریسیور سے لگادیا۔

"نہیں، تم جھوٹے ہو۔" دوسری طرف آئزک بیل میرا دعویٰ سن کر برس پڑا تھا "تم اپنی ان مکاریوں سے میرے اعتماد کو متزلزل نہیں کرسکتے۔"

"پھر اس بات سے انکار کردو کہ اس معاہدے کے نام کا مخفف گیپ ہے۔"

میرے ان الفاظ پر آئزک بیل یقیناً صدمے سے دوچار ہوا تھا۔ چند ثانیوں بعد اس کی بھرائی ہوئی آواز ابھری "تمہیں کہیں سے فائل کے نام کی سن گن مل گئی ہوگی۔ میرے لیے یہ بھی ناقابل یقین بات ہے۔ اس دستاویز پر دستخط کرنے والے چار افراد کے سوا صرف صدر کو اس کا راز معلوم ہے ورنہ پورے امریکا میں کوئی اس تحریر کو نہیں پڑھ سکتا۔ حرام زادی ہیلن نے مجھے ڈبویا اور میں نے اسے پاگل کر کے اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری۔ میں مانتا ہوں کہ اس فائل کا نام گیپ ہے۔ اب خدا کے لیے وہ مجھے لوٹا دو۔ بولو، تم اس کے عوض کیا چاہتے ہو؟"

میری زبان سے معاہدے کا نام سن کر بھی اس کا گھمنڈ باقی تھا۔ سبز فائل کی رازداری کے بارے میں اس کی خوش فہمیوں کو پاش پاش کرنے کے لیے میں نے اگلا وار کردیا "فائل میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ اس وقت سی آئی اے کا سربراہ سبز فائل کی بہترین قیمت ادا کرسکتا ہے۔ سی ون تھرٹی والے معاملے کے غدار کو کیفر کردار تک پہنچانے میں صرف یہ فائل اس کی راہ کی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ گیپ ایک فائل کا نہیں، تمہاری مادر پدر آزادیوں کے پروانے کا نام ہے۔ اگر تمہیں اب بھی میری بات کا یقین نہیں ہے تو میں ڈی کوڈ کی ہوئی پوری تحریر تمہیں فیکس کرسکتا ہوں۔"

"مجھے یقین آگیا، تم سچ بول رہے ہو۔" گہری گہری سانسوں میں آئزک بیل کی تھکی ہوئی اور شکست خوردہ آواز ابھری "تم نے فائل پڑھ لی ہے تو اب تمہیں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ وہ میرے لیے کس قدر اہم ہے۔ اسے کھو کر میں تباہ و برباد ہوجاؤں گا۔ صدر میری حمایت سے ہاتھ اٹھالے گا...... ڈینی! تم میرے بھائی ہو۔ میں کمینہ اور خودغرض انسان ہوں۔ میں نے تمہیں بہت دکھ دیے ہیں۔ میرے اوپر صرف ایک احسان کردو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ملک کو ہمیشہ کے لیے بھول جاؤں گا۔" فرط اندوہ سے اس کی آواز بری طرح رندھ رہی تھی۔

آئزک بیل کی حالت کا تصور کر کے میں اندر سے لرز اٹھا۔ میں اس کے چیتھڑے اڑا کر بھی اسے ایسی ذلت و رسوائی سے دوچار نہیں کرسکتا تھا جس میں وہ زندہ سلامت رہ کر مبتلا ہوگیا تھا۔ اس کا غرور اور تکبر آسمان پر اچھالے ہوئے تھوک کی طرح اس کے منہ پر آپڑا تھا۔

"تم چار بجے تک انتظار کرو۔ میں کسی بھی وقت دوبارہ بات کروں گا۔" میں نے سرد اور بے رحمانہ لہجے میں کہا۔

"میں تمہارا غلام ہوں۔ تم سے بات کیے بغیر یہاں سے نہیں ہلوں گا۔ بس فائل مجھے لوٹا دو۔" وہ گڑگڑانے لگا۔ اس کی ساری انانیت اور خود پسندی نیست و نابود ہوچکی تھی۔

میں نے فون بند کردیا۔

ویرا والہانہ انداز میں اچھل کر مجھ سے لپٹ گئی اور اپنے سلگتے ہوئے ہونٹ میری پیشانی پر رکھ دیے۔ حالات کی اس کایا پلٹ پر بے اختیار میری آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگے۔

آئزک بیل نے اپنے پیش ... موت کے بعد پاکستان کے خلاف کی جانے والی خفیہ صیہونی ریشہ دوانیوں کی سربراہی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ سنبھالی تھی۔ اس کی اٹھان سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے امریکا کی سرزمین سے اٹھنے والی اس ہولناک آندھی پر میں اسپیشل ٹاسک فورس کے ساتھ مل کر بھی قابو نہ پاسکوں گا۔

دوسروں کے برعکس وہ نہایت عیاری کے ساتھ منصوبے بنانے اور غیر متوقع طور پر وار کرنے میں ماہر تھا۔ اس نے ہوش مندی سے کام لیتے ہوئے کبھی بھی اپنی لگائی ہوئی آگ میں کودنے کی غلطی نہیں کی تھی۔ پاکستان سے ہزاروں میل دور رہ کر اپنے مہروں کی ڈوریاں ہلاتا اور ہمارے لیے مشکلات پیدا کرتا رہا تھا۔

بدری ناتھ کے ایما پر کراچی سے نیویارک کی روانگی کا منصوبہ بناتے ہوئے مجھے یہ امید ضرور تھی کہ ہم امریکا پہنچ کر صیہونی دہشت گردوں کے مفادات کو گہری زک پہنچا سکیں گے مگر یہ امکان بہت موہوم نظر آتا تھا کہ اس طویل سفر کے نتیجے میں آئزک بیل کے فتنے کا خاتمہ ہوجائے گا۔

ہمارے نیویارک پہنچنے کے بعد حالات نے بہت تیزی کے ساتھ پلٹا کھایا تھا کہ ہم اپنے اس حریف کے مقابلے میں مدافعت کے بجائے یکایک پیش قدمی کی پوزیشن میں آگئے تھے۔

اس وقت تک جو کچھ ہوتا رہا وہ اپنے نتائج کے اعتبار سے ہمارے یا پاکستان کے مفادات کے لیے بہت زیادہ اہم نہیں تھا۔ ہارلم کی خوں ریزی اور اس کے نتیجے میں رنکس کی بدنامی نیویارک کے مقامی مسائل تھے جن سے ہمیں کوئی فیض نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن ان واقعات کی کوکھ سے یکایک دو ایسے ناقابل فراموش کردار ابھرے جنہوں نے پانسہ پلٹ دیا۔

پہلی ہیلن رائے تھی جس کے دلیرانہ رویے نے رنکس کے ملازمین کی صفوں میں اضطراب اور دہشت کی لہر دوڑا دی۔ وہ بے چاری اپنی اس بے باکی کی سزا دیوانگی کی صورت میں بھگت رہی تھی۔ اس کی ہموار کی ...

... آئزک بیل کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لیے پوری رازداری کے ساتھ سبز فائل ہمارے حوالے کردی۔

سبز فائل میں لگے ہوئے وائٹ ہاؤس کے پانچ اوراق پر مشتمل گیپ نامی خفیہ معاہدے کا بھید کھل جانے کے بعد آئزک بیل کے سارے خواب خاک میں ملتے نظر آرہے تھے۔ کم و بیش لامحدود اختیارات کی اس سرکاری دستاویز کے گھمنڈ میں اس نے صرف اپنے حریفوں کو ہی پامال نہیں کیا تھا بلکہ امریکا کے کچھ بارسوخ اور طاقت ور حلقوں کو بھی اپنا دشمن بنالیا تھا۔ ان لوگوں کو بھنک بھی مل جاتی کہ ان کے اختیارات کو للکارنے والا سبز فائل سے محروم ہوچکا ہے تو وہ بھی بھوکے عقابوں کی طرح آئزک بیل پر ٹوٹ پڑتے اور سی ون تھرٹی والے معاملے میں امریکا کے وقار اور مفادات کے خلاف فیصلہ تھوپنے کے جرم میں اسے کیفر کردار کو پہنچادیتے۔

اپنے دشمنوں کو کسی حقیر چیونٹی کی طرح مسل دینے کا دعویٰ کرنے والا آئزک بیل یک بہ یک ہی ہر طرف سے گھرتا ہوا نظر آرہا تھا۔ میں نے اس کی شہ رگ پر انگلی رکھ دی تھی، سی آئی اے والے اسے زیر دام لانے کے لیے موقع کی گھات میں تھے اور ان کی صفوں میں بدری ناتھ ہمارا مخبر بنا بیٹھا تھا، تیسری طرف بلیک ڈیڈ کے ذہن میں بھی اس کے خلاف لاوا پکنا شروع ہوگیا تھا۔

وقت کے اس انقلاب نے آئزک بیل کا انجام بڑی حد تک واضح کردیا تھا۔ کوئی معجزہ رونما نہ ہوتا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے مکمل بربادی سے نہیں بچاسکتی تھی۔ فیصلہ صرف یہ ہونا تھا کہ ہانکے میں آئے ہوئے اس بڑے شکار کو اس کا کون سا دشمن مار گرائے گا۔

ویرا کو سبز فائل ڈی کوڈ ہونے کی مجھ سے زیادہ خوشی تھی، آئزک بیل کی مکمل بے بسی اور عاجزی پر اپنے جذباتی ابال کے والہانہ اظہار سے گزرتے ہی اسے اول خان یاد آگیا اور وہ چونک کر بولی ''بارہ بج چکے ہیں۔ تین بجے چارلی سے ملنے ڈریم لینڈ جانا ہے۔ وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ تم اول خان سے کب بات کروگے؟ اس وقت وہ ذہنی عذاب سے گزر رہا ہوگا۔''

''خود ہی اہم کاموں میں تاخیر کے اسباب پیدا کرتی ہو اور پھر خود یاد دہانی کرانے لگتی ہو۔'' میں نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا ''ان باتوں سے میرا موڈ تباہ ہوجاتا ہے۔''

''میں نے تاخیر کا کیا سبب پیدا کرڈالا......؟'' وہ حیرت سے دیدے پھاڑ کر بولی۔

''آئزک بیل کی لاچاری پر تم نے کسی نوعمر لڑکی کی طرح اچھل کود شروع نہ کی ہوتی تو میں اب تک کسی پبلک بوتھ سے کراچی بات کررہا ہوتا۔'' میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔

''میں نوعمر ہی ہوں۔ وقت اور تجربات کی بھٹی سے گزر کر اگر میں نے قبل از وقت بہت کچھ سیکھ لیا ہے تو تمہیں یہ حق نہیں کہ میری عمر میں دس بیس برس کا اضافہ کردو......''

میں نے اس کا احتجاج درمیان ہی سے اچک لیا ''چلو تم نوعمر بلکہ نومولود ہی سہی لیکن اب تمہیں خود پر قابو رکھنا ہوگا۔ حیلے بہانے سے تمہاری دست درازیاں بڑھتی جارہی ہیں۔''

وہ کھلکھلا کر فخریہ انداز میں ہنس پڑی ''قسمت سے مجھے میری مرادوں کے یہ چار دن ملے ہیں اور تم انہیں بھی مجھ سے چھین لینا چاہتے ہو۔ کراچی لوٹنے کے بعد تم ایک مرتبہ پھر غزالہ کے خوابوں میں ڈوب کر مجھ سے دور ہوجاؤ گے۔ ٹھنڈے دل سے غور کروگے تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ تم خود ہی لاشعوری طور پر مجھے ایسی حرکتوں پر اکساتے رہتے ہو۔ شاید میری اور تمہاری پوشیدہ خواہشیں یکساں ہوتی ہیں۔ تم ان کے اظہار سے ڈرتے ہو۔ میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ جو دل میں آتا ہے، کر رتی ہوں۔''

''ان ہی خوش فہمیوں سے اپنا دل بہلاتی رہو۔'' میں نے اسے چڑانے والے انداز میں ہاتھ لہرا کر کہا اور دروازے کی طرف ہولیا۔

''کہاں چلے؟ کیا اول خان کو گیپ کے کاغذ فیکس کرنے کا ارادہ نہیں ہے؟'' اس نے مجھے ٹوکا۔

''یہی سمجھ لو۔ ہم چارلی کے آدمیوں سے دو مرتبہ مار کھا چکے ہیں۔ اس وقت بھی اس کا کوئی نہ کوئی آدمی میرا پیچھا کرے گا۔ کسی بوتھ سے فون کرنے کی بات مختلف ہے۔ میں نے پاکستان فیکس کیا تو پاکستان کا فیکس نمبر اس کے علم میں آنا زیادہ دشوار نہیں ہوگا۔''

''احتیاطاً وہ کاغذ ساتھ لے جاؤ۔ ہوسکتا ہے کہ میری طرح تم بھی نگرانی کرنے والے کو جُل دینے میں کامیاب ہوجاؤ۔'' وہ ہر حال میں پُرامید رہنے کی عادی تھی اور اس چکر میں عام طور سے بہت سے خطرات کو یکسر نظر انداز کردیتی تھی۔

''تم ہٹ دھرم اور ضدی ہو۔ پچھلی رات اس کے آدمی کو چکمادے کر آوارہ گردی کے لیے نکل گئیں۔ اب میں نے بھی وہی حرکت دہرائی تو چارلی ہماری سرگرمیوں کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ مجھے ایسی بے فیض حرکتوں کا کوئی شوق نہیں ہے۔''

''تم جانو۔'' وہ شانے اچکا کر رہ گئی ''میں بھی تمہارے بارے میں وہی رائے رکھتی ہوں جو تم میرے بارے میں ظاہر کرتے رہتے ہو۔ اپنی مرضی ہوگی تو کسی اندھی کھائی میں چھلانگ لگادوگے۔ میں مشورہ دوں گی تو فٹ پاتھ سے سڑک پر اترنے کا خطرہ بھی مول نہیں لوگے۔''

میں اس کی بات کا کوئی جواب دیے بغیر کمرے سے راہداری میں نکل گیا۔

لفٹ سے نیچے پہنچ کر میں ہوٹل کی لابی سے گزر رہا تھا کہ وہاں پڑے ہوئے ایک صوفے سے ایک سفید فام تیزی سے میری طرف آیا۔ اس کے شناسا چہرے پر نظر پڑتے ہی میں چونک پڑا۔

''ہائے!'' اس نے میرے ساتھ ٹکاس کے راستے کی طرف بڑھتے ہوئے خالص امریکی لہجے میں دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا...... ''کہیں دور جانے کا ارادہ ہو تو باہر میری پرائیویٹ ٹیکسی موجود ہے۔''

''میں مفت کی سواری پسند نہیں کرتا۔ میرا ادا کیا ہوا کرایہ تم ایک بار پھر چارلی کو لوٹادوگے۔''

''جہاں جانا ہو، خوشی اور آزادی کے ساتھ جاؤ مگر مجھے غچا دینے کی کوشش نہ کرنا۔'' اس نے سنجیدگی سے مجھے آگاہ کیا ''پچھلی رات تمہاری ساتھی نے یہ چالاکی

دکھائی تھی۔ اسی لیے آج مجھے مامور کیا گیا ہے۔ تم دونوں مجھے پہچانتے ہو۔ میں تمہاری نگرانی کے لیے نہیں، حفاظت کی ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تم سے چھپنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔''

پچھلے روز اسی نے ہمیں پرنسٹن بس ٹرمینل سے اپنی کار میں منزلِ مقصود تک پہنچایا تھا۔ میں خشک نظروں سے اسے گھور کر رہ گیا۔

ہوٹل کے دروازے سے وہ میرے ساتھ ساتھ باہر نکلا تو میں نے تنک کر کہا ''میرے ساتھ سائے کی طرح کیوں لگے ہوئے ہو؟ حفاظت یا نگرانی، جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو، مجھ سے دور رہ کر بھی کر سکتے ہو اور زیادہ موثر طریقے پر کر سکتے ہو۔''

''تو کیا تم پیدل ہی نیویارک کی سڑکیں ناپنے کے ارادے سے نکلے ہو؟'' اس نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

''میں صرف فون بوتھ تک جا رہا ہوں۔ تم شوق سے میرے پیچھے لگے رہو۔''

وہ سر ہلا کر خوش دلی سے ہنسا اور بولا ''ہوٹلوں میں، میں بھی یہی کرتا ہوں۔ ہوٹل سے فون کال دگنی سے زیادہ مہنگی پڑتی ہے۔ کال زیادہ فاصلے کی ہو تو یہ احتیاط ضروری ہو جاتی ہے۔''

تبصرہ کرتے ہوئے اس نے ازخود اپنی رفتار دھیمی کر لی اور میں تیزی کے ساتھ نکڑ کے اس فون بوتھ کی طرف بڑھتا رہا جہاں مین ہٹن کے ایک اٹھائی گیرے نے مجھے لوٹا تھا۔

وہ مین ہٹن کی مشہورِ زمانہ امپائر اسٹیٹ بلڈنگ والی چونتیسویں اسٹریٹ کا مغربی حصہ تھا۔ اس وقت فٹ پاتھوں پر گلوں میں کیمرے لٹکائے متعدد یورپی اور ایشیائی سیاح رواں دواں تھے۔ اس بھیڑ میں افریقیوں اور امریکا کے مقامی کالوں میں صرف لباس کے فرق سے امتیاز کرنا ممکن تھا۔ ان میں سے بہت سے جوڑے ایک دوسرے سے یوں جڑے ہوئے مست خرامی کر رہے تھے جیسے انہیں صرف اسی دن اور اسی دوپہر ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملا ہو۔

ان خرافات کا سرسری جائزہ لیتا ہوا میں فون بوتھ میں داخل ہوا تو میں نے پہلو بدل کر کن انکھیوں سے تعاقب کرنے والے کا جائزہ لیا۔ مجھے بوتھ میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے اپنی پیش قدمی موقوف کر دی تھی اور کسی تھکے ماندے سیاح کی طرح ایک عمارت کی دیوار سے ٹیک لگا کر سگریٹ کے کش لینے میں مصروف ہو گیا تھا۔

اول خان گھر پر ہی تھا اور بے چینی کے ساتھ میرے کسی پیغام کا منتظر تھا۔

''کھیپ کلیر ہو چکی ہے۔ پرزے بے فکری سے مرمت کے لئے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔'' میں نے کسی تمہید کے بغیر اسے وہ خوش خبری سنا دی۔

''خدا کا شکر ہے!'' اطمینان کے ایک گہرے سانس کے ساتھ اس کی بے ساختہ آواز سنائی دی ''میرے لیے یہ بہت بڑی خبر ہے ورنہ کل سے میری پریشانی اچانک بڑھ گئی تھی۔''

''تم فرض شناسی اور احساسِ ذمّے داری کے سنگین مرض میں مبتلا ہو۔'' میں نے ہنس کر تبصرہ کیا ''بعض اوقات اپنے لیے خود ہی پریشانیاں ایجاد کر لیتے ہو....''

''شاید تم کو ایسا محسوس ہوتا ہو مگر میں بے بنیاد وسوسوں سے حتی الامکان دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کل رات خبر ملی کہ نک موڈلے یہاں سے اچانک ورجینیا کے لیے روانہ ہو گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی اہم مشن پر اپنے ملک گیا ہے اور یہ مشن ہمارے لیے پریشان کُن ہو سکتا ہے۔''

''وہ ورجینیا پہنچ رہا ہے۔ یہاں اسے دیکھ لیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کو اس کا کوئی متبادل بھیجنے کی ضرورت پیش آ جائے۔ یہاں کی سرگرمیوں میں اچانک بہت تیزی آ گئی ہے۔''

''تمہاری آواز بہت پُراعتماد ہے۔ کاش میں تمہارا ہاتھ بٹا سکتا....'' وہ بولا۔

میں نے اس کی بات کاٹ دی ''یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ بھیڑ بھاڑ سے پوری بساط الٹ سکتی ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ ہمیں بی جمالو والی کہانی دہرانی پڑ رہی ہے۔''

''یہ تو بہت ہی نیک کام ہے۔ اگر دشمن آپس میں [لڑ] کر ایک دوسرے کو فنا کرتے رہیں تو ہماری زندگیاں [بہت] سکھ چین سے گزر سکتی ہیں۔ مجھے سلطان شاہ کی [صحت] کی طرف سے گہری تشویش تھی۔ آج شام اسے [بھی محدود] سفر کے لیے کلیرنس مل گئی ہے۔''

وہ واقعی ایک بڑی خبر تھی۔ میں نے اپنے دل کی تیز [ہوتی] ہوئی دھڑکنوں کے ساتھ پوچھا ''وہ وہاں سے کب واپس آ رہا ہے؟''

''کل وہاں سے امریکی فضائیہ کی ایک ایئر ایمبولینس اسے واپس لا رہی ہے۔''

''نہیں، اول خان۔ یہ پھر کوئی سازش ہو سکتی ہے۔'' میں نے اضطراری لہجے میں کہا ''تمہیں نہیں معلوم کہ اس کے ناکام اغوا کی کوشش نے کس کس کے سینے داغ دار کیے ہیں۔ وہ دورانِ سفر ہی اسے مار دیں گے اور ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔''

''اس خطرے نے میرے ذہن میں بھی سر ابھارا تھا۔'' اس نے قدرے کمزور آواز میں اعتراف کیا ''ترکی والوں کے مقابلے میں ان کی ایئر ایمبولینس جدید ترین طبی سہولتوں سے آراستہ ہے۔ مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ سلطان شاہ کی حفاظت کے لیے ہر ممکن احتیاطی تدبیر اختیار کی جائے گی۔''

''جدید ترین کے مقابلے میں دوستوں کی روایتی ایئر ایمبولینس زیادہ محفوظ رہے گی۔ موجودہ بندوبست کو سختی سے مسترد کر دو۔ اس میں مہلک خطرات پنہاں ہیں۔''

''طبی بورڈ نے اسے صرف ان ہی سہولتوں کے ساتھ سفر کی اجازت دی ہے۔'' اول خان نے مایوسانہ آواز میں آگاہ کیا ''ہم نے اس تجویز کو مسترد کیا تو سلطان شاہ کی منتقلی میں کئی دن کی تاخیر ہو سکتی ہے۔ وہاں وہ کتنا ہی محفوظ کیوں نہ ہو، میرا دل اس کے لیے ہر وقت فکرمند رہتا ہے۔''

چند ثانیوں کے لیے میں سوچ میں پڑ گیا پھر میں نے سوال کیا۔ ''کیا اس سفر میں ایوب آغا بھی سلطان شاہ کے ساتھ طیارے پر موجود ہوگا؟''

''ان لوگوں نے اب تک جس برادرانہ جذبے کے ساتھ تعاون کیا ہے، اس کی روشنی میں ان سے ایسی باتیں نہیں پوچھی جا سکتیں۔ انہوں نے پورا اطمینان دلایا ہے کہ وہ مریض کو پوری حفاظت سے کراچی پہنچا دیں گے۔ ہمیں اس یقین دہانی کو قبول کرنا تھا یا پھر اس وقت تک انتظار کرنا تھا جب تک سلطان شاہ ان کے اپنے کسی طیارے میں سفر کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم ان کی تجویز پر اپنی رضامندی دے چکے ہو؟''

''یہ سب سفارتی سطح پر طے پایا ہے۔ میں کسی گنتی میں نہیں تھا۔ فیصلہ ہو جانے کے بعد مجھے اطلاع دی گئی تھی تاکہ میں کراچی ایئرپورٹ پر سلطان شاہ کو حفاظتی تحویل میں لینے کے انتظامات کر لوں۔''

''پھر یہ ساری مغز زنی بے سود ہے۔'' میں نے ہلکی سی ترشی سے کہا ''اب ہم ہاتھ باندھ کر اس کی صحیح و سلامت واپسی کے لئے صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔''

''میں تمہارے اندیشوں سے متفق ہوں۔ میں نے یہی نکات اٹھائے تھے لیکن فیصلہ ہو چکا تھا۔ اب ہم کسی بدگمانی کے بغیر اچھے نتیجے کا انتظار کرنے پر مجبور ہیں۔'' اس نے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی۔

''سلطان شاہ کی آزادی کے بعد ہمارے لیے طیارے والا قصہ ختم ہو چکا تھا مگر یہاں وہ مسئلہ ابھی تک زندہ ہے۔ ناگ اپنا کچلا ہوا پھن پوری قوت سے مار رہا ہے......''

''کچھ پتا نہیں چل رہا کہ ان سازشوں کے ڈانڈے کہاں کہاں سے ملے ہوئے ہیں۔'' وہ میری بات کاٹ کر خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا ''تمہارے بھیجے ہوئے کاغذات ڈی کوڈ ہوں تو معلوم ہو کہ ان کے کیا ارادے ہیں اور یہ سلسلہ کہاں جا کر ختم ہوگا۔''

اس کے ساتھ دوسری باتوں میں الجھ کر میں سبز فائل اور گیپ کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ اس کے یاد دلانے پر میں نے چونک کر اسے بتایا ''اس کا متن کھل چکا ہے۔ وہ پاکستان، ایران، افغانستان اور ان جیسے دوسرے ممالک کی بے رحمانہ سرکوبی کے لیے صدر اور سی آئی اے کے سربراہ کی طرف سے ڈیوڈ اسٹارز اور رنکس کو دیے جانے والے لامحدود اختیارات کا پروانہ ہے۔ یہ چاروں قوتیں بین الاقوامی مصلحتوں اور رائے عامہ کے

دباؤ کے تحت اختیار کی جانے والی ظاہری سرگاوی پالیسیوں سے قطع نظر ہر وقت اور ہر مقام پر ان ممالک کو ہسرنگوں کرنے کا ہر خفیہ حربہ استعمال کریں گی اور ان کارروائیوں پر کسی کو جواب دہ نہیں ہوں گی۔ یہ بہت وحشت ناک دستاویز ہے۔ اسے حاصل کرکے ہم نے پورا معاہدہ سبوتاژ کر دیا ہے۔"

وہ بات میرے لیے بہت سیدھی اور واضح تھی مگر آسانی سے اول خان کے پلے نہیں پڑ سکتی تھی۔

صدر امریکا اس معاہدے کا کلیدی کردار تھا۔ اس نے جس آئین کی پاس داری کا حلف اٹھایا ہوا تھا، گیپ میں اسی سے تجاوز کرتے ہوئے تین طاقتوں کو مجرمانہ دہشت گردی کی کھلی چھوٹ دی تھی۔ وہ خود اپنے ملک کا مقتدر اعلیٰ اور عملی طور پر اپنی ہر خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی قوت رکھتا تھا۔ اسے اپنے منصوبے بروئے کار لانے کے لیے جیسے کسی معاہدے کی سرے سے کوئی ضرورت نہیں تھی۔

کم و بیش یہی صورت امریکی سی آئی اے کی تھی۔ صدر کے بعد امریکا میں سی آئی اے کے ڈائریکٹر یا سربراہ کو دوسرا طاقت ور ترین فرد تصور کیا جاتا تھا۔ بعض حلقے اسے صدر سے زیادہ طاقت ور قرار دیتے تھے۔ دونوں ہی صورتوں میں سی آئی اے کو عالمی پیمانے پر اپنے تخریبی منصوبے پروان چڑھانے کے لیے گیپ یا کسی اور خصوصی مختار نامے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ دنیا کے ہر خطے میں پیشہ ورانہ افرادی قوت سے مالا مال تھی اور اس کی جملہ سرگرمیوں کو موثر طور پر چلانے کے لئے بجٹ سے ہٹ کر بھی خطیر مالی ذرائع فراہم کیے جاتے تھے۔ یہ سی آئی اے کا اپنا کمال تھا کہ وہ منشیات اور ہتھیاروں کے غیر قانونی کاروبار میں ملوث بڑے بڑے عالمی گروہوں کو کچھ تحفظات وغیرہ فراہم کرکے مزید مالی وسائل پیدا کر لیتی تھی۔ یہ بے اندازہ رقوم جو کہیں بھی ریکارڈ پر نہیں لائی جاتی تھیں، سی آئی اے کی قوت اور من مانیوں کا اصل سرچشمہ تھیں۔

اس کے بعد گیپ کے صرف دو حلیف رہ جاتے تھے۔ رنکس انکارپوریٹڈ اور ڈیوڈ اسٹارز۔ راس المیڈا کے قتل کے نتیجے میں ان دونوں کی سربراہی آئزک بیل نے سنبھالی ہوئی تھی۔ یوں گیپ نامی معاہدے کا فائدہ صرف اور صرف اسی کو حاصل تھا۔

معاہدے کا اصل مسودہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ وہ دنیا بھر میں من مانی کارروائیاں کرنے کا اپنا اختیار کھو چکا تھا اور یوں وہ خوف ناک گٹھ جوڑ حیرت ناک خاموشی کے ساتھ ناکارہ ہو چکا تھا۔

میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ بلیک ڈیڈز بھیجا ہوا نگراں یا محافظ باہر میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اپنے تجزیے کے رموز و نکات پورے اختصار کے ساتھ اول خان کو ذہن نشین کرائے اور پھر اسے معاہدے کے متن کو پڑھنے کا طریقۂ کار بھی سمجھا دیا۔

گیپ کا نچوڑ اس تک پہنچ چکا تھا۔ ڈاک کے نظام کی موروثی خرابیوں کے باوجود اس معاہدے کی نقل جلد یا بدیر اس تک پہنچ جاتی اور وہ اسے لفظ بہ لفظ سیدھا کر لیتا۔ اس سے آگے کیا ہونا تھا اور کن لوگوں کو اس فتنے سے آگاہ کرنا تھا، یہ سب سوچنا اول خان کا کام تھا۔

میری ساری باتیں سمجھ لینے کے بعد اول خان نے پُرتشویش انداز میں ایک اہم نکتہ اٹھایا "سبز فائل اس قدر اہم اور ہولناک ہے تو تم اب تک اسے کیوں لیے بیٹھے ہو؟"

"مجبوری ہے۔ جب تک آئزک بیل زندہ ہے، میرے لیے یہ فائل بہت اہم ہے۔"

"اسے جلا دو، کیس تلف کر دو۔ دشمن کو اتنا حقیر مت سمجھو۔ وہ کسی طرح تم سے یہ فائل واپس لینے میں کامیاب ہو گیا تو یہ معاہدہ پھر سے زندہ ہو جائے گا۔"

میں نے اس سے بحث نہیں کی۔ نرم لہجے میں وعدہ کیا کہ میں اس کے مشورے پر غور کروں گا۔ غزالہ اس وقت اول خان کی بیوی کے ساتھ شادی کی کسی تقریب میں گئی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے لیے مختصر سا محبت بھرا پیغام دے کر فون بند کر دیا۔

واپسی پر میرا نگراں اس وقت تک اپنی جگہ پر کھڑا رہا جب تک میں اس کے سامنے سے نہیں گزر گیا۔ نگاہیں چار ہونے پر اس نے مسکرا کر مجھے آنکھ ماری مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے آگے نکل جانے کے بعد وہ دوبارہ میرے پیچھے ہو لیا۔

میں ہوٹل پہنچا تو ویرا ڈریم لینڈ کے لیے روانگی کی تیاری میں مصروف تھی۔

نک موڈلے کی کراچی سے روانگی کے بارے میں اول خان سے ملنے والی اطلاع کی اہمیت صرف اتنی تھی کہ اس سے بدری ناتھ کی نیک نیتی ثابت ہو رہی تھی۔ اسے سی آئی اے سینٹر والوں سے جو کچھ معلوم ہو رہا تھا، وہ کسی ردوبدل کے بغیر مجھے بتائے چلا جا رہا تھا۔

ایک طرف آئزک بیل کے خلاف ہیلن رائے اور جینی نے ہماری بھرپور مدد کی تھی تو دوسرے محاذ پر بدری ناتھ نے انٹرویل رینڈ کے پرزوں کی کھیپ کی تلاش میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

سلطان شاہ کے بارے میں خبر سن کر ویرا بھی فطری انداز میں چونکی تھی "کیا ترکی والوں کے پاس ایسی ایک بھی ایئر ایمبولینس نہیں جس کے ذریعے کسی وی آئی پی مریض کو ملک سے باہر بھیجا جا سکے؟"

"تم بھول رہی ہو کہ ترکی امریکا کا ایک پرانا اتحادی اور حلیف ہے۔ انقرہ میں ان کا ایک قابل ذکر ایئر بیس ہے۔ جہاں دنیا کی ساری سہولتیں میسر ہیں پھر انہیں مفت میں میسر آنے والی ان سہولتوں پر اپنا پیسہ بہانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ضرورت تو اب تمہارے سامنے ہے کہ سلطان شاہ....." اس نے احتجاج میں کچھ کہنا چاہا مگر میں نے پھرتی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"سلطان شاہ کے ساتھ ہماری طرح ان کی کوئی گہری جذباتی وابستگی نہیں ہے پھر بھی انہوں نے قبرص سے اسے انقرہ پہنچانے کی اجازت دی اور اس وقت سے اپنی ساری ذمے داریاں نبھا رہے ہیں۔ سفر کے لیے اسے وی آئی پی سہولت مہیا کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے تحفظات سے بے خبر نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کل ہمارے سارے خدشات بے بنیاد ثابت ہوں۔ ان کو پتا ہوتا کہ ان حالات میں سلطان شاہ کی نقل و حمل کی ضرورت پیش آئے گی تو انہوں نے ضرور کوئی جدید ایئر ایمبولینس خرید لی ہوتی۔"

آخری فقرے میں نے ویرا کے اعتراض کا وزن ہلکا کرنے کے لیے مضحکہ اڑانے والے انداز میں ادا کیے تھے لیکن وہ حقیقت سے بہت قریب تھے۔

"ہرجائی پن تمہارے مزاج میں شامل ہے۔" وہ چڑچڑے لہجے میں بولی "اس وقت سلطان شاہ سے کسی ہمدردی کے اظہار کے بجائے ترکوں کی وکالت کر رہے ہو۔ کاش جینی کو تمہاری فطرت کے اس پہلو سے واقفیت حاصل ہو گئی ہوتی!"

مجھے اس کی بے تکی بات پر ہنسی آ گئی "یہاں جینی کا ذکر کہاں سے آ گیا؟"

"وہ باز نہیں آ رہی۔" ویرا نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "تمہارے جانے کے بعد اس کا فون آیا تھا۔ باتوں باتوں میں بار بار تمہارے بارے میں کرید رہی تھی۔ میں نے کہہ دیا کہ تمہیں ہیضہ ہو گیا ہے اور تم کسی اچھے معالج کی تلاش میں نکلے ہوئے ہو۔"

"مجھے ہیضہ کرانے کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے طنز سے کہا۔ "کہہ دیا ہوتا کہ کسی حادثے میں آں جہانی ہو گیا ہوں۔ ایک ہی بہانے میں ہمیشہ کے لیے قصہ پاک ہو جاتا۔"

"بس اب سلگ گئے..... یہ بہانہ میں نے سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ بعد میں تم اس کی کوئی کال ریسیو کر بیٹھتے تو مجھے شرمندگی ہوتی۔ میں اسے کیا بتاتی کہ تم دوبارہ کیسے زندہ ہو گئے۔ اب تم ڈائریا کی کمزوری کی وجہ سے اس سے ملنے سے صاف انکار کر سکتے ہو۔"

"ایسی باتوں میں تمہارا دماغ کسی مکار لومڑی کی طرح چلتا ہے۔ شاید تم اسحاق گھنٹی سے زیادہ اس کے بارے میں سوچ سوچ کر کڑھتی رہتی ہو۔"

"مجھے کڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہاری گردن ہر وقت میری دسترس میں رہتی ہے۔ ہم خواہ آپس میں لڑتے ہی رہتے ہوں، وہ ہماری رفاقت کا تصور کرکے جلتی بھنتی رہتی ہوگی۔"

"تمہاری نفسیات بہت پیچیدہ اور ناقابل فہم ہے۔ اب اپنا سنگھار جلد ختم کر لو۔ باہر ہی کہیں کچھ کھا پی کر ڈریم لینڈ کی طرف نکل جائیں گے۔"

''میں تیار ہوں۔'' وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی ''باہر نگرانی کا کیا حال ہے؟''

''پرنسٹن میں ٹیکسی سروس فراہم کرنے والے سے میری ملاقات ہو چکی ہے۔ دوسرا ابھی کسی کونے کھانچے میں بیٹھا ہوا ہوگا۔''

''آج چارلی سے اس بات کا بھی فیصلہ ہو جائے گا کہ وہ ہمارا ہمدرد اور دوست ہی رہے۔ مربی یا سرپرست بننے کی کوشش نہ کرے۔'' ویرا نے تلخی سے کہا اور میرے ساتھ چل دی۔

نگرانی کرنے والا شناسا شخص ہماری جھلک دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے یقین تھا کہ اس کا دوسرا ساتھی بھی حرکت میں آ چکا ہوگا۔ اس بار میں نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ ہوٹل سے باہر ایک ٹیکسی سے مسافر اتر رہے تھے۔ ٹیکسی خالی ہوتے ہی ہم اس میں سوار ہو گئے۔

''ٹائمنر اسکوائر!'' ٹیکسی حرکت میں آتے ہی ویرا نے ہدایت کی۔ ''براڈوے پر کہیں پہنچا دو۔''

دن کے اجالے میں مین کی مصروف شاہراہوں پر ٹریفک کا خاصا ہجوم رواں تھا۔ گاڑیوں کی بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے ٹریفک کی رفتار کافی سست تھی لیکن بدنظمی مفقود تھی۔ بیشتر گاڑیاں قواعد کی پابندی کرتے ہوئے اپنی اپنی قطار میں چل رہی تھیں۔

کچھ ہی دیر بعد ٹیکسی نے ہمیں ٹائمنر اسکوائر پر پہنچا دیا۔

ٹائمنر اسکوائر مین ہٹن میں سیاحوں کے ایک پسندیدہ مرکز کے طور پر مشہور ہے۔ اس وقت بھی وہاں خاصی تعداد میں سیاح منڈلا رہے تھے اور پُرشوق نگاہوں سے لدی پھندی دکانوں اور شو ونڈوز کی سیر کر رہے تھے۔ ان میں امریکیوں کی بھی خاصی تعداد شامل تھی۔

نیو یارک بلکہ مین ہٹن اور اس کے مضافاتی جزائر سیاحت کے لیے ایسی سحر انگیز شہرت رکھتے ہیں کہ امریکا کی دور دراز ریاستوں کے رہنے والے بھی اپنی سہولت کے مطابق شوق اور اہتمام سے پروگرام بنا کر اس دنیائے حیرت میں سال بھر آتے رہتے ہیں۔

ویرا مجھے ساتھ لے کر تیزی سے راستہ بناتی ہوئی کینٹکی فرائڈ چکن کے روشن اور صاف ستھرے ریستوران میں داخل ہوئی تو وہاں بیشتر میزیں بھری ہوئی تھیں اور ہر ٹل یا کیش مشین کے سامنے نئے خریداروں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔

''اوہ!'' ویرا پُرتشویش انداز میں بولی ''دفاتر وغیرہ میں لنچ ٹائم ہونے کی وجہ سے اس وقت اچانک رش ہو گیا ہے۔ یہ زور دو بجے سے پہلے نہیں ٹوٹے گا۔''

''یہاں کے اشتہا انگیز ماحول میں داخل ہونے کے بعد اب میں کہیں اور نہیں جاؤں گا۔'' میں نے فوراً ہی اعلان کر دیا۔ ''یہ دوپہر کے ایف سی کے نام ہی رہے گی۔ ویسے بھی ہمارے پاس وقت کی کمی نہیں ہے۔''

ویرا ایک قطار کے آخری سرے پر کھڑی ہو گئی اور میں کسی خالی میز کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ بھانت بھانت کے دلکش چہروں اور خوش لباس جسموں کی بھیڑ میں میز کی تلاش کا تجربہ بہت خوشگوار ثابت ہوا۔ شیشے کی اونچی دیوار کے ساتھ دونفری میز پر میرا قبضہ ہونے تک ویرا بھی حیرت ناک تیزی کے ساتھ کھانے کی ٹرے اٹھائے، مجھے ڈھونڈتی ہوئی وہاں تک آ پہنچی۔

کھانے کے دوران باتیں کرتے ہوئے ہم دونوں کی نگاہیں اپنے شناسا تعاقب کنندہ کی تلاش میں سرگرداں رہیں لیکن وہ کے ایف سی میں نظر نہیں آیا۔

وہ سارا علاقہ ویرا کا دیکھا بھالا تھا۔ وہاں سے نکل کر کچھ دیر کی مٹرگشت کے بعد ہم تھیٹر ڈسٹرکٹ کی حدود میں داخل ہوئے تو اس تفریحی علاقے میں چیختے چنگھاڑتے ہوئے بڑے بڑے سائن بورڈز تماش بینوں کو دعوت دیتے ہوئے نظر آئے۔

گو نیون سائن بند تھے لیکن دن کے اجالے میں ساری تصویریں اور تحریریں بہت واضح تھیں جن میں سے بہت سی سنسر کیے جانے کے قابل تھیں۔

رات کو جلتی بجھتی ہوئی رنگا رنگ روشنیوں کے سیلاب میں وہاں بنے سنورے چہروں کا جو میلہ بجا ہوگا، اس کا بس تصور ہی کیا جا سکتا تھا۔ دن کی چمکتی ہوئی روشنی میں ان تفریح کدوں پر ایک عجیب سی پھٹکار اور بے رونقی برستی نظر آ رہی تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ اس وقت وہاں سناٹا تھا۔ شام کی

مخصوص تفریحات کے سوا سارے کاروبار زور و شور سے چل رہے تھے۔ رات کے خوف آور اور گناہ پرور اندھیروں سے گھبرانے والے بے شمار لوگ بھی وہاں موجود تھے مگر مین ہٹن کی نائٹ لائف کا ہوش ربا مرکز اس وقت اپنے جوبن پر نہیں تھا۔

ڈریم لینڈ نائٹ کلب تھا۔ رات کو کلب کے دلال گزرنے والوں کو شاید گھیر گھیر کر اندر پہنچاتے ہوں گے مگر اس وقت دروازے بند تھے۔ بس ایک چھوٹے سے دفتر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

ہمارے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی ہماری نگرانی کرنے والا اچانک کہیں سے نمودار ہوا اور ہم دونوں کو دھکیلتا ہوا دفتر میں داخل ہو گیا۔ میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی میں پھنسا اور اونگھتا ہوا دیو پیکر سیاہ فام اس کی آہٹ پر چونک پڑا۔

''ہائے جونی!'' اندر گھسنے والے نے بے تکلفی سے سیاہ فام کو مخاطب کیا ''سورج غروب ہونے تک تم بے فکری سے کرسی توڑتے رہو۔ میں چارلی کے دو مہمانوں کو اندر لے جا رہا ہوں۔''

اس وقت تک ہم دونوں بھی اندر پہنچ چکے تھے۔ سیاہ فام نے اپنی سرخ اور متورم آنکھوں سے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھا اور ایک مرتبہ پھر پورے انہماک سے اونگھنے میں مصروف ہو گیا۔ اس کی بے نیازی دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ اگر بلیک ڈیڈ واقعی اندر موجود تھا تو وہاں حفاظت کا سرے سے کوئی بندوبست نہیں تھا۔ سیاہ فام کی بے خبری میں پوری فوج مارچ کرتی ہوئی اندر پہنچ سکتی تھی۔

''ابھی تک میں تمہارے پیچھے تھا۔ اب تم میرے پیچھے چلے آؤ۔'' سفید فام یہ کہتا ہوا دفتر کے اندرونی دروازے سے دوسری طرف نکل گیا۔

دفتر سے آگے ایک طویل اور قدرے کشادہ راہداری کسی سرنگ کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ اس راہداری کی چھت دس فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ دن میں بھی وہ راہداری اتنی تاریک تھی کہ وہاں جا بجا دیوار گیر بلب روشن تھے۔

شاید وہ راہداری ڈریم لینڈ کے ہال کے متوازی اسٹیج کے عقبی حصے تک چلی گئی تھی۔ وہ راستہ طے کرنے کے بعد ہم اپنے نگراں کی رہنمائی میں ایک مرصع دروازے سے گزرے تو اسٹیج کے پیچھے ڈریسنگ روم میں بلیک ڈیڈ دو نوجوان لڑکیوں کے ساتھ ایک صوفے میں دھنسا جن پی رہا تھا۔

ہمیں لانے والا فوراً ہی واپس چلا گیا۔ کم لباسی کا شکار، دونوں لڑکیوں کی شوخیوں میں بریک لگ گیا اور وہ بلیک ڈیڈ سے فوراً الگ ہو گئیں۔

''گٹ اپ۔'' بلیک ڈیڈ نے ایک لڑکی کی کمر پر ہاتھ مار کر اپنی مخصوص آواز میں کہا ''جا کر آرام کرو۔ مجھے کچھ اہم کام نمٹانے ہیں۔''

دونوں لڑکیاں مشینی انداز میں صوفے پر سے اٹھیں اور تیزی کے ساتھ اس مستطیل ہال کے دوسرے سرے پر بنے ہوئے دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

''بیٹھو!'' بلیک ڈیڈ نے اپنے سامنے پڑے ہوئے خالی صوفوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیش کش کی۔ درمیان میں پڑی ہوئی میز پر بلیک ڈیڈ کی شراب نوشی کے لوازمات کے ساتھ تین فون بھی رکھے ہوئے تھے جن کے تار میز سے نیچے فرشی قالین کے نیچے غائب ہو گئے تھے۔

''تمہاری بے پروائی اور بے نیازی کا یہی عالم رہا تو تمہارے پرستار بہت جلد تمہارا ماتم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔'' ویرا نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بے خوفی سے بلیک ڈیڈ سے بات کی ابتدا کی تو میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ ویرا کی بے تکلفی گستاخی کی حدود کو چھو رہی تھی۔

''تم آج بھی پہلے کی طرح بے وقوف ہو۔ تمہاری اس احمقانہ ہمدردی کا سبب کیا ہے؟'' اس نے بوتل ہم دونوں کی طرف سرکاتے ہوئے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''بیرونی دفتر میں موجود اکلوتا کالا یوں اونگھ رہا ہے جیسے اسے اسی کام کی تنخواہ ملتی ہو۔'' ویرا نے میز پر لڑکیوں کے خالی کیے ہوئے گلاس سنبھالتے ہوئے جواب دیا ''اس وقت شاید تم اکیلے ہی ان دونوں لڑکیوں کو کچھ سمجھا رہے تھے۔''

''بے بی!'' بلیک ڈیڈ اس بار کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔ ''اس وہم میں نہ رہنا۔ اب میرے آدمی پوشیدہ رہتے ہیں۔ تم نے ذرا بھی تیور بدلے تو پوری ڈسٹرکٹ بارود کی بو سے بھر جائے گی۔ ہال میں میرے مسلح آدمی پوری طرح ہوشیار ہیں۔''

''اپنے مسائل کو تم خود بہتر سمجھتے ہو۔'' میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں اس پر رائے زنی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ ہمیں یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟''

اس دوران میں ویرا نے چھوٹے گلاس کو ٹانک واٹر سے کھنگال کر ٹرے میں خالی کیا اور بلیک ڈیڈ پر توجہ دیے بغیر گلاس بنانے میں مصروف ہوگئی۔

''یہ لڑکی آج بھی اس حقیقت پر یقین نہیں کر سکی کہ جمی لائیڈ مارا جا چکا ہے۔'' بلیک ڈیڈ نے اپنے گلاس دونوں ہتھیلیوں میں گھماتے ہوئے کہا ''اب اسے نچ نوائی کے ساتھ اپنے طور پر زندہ رہنے کا قرینہ سیکھ لینا چاہئے۔ وہ دن ہوا ہوئے جب جمی کی وجہ سے ہر شخص اس کا احترام کرتا تھا۔ اس کے لیے ہر شخص بلیک ڈیڈ ثابت نہیں ہوگا۔''

''میں تمہارے مسائل پر رائے نہیں دے سکتی تو تم بھی مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ مجھے زندگی بھر سرنگوں رکھنے کے لیے یہی ایک احسان کافی ہے کہ میرا سراغ لگانے کے باوجود تم نے مخبری کر کے انعام حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ امریکا میں تو لوگ شاید اتنے بڑے انعام کے لالچ میں اپنی ماؤں کو بھی بیچ ڈالیں۔ ہر شخص ڈالروں کے پیچھے دیوانہ بنا ہوا ہے۔''

بلیک ڈیڈ نے چند ثانیوں کے لئے خاموش رہ کر اپنے گلاس سے ایک بڑا گھونٹ لیا۔ ہم دونوں نے بھی اپنے اپنے گلاسوں سے پہلا گھونٹ لیا پھر مزید توقف کے بعد وہ بولا ''ہارلم کے فسادات کی آگ اب ٹھنڈی پڑ رہی ہے مگر اس نے میری ساکھ کو نقصان پہنچایا ہے۔ میں اس کی بحالی کی کوشش کر رہا ہوں۔ شاید اس بارے میں تم میری مدد کر سکتے ہو۔''

''یہ خیال تمہیں کیسے آ گیا؟'' ویرا کی تلخ کلامی کے ردِعمل سے محفوظ رہنے کے لیے اس سے مذاکرات کی ذمے داری میں نے سنبھال لی۔

''کل تک مجھے صرف شبہ تھا۔ آج اے جے ولسن کی گمشدگی کی تفصیلات معلوم ہونے کے بعد مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تم آرزک بیل کی راہ پر لگ چکے ہو۔ اے جے ولسن انٹرنیشنل اٹامک انرجی کمیشن میں انسپکٹر کے عہدے کا سینئر ٹیکنیشن تھا۔ اسے تم نے کہاں رکھا ہوا ہے؟''

''افسوس کہ مریکا میں ہم کسی کو کہیں رکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ایسی ناگزیر ضرورتوں کے لیے ویرا نے تم سے رجوع کیا تھا مگر تم نے اسے صاف جواب دے دیا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم نے اسے مار دیا، لیکن کیوں؟'' اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میں سر ہلا کر رہ گیا۔ ویرا نے چیخ کر پوچھا ''تم تفتیش کر رہے ہو؟''

''میں پولیس اور سرکاری عہدے داروں سے بھی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرے متوقع حلیفوں نے ایسا انتہائی قدم کیوں اٹھایا۔'' اس نے اشتعال میں آئے بغیر وضاحت کی۔

''وہ اپنے عہدے کی آڑ میں کوئی گڑبڑ کرنے پرنسٹن آیا تھا ہم پہنچے تو وہ اپنا کام کر چکا تھا۔ ہم نے اسے اغوا کر لیا۔ اس نے زبان کھولنے سے انکار کیا اور ہم کو اپنے تحفظ کے لیے اسے ٹھکانے لگانا پڑ گیا۔'' میں نے بہت نپے تلے انداز میں وہ واقعہ چند فقروں میں سمیٹ دیا۔

''سرکاری ذرائع سخت رازداری سے کام لے رہے ہیں۔ وفاقی ایجنسیاں حرکت میں آئی ہوئی ہیں۔ میرے آدمی نے پرنسٹن سے جو معلومات حاصل کی ہیں، وہ معنی خیز ہیں۔ پرسوں رنکس والوں کی ایک گاڑی نے خلاف معمول تین کریٹ وہاں کے گودام میں پہنچائے۔ پرسوں ہی کسی مس ردتھ بیل نے اس کے برابر والا گودام کرائے پر لیا اور کل ولسن غائب ہوگیا۔ وہ پیٹیاں کراچی بھیجی جا رہی ہیں۔''

''ہمارا خیال ہے کہ ایک پاکستانی ایٹمی بجلی گھر کے لیے بھیجے جانے والے ان پرزوں میں ولسن نے کوئی

تخریب کاری کی ہے ورنہ رنکس والے وہ پیٹیاں پرنسٹن نہ پہنچاتے۔"

"تم یہاں پاکستان کی سیکریٹ سروس کے لیے کام کرر ہے ہو؟" اس کی آواز گمبیر ہوگئی۔

"ویرا یہاں آئزک بیل سے اپنے باپ کا انتقام لینے آئی ہے۔ ہم اسی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس چکر میں پاکستان کیا، روس کو بھی کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے، کیوبا کے مفادات کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ ہم ان ملکوں کی ایجنسیوں کے لیے کام کرر ہے ہیں۔"

"تمہاری دلیل قابلِ فہم ہے۔ کیا میں اس پر اعتبار کرلوں؟" بلیک ڈیڈ نے پوچھا۔

"نہ کرو!" ویرا بول پڑی "اور ہمیں واپس جانے کی اجازت دے دو۔"

"جانا چاہتی ہو تو ضرور چلی جاؤ۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔" اس نے بے رخی سے کہا۔

"اور تم سی آئی اے کو میری یہاں موجودگی سے باخبر کردو گے؟"

"میں کمینہ نہیں ہوں کہ اپنے قول سے پھر جاؤں۔ انعامی مخبری پر میں لعنت بھیج چکا ہوں۔ اپنے تھوکے ہوئے کو مر کر بھی نہیں چاٹوں گا۔ یہ دھیان رکھنا کہ اب تک ایف بی آئی والوں نے مس روتھ بیل کی تلاش شروع کردی ہوگی۔ اس علاقے کے کئی افراد اسے شناخت کرسکتے ہیں۔"

"سیدھی طرح نہیں تو تم گھما کر ناک پکڑنے کی کوشش کرو گے۔ بات ایک ہی ہے۔" ویرا بولی۔

میں نے ابتدا ہی سے بھانپ لیا تھا کہ اس وقت بھی بلیک ڈیڈ کے تیور مخاصمانہ نہیں تھے۔ ویرا کے طرزِ گفتگو سے چڑ کر اس نے مس روتھ بیل کا حوالہ دیا تھا۔ میں نے دوبارہ دخل اندازی کرتے ہوئے کہا "ابھی تک تم محض سوالات کرتے رہے ہو۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"ایک بات کان کھول کر سن لو۔ میں اپنے فائدے کے لیے ایک حد تک ڈھیل دے سکتا ہوں۔ میں اپنی نکیل آئزک بیل کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا تو تم دونوں کس گنتی میں ہو۔"

اس کی وہ کڑوی بات بھی میں پی گیا "یہ بتاؤ کہ چاہتے کیا ہو؟"

"آئزک بیل کا خاتمہ۔ اس سمت میں میرا کام آگے بڑھ رہا ہے۔ اس کے دو قیدی میرے قبضے میں ہیں۔ تم میرا ساتھ دو۔ میں ہر طرح تمہارا ساتھ دوں گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے سے اپنی جگہ چھوڑ دی "میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔"

وہ ہمیں ساتھ لے کر اسی مستطیل ہال سے ملحق ایک خواب گاہ میں داخل ہوا جہاں مسہری پر چادروں کے نیچے دو نسوانی ہیولے خوابیدہ تھے مجھے سب سے پہلے ان دو لڑکیوں کا خیال آیا جو ہماری آمد کے وقت بلیک ڈیڈ کے ساتھ مے نوشی کررہی تھیں لیکن وہ ہال کے آخری دروازے سے باہر گئی تھیں وہ خواب گاہ اس دروازے سے بہت پہلے واقع تھی۔ وہ دونوں لڑکیاں ہماری نظروں میں آئے بغیر اس کمرے میں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

بلیک ڈیڈ نے درمیان میں سے دونوں چادروں کے کونے پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ چہرہ سامنے آتے ہی میں بھونچکا رہ گیا۔ مسہری پر جینی ایک اور نوجوان امریکی لڑکی کے ساتھ بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

اس وقت بلیک ڈیڈ کی انا بھڑکی ہوئی تھی۔ اس نے ہم دونوں کے ردِ عمل پر دھیان دیے بغیر کہا "ان دونوں کو تھوڑی دیر پہلے اٹھا کر یہاں پہنچایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک لڑکی ہارلم کے فسادات کے بارے میں پہلے سے باخبر تھی اور اب پاگل ہوچکی ہے۔ دوسری رنکس میں آئزک بیل کے بعد سب سے بڑے مرتبے پر فائز ہے۔ ان سے ہم بہت کچھ معلوم کرسکیں گے۔"

"ایک پاگل لڑکی تمہیں کیا بتا سکے گی؟" میں نے ترحم آمیز آواز میں کہا۔

"شاید کسی ماہر نفسیات کی کوششوں سے کچھ معلوم ہی ہوجائے ورنہ تین دن بعد اسے دماغی امراض کے اسپتال میں واپس بھجوادیا جائے گا۔"

ہیلن رائے کو گھریلو اور مشفقانہ ماحول فراہم کرنے کے وعدے پر بلیک ڈیڈ کے کسی ہمدرد جوڑے نے اسپتال سے اپنی تحویل میں لیا تھا۔ للی برنارڈ کو تھوڑی دیر قبل لنچ کے وقفے میں رنکس کے دفتر کی عمارت سے نکلنے پر اغوا کیا گیا تھا۔

ہیلن رائے کو ہم دونوں نے پہلی بار دیکھا تھا، جینی ہمارے لیے اجنبی نہ تھی۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کے اغوا کے ڈیڑھ دو گھنٹے بعد ہی ہم وہاں موجود تھے۔ اگر ان لوگوں کو اس کے ہوش میں آنے کے بعد تشدد کرنے کا موقع مل جاتا تو وہ اس نرم و نازک سی لڑکی کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیتے۔ پتا نہیں تشدد کے نتیجے میں وہ ان کے سامنے کیا کچھ اگل بیٹھتی۔

"میرا مشورہ ہے کہ دونوں لڑکیوں کے ہوش میں آنے سے پہلے انہیں رہا کردو۔ آئزک بیل کے گرد ہمارا گھیرا تنگ ہوچکا ہے۔ وہ کسی وقت بھی مارا جائے گا۔"

"تم اس کے کن کن ٹھکانوں سے واقف ہو؟" بلیک ڈیڈ نے واپس لوٹتے ہوئے پوچھا۔

"رنکس......!" میرے منہ سے پہلا لفظ ادا ہوتے ہی اس نے میری بات کاٹ دی۔

"وہ میں بھی جانتا ہوں۔ وہاں اس کی مرضی کے بغیر چڑیا کا بچہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

"وہ ہر وقت ہماری دسترس میں ہے۔ تم چاہو تو میں اس سے اسی وقت بات کرسکتا ہوں۔" میں نے محض جینی کی رہائی کے خیال سے اسے وہ پیش کش کرڈالی۔

"اگر تمہاری اور اس کی باتیں حوصلہ افزا ثابت ہوئیں تو یہ میرا وعدہ ہے کہ اسی وقت دونوں لڑکیوں کو واپس بھیج دیا جائے گا...... شاید تمہیں بھرے بھرے بدن والی للی برنارڈ پر زیادہ ترس آرہا ہے۔"

"ویرا کی موجودگی میں، میں کسی خوب رو لڑکی پر ترس نہیں کھا سکتا۔" میں نے پہلی بار بلیک ڈیڈ سے مذاق کے لہجے میں بات کی "میری ساری ہمدردیاں پاگل لڑکی کے لئے ہیں۔"

بلیک ڈیڈ کا تبصرہ سنتے ہی ویرا نے میرے پہلو میں کہنی مار کر مجھے یہ جتانے کی کوشش کی تھی کہ اس جیسے بے خبر شخص نے بھی جینی کی ذات میں میری دلچسپی بھانپ لی تھی۔

میرے جواب پر بلیک ڈیڈ درندگی سے ہنسا اور بولا "میں نے سنا تھا کہ تم دونوں نے بس شادی ہی نہیں کی ورنہ تمہاری دوستی بہت گہری ہے۔"

"بلیک ڈیڈ، پلیز!" ویرا نے احتجاج کیا "یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں۔"

"سوری بے بی!" اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر سر کو قدرے خم دیتے ہوئے کہا "شادی میں نے بھی نہیں کی۔ اس جھنجھٹ میں پڑ کر آدمی بزدل اور مصلحت پسند ہوجاتا ہے۔"

صوفہ سنبھالتے ہی بلیک ڈیڈ نے ایک انسٹرومنٹ کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے بغیر کسی کو اسپیکر فون لانے کی ہدایت کی۔ چند منٹ میں ہی دو افراد میز پر ایک اسپیکر فون کا اضافہ کرچکے تھے۔

"اب آئزک بیل سے بات کرو۔" اس نے بے اعتباری سے مطالبہ کیا۔

میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔ اس وقت چار بجنے میں پچیس منٹ باقی تھے جب کہ میں نے آئزک بیل کو فون کے لئے چار بجے کا وقت دیا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلے گا کہ میں واقعی اسی سے بات کررہا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم فکر نہ کرو۔ میں اسے اور اس کی آواز کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

میں نے اسپیکر فون آن کرکے آئزک بیل کا نمبر ملایا تو پہلی گھنٹی پر ہی اس کی اضطراری آواز سنائی دی۔

"میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ میں کہیں الجھ گیا ہوں۔ چار بجے تم سے رابطہ نہیں کرسکوں گا۔" میں نے فوری طور پر ایک بہانہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ ڈیمی! تم کیوں میرے صبر کا امتحان لے رہے ہو؟" اس کی آواز میں مایوسی امڈ آئی "سبز فائل کے بغیر میرا ایک ایک لمحہ ذہنی کرب کے عالم میں گزر رہا ہے۔ تم اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیوں نہیں کرلیتے۔ میں تمہیں کھلا آفر دے چکا ہوں۔"

"کیا تم اس نوجوان لڑکی کے کرب کا اندازہ لگا سکتے ہو جسے تم نے حق گوئی کی پاداش میں پاگل کردیا تھا؟"

میں نے بلیک ڈیڈ کو سنانے کے لیے طنز سے پوچھا۔

''جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ وہ پنسل سے لکھی ہوئی کوئی تحریر نہیں تھی جسے آسانی سے مٹایا جاسکتا۔ اس نے میری ملازمت کو لات ماری تھی۔ اسے بھول جاؤ۔ آج لنچ کے بعد سے ایک اور اہم لڑکی مفرور ہے۔ تم کو میری مشکلات کا اندازہ......''

وہ اپنے گناہوں کے وبال میں مبتلا ہوکر بلبلا رہا تھا۔ بلیک ڈیڈ حیرت سے وہ باتیں سن رہا تھا۔ میرے لیے وہ اعادہ بے سود تھا۔ میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا ''تم اپنے دفتر میں موجود رہو۔ میں زیادہ سے زیادہ پانچ بجے تک تم سے بات کرنے کی کوشش کروں گا۔''

وہ پہلا موقع تھا کہ میں نے سی ایس ڈی کے بغیر اس سے بے خوف وخطر ہوکر بات کی تھی۔ وہ بار بار کی آزمائش کے بعد ایسا خائف ہوچکا تھا کہ اس وقت میری کال کا سراغ لگانے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکا ہوگا۔ مجھے خیال آیا کہ میں نے بلیک ڈیڈ کو ٹالنے کا ایک موقع گنوادیا تھا۔ اگر میں اسے نمبر ٹریس ہونے کا خوف دلاتا تو شاید وہ مجھے آئزک بیل سے بات کرنے پر مجبور نہ کرتا۔

''تم نے تو اسے چکر میں ڈالا ہوا ہے۔'' فون بند ہوتے ہی بلیک ڈیڈ بولا ''یہ سبز فائل کیا بلا ہے جس کے لیے وہ یوں مرا جارہا ہے۔''

''میری نظروں میں وہ ایک مہمل سی فائل تھی جس میں ناقابل فہم الفاظ میں ٹائپ کیے ہوئے چند اوراق تھے۔'' میں نے بلیک ڈیڈ کے عزائم کی روک تھام کرتے ہوئے کہا۔

''وہ فائل تمہارے ہاتھ کیسے لگی اور اب کہاں ہے؟'' بلیک ڈیڈ نے پوچھا۔

''اس کے دفتر کی تلاشی میں ہاتھ لگی تھی۔ میں نے بے مصرف سمجھ کر اسے تلف کردیا۔''

''یہ تم نے سنگین غلطی کی۔ وہ یقیناً کوئی خفیہ معاہدہ ہوگا۔'' اس نے پچھتاوا ظاہر کیا ''اس کے دفتر تک تمہاری رسائی کیسے ہوگئی؟'' میرا ہر جواب اس کی حیرانی میں اضافہ کررہا تھا۔

''ہم یہ لمبی کہانیاں لے بیٹھے تو رات ہوجائے گی۔ یہ بتاؤ کہ اب کیا ارادہ ہے؟'' صبر آزما مذاکرات کے بعد میں رفتہ رفتہ اس کی برابری کی سطح پر آگیا تھا۔

''مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ تم نے اس پر اتنا مضبوط ہاتھ ڈالا ہوا ہے تو میں کچھ اور ہی کرتا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ تم نے اس سے دوبارہ بات کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ فائل دینے کے بہانے اسے کہیں بلاؤ۔ میں اسے آج ہی ٹھکانے لگادوں گا۔''

''لڑکیوں کو کب تک رہا کرنے کا ارادہ ہے؟'' میں نے دھیرے سے سوال کیا۔

''اوہ! اب وہ بے کار ہیں۔ انہیں اسی وقت واپس بھیج دیا جائے گا۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی ہاٹ لائن کا ریسیور اٹھایا اور کسی کو لڑکیوں کے بارے میں ہدایات دینے لگا۔

وہ ہمارے ساتھ آئزک بیل کے خلاف منصوبہ بندی میں مصروف تھا کہ چار تنومند امریکی دو اسٹریچوں کے ساتھ ہال میں آئے اور چند منٹ بعد ہی دونوں بے ہوش لڑکیوں سمیت ہال سے دور افتادہ راستے سے باہر چلے گئے۔

سب کچھ طے ہوجانے کے بعد بلیک ڈیڈ کے ایما پر دوسرا فون کرنے سے پہلے میں نے اسے یاد دلایا ''وہ میرے چنگل میں ضرور پھنسا ہوا ہے مگر بہت عیار اور میرے خون کا پیاسا ہے۔ اس نے ڈریم لینڈ کا فون نمبر ٹریس کرلیا تو بلاتوقف یہاں دھاوا بول دے گا۔''

''وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ میرے استعمال کے لیے یہاں دو نان ڈائرکٹری نمبر ہیں۔ ان کے بارے میں اسے ایکسچینج سے کچھ معلوم نہیں ہوسکتا۔''

وہ خود قانون شکن اور جرائم پیشہ تھا مگر اپنے نظام کی بنیادوں پر اس کا اعتماد قابلِ رشک تھا۔ یہی بات آئزک بیل بھی مجھ سے کہہ چکا تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ زندگی کے تمام شعبوں میں ایسے سخت اور منصفانہ قوانین رائج ہوتے ہوئے بھی امریکا میں جرائم خوب پھل پھول رہے تھے۔

''تم کو کوئنز مڈ ٹاؤن ٹنل سے گزر کر ٹھیک پانچ بجے ایکسپریس وے پر ہونا چاہیے۔ نیوٹن کریک کی شمالی شاخ سے گزر کر تمہیں میرا انتظار کرنا ہوگا۔'' دوسری بار رابطہ ہوتے ہی میں نے تحکمانہ لہجے میں آئزک بیل کو ہدایات جاری کردیں۔

''تم نے اس فائل کی کیا قیمت مقرر کی ہے؟'' فائل کی واپسی کی امید پیدا ہوتے ہی اس کی آواز ہیجان آمیز ہوگئی۔

''قیمت کا تعین تم خود کروگے۔ مجھے بڑے نوٹوں کی صورت میں نقد رقم درکار ہوگی۔''

''مہلت بہت کم ہے مگر میں بندوبست کرلوں گا۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میرے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا۔'' میری غیر متوقع آمادگی نے اسے وسوسوں میں مبتلا کردیا تھا۔

میں نے بلیک ڈیڈ کو آنکھ مار کر بے رحمی سے کہا ''میں کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔ تمہیں یہ خطرہ مول لینا ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ میرے پاس متبادل خریدار بھی موجود ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں یہ خطرہ مول لوں گا۔ تمہیں میری طرف سے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟''

''بس یہ جان لو کہ میرا بال بھی بیکا ہوا تو میرے ہمدرد اس فائل کی نقول اصل کہانی کے ساتھ ہر طرف پھیلا دیں گے۔ مجھے تمہاری کسی ضمانت کے بغیر پورا تحفظ حاصل ہے۔''

''تم سے جیتنا آسان کام نہیں ہے۔ سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہوگا۔''

''مقررہ مقام پر تم کار سے اتر کر خالی ہاتھ میرا انتظار کروگے۔'' میں نے آخری ہدایت دے کر فون بند کردیا اور بلیک ڈیڈ نے فوراً ہی داہنا ہاتھ میری طرف بڑھادیا۔

کوئنز نیویارک کی وہی بورو تھی جہاں جینی مقیم تھی۔ اس علاقے میں بلیک ڈیڈ کے ہاتھوں جینی کے باس کا شکار ایک انوکھا تجربہ ثابت ہوسکتا تھا۔

فوری طور پر روانگی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ پانچ بجے کے بعد ڈریم لینڈ کے عملے اور فن کاروں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا۔ ہم لوگ ساڑھے چار بجے ہال کے دور افتادہ دروازے سے باہر نکلے تو وہاں کشادہ زینے موجود تھے۔ شاید ہال اور اسٹیج کے عقب میں واقع ڈریسنگ روم پر دفاتر یا عیاشی کے مراکز قائم تھے۔ بلیک ڈیڈ ہمیں لے کر نیچے اترتا چلا گیا۔

وہ ایک کشادہ اور زیرِ زمین گیراج تھا جہاں متعدد گاڑیاں موجود تھیں اور ان کے درمیان جابہ جا مستعد اور مشتبہ افراد ٹہلتے نظر آرہے تھے جن کا تعلق بلیک ڈیڈ کے محافظوں سے ہوسکتا تھا۔

گیراج کے اگلے حصے میں بلیک ڈیڈ کی مہم کے لیے تاریک شیشوں والی ایک چمکتی ہوئی سیاہ بیوک موجود تھی۔ میں پچھلی سیٹ پر بلیک ڈیڈ اور ویرا کے درمیان بیٹھ گیا۔ لحیم شحیم گن مین نے ڈرائیور کے برابر والی سیٹ سنبھالی اور گاڑی رینگتی ہوئی سطح زمین پر آگئی۔

گن مین نے اس اثنا میں اپنے پائیدان سے ایک خودکار رائفل اٹھا کر بلیک ڈیڈ کے حوالے کردی تھی۔ رائفل کی نال پر سائلنسر بھی چڑھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے مانوس ہتھیار پر ایک سرسری نظر ڈال کر اسے نیچے رکھ دیا۔

بیوک کے طاقت ور انجن کے لیے مین ہٹن کے ٹریفک کی رکاوٹیں ایک آزمائش سے کم نہیں تھیں پھر بھی چھیالیسویں اسٹریٹ سے کوئنز مڈ ٹاؤن ٹنل تک کا فاصلہ کافی سرعت سے طے ہوگیا۔

ٹریفک کی روشن علامات اور اشاروں سے جگمگاتی ہوئی زیرِ آب سرنگ سے گزرتے ہوئے بلیک ڈیڈ نے ڈرائیور کو ہدایت کی کہ وہ براہ راست ایکسپریس وے پر جانے کے بجائے کوئنز کے رہائشی علاقے میں اتر جائے۔ اس طرح وہ شاید چند فاضل منٹ گزارنا چاہ رہا تھا۔

ڈرائیور نے موقع پاتے ہی اپنی لین تبدیل کرلی اور سرنگ عبور کرنے کے بعد ہم جیکسن ایونیو میں داخل ہوگئے جو کوئنز کے خوب صورت اور صاف ستھرے رہائشی علاقوں سے گزرتی ہے۔

اس دوران میں بلیک ڈیڈ بار بار اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالتا رہا۔ ٹھیک پانچ بجے اس نے ڈرائیور کو ایکسپریس وے پر جانے کی ہدایت کی اور بے آواز رائفل کو اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔

پاکستان اور انگلینڈ کے برعکس امریکا میں سارا ٹریفک داہنے ہاتھ پر چلتا ہے اور گاڑیوں کو... بائیں جانب سے اوورٹیک کیا جاتا ہے۔ اس نکتے کو مدِنظر رکھتے ہوئے بلیک ڈیڈ نے سفر کی ابتدا میں ہی ڈرائیور کے پیچھے والی نشست سنبھالی تھی۔ ادھر والی کھڑکی سے وہ آسانی سے آئزک بیل کو نشانہ بنا سکتا تھا۔ مجھے دیکھنا تھا کہ وہ چلتی ہوئی گاڑی میں سے کس حد تک نشانہ لے سکتا تھا۔

ایکسپریس وے پر اس وقت ٹریفک زیادہ نہیں تھا۔ دفاتر وغیرہ سے چھٹی کے بعد مین ہٹن سے اس طرف آنے والا ریلا اس وقت تک شروع نہیں ہوا تھا۔ ڈرائیور نے اپنے مالک کی مرضی کا اندازہ لگا لیا تھا۔ وہ کسی عجلت کا مظاہرہ کیے بغیر دھیمی رفتار سے گاڑی چلاتا رہا۔

نیوٹن کریک کی شاخ کے آثار نظر آتے ہی بلیک ڈیڈ نے اپنی کھڑکی کا شیشہ نیچے کر دیا، سر گھما کر پیچھے والی سڑک کا جائزہ لیا، رائفل کی نال کا سرا کھڑکی پر ٹکایا اور پہلو بدل کر اپنا زاویہ درست کرتے ہوئے ڈرائیور سے بولا ''رفتار ایسی رکھو کہ کریک پار کرتے ہوئے ہماری کار اور پچھلی گاڑی کے درمیان کافی فاصلہ پیدا ہو جائے۔ جسے عجلت ہے، اسے نکل جانے دو۔''

پل عبور کرتے ہوئے خم کھاتی ہوئی ایکسپریس وے کے داہنے سرے پر سڑک سے قدرے اتر کر ایک لمبی سی گرے رنگ کی گاڑی کھڑی ہوئی نظر آئی۔ اس گاڑی کے قریب ہی ایک دراز قامت اور باریش ہیولا ٹہل رہا تھا۔

دن کے اجالے میں دور تک ہر چیز بالکل صاف نظر آ رہی تھی۔ گاڑی میں موجود ہر شخص آنے والے لمحات کے تصور سے مضطرب تھا۔

''رکی ہوئی گاڑی کے قریب رفتار سست اور ہموار!'' بلیک ڈیڈ نے سرد آواز میں ڈرائیور کو ہدایت دے کر آخری بار عقب کا جائزہ لیا۔

آئزک بیل کا بے چینی سے ٹہلتا ہوا ہیولا تیزی سے واضح ہوتا جا رہا تھا۔ اچانک میرے جسم اور پسلیوں پر بلیک ڈیڈ کے وجود اور کہنیوں کا بوجھ پڑنے لگا جو کسی حد تک ویرا پر منتقل ہو گیا۔

غراتی اور سبک انداز...... میں رینگتی ہوئی بیوک گرے گاڑی کے قریب سے گزری، ٹھک کی ایک گھٹی ہوئی آواز کے ساتھ میری پسلیوں میں بلیک ڈیڈ کی کہنی چبھی اور آئزک بیل ایک دلدوز چیخ کے ساتھ فضا میں اچھل کر نیچے گر گیا۔ وہ سب چشم زدن میں ہو گیا لیکن وقت کی رفتار یک بہ یک یوں سست ہو گئی تھی جیسے عبرت کے لیے ہمیں وہ سب سلو موشن میں دکھایا جا رہا ہو۔

بلیک ڈیڈ نے بے آواز رائفل تیزی سے قدموں میں ڈال لی۔ ڈرائیور ایسے مواقع کی ضروریات سے بہ خوبی واقف تھا، اس نے ماسٹر سوئچ استعمال کر کے فوراً ہی تمام کھڑکیوں کے شیشے گرا دیے تاکہ رائفل کی نال سے خارج ہونے والی جلے ہوئے بارود کی بو تیز ہواؤں کے ساتھ دور ہو جائے۔ اسی کے ساتھ بیوک کی رفتار بھی بہت تیز ہو گئی تھی۔

''مبارک ہو، تم نے اسے مار لیا!'' ویرا نے مسرت سے مرتعش آواز میں زبان کھولی۔

''مجھے افسوس ہے کہ گاڑی کے ایک خفیف سے ہچکولے کی وجہ سے میں نے اپنی زندگی کا یہ بہترین موقع شاید ضائع کر دیا۔'' بلیک ڈیڈ نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

''کیوں؟ کیا تم نے اسے چیخ مار کر گرتے ہوئے نہیں دیکھا؟'' ویرا نے آگے جھک کر سوال کیا۔

''اس کے دل میں اترنے والی گولی ہی اس کا خاتمہ کر سکتی تھی۔ مجھے شبہ ہے کہ گولی اس کے سینے کے بجائے ران کے کسی حصے میں لگی ہے اور وہ صرف زخمی ہوا ہے۔''

''یہ بہت برا ہوا۔'' میں نے اضطراب کے عالم میں کہا۔ ''یہ نشانہ خطا ہونے کے بعد اب وہ ہرگز میرے دام میں نہیں آئے گا۔ زخم کھایا ہوا سانپ بہت خطرناک ہو جاتا ہے۔''

''باس! پیچھے والا ٹریفک شکار کے پاس رک گیا ہے، کہو تو آگے گاڑی داہنی طرف اتار لوں۔'' ڈرائیور نے مؤدب لہجے میں صورتِ حال بتا کر اجازت طلب کی۔

سامنے سے آنے والا ٹریفک ایکسپریس وے کے دوسرے ٹریک پر رواں تھا۔ مجھے امید تھی کہ جائے واردات پر رکنے والی گاڑیوں کی وجہ سے وہ روانی زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکے گی۔

''میری حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی نے یہ وقت دکھایا ہے۔'' ڈرائیور کو ایکسپریس وے سے آبادی میں اترنے کی ہدایت دے کر بلیک ڈیڈ متاسفانہ لہجے میں بولا۔

مجھے ابتدا ہی سے شبہ تھا کہ چلتی ہوئی گاڑی سے بلیک ڈیڈ کے لیے ایک چوکنے حریف کا نشانہ لینا آسان نہیں ہو گا مگر نیویارک کا وہ پختہ عمر بدمعاش اس قدر بڑبولا اور پُراعتماد تھا کہ میں نے اس کے سامنے اپنی زبان بند رکھی۔

اس کا ارمان پورا ہو چکا تھا۔ بے خطا نشانے بازی کا گھمنڈ خاک میں مل چکا تھا۔ مجھے تھوڑی سی خوشی اس بات کی تھی کہ بلیک ڈیڈ کا کیا ہوا فائر بالکل ضائع نہیں ہوا تھا۔ نیویارک کی ایک ایکسپریس وے پر آئزک بیل جیسے اہم اور طاقت ور شخص کو گولی مار کر زخمی کرنا ایک سنسنی خیز واقع تھا جو نیویارک ہی نہیں، پورے امریکا میں ہلچل مچا سکتا تھا۔

بلیک ڈیڈ کے کہنے کے مطابق اس کی بیوک پر واردات کے وقت جعلی نمبر پلیٹیں موجود تھیں جو موقع سے دور نکل آنے کے بعد خودکار طریقے پر تبدیل کر کے اصل نمبروں پر لائی جا چکی تھیں اور جعلی نمبر پلیٹیں کار کے اگلے اور پچھلے خفیہ خانوں میں محفوظ ہو چکی تھیں۔

فائرنگ کے بعد کسی نے بیوک کا پیچھا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اگر گاڑی کا نمبر نوٹ کیا گیا تھا تو وہ بے مقصد ہو چکا تھا مگر پھر بھی پولیس کی ناکا بندی سے پہلے ہمارا کوئنز سے نکل کر دوبارہ مین ہٹن میں داخل ہو جانا ضروری تھا۔

ان دنوں نیویارک کی ان دونوں بوروز کو ملانے کے تین متبادل راستے تھے۔ پہلا وہی زیرِ آب سرنگ والا قریب ترین راستہ تھا جس سے ہم اس طرف آئے تھے مگر بیوک میں استعمال شدہ رائفل کی موجودگی میں وہ راہ اختیار کرنا قرینِ مصلحت نہیں تھا۔

دوسرا راستہ اس سرنگ کے جنوب میں ولیمز برگ برج کا تھا جسے عبور کر کے ہم مین ہٹن کے ڈاؤن ٹاؤن میں رنکس کے دفاتر کے قریبی علاقے میں پہنچ سکتے تھے مگر وہ راستہ خاصا طویل تھا۔ ڈرائیور نے ایکسپریس وے چھوڑنے کے بعد آبادی کا ایک چکر کاٹ کر ایکسپریس وے کے نیچے سے نکل کر دوسری سمت کی سڑکوں پر گاڑی دوڑانی شروع کر دی۔

ان نازک لمحات میں میرے لئے ساری اہمیت اس بات کی تھی کہ ہم لوگ حفاظت کے ساتھ کوئنز کے علاقے سے نکل جائیں۔ بلیک ڈیڈ سے باتیں کرتے ہوئے میری توجہ بیوک کے راستوں پر بھی مرکوز تھی۔ چھوٹی سڑکوں سے گزر کر ہماری گاڑی کوئنز بولیوار پر پہنچی تو بلیک ڈیڈ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے بتایا کہ وہ اس سڑک پر کم و بیش سیدھے سفر کرتے ہوئے کوئنز بورو برج سے گزر کر مین ہٹن میں داخل ہونے کی راہ اختیار کر چکا تھا۔

''ذرا سی دیر میں یہ خبر ہر طرف پھیل جائے گی کہ آئزک بیل پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔'' بلیک ڈیڈ ناکامی کے ابتدائی صدمے سے سنبھلنے کے بعد کہہ رہا تھا ''یہ زیرِ زمین دنیا کے ہر فرد کے لیے ایک پیغام ہو گا کہ آئزک بیل سے ٹکر لے کر میں نے نیویارک میں اس کی برتری کو چیلنج کر دیا ہے۔''

''اتنی رازداری کے باوجود یہ بات پھیل جائے گی کہ حملہ تم نے کیا ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں پھیلی تو پھیلا دی جائے گی۔ میرے دو آدمی اس واقعے کے چشم دید گواہ ہیں۔''

میں نے اس سے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ بات پھیلی تو پھر پولیس تک بھی پہنچ سکتی تھی۔ ایسی صورت میں خود اس کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ شاید اسے یہ زعم رہا ہو کہ اس کے ادھورے کارنامے سے نیویارک کا ہر چھوٹا بڑا بدمعاش اس قدر خوف زدہ ہو جائے گا کہ وہ خبر مخصوص حلقوں میں گردش کرنے کے باوجود قانون کے محافظوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔

''اب تک ہم بے چوں و چرا وہی کرتے چلے آئے ہیں جو تم چاہ رہے تھے۔ اس مفاہمت کے نتیجے میں ہمیں کیا حاصل ہو گا؟'' قدرے توقف کے بعد میں نے بلیک ڈیڈ سے پوچھا۔

''میرے ساتھ تم نے بھی سرخروئی حاصل کی

ہے۔'' اس نے ایک مرتبہ پھر ڈینگ ماری ''مجھے یقین آچکا ہے کہ آئزک بیل کے ساتھ تمہاری کوئی ملی بھگت نہیں تھی۔ ہارلم میں سارا کیا دھرا اسی کا تھا۔ اب ہم ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔ میں کھل کر تمہاری مدد کروں گا۔''

''میری نیویارک آمد کا مقصد صرف ایک تھا۔'' ویرا نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا ''آئزک بیل سے بدلہ لینا مگر اس ناکام قاتلانہ حملے کے بعد ہم نے شاید ہمیشہ کے لیے اسے کھو دیا ہے۔ زخم کھا کر اب وہ بہت زیادہ محتاط ہو جائے گا۔ ہم دوبارہ اس کو اتنے آسان نشانے پر نہیں لاسکیں گے۔''

''وہ تمہارا نہیں، میرا مشن ہے۔ تم لکھ لو کہ اب اس کے دن گنے جاچکے ہیں۔ وہ کسی بھی وقت میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔''

بلیک ڈیڈ اس مہم میں زیادہ لاؤ لشکر لے کر نہیں نکلا تھا۔ ڈرائیور اور گن مین اس کے مکمل بھروسے کے آدمی تھے اس وجہ سے ساری گفتگو بڑی حد تک کھل کر ہو رہی تھی۔

''ہمارا مشن تم نے اپنے سر لے لیا۔ اب ہمیں یہاں رہ کر صرف تمہاری کامیابی کا انتظار کرنا ہوگا۔'' میں نے کہا۔ ''دوسری طرف آئزک بیل بھی ہمارا کھوج لگانے کے لئے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دے گا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری کامیابی سے پہلے ہم کسی مشکل سے دوچار ہو جائیں۔''

''ہوٹل میں تم دونوں واقعی غیر محفوظ ہو۔'' بلیک ڈیڈ نے اعتراف کیا ''میرا مشورہ ہے کہ تم فوری طور پر ہوٹل چھوڑ کر بروکلین میں میرے ایک ٹھکانے پر منتقل ہو جاؤ۔ وہاں کسی کو کانوں کان تمہاری موجودگی کی بھنک نہیں مل سکے گی اور تم دونوں محفوظ رہو گے۔''

اس نے وہ تجویز پورے خلوص کے ساتھ پیش کی تھی مگر میں خود کو اس کے چوہے دان میں محصور کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔ ہمارے شب و روز اس کی نگاہوں میں رہتے تو ہماری ساری آزادیاں سلب ہو کر رہ جاتیں اور ہم بدری کی ملی بھگت سے اپنی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے سے معذور ہو جاتے۔ وہ صورت حال شاید ویرا کے لیے بھی قابلِ قبول نہ ہوتی۔

''تمہاری اس پیش کش کا شکریہ!'' میں نے لمحہ بھر میں فیصلہ کر کے کہا ''فی الحال ہمارے لیے ہوٹل ہی بہتر رہے گا۔ وہاں سے اپنے آدمیوں کو بھی ہٹا لو۔ عام لوگوں کی طرح رہ کر ہم زیادہ محفوظ رہیں گے۔ ہاں، کسی آڑے وقت کے لیے کوئی ٹھکانا بتا دو تو وہ ہمارے کام آئے گا۔''

''میں تمہیں یوں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتا۔'' بلیک ڈیڈ ہم پر ضرورت سے زیادہ مہربان ہونے کے موڈ میں آچکا تھا ''محافظوں کو ہٹا لینے کے بعد تمہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں زندگی بھر خود کو معاف نہیں کرسکوں گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔''

''شروع سے اب تک ہم بے یار و مددگار ہی تھے۔'' ویرا پھر بول پڑی ''اور تم نے دیکھ لیا کہ اس کے باوجود ہم نے اپنے دشمن کے حلق میں ہاتھ ڈال دیا تھا۔ یہ...''

''طنز کر رہی ہو؟'' بلیک ڈیڈ نے اس کی بات کاٹ کر مجروح لہجے میں پوچھا۔

''طنز نہیں، یہ حقیقت ہے۔ تم ہمیں کچھ دنوں کے لیے ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ میں یہ بات خلوص اور نیک نیتی سے کہہ رہی ہوں۔ مشکل پیش آئی تو ہم تم سے ہی رجوع کریں گے۔ ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ اب ہمیں تم جیسے حلیف کی حمایت حاصل ہوگئی ہے۔'' ویرا نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بے دردی کے ساتھ اپنے دل کا غبار نکال دیا۔

''میں پھر کسی وقت اس موضوع پر بات کروں گا۔ چاہو تو میں تمہیں تمہارے ہوٹل پہنچا دوں۔''

''یہ غضب بھول کر بھی نہ کرنا۔'' میں نے بوکھلا کر کہا۔ ''آج کی تاریخ میں ہم تمہاری نہیں بلکہ کسی بھی کالی بیوک کی ساتھ دیکھا جانا پسند نہیں کریں گے۔ ہمیں راستے میں کہیں بھی اتار دینا۔ ہم خود ہوٹل پہنچ جائیں گے۔''

بلیک ڈیڈ ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی عجیب سی تھی ''میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا مگر تمہاری دل جوئی کے لیے لفٹ کی پیشکش کرنی پڑی۔ کچھ کہے سنے بغیر راستے میں اتار دیتا تو تمہیں مجھ سے بے رخی کا شکوہ ہوسکتا تھا۔''

بیوک ہموار سڑک پر کوئنز کے علاقے کو پیچھے چھوڑ کر دریا پر بنے ہوئے پُل پر سے گزر رہی تھی۔ نیچے دریا میں ایک لمبا سا جزیرہ نظر آرہا تھا۔ میری دلچسپی کو دیکھتے ہوئے ویرا نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر بتایا کہ وہ روز ویلفٹ آئی لینڈ کہلاتا ہے۔

پورے راستے میں ہمیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا، نہ ہی کہیں پولیس والوں کی کوئی غیر معمولی سرگرمی دیکھنے میں آئی۔ جو کچھ ہو رہا تھا، غالباً جائے واردات اور ایکسپریس وے پر ہو رہا تھا۔

سیکنڈ ایونیو عبور کرتے ہی بلیک ڈیڈ نے گاڑی کنارے پر لگوائی اور پُرجوش الوداعی کلمات کے ساتھ ہمیں بیوک سے اتار دیا۔

''یہ تو کچھ بھی نہ ہوا، ساری بازی ہی الٹ کر رہ گئی۔'' فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ویرا نے کہا۔

''شاید ابھی گھنٹی کا وقت پورا نہیں ہوا۔ یہ اچھا ہوا کہ چارلی کے دل کی بھڑاس نکل گئی۔ اب وہ ہمیشہ کے لیے تمہارا بے دام غلام بن چکا ہے۔''

ویرا نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور پوچھا ''تم نے اس غلام کی میزبانی کی پیشکش ...... کو کیوں ٹھکرا دیا؟''

''ہم بندھ کر رہ جاتے۔ ہمارا سارا ساز و سامان اس کی نظروں میں آجاتا۔ گیپ کے اصل مسودے کو چھپانا محال ہو جاتا، سی ایس ڈی کی سہولت ختم ہو جاتی۔ چارلی کو اس کی ہوا بھی لگ جاتی تو وہ اس آلے کو ہتھیا لیتا۔''

''میں ڈر رہی تھی کہ کہیں تم اس کے جال میں نہ پھنس جاؤ۔'' ویرا نے سگریٹ سلگا کر کہا۔

''میں اسی قدر احمق ہوں کہ سامنے کی باتوں کو بھی سمجھنے سے قاصر رہتا ہوں۔''

''تھوڑے سے کم ہو۔'' ویرا چلتے چلتے میرے شانے سے سر ٹکا کر بولی اور میں نے سختی سے اس کی کھوپڑی سیدھی کر دی۔

ٹیکسی میں بیٹھتے ہی ویرا کو جینی یاد آگئی۔ ''اسے چارلی کے قبضے میں دیکھ کر میں سناٹے میں آگئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر پہلے وہ فون پر میرے ساتھ چہک رہی تھی اور پھر وہاں پہنچ گئی۔''

''گھنٹی کی کمپنی کے سابق یا موجودہ ملازمین تو اس لڑائی میں سب سے کمزور پوزیشن میں ہیں۔ انہیں کوئی، کسی بھی وقت اٹھا سکتا ہے۔ پتا نہیں چارلی نے ان دونوں لڑکیوں کو کیا سوچ کر اغوا کرایا تھا انہیں دیکھ کر مجھے بھی شدید ذہنی جھٹکا لگا تھا۔''

''اس وقت تک چارلی ہمارا سرپرست بننے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ اس نے محض ہمیں مرعوب کرنے کے لیے ان لڑکیوں پر ہاتھ ڈالا ہوگا۔''

''لڑکیوں سے بھلا ہم کیسے مرعوب ہوسکتے تھے؟'' میں نے بے یقینی سے کہا۔

''جینی کو اس کی قید میں بے ہوش دیکھ کر تمہارے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا....''

''اب ذاتیات پر نہ اتر آنا۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر ترشی سے کہا ''اس کے لیے میرا فکر مند ہونا بالکل فطری تھا۔ اس کے ناقابل فراموش تعاون کے بغیر ہم کوئی کامیابی حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ پہلے اس نے سبز فائل ہمارے حوالے کی اور پھر پرزوں کی کھیپ کی نشاندہی کی۔''

''وہ میری سہیلی تھی۔ تم اس کی تعریف کرتے ہو یا اس کے لیے فکر مند ہوتے ہو تو میرے دل و دماغ میں حسد اور رقابت کی آگ سی بھڑک اٹھتی ہے۔''

''وہ اب بھی تمہاری ہی سہیلی ہے۔ میرا اس سے واجبی سا تعلق بھی تمہاری ہی وجہ سے ہے۔'' میں نے ویرا کا دل رکھنے کے لیے کہا ''بات چارلی کی ہو رہی تھی اور تم اسے لے کر بیٹھ گئیں۔''

''چارلی ہمیں یہ دکھانا چاہ رہا تھا کہ وہ گھنٹی کے خلاف کس حد تک آگے بڑھ چکا ہے۔ ہیلن رائے کی اہمیت یہ تھی کہ پاگل ہونے سے پہلے وہ اسحاق گھنٹی کے ناپاک عزائم کے خلاف کھل کر اعلان بغاوت کر چکی

تھی۔ جینی کی اہمیت اس کے عہدے کی وجہ سے تھی۔"

"چارلی نے لنچ کے وقفے میں اسے اغوا کرایا اور اسحاق گھنٹی شبہ ظاہر کررہا تھا کہ وہ بھی اس کی ملازمت کو خیرباد کہہ کر کہیں روپوش ہوگئی۔"

"وہ سنگین وقت گزر گیا۔ اب دلچسپ صورتِ حال ہوگی۔ دیکھنا ہوگا کہ جینی اس بارے میں کیا کہانی سناتی ہے۔" ویرا اس تصور سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولی۔

"وہ سوچ بھی نہیں سکے گی کہ اس کی نجات میں میرا یا تمہارا ہاتھ تھا۔"

"اپنا ذکر بھی بیچ میں نہ لانا۔" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ "میں اسے بتاؤں گی کہ اسے میں نے نجات دلائی ہے۔ وہ تم پر ویسے ہی لٹو ہے۔ تم نے مزید احسان جتایا تو وہ دوڑتی ہوئی ہوٹل ہی پہنچ جائے گی۔ ایسی ندیدی اور دل پھینک لڑکیوں سے مجھے نفرت ہے۔"

"خود اپنے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"بجھتے ہوئے انگاروں کی راکھ کو نہ کریدو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں دوسروں کو کھلونا بناتی تھی، کھیلتی تھی اور پھر ٹھوکر مار دیتی تھی۔ جینی تو خود کو کھلونا بنانے پر تلی ہوئی ہے۔"

"تم اس کی طرف سے اتنی ہی بدگمان ہو تو اسے تم ہی سنبھالنا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اب تک ہوش میں آکر اپنے گھر پہنچ چکی ہو۔"

"وہ گھر پہنچ گئی ہو تو مجھے ماننا پڑے گا کہ چارلی سے اس کے آدمیوں کی روح فنا ہوتی ہے۔ بے ہوشی کی حالت میں وہ الّو کی پٹھی اتنی چارمنگ لگ رہی تھی کہ اچھے خاصے مرد پاگل ہو......"

"بس....." میں نے اسے خاموش کردیا "اس بے چاری کی اتنی کردار کشی نہ کرو۔ بے ہوشی کے عالم میں اچھا لگنے میں اس کا کیا قصور تھا؟"

"اس کے ساتھ تمہاری یہی ہمدردی مجھے بری طرح کھلتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ تمہارے سامنے اسے خوب برا بھلا کہتی رہوں۔ میں دیکھوں گی اس موٹی کو۔"

میں نے چپ سادھنے کے لیے سگریٹ سلگالی۔ اس وقت ویرا کی ذہنی روبس بہکنے ہی والی تھی۔ وہ بھرے بھرے گداز بدن والی دراز قامت اور خوب رو جینی کو موٹی قرار دے کر اپنے متوقع ذہنی اختلال کا اعلان کررہی تھی۔

چین پلازہ ہوٹل آنے تک ہم دونوں کے درمیان مزید کوئی ہم کلامی ہوئی نہ تلخ کلامی۔ دونوں اپنا غبار سگریٹوں کے دھوئیں کی شکل میں نکالتے رہے۔

"جینی کا فون آیا تو میں اس سے بات کروں گی۔" ویرا کا ذہن شاید مسلسل اسی مسئلے میں الجھا ہوا تھا۔ اس نے ٹیکسی چھوڑتے ہی اپنا فیصلہ صادر کردیا۔

جینی کے بارے میں مجھے پورا اعتماد تھا کہ وہ میری مدہوشی اور اپنی سپردگی کی ناگفتنی کہانیوں کو پوشیدہ رکھنے کے لیے بظاہر ویرا کی ہر شرط مان لے گی مگر وہ مجھ سے براہ راست رابطہ کرنے کی کوششوں میں کسی طرح باز نہیں رہ سکے گی۔

اس گداز، خوبرو اور فراخ دل لڑکی کے سارے آزمودہ مہمانوں کے مطابق میں خود کو اس کی رفاقت کا اہل ثابت کرچکا تھا۔ وہ میرے اوپر فریفتہ ہوچکی تھی اور میں اس کے ساتھ گزارے ہوئے آزاد لمحوں کے تصور سے ایک کربناک عذاب سے گزر رہا تھا۔ میری خواہش تھی کہ بلیک ڈیڈ کی طرح ویرا بھی مجھے اور جینی کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔ چند روز میں ہی اندر کی بہت سی باتیں سامنے آسکتی تھیں۔

وہ نازک موضوع ایسا نہیں تھا کہ اس پر کھل کر بات کی جاتی۔ سب ریاضی کی نیم طلسماتی سی مساواتیں تھیں۔ ان میں ہر شخص کو دیکھنا تھا کہ وہ کہاں فٹ ہو رہا ہے اور کہاں اس کی وجہ سے مسائل کھڑے ہوسکتے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ جینی کو تم میرے سپرد کردو۔ بلیک ڈیڈ تم سے خائف رہتا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اس سفید فام دوغلے کا یہ خوف کیسے دور کیا جاسکتا ہے۔"

"چارلی نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ جینی اس ڈیل کا سب سے اہم پتا ہے۔ یہ دیکھو کہ وہ کس کے ساتھ خوش رہ کر کام کرسکتی ہے۔ ماضی میں اس کا ریکارڈ رہا ہے کہ اپنی مرضی کے خلاف ملنے والے کاموں میں وہ عام طور سے ناکام رہتی ہے۔ اپنی مرضی سے جو کچھ کرتی ہے، اس میں اس کی کارکردگی شان دار رہتی ہے۔ مگر بات وہی ہے کہ اس کے ذہن میں تمہاری طرف سے کوئی چور چھپا بیٹھا ہے۔ اسے موقع ملا تو وہ اپنے جذبات کی رو میں تمہیں بھی اپنے ساتھ بہا لے جائے گی۔"

"جینی کوئی پارسا لڑکی نہیں ہے پھر بھی میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی طرف سے اپنے حسد کے باعث تم کچھ زیادہ ہی بدگمان ہوتی چلی جارہی ہو۔"

وہ مجھے گھور کر رہ گئی، زبان سے کچھ نہیں بولی۔ ہوٹل کے کمرے میں پہنچنے تک ہم دونوں ہی خاموش رہے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ویرا نے اپنی عادت کے مطابق ٹیلی وژن آن کردیا اور جوتے وغیرہ اتارنے میں مصروف ہوگئی۔ اس کے پلٹنے سے پہلے میں لباس تبدیل کرنے کے لئے باتھ روم میں گھس چکا تھا۔ اس وقت میرے ذہن میں اچانک ہی دو خیالات شدت سے ابھرنے لگے۔ اول یہ کہ آئزک بیل نے گپ جیسے اہم منصوبوں کی فائل کسی محفوظ تجوری کے بجائے اپنی میز کی درازوں کے پیچھے کیوں چھپائی ہوئی تھی۔ دوم یہ کہ تحریر کے لیے کوئی مشکل کوڈ استعمال کیوں نہیں کیا گیا۔

آرام دہ لباس میں ملبوس ہوکر کمرے میں آتے ہی میں نے ویرا کو اپنی اس الجھن میں شریک کرلیا۔

"سبز فائل کی اہمیت ثابت ہونے کے بعد اب یہ سوالات بے معنی ہوچکے ہیں۔" وہ بولی۔

"مگر پھر بھی سوالات کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔ اسحاق گھنٹی جیسے آدمی سے ایسی غیر ذمے دارانہ غلطی کی امید نہیں کی جاسکتی تھی۔ فائل کی اہمیت سامنے آنے کے بعد ہی میں یہ دونوں باتیں سوچنے پر مجبور ہوا ہوں۔"

"درازوں کے پیچھے وہ فائل زیادہ محفوظ تھی۔ گھر میں کوئی چور یا ڈاکو آتا تو وہ بھی سب سے پہلے تجوریوں اور مقفل الماریوں کا رخ کرتا ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسحاق گھنٹی کی میز کی ہر وقت استعمال ہونے والی درازوں کے پیچھے بے کار جگہ میں ایک اہم ترین فائل پوشیدہ ہے۔ یہ اس کی بدقسمتی ہے کہ جینی نے کاغذات کی تلاش میں میز کی درازیں باہر نکالیں اور اتفاقیہ طور پر وہ فائل اس کے ہاتھ لگ گئی۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ فائل دفتر میں ہی کیوں تھی۔ دفتر میں عملے کے متعدد افراد موجود رہتے ہیں۔ کیا اس کے لیے گھر زیادہ محفوظ ثابت نہ ہوتا؟" میں نے حجت کی۔

ویرا مسکراتے ہوئے بولی "تم بھول رہے ہو کہ وہ کوئی عام فرد نہیں ہے۔ رنکس جیسی سیکیورٹی کمپنی کا دفتر ہے جہاں کا ڈسپلن بہت سخت ہے۔ خود بلیک ڈیڈ نے اعتراف کیا ہے کہ وہاں باقاعدہ اجازت کے بغیر چڑیا کا بچہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ اگر میں نے پرانے مراسم کے حوالے سے جینی کو ورغلایا نہ ہوتا تو وہ فائل آج بھی وہیں محفوظ ہوتی۔ دفتر میں کاغذات اور فائلوں کے لیے مخصوص جگہیں ہوتے ہوئے کون کسی اہم کاغذات کو ایسی ناکارہ جگہ پر رکھے گا۔"

"مان لیا کہ اس نے اپنے کسی متوقع حریف کے سارے اندازوں کو شکست دینے کے لیے وہ فائل درازوں کے پیچھے چھپائی تھی اور وہاں سے وہ جینی کے ہاتھ لگ گئی لیکن اس کی زبان؟"

"وہ کاغذات جس کسی کے ہاتھ لگتے، وہ اسے مروّج کرپٹوگرافی کی روشنی میں پڑھنے کی کوشش کرتا۔ ان پر نگاہ پڑتے ہی شبہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی خفیہ زبان ہے۔ تم نے خود بھی ڈی کوڈنگ کے لئے ان کاغذوں کی نقل اول خان کو پوسٹ کی تھی۔ پاکستان میں خفیہ زبانوں کے سہارے، ماہر سر جوڑ کر گیپ کا متن نہیں پڑھ سکتے تھے۔"

"ان کوششوں میں میری طرح کسی اور کو بھی الٹی تحریر کا خیال آسکتا تھا۔"

"الفاظ صرف الٹے ہی نہیں تھے، دو دو الفاظ کو جوڑ کر الٹا کیا گیا ہے۔ یہ تمہاری شیطانی کھوپڑی ہی سمجھ سکتی

تھی۔ میرا تو اندازہ ہے کہ کوئی بھی اس نئی اور غیر مروّج تحریر کو نہیں پڑھ سکتا۔ اول خان سے کہنا چاہیے کہ تجرباتی طور پر وہ گیپ کا مسودہ ایک دو ماہروں کو ضرور دے۔"

جینی کے ذریعے وہ فائل جس آسانی سے ہاتھ آئی تھی، اُس کی بنا پر اس کی کوئی اہمیت نہیں بنتی تھی۔ اس میں وائٹ ہاؤس کی خط و کتابت کے لیے خاص طور پر بنائے ہوئے کاغذوں کی موجودگی اور پھر خفیہ بلکہ ناقابلِ فہم عبارات کی دریافت نے اسے اہم بنا دیا تھا۔

فائل کے حوالے پر آئزک بیل کے بے ساختہ خوشامدانہ ردِعمل اور اس کے بعد مقررہ وقت پر کوئنز ایکسپریس وے پر پہنچنے کے بعد گیپ کی اصلیت اور اہمیت ہر شک وشبے سے بالاتر ہوگئی تھی۔

ویرا نے جینی کی تلاش میں اس کے گھر فون کیا تو تین گھنٹیوں کے بعد خودکار ریکارڈنگ مشین چل پڑی۔ اس میں پہلے سے موجود پیغام میں بتایا گیا کہ للی برنارڈ گھر پر موجود نہیں تھی۔ پیغام اور پھر بیپ سننے کے بعد ویرا نے صاف لہجے میں اپنا پیغام ریکارڈ کرا دیا "للی ڈارلنگ.... ہم تمہارے لئے فکرمند ہیں۔ ہم نے تمہیں بدمعاشوں سے چھڑا لیا تھا۔ حیرت ہے کہ اب تک تم گھر کیوں نہیں پہنچیں۔ لوٹتے ہی مجھے یا شیر علی عرف رمضان کو فون کرلو۔"

کریڈل دبا کر ویرا نے فوراً رنگس کا دفتری فون نمبر ملا لیا۔

وہاں ڈیوٹی پر مامور گارڈ نے بتایا کہ ہیڈ آفس بند ہو چکا تھا۔ تحفظ کے بارے میں کسی ہنگامی ضرورت کے لیے ان کے کمانڈ سینٹر سے رجوع کیا جائے جو دن رات کھلا رہتا ہے۔ وہ ایک نئی اطلاع تھی۔ ویرا نے رنگس کے اس سینٹر کا نمبر نوٹ کرتے ہوئے چوکیدار کو بتایا کہ اسے کوئی دفتری کام نہیں تھا بلکہ وہ اپنی ایک سہیلی کے لئے فکرمند تھی جو رنگس میں کام کرتی ہے اور اس وقت تک وہ اپنے گھر واپس نہیں پہنچی تھی۔ چوکیدار اس مسئلے میں دلچسپی لینے پر مجبور ہوگیا۔

للی برنارڈ کے بارے میں وہ زیادہ باخبر نہیں تھا کیونکہ وہ دفتر بند ہونے کے بعد ڈیوٹی پر آتا تھا۔ مسئلے کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے اس نے ویرا کو لائن ہولڈ کرائی اور ڈیوٹی روسٹر کے اندراجات دیکھنے کے بعد اسے بتایا کہ وہ ایک بجے لنچ کے لیے دفتر سے نکلی تھی اس کے بعد سے کسی اطلاع کے بغیر دفتر سے غائب تھی۔ باس نے اس کے نام کے آگے سرخ لکیریں لگائی ہوئی تھیں۔

ویرا نے تشویش کے اظہار کے بعد اس کا شکریہ ادا کیا اور فون بند کر دیا۔

"فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلیک ڈیڈ کی ہدایت کے بعد اسے رہا کیا جا چکا ہوگا۔" میں نے ویرا کو دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

"تم ان بدفطرت سنپولیوں کو نہیں جانتے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ کہیں جینی کو ڈریم لینڈ سے اپنے کسی اڈے پر نہ لے گئے ہوں۔ وہاں اس کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی فکر نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے۔"

"بلیک ڈیڈ سخت گیر آدمی ہے۔ ایسا ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔ اس کے کسی آدمی نے ایسی حرکت کی تو میں چارلی سے بات کرکے اسے بدترین سزا دلواؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

ٹیلی وژن پر چند ثانیوں سے خبروں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ جوں ہی کوئنز مڈٹاؤن ایکسپریس وے کا نام آیا، ہم دونوں نے پوری توجہ خبرنامے پر مرکوز کر دی۔

تصویر میں سنہری رنگ کی کریسلر کے قریب ایمبولینس کا عملہ زخمی آئزک بیل کو اسٹریچر پر ڈال رہا تھا۔ آئزک بیل کے چہرے پر سخت اذیت اور دہشت کی ساری علامات موجود تھیں۔

خبر کے مطابق آئزک بیل پر ایک چلتی ہوئی سیاہ بیوک سے بے آواز فائر کیا گیا تھا۔ گولی اس کی ران اور کولھے کی ہڈی کو توڑ کر دوسری طرف نکل گئی تھی۔ آئزک بیل نے حملہ آوروں کی کار کا نمبر نوٹ کر لیا تھا۔ جو بعد میں جعلی ثابت ہوا۔

پولیس کی نگرانی میں آئزک بیل کو تیزی سے نیویارک کے ایک بڑے اسپتال میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس کی کار کی تلاشی لینے پر ٹرنک یعنی ڈگی میں سے بریف کیس نما ایک چھوٹا سوٹ کیس برآمد ہوا جو بظاہر بڑے نوٹوں کی گڈیوں سے بھرا ہوا تھا۔ تلاشی لینے پر انکشاف ہوا کہ نوٹوں کی اوپری تہ کے نیچے نوٹوں کے سائز کی سادہ کاغذ کی گڈیاں جمائی گئی تھیں۔ ان میں سے ہر گڈی پر بڑی مالیت کا ایک نوٹ تھا۔

سوٹ کیس میں سادہ کاغذوں کے بجائے اسی مالیت کے نوٹ بھرے ہوئے ہوتے تو وہ رقم پچاس لاکھ ڈالر سے زیادہ ہوتی۔ تفتیشی افسران حیران تھے کہ آئزک بیل اتنی بڑی رقم لے کر ایکسپریس وے پر کیا کر رہا تھا اور سادے کاغذ بھر کر کس کو دھوکا دینا چاہ رہا تھا۔

ٹیلی وژن کیمرا بروقت جائے واردات پر پہنچا دیا گیا تھا اس لیے سوٹ کیس اور رقم کی گڈیوں کے ساتھ سادے کاغذوں کی گڈیاں بھی اسکرین پر دکھائی گئیں۔ ملاوٹ کے باوجود سوٹ کیس میں ایک بڑی رقم موجود تھی۔

واردات کے کسی سراغ کی تلاش میں تفتیشی افسران اور اخباری نمائندے وغیرہ وہیں مصروف تھے کہ ٹھیک ساڑھے پانچ بجے رقم والا سوٹ کیس ایک ہولناک دھماکے سے پھٹ گیا جس کے نتیجے میں ایک تفتیشی افسر ہلاک اور پانچ افراد شدید زخمی ہوئے تھے۔ دھماکے کے نتیجے میں ٹیلی وژن کیمرا بھی تباہ ہوگیا تھا اس لیے بعد کے مناظر اسکرین پر نہ دکھائے جا سکے۔

یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی تھی کہ آئزک بیل خطیر رقم لے کر ایکسپریس وے پر اپنے کسی حریف کا منتظر تھا۔ وہ کوئی ڈیل بھی ہوسکتی تھی جس میں آئزک بیل رقم کا سوٹ کیس دے کر اپنے حریف سے کوئی مطلوبہ شے حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"خدا کی پناہ!" خبر کی تفصیل سن لینے کے بعد ویرا تحیرزدہ آواز میں بولی "اس نے یہ سارا بندوبست تمہارے لئے ہی کیا ہوا تھا۔"

"وہ سمجھ رہا تھا کہ میں رقم کے لالچ میں آگیا ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا "شرافت سے سبز فائل اسے دے دوں گا اور رقم کا سوٹ کیس اس سے لے جاؤں گا۔"

"رقم کے بارے میں بھی وہ مردود بدنیت تھا۔ صرف اتنی رقم لایا تھا کہ تم سوٹ کیس کھول کر سرسری نظر ڈالو تو تمہیں کمی کا شبہ نہ ہوسکے اور اس کا کام بن جائے۔"

"اسے معلوم تھا کہ ساڑھے پانچ بجے اس کا پلانٹ کیا ہوا ٹائم بم سب کچھ تباہ کر دے گا پھر وہ زیادہ رقم برباد کرنے کا خطرہ کیوں مول لیتا؟"

"کاش پولیس اور ایمبولینس کو وہاں پہنچنے میں ذرا سی دیر ہوجاتی تو وہ اپنے ٹائم بم کے دھماکے کا خود شکار ہوجاتا۔ وہ اسی قابل ہے کہ اس کے چیتھڑے اڑا دیے جائیں۔"

"اس کی زخمی ہونے کے بعد بھی مجھے شبہ نہیں ہوا تھا کہ اس نے مجھے دھوکا دینے کی کوئی کوشش کی ہوگی بلکہ میں نادم تھا کہ اب اس سے کس منہ سے بات کرسکوں گا۔"

"یہ تمہاری ناسمجھی تھی۔" ویرا نے منہ بنا کر کہا "تم اسے مارنے کے چکر میں تھے اور وہ تمہارا پتا صاف کرنے کا ارادہ لے کر وہاں آیا تھا۔ وہ پھنس گیا۔ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تم بچ نکلے۔"

"اس وقت مجھے یقین ہوگیا ہے کہ قدرت میری مدد کر رہی ہے۔ ذرا یہ سوچو کہ بلیک ڈیڈ بیچ میں کود کر ہم تک نہ آ پہنچتا تو انجام کیا ہوتا۔"

ویرا چند ثانیوں کے لیے سوچ میں پڑ گئی پھر بولی "شاید یہ واقعہ نہ ہوتا اور ہم آسانی کے ساتھ اسے اپنی راہ سے ہٹانے میں کامیاب ہوجاتے۔"

"اسے راہ سے ہٹانا اتنا آسان نہیں ہے۔ ہم بلیک ڈیڈ کی طرح اسے کسی ایکسپریس وے پر گولی مار کر فرار ہونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ اسے مفاہمت کے جال میں پھانسنے کے لیے اس سے کم از کم ایک بار کسی محفوظ مقام پر ملاقات ضروری تھی۔ اسے تھوڑا سا اعتماد ہوجاتا تو پھر میں اسے کہیں بھی لے جا کر مار سکتا تھا۔ مین ہٹن سے باہر بیشتر فری وے ویرانوں میں سے ہو کر گزرتے ہیں۔"

''اور وہ اسی ملاقات میں تمہارا کام تمام کر دیتا؟'' ویرا نے پُرخیال انداز میں پوچھا۔

''سبز فائل واپس حاصل کیے بغیر وہ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا تھا۔'' میں نے پورے اعتماد سے کہا ''میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اس سے ملاقات میرے حق میں ذرا بھی سودمند نہ ہوتی۔ امریکا کے سارے ترقی یافتہ وسائل تک اس کی رسائی ہے وہ میرے ساتھ کوئی ایسا داؤ کھیلتا کہ میرے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوتی۔ کسی بھی ننھے سے سینسر یا بگ کے ذریعے وہ میری نقل و حرکت سے آگاہ رہنے کا بندوبست کر لیتا تو میرے ساتھ تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔''

''اب ان خیالی باتوں پر سر کھپانا بے سود ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب کیا ہوگا؟''

''زخمی ہونے کے بعد وہ یقیناً دہشت زدہ اور بدحواس ہو گیا تھا۔'' میں نے کہا ''اسے یاد رہتا تو وہ اسپتال جانے سے پہلے پولیس والوں کو سوٹ کیس میں نصب ٹائم بم کے بارے میں ضرور بتاتا تاکہ اسے دھماکے سے پہلے ناکارہ کیا جا سکے۔''

''ران اور کولھے کی ہڈیاں ٹوٹنے کا مطلب ہے کہ وہ بُری طرح زخمی ہوا ہے۔ ایسے زخم بڑے سے بڑے سورما کو خوف زدہ کر دیتے ہیں۔'' ویرا بولی۔

''زخمی ہونے سے زیادہ یہ بات اس کے لیے اذیت ناک تھی کہ اس کا گھمنڈ خاک میں مل گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نیویارک کی کسی شاہراہ پر کوئی اس پر ہتھیار اٹھا سکے گا۔''

''وہ بری طرح پھنس چکا ہے۔ اب اس کے زخمی ہونے کا معاملہ دب جائے گا اور اس سے سوٹ کیس کے بارے میں پوچھ گچھ کی جائے گی۔'' ویرا نے اپنی رائے ظاہر کی۔

''سوٹ کیس بم کے دھماکے میں ایک سرکاری افسر کی موت اس کی گردن کا طوق بن جائے گی اور وہ اپنی گلوخلاصی کے لیے سبز فائل کا سہارا نہیں لے سکے گا۔''

''اچھا ہے۔ اسی بہانے اس کا قصہ پاک ہو جائے گا۔ پبلک پراسیکیوٹر چاہے تو اس پر قتلِ عمد کا مقدمہ بن سکتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ بم کا طاقت ور دھماکا اس کے دشمن کے بجائے بے گناہ تفتیشی افسران کو لے ڈوبے گا پھر بھی اس نے ٹائم بم کی نشاندہی کرنے یا اسے ناکارہ کرنے کوئی کوشش نہیں کی۔''

میرا ابتدا سے ہی یہ عزم تھا کہ آئزک بیل میرے ہاتھ آئے تو ایک ہی وار میں اسے جہنم واصل کر دوں لیکن معلوم ہوتا تھا کہ ایسی آرام دہ موت اس کے مقسوم میں نہیں لکھی گئی تھی۔ وہ بتدریج بلکہ قسطوں میں ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے گزر رہا تھا۔

فرعونیت اور انانیت کے ساتھ بڑے بڑے بول بولنے والا وہ ملعون پہلے اپنے مقام سے مُنہ کے بل اس طرح گرا کہ میرے سامنے رونے اور گڑگڑانے پر اتر آیا پھر اس نے میری ہر شرط ماننے پر مکمل اور غیر مشروط آمادگی ظاہر کی جس کے نتیجے میں وہ کاری زخموں سے چور ہو کر نیویارک کے کسی اسپتال میں سسک رہا تھا۔

اس کی درندگی اور دہشت گردی کی مناسب سزا یہی تھی کہ اسے سسکا سسکا کر مارا جائے۔ اس میں بس ایک ہی کھٹکا تھا کہ اپنے اختیارات کا ایک تحریری جواز کھو دینے کے بعد بھی وہ ڈیوڈ اسٹارز کا سربراہ تھا۔ اگر امریکا کا صدر اس پر مہربان ہوتا تو اس کے عذر کو تسلیم کر کے اسے نیا پروانہ اختیار عطا کر سکتا تھا۔

آئزک بیل کی ایسی حیات نو کی راہ میں اس وقت اکلوتی رکاوٹ یہ تھی کہ سی ون تھرٹی کے چکر میں سی آئی اے اس کے خلاف ہو چکی تھی۔ ان لوگوں کی طرف سے اعتراض ہونے کی صورت میں امریکا کا صدر آئزک بیل کے اختیارات کی تجدید نہیں کر سکتا تھا کیونکہ گیپ پر دستخط کرنے والے چار فریقوں میں سے ایک سی آئی اے کا سربراہ تھا۔

ٹیلی وژن پر آنے والی ابتدائی خبر میں دیر تک کوئی قابلِ ذکر اضافہ نہیں ہو سکا۔ خبر کم و بیش جوں کی توں رہی۔ پروگراموں کے درمیان تبصروں میں آئزک بیل کی مضبوط مالی حیثیت کا ذکر کیا گیا نہ ڈیوڈ اسٹارز کے ذریعے اس کے فلاحی کاموں کے بارے میں کچھ کہا گیا۔ اس کی ذات کے ان ظاہری روشن پہلوؤں کو نظر انداز کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ٹیلی وژن والے اس کے بارے میں بہت زیادہ محتاط روی سے کام لے رہے تھے میرے لیے یہ بات حیرت ناک تھی کہ رقم سے بھرے ہوئے سوٹ کیس میں پھٹنے والے بم کے حوالے سے اس وقت تک ٹیلی وژن پر آئزک بیل کی ذمے داری کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔

وقت تیزی سے گزرتا رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے فون کی گھنٹی بجی تو ویرا باتھ روم میں تھی۔ میں نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے جینی کی خوف زدہ آواز سن کر میرے منہ سے بے اختیار اطمینان کا ایک گہرا سانس آزاد ہو گیا۔

''تم بہت دیر سے گھر آئی ہو اور گھبرائی ہوئی ہو۔ کیا بات ہے؟'' میں نے نرمی سے پوچھا۔

''ڈینی! آج میں بال بال بچی ہوں......'' اس نے مضمحل لہجے میں تمہید باندھی مگر میں نے وہیں اس کی بات کاٹ دی۔

''مجھے معلوم ہے کہ کچھ بدمعاشوں نے لنچ کے وقفے میں تمہیں اغوا کر لیا تھا۔ ان کے عزائم خطرناک تھے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ہم دونوں اس وقت ان ہی لوگوں کے اڈے پر موجود تھے۔ ہمارے ایما پر ان لوگوں نے تمہیں آزاد کر دیا...... یہ سب ایک خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔ یہ بہت بری بات ہے کہ تم نے اس وقت خوف و ہراس کے عالم میں میرا نام لیا ہے۔ اس طرح میری گردن پھنس سکتی ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اب میرا نام صرف اسلم ہے، اسلم خان!''

''کس کا فون ہے؟'' ویرا نے باتھ روم میں سے بلند آواز میں سوال کیا۔

''تمہاری ڈارلنگ جینی کی کال ہے۔'' میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے بغیر اونچی آواز میں جواب دیا۔

''یہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟'' دوسری طرف سے جینی نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

''باتھ روم میں روزی کو مروڑ ہو رہی ہے۔ اسی کو رفع کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

ریسیور پر جینی کی تھکی تھکی سی ہنسی کی آواز آئی پھر وہ بولی۔ ''سوری ڈارلنگ! اس وقت میں اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہوں۔ اپنی ریکارڈنگ مشین پر روزی کا پیغام سن کر مجھے بہت ڈھارس ملی ہے کہ نیویارک میں کوئی ایسا بھی ہے جو میرے لیے فکرمند ہو سکتا ہے۔ میں تمہارا نام لینے پر معذرت خواہ ہوں۔ اب یاد رکھوں گی کہ تمہارا نام اسلم خان ہے۔''

''مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تمہیں کیسے اٹھایا گیا اور پھر تمہیں کب ہوش آیا۔'' میں نے اس کی معذرت پر دھیان دیے بغیر دھیرے سے کہا۔

''لنچ کے لیے میں روزانہ فوڈی فاسٹ فوڈ ریستوان میں جاتی ہوں۔ آج اپنی گاڑی میں بلڈنگ سے نکلی تو ایک شخص تیزی سے قریب آیا اور اچانک اپنی جیکٹ کی زپ کھول کر کھڑکی سے آ لگا۔ تیز بو میرے نتھنوں میں گھسی اور میں کوشش کے باوجود سنبھلنے، سانس روکنے یا چیخنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس کے بعد میرے ساتھ کیا ہوا......''

''تم نے اس آدمی کی صورت دیکھی تھی؟'' میں نے درمیان میں پوچھا۔

''میں پُرہجوم ٹریفک کی طرف متوجہ تھی۔ میں نے بس ایک موہوم سا ہیولا اپنی طرف بڑھتے دیکھا تھا۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ علم نہیں۔ میری غلطی صرف اتنی تھی کہ میں نے اسے دفتر کا کوئی آدمی سمجھ کر گاڑی کے بریک لگا کر گیئر نیوٹرل کر دیا تھا مگر پھر کھلی ہوئی جیکٹ اور سفید قمیص سے اوپر کچھ دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ اس کے ہاتھوں کی جلد سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی سفید فام تھا۔''

''تمہیں دوبارہ ہوش کب آیا؟'' میں نے پہلو بدل کر بے چینی سے پوچھا۔

''شاید دس منٹ پہلے.... میں ایک پارکنگ لاٹ میں اپنی گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔ چار گھنٹے کی پارکنگ فیس ادا کرتے ہوئے مجھے علم ہوا کہ مجھے ساڑھے چار بجے کے لگ بھگ وہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔''

اس کی زبان سے اوقات کی ترتیب سن کر میرے تنے ہوئے اعصاب یک لخت ڈھیلے پڑ گئے۔ ویرا کے

تمام تر اندیشوں کے برعکس بلیک ڈیڈ کے بدمعاشوں نے شرافت اور فرماں برداری کا ثبوت دیا تھا۔ شاید وہ لوگ جینی کو اپنے ساتھ لے کر پارکنگ لاٹ میں داخل ہوئے، جاپانی اگنیشن میں چھوڑی جینی کو صحیح پوزیشن میں بٹھایا اور بھاگ نکلے۔

حیران کن بات یہ تھی کہ وہ چار گھنٹے تک پارک کی ہوئی ایک کار میں بے ہوش بیٹھی رہی اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔

میں نے جینی پر اپنی حیرت کا اظہار کیا۔ ویرا کسی موقع پر مجھے بتا چکی تھی کہ نیویارک میں کنگال جوڑے جب زمانے کی نظروں سے چھپنے کے لیے کرائے پر کوئی جگہ لینے کی استطاعت سے محروم ہوتے ہیں تو وہ لفٹوں اور پارکنگ لاٹس تک کو اپنے خلوت کدوں میں تبدیل کرکے اپنی ضرورتوں کا درماں کر لیتے ہیں۔ جبر کا شائبہ نہ ہو تو نیویارک کے شہری ایسے مواقع پر اپنی آنکھیں بند کرکے روایتی لاتعلقی سے کام لیتے ہیں۔

پارکنگ لاٹ بیٹھنے یا سونے کی جگہ نہیں تھی۔ جینی کو جس نے بھی دیکھا ہوگا، چند منٹ کے لیے دیکھا ہوگا اور یہ سمجھا ہوگا کہ وہ ڈیٹ پر وہاں آئی ہے اور گاڑی میں بوائے فرینڈ کی آمد کا انتظار کر رہی ہے۔ اس رائے کے بعد کسی کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں تھی۔

نیم روشن بلکہ نیم تاریک پارکنگ لاٹ کا وہ استعمال مجھے خاصا کارآمد محسوس ہوا۔

میرے ذہن نے چند ہی ثانیوں میں وہ سب سوچ لیا اور میں نے جینی سے گفتگو میں وقفہ دیے بغیر کہا ”یہ تمہارے لیے ایک کٹھن وقت تھا جو آسانی سے گزر گیا۔ تم کو کچھ صدقہ خیرات وغیرہ دینا چاہیے۔“

”تم آ جاؤ...... اس وقت میں تمہارے سہارے کی شدید ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔ اپنی مرضی سے صدقہ خیرات بھی وصول کر لینا۔“ اس کی آواز یکایک دھیمی ہوگئی۔

وہ اس کا لاشعوری احساسِ جرم تھا جس نے اسے آواز دھیمی کرنے پر مجبور کیا ورنہ اس کے گھر میں یہ سب سننے والا کون تھا؟ فون پر آواز بہرحال ایک حد کے اندر رہتی ہے۔ چیخ دہاڑ کر بھی ریسیور کو لاؤڈ اسپیکر نہیں بنایا جا سکتا۔

مگر حیرت ناک طور پر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ویرا نے جینی کی وہ پیش کش سن لی ہو۔ وہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر تیر کی طرح میری طرف آئی تھی۔

”تمہیں جو دینا ہے خود ہی دے دو!“ میں نے کن انکھیوں سے ویرا کی طرف دیکھتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”میں تمہارے پاس نہیں آ سکتا۔ روزی باتھ روم سے آ گئی ہے۔ اسے اپنے پاس بلا لینا۔“

”اس کے پیچھے تم شیخیاں مارتے رہتے ہو مگر اس سے تمہارا دم نکلتا ہے۔“ بے ساختہ ہنسی کے ترنم میں جینی کی آواز آئی ”وہ تمہیں کھا نہیں جائے گی۔“

”تم واقعی سمجھ دار ہو۔“ میں نے ویرا کو سنانے کے لیے وہ ذومعنی اعتراف کیا پھر کہا ”اپنے دفتر کے کسی آدمی کے گھر فون کرکے اپنی غیر متوقع غیر حاضری کا کوئی بہانہ ریکارڈ کرا دو۔ اسے اصل واقعے کی ہوا بھی نہ لگنے دینا۔ زخمی ہونے تک تمہارا باس یہی سمجھ رہا تھا کہ ہیلن کے بعد تم بھی اچانک ملازمت چھوڑ کر بھاگ گئی ہو۔ اُس کے اِس وہم کی تردید ضروری ہے۔“

”زخمی؟“ جینی کی متعجب آواز ابھری ”وہ یکایک کیسے زخمی ہوگیا؟ دوپہر کو تو میں نے اسے دفتر میں ٹھیک ٹھاک چھوڑا تھا۔“

”شاید تم نے ٹیلی وژن نہیں دیکھا۔ اس پر خبر ملی ہے کہ کوئنز مڈ ٹاؤن ایکسپریس وے پر کسی نے گولی مار کر اس کی کئی ہڈیاں توڑ ڈالی ہیں۔“

”مجھ سے ایسے انجان نہ بنو۔ سچ سچ بتاؤ کہ تم نے اتنا بڑا کام کیسے کر ڈالا۔ آج کل تو وہ اپنے سائے تک سے بھڑک رہا ہے اور حفاظتی انتظامات کے بغیر کہیں نہیں آتا جاتا۔“

”لڑکی!“ میری آواز اچانک سرد اور سخت ہوگئی ”کیا میں فون بند کر دوں؟“

”اوہ سوری.... اسلم میں شاید ابھی تک اپنے حواس میں نہیں ہوں۔ میں روزی سے بات کروں گی۔ پلیز تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آ جاؤ۔ اس وقت تنہائی سے مجھے خوف آ رہا ہے۔“

”میں فون روزی کو دے رہا ہوں، اسی سے بات کر لو۔“ یہ کہہ کر میں نے ریسیور ویرا کی طرف بڑھا دیا۔ وہ میرے قریب کھڑی اشتباہ آمیز نظروں سے مسلسل مجھے گھورے جا رہی تھی۔

اس نے ماؤتھ پیس پر داہنی ہتھیلی رکھ کر مجھے گھورا اور کڑے لہجے میں پوچھا ”جینی سے تم کیا لینے دینے کی باتیں کر رہے تھے؟“

”کچھ نہیں، صدقے اور خیرات کا ذکر تھا۔ آج وہ ایک ناگہانی مصیبت سے بال بال بچی ہے۔“

”اس نے تم سے کوئی اول فول بات تو نہیں کی؟“ ویرا کی کھوپڑی ایسے معاملات میں ہر وقت بالکل صحیح ٹریک پر چلتی تھی۔

”خدا کا خوف کرو ویرا۔“ میں نے تلخ لہجے میں کہا ”وہ بے چاری ابھی تک صدمے کی حالت میں ہے۔ تم کبھی ایسے تجربے سے گزرو تو اندازہ ہوگا کہ ذہن کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔“

ویرا نے مطمئن ہو کر ریسیور کان سے لگایا اور بے ساختہ، مسرت آمیز لہجے میں بولی ”ہائے جینی! تم نے تو میرا دم ہی نکال دیا تھا...... آج دوپہر سے تم کہاں مری ہوئی تھیں۔“

میں دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر بستر پر بیٹھ گیا۔ عیب جوئی اور منافقت کے فنون میں ویرا شیطان سے بھی چار ہاتھ آگے تھی۔

چند ثانیے قبل ویرا اپنی سہیلی کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کر رہی تھی۔ اس سے باتیں شروع ہوئیں تو وہ بات بات پر بچھنے لگی۔ جینی کی یوں دل جوئی کر رہی تھی جیسے وہ اس کی ہم عمر سہیلی نہیں، نا سمجھ اولاد ہو۔

ہمارا وہ دن خاصا مصروف گزرا تھا۔ ویرا کی یک طرفہ منافقانہ گفتگو سننے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے اٹھ کر اسکاچ کے دو گلاس بنائے اور ایک ویرا کے سامنے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

گلاس سے اس تلخ سیال کا پہلا بڑا گھونٹ لیتے ہوئے میری نگاہ وال کلاک پر پڑی تو میں مضطرب ہوگیا۔ سوا نو بج رہے تھے۔ بدری شاید رچمنڈ میں اپنے ہوٹل میں واپس آ چکا تھا۔ مجھے اس سے جلد از جلد بہت سی اہم باتیں کرنی تھیں۔

میں نے ویرا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے وال کلاک کی طرف متوجہ کیا لیکن وہ میرا مطلب نہ سمجھ سکی۔ فون پر جینی سے باتیں کرتے ہوئے اس نے استفہامیہ انداز میں اپنی بھویں چڑھائیں تو میں نے اشارے سے اسے سمجھایا کہ مجھے فوراً ایک ضروری فون کرنا تھا۔

ویرا کچھ سمجھی یا نہیں تبھی لیکن اس نے جینی کے ساتھ اپنی گفتگو سمیٹنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

”ٹھیک ہے ڈارلنگ!“ چند مکالموں کے تبادلے کے بعد اس نے اختتامی انداز میں کہا ”میری کوشش ہوگی کہ آج کی رات ہم دونوں تمہارے ساتھ گزار سکیں۔ مجھے پورا اندازہ ہے کہ آج کے منحوس واقعے نے تمہیں اندر تک سے دہلا کر رکھ دیا ہوگا۔“

ریسیور رکھ کر وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں میری طرف گھومی اور غرائی ”خود اسے گھنٹا بھر سے رام لیلا سنا رہے تھے، میں نے دو منٹ بات کی تو تکلیف ہونی شروع ہوگئی۔ کسے فون کرنا ہے تمہیں؟“

”تمہیں معلوم ہے کہ بدری ناتھ نو بجے اپنے کمرے میں لوٹ آتا ہے۔ اس وقت ساڑھے نو بجنے والے ہیں۔“ میں نے اسے ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اسی جھلائے ہوئے لہجے میں سوال کیا ”وہ تمہیں کون سی کتھا سنا رہی تھی؟“

”اسحاق گھنٹی کی پریشانی پر اسے تشویش ہے۔“ ویرا نے لڑنے والے لہجے میں کہا ”لنچ کا وقفہ ختم ہونے کے بعد اس نے دو مرتبہ جینی کی ریکارڈنگ مشین پر پیغام چھوڑا تھا۔ تم نے یہ بتا کر کہ اسحاق گھنٹی اسے بھگوڑی سمجھ رہا ہے، اسے بری طرح دہشت زدہ کر دیا ہے۔“

”اور اس کی دہشت دور کرنے کے لیے آج کی رات تم اس کے پاس گزارو گی؟“

”تمہیں معلوم ہے کہ وہ میری عزیز ترین سہیلی ہے۔ اس برے وقت میں میں اس کے کام نہیں آؤں گی

"تو پھر کون آئے گا؟" اس کا لہجہ دھیما ہونے کے بجائے تیز ہوتا جا رہا تھا۔

"جاؤ، ضرور جاؤ۔" میں نے سر جھٹک کر کہا "صبح تک میں تمہاری قبر کھدوا کر تیار رکھوں گا۔"

"یہ کام کسی اور کو سونپ دو کیونکہ تمہیں بھی میرے ساتھ چلنا ہے۔" اس نے استہزائیہ انداز میں اپنا فیصلہ صادر کر دیا "قبریں دو اور برابر برابر ہونی چاہئیں۔"

"ویرا! کیا تمہاری عقل پر بالکل ہی پتھر پڑ گئے ہیں؟" میں نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔

"انسانی ہمدردی اور رواداری سے کام لینے کو تم عقل پر پتھر پڑنا کہتے ہو تو پھر یقیناً ایسا ہوا ہے۔ تم دانت پیس کر مجھے اپنا ارادہ بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔"

"بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ زخمی ہونے سے پہلے جینی کے غائب ہو جانے پر بل کھا رہا تھا۔ اس نے مجھ سے بھی گلہ کیا تھا کہ ہیلن کے بعد ایک اور لڑکی نے اس کی نوکری پر لات مار دی ہے۔ ہیلن کو اس نے پاگل کرا یا تھا تو وہ جینی کو معاف نہیں کرے گا۔ اس نے فوراً ہی کسی کو جینی کے گھر کی نگرانی پر مامور کر دیا ہوگا۔ اسحاق گھنٹی بے شک زخمی ہو کر اسپتال میں پہنچ چکا ہے مگر اس کا مامور کیا ہوا آدمی اس کی ہدایات کا پابند ہے۔ جینی کے سوا جو بھی اس گھر میں داخل ہوا، عتاب کا نشانہ بن جائے گا۔"

اس کے تیور بتدریج نرم پڑتے چلے گئے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ میری دلیل اس کی کھوپڑی میں سما رہی تھی۔

"میری اور جینی کی باتوں سے تمہیں پریشانی لاحق ہو رہی تھی، آسمان گرا جا رہا تھا، اب تمہیں بدری کو فون کرنے کی کوئی عجلت نہیں ہے۔" مجھے کوئی جواب دینے کے بجائے اس نے اچانک ہی نیا طعنہ تلاش کر لیا اور میں دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہتا فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جیفرسن ہوٹل کے آپریٹر نے فوراً ہی لائن بدری ناتھ سے ملا دی۔ میری آواز پہچانتے ہی وہ دبے دبے پُرجوش لہجے میں بولا "آج میں تمہاری کال کا انتظار کرتے کرتے سوکھ گیا۔ یہاں کی پُر اسرار سرگرمیاں اچانک زور پکڑ گئی ہیں۔ اس وقت مجھے دفتر میں ہونا چاہیے تھا لیکن میں پیٹ میں درد کا بہانہ کر کے تمہارا فون سننے کے لیے یہاں رکا ہوا ہوں.... خوش خبری میں نے سن لی ہے۔ تم نے اسحاق گھنٹی کو بہت بڑے جال میں پھنسایا ہے۔ وہ مشکل ہی سے نکل سکے گا۔"

فون لائن پر سی ایس ڈی موجود اور فعال تھا۔ میں نے اس کے اندازے کی تصدیق یا تردید کیے بغیر کہا "وہ اب تک آزاد کیوں ہے؟ اس کے خلاف کارروائی کیوں شروع نہیں ہوئی؟"

"سی آئی اے ہیڈ کوارٹرز میں کئی بڑے سر جوڑے بیٹھے ہیں۔ اسحاق گھنٹی وی وی آئی پی ہے۔ اسے صدر کی تحریری اجازت کے بغیر نہیں پکڑا جا سکتا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی ایک سمری بنا کر وائٹ ہاؤس فیکس کی گئی ہے۔ فون پر رابطے ہو رہے ہیں۔ بس وائٹ ہاؤس کی اجازت کا انتظار ہے۔ ہیڈ کوارٹرز میں ہر چھوٹا بڑا عہدے دار اسے پسِ زنداں ڈالنے پر تلا بیٹھا ہے۔"

"اتنے واضح جرم کے باوجود اس کے خلاف عام قوانین حرکت میں نہیں آ سکتے؟" میں نے گیپ کا ذکر کیے بغیر غصے اور مایوسی سے پوچھا۔

"خود میرے لیے یہ بات ناقابلِ فہم ہے۔ میں کئی افسروں سے بات کر چکا ہوں۔ ہر ایک کسی گیپ کی بات کر رہا ہے، کہیں کوئی خلا ہے جو اسحاق گھنٹی کی گرفتاری میں حارج ہے۔ اسے صدر کا فرمان ہی پُر کر سکتا ہے۔ اس کارروائی کے بغیر اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا۔"

میں اس کی کج فہمی پر دل ہی دل میں ہنس کر رہ گیا۔ سی آئی اے کے گھاگ اور منجھے ہوئے افسران لفظی رعایت کا فائدہ اٹھا کر سبز فائل میں محفوظ گیپ نامی دستاویز کے اشارے دے رہے تھے اور وہ کم فہم یہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی قانونی سقم سی آئی اے والوں کی راہ میں حائل ہے۔

کھیل سمٹ کر ایک لفظ پر مرکوز ہو چکا تھا اور وہ گیپ تھا۔

آ ٹزک بیل کو گھیرے میں لینے کے لئے میں ہر جتن کر چکا تھا۔ اس کے خلاف بہت سا مواد میرے علم میں تھا لیکن میں اس سے کوئی قانونی جنگ لڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ اس تک رسائی حاصل کر کے اسے موت کے گھاٹ اتارنا میرا مشن بن چکا تھا جس میں ویرا کا جذبۂ انتقام بھی شامل تھا۔

ان دنوں میں اپنی سرزمین پر نہیں بلکہ امریکا میں تھا جہاں قانون میری تلاش میں تھا۔ مجھے اور ویرا کو امریکی حکومت نے اشتہاری مجرم قرار دے کر خطیر انعاموں کا اعلان کیا ہوا تھا۔ ہم دونوں کے لیے خود کو چھپائے رکھنا بہت اہم تھا۔ اس معاملے میں ذرا سی لغزش ہمیں دوسرے جہانوں کی سیر کرا سکتی تھی۔

پورے امریکا میں صرف دو افراد ہماری اصلیت سے باخبر تھے۔ یہ جینی اور بلیک ڈیڈ کی عظمت تھی کہ ان دونوں نے ہماری اصلیت اور ٹھکانے سے واقف ہونے کے باوجود خطیر انعامات کو ٹھکرا دیا تھا۔ عام امریکیوں سے اس بے لوثی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ان کے بارے میں ویرا خود کہہ چکی تھی کہ اتنی بڑی رقم کے لیے وہ اپنی ماؤں تک کو بیچ سکتے تھے۔

ان حالات میں ہمارے لئے آ ٹزک بیل سے دو بدو مقابلہ کر کے اسے ہلاک کرنا اور خود صاف بچ نکلنا روز بہ روز مشکل ہوتا چلا جا رہا تھا۔ ہر وقت ہمارے نشانے پر موجود ہوتے ہوئے بھی وہ بالکل محفوظ اور فعال تھا۔ یہ ممکن تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ حالات پر ہماری گرفت کمزور ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو جاتی اور ہمیں بے سروسامانی کے عالم میں واپسی کی راہ اختیار کرنی پڑتی۔

بلیک ڈیڈ کی دخل اندازی نے ہماری یہ مشکل یوں آسان کی کہ اسی شام آ ٹزک بیل ایک قاتلانہ حملے میں بُری طرح گھائل ہو کر اسپتال پہنچ چکا تھا مگر زندہ تھا۔

سی آئی اے والے سی ون تھرٹی کے معاملے میں اس سے برگشتہ تھے۔ ٹائم بم کے خون ریز دھماکے نے ان کی برہمی میں اضافہ کر دیا تھا لیکن گیپ ان کی راہ کا وزنی پتھر تھا۔

اگر گیپ کے ایک فریق یعنی سی آئی اے کے سربراہ کو یہ خبر پہنچا دی جاتی کہ گیپ کی فائل آ ٹزک بیل کے ہاتھوں سے نکل کر کسی اور کے قبضے میں جا چکی ہے تو وہ اپنی نفری کے ساتھ اسپتال پر دھاوا بول کر آ ٹزک بیل کو ایک عام ملزم کی طرح حراست میں لے سکتا تھا۔

جینی اور بلیک ڈیڈ کے لیے ہم دونوں ڈینی اور ویرا تھے مگر بدری ناتھ کے لیے میں شیر علی تھا۔ میں اس سے گیپ پر اپنے قابض ہونے کا اعتراف نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کام ڈینی ہی کے بس کا تھا۔

میں نے بس لمحہ بھر کے لیے سوچا اور پھر آہستگی سے کہا۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو بدری۔ گیپ پانچ صدارتی کاغذوں پر مشتمل اس دستاویز کا نام ہے جس کی رو سے امریکا میں صدر کے خصوصی حکم نامے کے بغیر کوئی ریاستی یا وفاقی ادارہ یا اہل کار.... اسحاق گھنٹی کو نہیں پکڑ سکتا۔"

"مائی گاڈ!" بدری ناتھ نے انگریزی میں حیرت کا اظہار کیا "اس قدر اہم بات تم مجھے آج [illegible]"

"یہ راز مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے۔ عباس کرمانی نہ ٹکرایا ہوتا تو میں آج بھی پہلے کی طرح گیپ سے بے خبر ہوتا۔" میں نے فی البدیہہ جواب دیا۔

ویرا میرے ان فقروں پر بُری طرح چونک پڑی۔ وہ میری زبان سے عباس کرمانی کا نام پہلی بار سن رہی تھی اور وہ بھی سبز فائل یا گیپ کے سلسلے میں۔

"میں شکوہ نہیں کر رہا مگر کل رات تمہارا آخری فقرہ بہت معنی خیز تھا۔ تم نے کہا تھا کہ اسحاق گھنٹی مجھ سے بچا تو تمہارے ہاتھوں مارا جائے گا۔ آج تم نے اس کی کئی ہڈیاں مجروح کر دیں۔ اس کا مطلب ہے کل بھی تم کو بہت کچھ معلوم تھا۔ اگر میں اپنے کمرے کے دروازے پر ہونے والی دستک کی وجہ سے اچانک فون بند نہ کر دیتا تو تم کل ہی بہت کچھ بتانے کے موڈ میں تھے۔"

"کل میں تمہیں صرف اتنا بتاتا کہ ہمارے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اسحاق گھنٹی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ان میں عباس کرمانی کا نام سرِفہرست ہے۔"

"یہ عباس کرمانی کون ہے اور اچانک کہاں سے بیچ میں آ کودا؟" اس نے سوال کیا۔

"یہ ایک مانا ہوا ایرانی سیکرٹ ایجنٹ ہے جو کئی ماہ سے نیویارک میں چوری چھپے اپنا کام کر رہا ہے۔ اسحاق

گھنٹی کو سارا تحفظ اسی وقت تک حاصل ہے جب تک وہ گیپ پر قابض ہے۔ آج مجھے پتا چلا ہے کہ گیپ کی سبز فائل تین چار دن پہلے عباس کرمانی اڑا چکا ہے۔“

”اوہ.....!“ آواز سے اندازہ ہوا کہ بدری ناتھ خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ ”یہ اس سال کی سب سے بڑی خبر ثابت ہو سکتی ہے۔ مجھے اس بارے میں سب کچھ بتا ڈالو۔“

”عباس کرمانی نے وہ بانچوں کاغذ دکھائے ہیں۔ تحریر میرے لیے ناقابلِ فہم تھی مگر عباس اسے پڑھ چکا ہے۔ اس کے پانچویں صفحے پر صدر امریکا، راس المیڈ! اور آئزک بیل کے ساتھ سی آئی اے کے ڈائریکٹر کے بھی دستخط ہیں.....“

”یہ سب تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو؟“ بدری ناتھ نے تحیر زدہ آواز میں سوال کیا۔

”بالکل۔ میری اس بات پر تمہیں ذرا بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ان کاغذات کی بناوٹ میں وائٹ ہاؤس کا مونوگرام واٹر مارک کی صورت میں بہت واضح ہے۔“

”یہ سب دیکھ لینے کے باوجود تم گیپ کے متن سے واقف نہیں ہو سکے؟“

”نہیں! عباس اسے اپنا ٹریڈ سیکرٹ کہتا ہے۔ متن وہ ایرانی حکام کو ہی بتائے گا۔“ میں نے اس بارے میں پہلے سے ایک لفظ بھی نہیں سوچا تھا لیکن بدری ناتھ سے معلوم ہونے والی صورتِ حال کی روشنی میں، میں نے جو پہلا جھوٹ بولا تھا، اسے نبھانے کے لیے ہر بات ذہن پر خود بہ خود وارد ہوتی چلی جا رہی تھی جیسے حقیقت بھی وہی رہی ہو۔

”یہ خبر یہاں کھلبلی مچا دے گی اور اسی وقت گاڑیوں کا جلوس اسحاق گھنٹی کی گرفتاری کے لیے نیویارک روانہ ہو جائے گا۔ بات صرف یقین کی ہے۔ تم نے جو کچھ مجھے بتایا ہے، وہ کسی کو بھی یقین دلانے کے لیے کافی ہے۔ یہاں میرے نام کا ڈنکا بج جائے گا۔“

”عباس نے مجھے صرف اتنا بتایا ہے کہ متن میں اس تحریری معاہدے کو جنرل ایڈمنسٹریشن پردیسی جر کا نام دیا ہے جس کا مخفف گیپ بنتا ہے۔“

”یہ سب سے اہم اطلاع ہو گی۔ تم نے بہت پکا کام کیا ہے۔ میں تمہیں مان گیا۔ اگر یہ عباس کرمانی بیچ میں نہ آ کودتا تو اسحاق گھنٹی کی آخری گھنٹی تم ہی بجاتے.... واہ.....سارا کیا دھرا تمہارا ہے اور تعریفیں میری ہوں گی۔ یہاں سے نئی دہلی تک دھوم مچ جائے گی۔“ خوشی سے بغلیں بجاتے بجاتے اس نے چونک کر پوچھا ”مگر یہ اسحاق گھنٹی کے زخمی ہونے کا کیا چکر ہے؟“

”گیپ کی خبریں سن کر خوشی میں تم خود ہی پٹری سے اتر گئے تھے۔ کہانی کا سب سے دلچسپ حصہ یہی ہے کہ فائل اڑا لینے اور پڑھ لینے کے بعد عباس کرمانی نے اسحاق گھنٹی کو بلیک میل کرنے کا چکر چلایا۔ ان دونوں میں کئی مرتبہ بات ہوئی پھر پچاس لاکھ ڈالر میں گیپ کی واپسی کا سودا ہو گیا۔ عباس اس طرح اسحاق گھنٹی کو سامنے لا کر ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ دوسری طرف اسحاق گھنٹی وہ چار لاکھ ڈالروں اور ردی کاغذوں والے سوٹ کیس میں ٹائم بم لگا کر اسے مارنے کی سازش تیار کر چکا تھا۔ عباس کا نشانہ خطا ہو گیا۔ گولی دل کے بجائے ران پر لگی۔ زخمی ہوتے ہی وہ بزدل چوہا سوٹ کیس کو بھول گیا اور ٹائم بم اپنے مقررہ وقت پر پھٹ کر تباہی پھیلا گیا۔“

”یعنی وہ فائل اب بھی عباس کرمانی کے ہی پاس ہے؟“ اس نے تصدیق چاہی۔

”وہ کٹر محبِ وطن ہے۔ کسی کو فائل کی ہوا نہیں لگنے دے گا۔“ میں نے کہا۔

”تم کو بھی نہیں؟ تمہاری تو اس سے دوستی ہو چکی ہے۔“ اس نے پُرامید لہجے میں پوچھا۔

”اس کا یہی احسان کم نہیں کہ اس نے گیپ کا اصل مسودہ مجھے دکھا دیا۔ میں نے اس سے فوٹو کاپی مانگی تھی مگر وہ ناراض ہو گیا۔ میں نے بہت مشکل سے اسے منایا تھا۔“

”چلو، لعنت بھیجو۔ ہم کو آم کھانے سے مطلب ہے۔ پیڑ گننے کا کیا فائدہ؟“

”تم نے کافی دیر کے بعد ایک ڈھنگ کی بات کی ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ پرنسٹن والی تفتیش کا کیا رہا؟“ اس کے دماغ میں ہوا بھر دینے کے بعد میں نے کافی... دیر سے رکا ہوا سوال داغ دیا۔

”اسحاق گھنٹی پر نا کام قاتلانہ حملے کی خبر نے یہاں دوسرے سارے کاموں کو پیچھے ڈال دیا ہے ورنہ ہر شخص اے جے ولسن کے غم میں گھلا جا رہا تھا۔ تم نے کہا تھا کہ تم نے وہاں اپنا کام کر لیا تھا مگر وہاں جا کر ماہروں نے اندازہ لگایا ہے کہ ولسن نے اپنا کام پورا کر لیا تھا۔“

”ان کی یہ خوش فہمی ہمارے حق میں ہے۔“ میں نے خوش دلی سے کہا ”تم بھی ان کے ساتھ جانے والے تھے انہوں نے یہ رائے کس بنیاد پر قائم کی ہے۔“

”ایک پیٹی کے قریب فرش کی ریت میں باریک فولادی برادے کی کافی مقدار ملی تھی۔ وہاں ایسے نشان بھی تھے جیسے سوٹ کیس سمیٹی گئی ہو۔ برقی مقناطیس پر وہ بُرادہ چپکتے ہی سب کے چہروں پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی تھی۔“

”پھر گمشدہ شکار کے بارے میں کیا طے ہوا تھا؟“ میرے لیے وہ مسئلہ بھی مساویانہ اہمیت کا حامل تھا۔

”صرف ایک مشکوک نام سامنے آیا ہے۔“ یہ کہہ کر اس نے مشتبہ مس روتھ بیل کی کہانی سنا دی۔ جو باتیں بلیک ڈیڈ کا آدمی معلوم کر سکتا تھا، ان کا سی آئی اے کے تجربے کار ایجنٹوں کی نظروں سے اوجھل رہنا ناممکن تھا۔

ولسن ایک بین الاقوامی ادارے کا ذمے دار اہل کار تھا۔ کچھ پتا نہیں کہ وہ انفرادی طور پر رنکس اور سی آئی اے کا آلۂ کار بنا تھا یا انٹرنیشنل اٹامک انرجی کمیشن کی آڑ میں امریکا کی ایجنسیاں اپنی سازشوں کو بروئے کار لا رہی تھیں۔ سرکاری طور پر اس کی واپسی اور تلاش کے لیے شدید دباؤ پڑ رہا تھا۔ ایک سہ نفری ٹیم مستقل طور پر پرنسٹن میں جم کر بیٹھ گئی تھی اور وہاں بال کی کھال نکالنے میں مصروف تھی۔ دوسرے شہروں میں ایف آئی اے والے کام کر رہے تھے۔

بدری ناتھ خود بھی ایک شاطر ایجنٹ تھا۔ میرے ایما پر اس نے کھل کر ولسن کی کار کی نشان دہی کرنے کے بجائے یہ تجویز پیش کی تھی کہ پرنسٹن کے قریبی شہروں میں ولسن یا اس کی کار کو تلاش کیا جائے۔ اس تجویز کی قبولیت کے ڈیڑھ گھنٹے بعد ہی ولسن کی کار مل گئی تھی اور بدری ناتھ کے لیے توقیر کا رویہ اختیار کیا جانے لگا تھا۔

”پرنسٹن کے ویرانے میں بیٹھے ہوئے تینوں افراد جلد ہی اپنا سر پیٹنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“ اس سے وہ تفصیلات سن لینے کے بعد میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”یہ اتفاق ہے کہ تمہیں اس شہر کے جس علاقے میں جانا پڑا، وہ پس ماندہ اور گندہ ہے ورنہ پرنسٹن خوب صورت اور تاریخی شہر ہے۔ مجھے وہاں گھومنے پھرنے کا موقع ملا تھا۔“

وہ پیٹ میں درد کا بہانہ کیے اپنے ہوٹل کے کمرے میں محصور تھا۔ مجھے بھی فرصت تھی۔ پرنسٹن کی بات چھڑی تو میں نے نیوجرسی کی بے رونقی کا بھی ذکر کیا۔ وہ شاید فرصت کے اوقات میں مختلف سیاحتی کتابچے پڑھتا رہا تھا، فوراً ہی وضاحتیں پیش کرنے لگا۔

اس کا فیصلہ تھا کہ فری ویز ہر شہر سے دور، ویرانوں سے گزرتی ہیں اس لیے ان پر سفر کر کے کسی علاقے کے بارے میں رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ باغات، سبزے اور میدانوں کے معاملے میں نیوجرسی کے شہر بھی گئے گزرے نہیں تھے۔ غیر سرکاری طور پر اس ریاست کو باغات کی ریاست بھی کہا جاتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

بظاہر وہ مہمل سی گفتگو تھی جو وقت گزاری یا وقت کے زیاں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی مگر اس دوران میں بدری کو ایک اہم نکتہ سوجھ گیا اور اس پر اسی وقت بات بھی ہو گئی۔

اسے بھارتی سیکرٹ سروس را سے عارضی طور پر آئزک بیل کی تحویل میں دیا گیا تھا اور اس نے بدری کو تربیت کے لیے سی آئی اے کے حوالے کر دیا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اس نے گیپ اور عباس کرمانی کے بارے میں کارآمد معلومات مہیا کیں تو خراجِ تحسین ملنے کے ساتھ ساتھ یہ اندیشہ بھی تھا کہ اس پر شک کیا جانے لگے۔ وہ باتیں جو امریکا کو جاننے اور اس کے لیے برسوں سے کام کرنے والے سر توڑ کوششوں کے باوجود نہیں معلوم

کرسکتے تھے، بدری ناتھ کی زبان سے عجیب معلوم ہوتیں اور فطری طور پر یہ جاننے کی کوشش کی جاتی کہ اس کی معلومات کا کیا ذریعہ تھا۔

بدری ناتھ کے پاس اس اہم سوال کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں تھا۔

آئزک بیل کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے گیپ کے بارے میں جملہ معلومات سی آئی اے کے بڑوں تک پہنچانی ضروری تھیں۔ میں نے اسکاچ کے گلاس سے ایک گھونٹ لے کر چند ثانیوں تک غور کیا اور پھر ذہن میں ایک خطرہ ابھرتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

سی ایس ڈی کے زعم میں، میں تقریباً روز ہی بدری ناتھ کو فون کر رہا تھا۔ ہماری گفتگو ہمیشہ مختصر [illegible] نے درمیان میں دخل انداز ہونے کی کوشش نہیں کی تھی مگر دنیا بھر میں ایک شہر سے دوسرے شہر کو کی جانے والی کالز میں دونوں طرف کے فون نمبر اور گفتگو کا دورانیہ وغیرہ خودکار طریقے سے ریکارڈ کیا جاتا ہے۔ اگر بدری کے ضرورت سے زیادہ باخبر ہونے پر کسی کے کان کھڑے ہوتے اور وہ جیفرسن ہوٹل کا ریکارڈ چیک کرتا تو اسے یہ معلوم ہوسکتا تھا کہ بدری کے لیے روزانہ مقررہ اوقات میں باہر سے فون آتے رہے ہیں۔

کمپیوٹرز کی موجودگی میں یہ سراغ لگانا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ بدری ناتھ کو وہ کالز مین ہٹن سے پین پلازہ ہوٹل کی پانچویں منزل کے ایک خاص کمرے سے کی جاتی رہی ہیں اس انکشاف کے بعد ہمارے لیے ایسے سنگین خطرات پیدا ہوسکتے تھے جن کا تصور ہی تکلیف دہ تھا۔

"تم کہہ دو کہ عباس نے نیویارک سے فون کرکے تم کو اپنی خوشی میں شریک کیا ہے۔" میں نے ٹھہری ہوئی اور گمبھیر آواز میں مشورہ دیا۔

"مگر کیوں....؟ میں اسے کیا جانوں؟ وہ مجھے کیوں فون کرے گا؟" میرے لہجے پر بدری ناتھ نے بوکھلا کر ایک ہی سانس میں تین سوالات کر ڈالے۔

"وہ ایک ایرانی سیاح کے روپ میں تمہیں دہلی، بمبئی یا آگرہ میں ملا تھا۔" میرے ذہن میں ایک نیا خاکہ تیار ہونے لگا "کئی مہینے تک تم دونوں کی دوستی رہی۔ وہ کبھی کبھار تمہیں خط لکھتا رہا۔ تم نیویارک آئے تو ایک دن وہ تمہیں مل گیا، دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ اس نے تمہیں سختی سے منع کیا کہ اس کا اصل نام نہ لو۔ امریکا میں وہ نام بدل کر آیا تھا۔"

میں گلاس سے ایک گھونٹ لینے کے لیے خاموش ہوا تو بدری ناتھ بے چینی سے فون پر بول پڑا "بولتے رہو۔ میں دھیان سے سن رہا ہوں۔ اس کہانی میں جان معلوم ہوتی ہے۔"

"پھر تم نیویارک سے رچمنڈ چلے گئے۔ اس نے نہ جانے کس طرح تمہارا سراغ لگا لیا اور روز تمہیں فون کرنے لگا۔ وہ ذاتی باتیں کرتا تھا اس لیے تم نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ آج اس نے گیپ کے بارے میں لب کشائی کی تو تم نے اس کی طرف سے رازداری کی ہدایت کے باوجود اپنا فرض سمجھا کہ ساری معلومات اپنے بڑوں تک پہنچادو۔"

"وہ رہتا کہاں ہے؟" بدری ناتھ نے مشینی لہجے میں سوال کیا۔

"اس نے تمہیں اپنے صحیح ٹھکانے سے کبھی آگاہ نہیں کیا۔ امریکا میں اس کا رویہ رازدارانہ بلکہ پراسرار سا تھا۔ دوستی کی وجہ سے تم زیادہ تجسس میں نہیں پڑے۔"

"اور اگر انہوں نے فون کا ریکارڈ چیک کرلیا تو میں کہاں جاؤں گا؟"

"میری کالز ریکارڈ پر موجود ہیں۔ تمہاری پوزیشن پر ذرا بھی حرف نہیں آئے گا۔" آئزک بیل اس وقت میرے گلے کی ہڈی بن کر رہ گیا تھا۔ اس کے بارے میں زبان کھولنا بھی ایک مسئلہ بنتا ہوا نظر آرہا تھا۔ میں اپنے اندرونی اضطراب پر قابو پاکر پورے سکون سے بدری کو تھپکیاں دے رہا تھا۔

"تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ بات اس حد تک بڑھی تو وہ کسی بھی وقت تمہارے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہے ہوں گے۔"

"دینے دو۔ میں انہیں یہاں نہیں ملوں گا۔ میں اسی وقت یہ ہوٹل چھوڑنے کا فیصلہ کرچکا ہوں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ میرے ان الفاظ پر ویرا متحیر نظر آنے لگی تھی۔

"اس وقت تم روانی میں بڑے بڑے فیصلے کیے جارہے ہو۔ اس پوری مشق کے نتیجے میں وہ یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ عباس کرمانی نیویارک میں اسلم خان بن کر رہ رہا ہے۔"

"آج کل ایرانی امریکا کی سب سے بڑی کمزوری ہیں۔ ان کی ساری توجہ ایرانی ایجنٹ کی تلاش پر مرکوز رہے گی۔ میں اپنا مسئلہ سنبھال لوں گا۔ اس وقت ساری اہمیت اس بات کی ہے کہ تمہاری ذات شکوک و شبہات سے بالا رہے اور تم اپنے اڈے پر جمے رہو۔"

"تم بہت بڑی قربانی دے رہے ہو۔" بدری کی تفکر آمیز آواز ابھری "اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں انہیں ہر بات سچ سچ بتادوں، بس تمہاری جگہ نام عباس کرمانی کا ہوگا۔"

"تم انہیں ہر بات نہیں بتاؤ گے۔" میں نے سختی سے کہا۔ "یہ صرف گیپ کی کہانی کے لئے ہے۔"

"میں سمجھ گیا، ایسا ہی...."

سی ایس ڈی پر سرخ روشنی چمکی، بزر چیخا اور لائن اچانک ڈراپ ہوگئی۔

میری ہتھیلیاں یک بہ یک پسینوں میں بھیگنے لگیں۔ شاید ورجینیا میں کوئی گڑبڑ ہوگئی تھی جب ہی کسی نے گفتگو میں مخل ہونے کی ناکام کوشش کی تھی۔

"فوراً سامان پیک کرو۔ سبز فائل کو جلا کر راکھ کموڈ میں بہادو، پانچوں کاغذ میں اپنے ساتھ رکھوں گا۔" ویرا کو ہدایت دے کر میں نے ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کرکے میز پر رکھ دیا۔

"کیا ہوا؟ اچانک کیا مصیبت آگئی کہ ہمیں یوں بھاگنا پڑ رہا ہے؟" ویرا نے سراسیمگی سے پوچھا۔

میں نے اس کے قریب جا کر نرمی سے اس کا بازو دباتے ہوئے کہا "کچھ نہیں ہوا، سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ ہم حفظِ ماتقدم کے طور پر یہاں سے جارہے ہیں۔ تم تیاری کرو۔ ہوٹل سے باہر نکل کر میں تمہیں ہر بات سمجھا دوں گا۔"

ویرا نے بادلِ نخواستہ مختصر سا اسباب سمیٹتے ہوئے سوال کیا "یہ منحوس عباس کرمانی کون ہے اور اس سے تمہاری کہاں ملاقات ہوگئی۔ یہ سارا فتور اسی کا معلوم ہوتا ہے۔"

میں نے شہادت کی انگلی اپنے سر پر مارتے ہوئے پُرسکون رہ کر کہا "یہ نام میرے ذہن کی پیداوار ہے۔ اس کا کہیں وجود نہیں ہے۔ اسحاق گھنٹی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لئے یہ کہانی ناگزیر ہے ورنہ وہ اپنے ساتھ ہم دونوں کو بھی مروادے گا۔"

"اس وقت تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔" اس نے سبز فائل سے گیپ کے پانچوں کاغذ الگ کرتے ہوئے بے چارگی سے کہا۔

"اپنی ننھی سی کھوپڑی پر زیادہ زور نہ ڈالو۔" میں نے اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے ہنس کر کہا۔ "آج رات آئزک بیل سی آئی اے والوں کے چنگل میں پھنسے گا تو وہ قسمیں کھا کھا کر ڈینی اور ویرا پر سارا الزام دھرے گا۔ انہوں نے سبز فائل چوری کی، انہوں نے اسے زخمی کیا، احسن نے ٹائم بم کا ٹریپ ان ہی کے لیے تیار کیا تھا مگر بدری کی زبانی عباس کرمانی کی کہانی ہر طرف گھوم چکی ہوگی۔ کوئی اس پر اعتبار نہیں کرے گا۔ اسے ڈینی فوبیا کا مریض قرار دے کر جوتے لگائے جائیں گے تاکہ وہ عباس کرمانی نامی ایرانی ایجنٹ سے اپنے تعلقات کا اعتراف کرلے۔ یہ اتنی سی بات ہے۔ اسی کے لئے ہم ٹھکانا بدل رہے ہیں۔"

"مگر ہم کہاں جائیں گے؟ دوسرے ہوٹل میں ہمیں ان ہی ناموں سے کمرا لینا ہوگا، جینی کے گھر کو تم خطرناک قرار دے رہے ہو پھر ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا؟" اس فیصلے نے ویرا کو شدید ذہنی انتشار اور بے چینی سے دوچار کردیا تھا۔

"ہم لبرٹی کے مجسمے پر بھی چڑھ سکتے ہیں ورنہ چارلی ہماری مدد کرے گا۔ اس نے آج شام ہی ہمیں ٹھکانے کی پیش کش کی تھی۔"

''اس وقت تم نے اسے مسترد کردیا تھا۔ وہاں ہم آزادی اور رازداری برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔'' اس نے مجھے یاد دلایا۔ وہ اعتراض جڑنے کے ساتھ اپنا کام بھی کرتی جارہی تھی۔

''اس وقت حالات سازگار تھے۔ اب ہمیں سمجھوتا کرنا پڑ رہا ہے۔ وہاں تک کر ہم سکون سے کسی بہتر متبادل کے بارے میں سوچ سکیں گے۔ چین پلازا سے ہمارا دانہ پانی اٹھ چکا ہے۔''

''اور یہ سی ایس ڈی کیوں حرکت میں آئی تھی؟'' اس نے منہ بگاڑ کر پوچھا۔

میری ہنسی چھوٹ گئی ''قسم لے لو جو میں نے کوئی حرکت کی ہو۔'' اس کا موڈ خراب ہوتا دیکھ کر میں نے قدرے توقف کے بعد دوبارہ کہنا شروع کیا ''ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی اتفاق رہا ہو۔ گفتگو طویل ہوگئی تھی۔ شاید آپریٹر نے چیک کرنا چاہا ہو کہ بات جاری ہے یا لائن پھنسی ہوئی ہے۔''

''ہوٹل چھوڑنے سے پہلے چارلی سے بات نہیں کروگے؟'' چند ثانیوں بعد ویرا نے پوچھا۔

''باہر کے بوتھ سے بات ہوجائے گی۔ یہ مت بھولو کہ دشمن کو اس کی زمین پر شکست سے دوچار کرنے کے لئے لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں۔ اس وقت کی ذراسی تاخیر یا غفلت ہماری بساط الٹ سکتی ہے۔ ہمارے لئے آج کی رات بہت اہم ہے۔ میں اسے زندہ رہ کر گزارنا چاہتا ہوں۔''

''ایسی باتیں کرکے تم مجھے خوف زدہ نہیں کرسکتے۔ اگر گیپ کے پانچ اوراق اسحاق گھنٹی کی زندگی اور آزادی کی ضمانت تھے تو ہمارے لئے بھی ان کی وہی حیثیت ہے....''

''شاباش!'' میں نے بے ساختہ کہا۔ ''اب تم نے پتے کی بات کہی ہے مگر یہ ہمارا آخری آپشن ہوگا۔ میں یہ کارڈ سب سے آخر میں کھیلوں گا۔''

دس منٹ بعد ہم اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ ہوٹل کے کاؤنٹر پر موجود تھے۔

مغربی دنیا میں اندرون اور بیرونی پروازوں کا شیڈول کچھ اس طرح رکھا جاتا ہے کہ بیشتر ہوائی اڈے رات کو بند ہوتے ہیں۔ منہ اندھیرے شروع ہونے والی پروازوں کا سلسلہ رات زیادہ ڈھلنے سے پہلے رک جاتا ہے اسی وجہ سے کاؤنٹر پر ہمیں قدرے حیرت سے دیکھا گیا۔

رات کو مسافر آرام کے لئے ہوٹلوں کا رخ کرتے ہیں اور ہم دونوں رات کے دس بجے ہوٹل چھوڑ کر جارہے تھے۔ مجھے ان تحیر زدہ نگاہوں سے ذرا بھی تشویش نہیں ہوئی۔

کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی خوب رو لڑکی خاصی تیز وطرار تھی لیکن اس نے ہم سے ذاتی نوعیت کا کوئی سوال کئے بغیر کمپیوٹر پر پھرتی سے حساب چیک کرکے بل ہمارے سامنے رکھ دیا۔

پیشگی جمع کرائی ہوئی رقم میں سے دوسو ڈالر واپس لے کر ہم ہوٹل سے نکل کھڑے ہوئے۔

نکڑ والے فون بوتھ پر میں ایک مرتبہ لٹ چکا تھا۔ اس وقت ہمارے ساتھ ہلکا پھلکا سامان بھی تھا جو ہر راہزن کو آسانی سے ہماری طرف متوجہ کرسکتا تھا۔ ادھر جاکر کوئی خطرہ مول لینے کے بجائے میں نے سڑک عبور کرکے چین کے سب وے اسٹیشن کی طرف جانے کا فیصلہ کرلیا۔

اس سب وے اسٹیشن کے باہر رونق نہیں تھی مگر وہ آباد تھا۔ میں نے سلاٹ میں کارڈ لگا کر بلیک ڈیڈ کی تلاش کا سلسلہ شروع کیا۔ چوتھے نمبر پر وہ ہاتھ آگیا۔

''ہائے بڈی!'' میری آواز پہچان کر وہ فون پر چہکا۔ ''آجاؤ! آج تمہاری وجہ سے ہم جشن منا رہے ہیں۔ یہاں آکر تم بھی مست ہوجاؤ گے۔''

''تمہارے مشورے پر ہم ہوٹل چھوڑ چکے ہیں اور چین اسٹیشن کے باہر کھڑے ہیں۔ یہ رات کسی محفوظ جگہ گزارنے کے لئے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔'' میں نے اس کی دعوت کو نظر انداز کرکے سنجیدگی سے کہا۔

''اوہ.... آج تمہاری شکایت پر میں نے اپنے آدمی ہٹائے اور تمہیں ایمرجنسی پیش آگئی۔ وہ ہوتے تو خود ہی تمہیں کہیں لے جاتے۔'' میری بات سن کر وہ بھی ہی فکر مند ہوگیا ''تم ذراسی دیر رکو۔ مائیک تمہیں ے آرہا ہے۔''

''پہلی بات یہ کہ ہم جشن میں شرکت کرنے کے ائے سونا چاہتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ مائیک اور م ایک دوسرے کو کیسے پہچانیں گے۔'' اس بار میرا لہجہ یادیانہ تھا۔ بلیک ڈیڈ کی آواز میں بھی پہلے جیسا تحکم ی نہیں رہا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ وہ پتھر آخر کار موم ہو چکا تھا۔

''مائیک اور اسکی گاڑی تمہاری دیکھی بھالی چیزیں ہیں۔ پرنسٹن میں تم اس سے مل چکے ہو۔'' بلیک ڈیڈ کی بے تکلفانہ آواز ابھری۔

''ٹھیک ہے۔ ہم منتظر ہیں۔'' میں نے فون بند کردیا۔ پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ مجھے یا ویرا کو بلیک ڈیڈ سے پہلے فون بند کرنے کا موقع ملا تھا ورنہ وہ خود سر بدمعاش ہمیشہ اپنی ہدایات ماؤتھ پیس میں انڈیل کر دوسرے کی بات سنے بغیر فون بند کردیا کرتا تھا۔

باہر آکر میں نے ویرا کے ساتھ سگریٹ سلگائی اور پھر اسے اپنے فیصلوں اور بدری ناتھ سے کئے گئے حیلوں بہانوں کے محرکات سے آگاہ کرنے لگا۔

مائیک نے چین اسٹیشن تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی مگر مجھے اتنا وقت مل چکا تھا کہ میں ویرا کو بریفنگ دے سکوں۔ میری باتیں سن کر اس کی جھلاہٹ ختم ہوگئی مگر اس کے چہرے پر فکر اور تشویش نے ڈیرے ڈال دیے تھے۔

اصل مشن میں کامیابی کا پورا یقین ہونے کے باوجود خود کو ہر طرف سے خطرات میں گھرا ہوا پاکر مسکراتے رہنا آسان کام نہیں ہوتا۔ ہم دونوں گاڑی میں سوار ہوئے تو مائیک نے ذراسی دیر میں ہماری پریشانی کو بھانپ لیا۔

''پہلی ملاقات میں، میں نے تم دونوں کو خوش مزاج پایا تھا۔'' اس نے گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''لیکن آج تم.... دونوں ہی تھکے تھکے اور پژمردہ نظر آرہے ہو۔'' اس کے سانسوں سے الکحل کے تیز بھبکے آرہے تھے مگر وہ پوری طرح ہوش وحواس میں تھا۔

''زیادہ جشن منانے کا انجام ایسی ہی تکان کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔'' مجھ سے پہلے پچھلی نشست سے ویرا بول پڑی ''گاڑی ذرا آرام سے چلاؤ۔ تمہاری سانسوں میں رچی ہوئی الکحل کی بُو ایک میل دور سے بھی سونگھی جاسکتی ہے۔''

''بس تم اسی طرح بولتی رہو تو کانوں کو بھلا محسوس ہوگا۔'' مائیک نے اسٹیرنگ وہیل پر اپنا داہنا انگوٹھا تھرکاتے ہوئے کہا ''تم دونوں کی خاطر میں پارٹی چھوڑ کر آیا ہوں۔ باس نے سب کو تم دونوں کی طرف سے شیمپین پلائی ہے۔ مزہ آگیا.... تم نے باس کے ایک خواب کو حقیقت کا رنگ دیا ہے۔ یہ کم ہی ہوتا ہے کہ باس کسی کو اتنی عزت کے لائق سمجھے۔''

مجھے ویرا کے بارے میں اس کا بے تکلفانہ تبصرہ ناگوار گزرا۔ میں نے تلخی سے پوچھا ''کیا تمہارا باس اپنے ڈرائیوروں اور باورچیوں کے ساتھ جشن منا رہا ہے؟''

وہ میرے طنز کو سمجھ گیا لیکن برا مانے بغیر بولا ''باس اپنے آدمیوں میں تفریق نہیں کرتا۔ سب برابر ہوتے ہیں۔ جس کو جو کام کرنا پڑ جائے، وہ کرتا ہے۔ آج رات کے لیے اس نے تم دونوں کی میزبانی میرے سپرد کی ہے۔''

سرور کے عالم میں وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بول رہا تھا۔ میں نے اس کی بسیار گوئی سے فائدہ اٹھانے کی نیت سے پوچھا ''تم باس کے کس خواب کی بات کررہے تھے؟''

''نیویارک میں بس وہی حرامی کا پلا باس کے راستے کی رکاوٹ تھا۔ تمہاری وجہ سے آج وہ کیچوے کی طرح اسپتال کے بستر پر پڑا ہوا ہے۔ باس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ چیف سرجن چیر پھاڑ کے بعد اس کی پوری ٹانگ ہی کاٹ ڈالے۔''

''تو کیا یہاں یہ بھی ہوتا ہے کہ سرجن مریض کے آرام کے بجائے دوسروں کی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''باس کوشش کررہا ہے تو ایسا ہوتا ہی ہوگا۔ آئزک

جیسے خودغرض اور سفاک آدمی کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔'' اس نے کسی شرم ساری کے بغیر کہا۔ وہ بلیک ڈیڈ کا ایک وفادار ساتھی تھا اور ہر بات میں اپنے باس کی رائے کو حرفِ آخر سمجھنے کا عادی تھا۔

گاڑی میں کچھ دیر کے لیے سکوت چھا گیا جسے ویرا نے ہی توڑا ''تم کو ہمیں کہاں پہنچانے کی ہدایت ملی ہے؟''

''برونکس!'' پہلی مرتبہ اس نے مختصر ترین جواب پر اکتفا کیا اور میرے انتظار کے باوجود اپنے یک لفظی جواب کی وضاحت میں کچھ نہیں کہا تو مجبوراً مجھے بولنا پڑ گیا۔

''برونکس میں کوئی ہوٹل ہے یا ڈریم لینڈ جیسا کوئی ٹھکانا؟''

''وہ رہائشی بورو ہے۔'' بولنے کی دعوت ملتے ہی اس کی زبان چل پڑی ''وہاں تین کمروں کا ایک چھوٹا سا مگر خوب صورت گھر ہے جہاں تمہاری خدمت کے لیے ایک گونگا ملازم موجود ہوگا۔ وہ خانساماں سے لے کر ڈرائیور تک کی خدمات سرانجام دے سکتا ہے۔''

وہ ایک خوشخبری تھی۔ اگر بلیک ڈیڈ نے ہمارے آرام اور تخلیے کا اسی قدر خیال رکھا تھا تو اس کی رواداری اور معاملہ فہمی ہر شک وشبہے سے بالاتر تھی۔

پین اسٹیشن سے برونکس تک کا سفر خاصا طویل ثابت ہوا۔ مائیک نے مین ہٹن کے تفریحی مراکز کی بھیڑ بھاڑ سے بچ کر سیدھا راستہ اختیار کیا مگر پھر بھی روشنیوں سے جگمگاتی ہوئی قدرے خالی خالی سڑکیں اس وقت مین ہٹن کا دلفریب نظارہ پیش کر رہی تھیں۔

ایک مختصر سا دریائی پل عبور کر کے مائیک کی گاڑی برونکس میں داخل ہوگئی۔

وہ آسمان کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی عمارتوں کی ہیبت سے عاری، ایک صاف ستھرا رہائشی علاقہ تھا جہاں معمول کی دو تین منزلوں سے زیادہ اونچی عمارت دور تک نظر نہیں آ رہی تھی۔

روشن سڑکوں پر مختلف رہائشی بلاکس سے گزر کر مائیک نے اپنی گاڑی ایک مختصر سے بنگلے کے احاطے میں سرسبز لان کے درمیان بنی ہوئی پختہ روش پر روک دی اور پھرتی سے نیچے اتر کر ویرا کے لیے عقبی دروازہ کھول کر کھڑا ہوگیا۔

شاید ویرا کو بھی مائیک کا طرزِ عمل پسند نہیں آیا تھا۔ وہ اسے نظرانداز کر کے میری طرف کے دروازے سے نیچے آگئی اور ناقدانہ نظروں سے اس مکان کا جائزہ لینے میں مصروف ہوگئی۔ میرے لیے یہ اچھی بات تھی کہ مین ہٹن سے ذرا سی مسافت پر واقع برونکس میں تحفظ کا احساس اتنا راسخ تھا کہ راستے کے بہت سے مکانوں کی طرح ہماری پناہ گاہ کے احاطے میں داخلے کا راستہ کھلا ہوا تھا۔

وہاں پر مامور پختہ عمر کا سیاہ فام ملازم گونگا ہوسکتا تھا لیکن بہرا ہرگز نہیں تھا کیونکہ وہ گاڑی رکنے کی آواز سنتے ہی باہر نکل آیا تھا۔

مائیک نے ہم دونوں کو اس سے متعارف کرایا پھر وہ ہمارا سامان لے کر اندر داخل ہوگیا۔

دو خواب گاہوں اور ایک بیٹھک کے ساتھ اس مکان میں وسیع باورچی خانہ تھا۔ چار افراد کے لیے کھانے کی میز باورچی خانے میں ہی پڑی ہوئی تھی۔ مائیک نے بتایا کہ ہمارے استعمال کے لئے پچھلے گیراج میں ایک گاڑی بھی موجود تھی۔

مجھ سے اجازت لے کر مائیک نے وہیں سے بلیک ڈیڈ کو فون کر کے اپنی کارکردگی کی رپورٹ دی پھر ریسیور مجھے تھما کر الوداعی انداز میں روانہ ہوگیا۔

''تم جب تک چاہو، بے خوف وخطر ہو کر اس مکان میں رہ سکتے ہو۔ تمہاری مرضی کے بغیر وہاں تمہیں کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔'' اس وقت بلیک ڈیڈ کی بوجھل آواز سے نشے کے اثرات مترشح تھے۔

''یہ سب درست ہے مگر مجھے ایک بات پر سخت تشویش ہے کہ تم آج کی کارروائی کا سہرا اپنے سر لینے کے بجائے میری تشہیر کرتے پھر رہے ہو۔'' میں نے دھیمی آواز میں شکایت کی۔

''بالکل نہیں، بالکل نہیں۔'' اس نے جلدی سے تردید کی ''میں ایسی تشہیر کے تباہ کن نتائج اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں مائیک نے حسبِ معمول فضول گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تم کو غلط فہمی میں مبتلا کیا ہے۔''

مائیک کی غلطی کی طرف دھیان جاتے ہی اس کا پارہ چڑھنے لگا تھا۔ میں نے تحمل سے کہا ''بے شک مائیک ہی میری کارکردگی پر مبارک باد دے رہا تھا لیکن تم اپنی آواز اعتدال پر رکھو۔ اس وقت تم مائیک سے نہیں، مجھ سے بات کر رہے ہو۔''

''سوری ڈیر!'' وہ بے ساختہ بول پڑا ''تم دونوں کون ہو، یہ راز صرف اور صرف میرے سینے میں دفن ہے۔ رہا آج کا واقعہ تو اس کے بارے میں میرے سوا تین آدمی باخبر ہیں۔ ڈرائیور اور گن مین ہمارے ساتھ شریک تھے۔ تیسرا مائیک ہے۔ یہ تینوں ہی میرے اعتماد کے آدمی ہیں۔ میں مائیک سے پوچھوں گا کہ اس کے منہ میں بواسیر کیوں ہے۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''میرے سر سے ایک بوجھ اتر گیا ورنہ میں کہیں اور کوچ کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔''

اس کے ہنسنے کی بھونڈی آواز ابھری پھر وہ بولا ''تم دیکھ ہی چکے ہو کہ میرے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ دوستی ہو جانے کے بعد تم مجھے نہیں چھوڑ سکتے۔ امریکا میں کہیں بھی گئے تو میں تم کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ دشمنی کی طرح میری دوستی بھی پہاڑوں کی طرح اٹل ہوتی ہے۔''

''اطلاع کا شکریہ۔ اب تم بے غم ہو کر اپنا جشن مناؤ۔ ہم بھی سونے کی تیاری کرتے ہیں۔''

''میرا مشورہ مانو تو اب اس لڑکی سے شادی کر لو۔ اس نے تمہاری خاطر خود کو برباد کر لیا ہے۔ ورنہ ویسے بھی وہ بیوی ہی کی طرح ہر وقت تمہارے سر پر مسلط رہتی ہے۔ میں نے اس کے تیور دیکھے ہیں۔ وہ جیتے جی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔''

میں نے بوکھلا کر غیر ارادی طور پر ویرا کی طرف دیکھا۔ وہ جھکی اپنے پرس میں کچھ تلاش کر رہی تھی۔ میں نے سرگوشیانہ آواز میں ماؤتھ پیس میں کہا ''یہ مشورہ اس کے سامنے نہ دے بیٹھنا ورنہ اس کے مطالبوں میں ایک کا اضافہ ہو جائے گا۔''

بلیک ڈیڈ نے قہقہہ لگا کر گڈ نائٹ کہا اور فون بند کر دیا۔

خلوت کے سوا ہر جگہ ویرا کے ساتھ میرا رویہ محتاط رہا کرتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ دوسروں کے سامنے ویرا بھی ضرورت سے زیادہ بے تکلفی کے مظاہرے سے گریز کرتی تھی مگر پھر بھی اس کے رویے میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہوتی تھی کہ دیکھنے والے اس کے دل کی تحریر اس کی آنکھوں میں اور اس کے چہرے پر پڑھ کر اس کے لیے ہمدردی محسوس کرنے لگتے تھے۔

ویرا نے گونگے ملازم کو رات کے کھانے کے بارے میں ہدایات دے کر کچن میں مصروف کر دیا تھا۔ میں ویرا کو ساتھ لے کر اپنے طور پر گھر کی دیکھ بھال میں مصروف ہوگیا۔ کسی برے بھلے وقت کے لیے ہمارا اس مکان کے محلِ وقوع سے واقف ہونا ضروری تھا۔

میں خاص طور پر ٹیلی فون لائن کے بارے میں متجسس تھا۔ تفصیلی دیکھ بھال کے بعد مجھے اطمینان ہوگیا کہ گھر میں کہیں بھی متوازی لائن موجود نہیں تھی۔

اپنے کمرے میں واپس آ کر میں نے سی ایل ڈی کو لائن سے منسلک کر دیا۔

''بے چاری جینی اکیلی گھر میں خوف سے سہمی جا رہی ہوگی۔'' جوتے وغیرہ اتارنے کے بعد ویرا نے پُرتشویش لہجے میں کہا ''ہوسکتا ہے کہ اس نے گھبرا کر پین پلازہ فون کیا ہو۔ وہاں سے جب اسے اطلاع ملے گی کہ ہم ہوٹل چھوڑ چکے ہیں تو اس کے ہاتھ پیر پھول جائیں گے۔''

''کبھی کبھی تم بالکل ناقابلِ فہم ہو کر رہ جاتی ہو۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے خشک لہجے میں کہا ''میں اس سے بات کر رہا تھا تو تمہارا موڈ اس کے خلاف سخت جارحانہ تھا اور اب خود ہی اس کی فکر میں گھلی جا رہی ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا چاہتی ہو۔''

''کچھ بھی نہیں.... وہ میری بہترین سہیلی ہے اور اسی حد تک رہے۔ تمہارے منہ لگنے کی کوشش کیوں کرتی ہے؟ اسے کوئی پریشانی ہے تو مجھ سے بات کرے۔ تم

سے اپنے دکھڑے کیوں روتی ہے؟"
"فون یا ریسیور کا تار اتنا لمبا نہیں تھا کہ اسے باتھ روم میں پہنچایا جاتا جہاں تم آرام کررہی تھیں۔" میں نے جل کر کہا" اس نے تمہارے پیغام کا جواب دیا تھا۔ تم فون اٹھاتیں تو اسے مجھ سے بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"

"اس بحث کو چھوڑ دو اور یہ بتاؤ کہ ہم اس کے لئے کیا کرسکتے ہیں؟" اس نے ڈھٹائی سے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ آئزک بیل کے خلاف آخری کارڈ کھیل جانے کے بعد واضح نتائج سامنے آنے تک ہمیں روپوش رہنا ہے۔ جینی کا رخ کرنا ہمارے لیے مہلک ثابت ہوسکتا ہے۔ اتنی ہی فکر مند ہو تو اسے فون کرسکتی ہو۔ مطلع صاف ہونے تک اسے یہاں کا فون نمبر بھی دینے کی ضرورت نہیں۔"

"یہاں اسپیکر فون لگا ہوا ہے، چاہو تو تم بھی اس کی گفتگو سن سکتے ہو۔" ویرا نے جھجکتے ہوئے مجھے اس اہم نکتے کی طرف توجہ دلائی جسے میں پہلے ہی نوٹ کرچکا تھا۔

"تم بول رہی ہو کہ ہمارا خدمت گار صرف گونگا ہے، بہرا نہیں ہے۔ اسپیکر فون پر ہونے والی گفتگو وہ بھی سن سکتا ہے۔" میں نے طنزیہ پیرائے میں کہا۔

"اسے میں ابھی دوڑ لگوائے دیتی ہوں۔" ویرا نے مسکرا کے کہا اور مسہری کے سرہانے جھولتا ہوا کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ مکان کے کسی حصے میں ہلکی سے گھنٹی بجی اور گونگا سیاہ فام کسی جن کی طرح ہمارے کمرے میں گھس آیا۔ خوش اخلاقی کے مظاہرے میں اس نے اپنی چمکتی ہوئی بتیسی پھیلا دی تھی۔

"کھانے کے ساتھ یہاں ریڈ وائن مل سکے گی۔" ویرا نے اس سے پوچھا۔ اس نے مایوسی سے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی اور حلق سے بے مقصد آوازیں نکالتے ہوئے اشاروں سے بتایا کہ ویرا چاہے تو وہ گاڑی سے کہیں دور جا کر مطلوبہ وائن لاسکتا ہے۔

"کہاں جانا پڑے گا؟" یہ سوال کرکے ویرا نے تپائی پر پڑے ہوئے پیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے لکھا کہ برونکس کے دکانیں اس وقت بند ہوچکی ہوں گی۔ اسے مین ہٹن کی طرف دوڑ لگانی پڑے گی۔ ویرا بھی یہی چاہتی تھی۔ اس نے رضامندی ظاہر کردی۔

میں نے بیکسٹر نامی اس گونگے کو سو ڈالر کا نوٹ دینا چاہا لیکن اس نے اپنی جیب تھپتھپا کر بتایا کہ ہماری ضروریات پوری کرنے کے لئے اسے رقم فراہم کردی گئی تھی۔

ویرا نے اسے روانہ کردیا۔ وہ گھر کے داخلی دروازے کی چابی اپنے ساتھ لے کر گیا تھا اور ہماری بے خبری میں واپس آسکتا تھا۔ گاڑی کے انجن کی آواز دور ہوتے ہی میں نے کمرے سے نکل کر مکان کا داخلی دروازہ اندر سے بولٹ کردیا۔

میں کمرے میں واپس آیا تو اسپیکر فون پر جینی کی خوف زدہ آواز سنائی دے رہی تھی.... "کے بعد میں نے اپنے نمبر دو کے گھر فون کیا تھا۔ فون پر اس کا رویّہ ایسا تھا جیسے میں دفتر سے بہت کچھ لے بھاگی ہوں۔ وہ میرا ماتحت ہو کر میرا افسر بننے کی کوشش کررہا تھا۔"

"وہ نہیں، تمہارے باس کا ردِعمل بول رہا تھا۔" ویرا نے جواب دیا" تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تم نے اپنی کوئی مجبوری اور واپسی ریکارڈ کرادی۔ تم بے فکر ہو کر سو جاؤ۔ چاہو تو کوئی خواب آور گولی لے لو۔"

"اس کی باتوں سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ باس کے زخمی ہونے کے ذمے دار مجھے سمجھ رہا ہو۔ ہر آہٹ پر میرا دل تیزی سے دھڑک رہا ہے۔ پلیز روزی! تم فوراً میرے پاس آجاؤ۔"

"میں ہوٹل چھوڑ چکی ہوں۔ جہاں ہوں، یہاں سے باہر قدم نکالا تو مصیبت میں پڑجاؤں گی۔ میری مجبوری کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہارے باس کی اسپتال سے واپسی تک تمہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ وسوسوں کو اپنے ذہن سے جھٹک کر سونے کی کوشش کرو۔ صبح تم اپنے دفتر جاؤ گی تو ساری صورتِ حال خود بہ خود تمہارے سامنے آجائے گی۔ اس وقت تم بے بنیاد اندیشوں میں گھر کر خود کو ہلکان کررہی ہو۔"

"تمہارا نکلنا خطرناک ہے تو مجھے اپنا پتا بتادو۔ میں وہیں پہنچ جاؤں گی۔" جینی نے التجا کی۔

"یہ ایک نائٹ کلب کا تہ خانہ ہے۔ تم جیسی لڑکی کے لیے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔"

"تم بھی تو وہیں ہو۔ پھر میں یہ رات وہاں کیوں نہیں گزار سکتی؟"

"میرے ساتھ اسلم بھی ہے۔ یہاں پہنچنے کی کوشش میں تم کسی غلط آدمی کے ہتھے چڑھ گئیں تو تمہارے ساتھ دوپہر والا واقعہ دوبارہ رونما ہوسکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر ہی میں رکی رہو۔ ضروری سمجھو تو دروازوں اور کھڑکیوں کو اندر سے بولٹ کرلو۔"

ویرا کا وہ حوالہ کام کرگیا۔ جینی کی مایوسانہ آواز ابھری۔" ذرا اسلم سے میری بات کرادو۔ ہوسکتا ہے کہ وہ مجھے کوئی بہتر مشورہ دے سکے۔"

ویرا نے معنی خیز نظروں سے میری طرف دیکھا پھر کہا" وہ ابھی تہہ خانے کے زینوں کی طرف گیا ہے۔ یہاں حالات سازگار رہے تو میں کسی وقت اس سے تمہاری بات کرادوں گی۔ ورنہ تم سونے کی کوشش کرو۔"

"میرے لیے دعا کرتی رہنا۔ زندگی رہی تو کل بات ہوگی۔" جینی کی آواز میں سمٹ آنے والی اداسی اور دل گیری نے مجھے اس کو دلاسا دینے کے لئے مضطرب کردیا لیکن میں ویرا کی موجودگی میں ایسا کوئی قدم اٹھا کر نئے فساد کو دعوت نہیں دے سکتا تھا۔

ویرا نے مزید چند تشفی آمیز فقرے ادا کرکے فون بند کردیا اور مجھ سے بولی" اس وقت اُس کی سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ وہ تمہارا سہارا لینا چاہتی ہے۔ وہ فون پر تم سے کوئی الٹی سیدھی بات کرتی تو مجھے غصہ آجاتا۔ میں اس کی پریشانیوں میں کسی اضافے کا سبب نہیں بننا چاہتی۔"

"برے وقت میں مرد کا سہارا ہر عورت کی فطری ضرورت ہوتی ہے۔ شاید تم اسے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"بس، اب اسے بھول جاؤ۔" ویرا نے رُکھائی سے کہا۔" میں اسے خوب سمجھتی ہوں۔"

جینی آسانی سے بھلائی جانے والی لڑکی نہیں تھی لیکن میں نے ویرا کے سامنے خاموشی اختیار کرلی۔

بیکسٹر آدھے گھنٹے بعد ہی عمدہ قسم کی ریڈ وائن کا پورا کارٹن لے کر واپس آگیا۔ ویرا کی فرمائش پر اس نے یہ فرض کرلیا تھا کہ ہر ڈنر کے ساتھ اسے وائن کی دو چار بوتلیں ضرور سرو کرنی ہوں گی۔

ہمیں کھانا وغیرہ کھلانے کے بعد بیکسٹر اجازت لے کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا جو مکان کے عقبی احاطے میں گیراج کے ساتھ بنا ہوا تھا۔ ہم دونوں اپنے بیڈ روم میں آگئے۔ مکان میں دو الگ الگ خواب گاہیں میسر ہونے کے باوجود ویرا مُصر تھی کہ رہنے کو محل بھی میسر ہوا تو وہ اس سفر میں میرے ہی کمرے میں سوئے گی۔ میں نے کسی بحث میں الجھنے کے بجائے عارضی طور پر اس کا وہ فیصلہ قبول کرلیا۔

ویرا بستر پر دراز ہونے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں گہری نیند سوگئی مگر میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ رات کے خوف آور اندھیرے میں میرے ذہن پر عجیب عجیب اور مہیب خیالات حملہ آور ہو رہے تھے جن میں مرکزی کردار رنگس اور ڈیوڈ اسٹارز کے سربراہ آئزک بیل کا تھا۔

رات کے تقریباً ڈھائی بجے فون کی گھنٹی نے مجھے بری طرح چونکا دیا۔ میں نے تیزی سے ریسیور اٹھالیا۔ گھنٹی کی آواز سے ویرا بھی ہڑبڑا کا بیدار ہوچکی تھی۔

"اتنی رات گئے تم نے پہلی گھنٹی پر فون اٹھالیا۔ کیا ابھی تک جاگ رہے ہو؟" ریسیور میں بلیک ڈیڈی کی نشے سے بوجھل اور بھاری آواز گونجی۔

"طبیعت پر بے نام سی بے چینی مسلط ہے اور تمہارا فون اس بات کا ثبوت ہے کہ میری یہ بے چینی بے سبب نہیں ہے۔ کیا اس وقت کوئی اہم خبر موصول ہوئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بھڑوں کے چھتے پر گرم پانی انڈیل دیا ہے۔ کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں تمہیں کیا خبر سنانے والا ہوں؟" خمار کے باوجود بلیک ڈیڈی بہت اچھے موڈ میں تھا۔

”یہ خبر آج کے ادھورے شکار ے [illegible] کے بارے میں ہوسکتی تھی......“

”براوو!“ اس نے امریکی انداز میں میری تعریف کی پھر بولا ”سخت انتظامات کی وجہ سے مجھے خبر دیر سے ملی مگر مل ہی گئی۔ اب سے تقریباً دو گھنٹے پہلے سی آئی اے کے ایک بھاری اسکواڈ نے اسپتال کا محاصرہ کرکے ہمارے لنگڑے شکار کو اٹھالیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار اس کے ستارے گردش میں آہی گئے ہیں۔ سی آئی اے کا یہ ریکارڈ ہے کہ وہ جس پر ہاتھ ڈالتی ہے، وہ اپنے انجام کو پہنچ کر رہتا ہے۔“

”تمہیں مبارک ہو۔ وہ لوگ پوری تن دہی سے تمہارے نشانے کی غلطی کا ازالہ کردیں گے۔“

”وہ لوگ اس کے زخموں کی پروا کیے بغیر اسے انٹروگیشن کے لیے ورجینیا لے گئے ہیں۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ تم نے بالکل ٹھیک وقت پر ہوٹل چھوڑا ہے۔ آج رات تم وہاں ہوتے تو بُری طرح کسی مشکل میں گرفتار ہوگئے ہوتے۔“

”کیوں؟ ہوٹل میں کیا ہورہا ہے؟“ میں نے اپنے دل کی تیز ہوتی ہوئی دھڑکنوں پر قابو پاکر پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

”شہر پر اس وقت پولیس اور ایجنسیوں کی گاڑیوں کا راج ہے۔ خبریں سختی سے دبائی جارہی ہیں مگر میرے آدمیوں نے پتا چلایا ہے کہ وہ شہر بھر کے ہوٹلوں میں اے کرمانی نامی کسی ایرانی نژاد باشندے کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ اس مہم میں بہت سے لوگ رگڑے جائیں گے۔ تم ہوٹل میں ٹکے رہتے تو شاید تم بھی ان کی عقابی نظروں میں آجاتے۔ اب تم ایک دو روز کے لئے گھر ہی تک محدود ہوجاؤ۔“

”میں یقیناً ایسا ہی کروں گا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ ہوٹل میں بھی ہم محفوظ رہتے۔ دونوں کی سفری دستاویزات ہر شک وشبہے سے بالاتر ہیں۔“ میں نے روانی سے کہا۔

”یہ تمہاری بھول ہے۔ شاید تم پہلا نشانہ نہ بنتے لیکن روزی کے فنگر پرنٹس یہاں ریکارڈ پر ہیں۔ وہ پھر جانی تو تم [illegible] ہی سے ہے۔“

بلیک ڈیڈ سے ملنے والی وہ دونوں خبریں ہی سنسنی خیز تھیں۔ میرے لیے سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ میں نے بدری ناتھ کا کندھا استعمال کرکے جو تیر چلایا تھا وہ بالکل صحیح نشانے پر لگا تھا۔ سی آئی اے کے بڑوں نے اس کی سنائی ہوئی کہانی کو من وعن تسلیم کرکے اپنے بھرپور آپریشن کا آغاز کردیا تھا اور ان کی توپوں کا رخ میرے بجائے عباس کرمانی کے فرضی سائے کی طرف تھا۔

ان اطلاعات پر مجھے اپنی خوشی میں شریک کرتے ہوئے بلیک ڈیڈ کو یہ احساس تھا کہ فون پر اس قسم کی گفتگو کا زیادہ دیر تک جاری رکھنا خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ میں گفتگو کی مکمل رازداری کے لیے ابتدا سے ہی سی ایس ڈی استعمال کررہا تھا۔

”اب تم سکون سے لمبی تان کر سوجاؤ۔ کل دن میں میں تمہاری طرف آؤں گا۔“

”فون بند کرنے سے پہلے اتنا ضرور بتادو کہ ہمیں گونگے ہیکسٹر کے عذاب میں کیوں مبتلا کیا ہوا ہے۔ اس سے بات کرتے ہوئے سخت الجھن اور وحشت ہونے لگتی ہے۔“

”چند روز بعد تمہیں اس سے بات کی ضرورت ہی نہیں رہے گی..... وہ خود تمہاری ساری سہولتوں کا دھیان رکھے گا۔ وہ بہت اچھا خدمت گار اور سچا نشانے باز ہے۔“

”ہم یہاں چاند ماری کی مشق کے لیے نہیں آئے۔ اس ادھورے آدمی کی جگہ ہمیں کوئی بولنے والی مشین دے دو تو میں عمر بھر تمہارا ممنون رہوں گا۔“

”کل اس کے ساتھ ایک بولنے والا بھی بڑھا دیا جائے گا۔“ ہنسی کے درمیان اس نے جواب دیا ”بہت کم وقت میں، میں تمہاری خوشی کو اپنی خوشی محسوس کرنے لگا ہوں۔“

فون بند ہوگیا۔ ویرا بستر پر بیٹھی اپنی خمار آلود آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری طرف تکے جارہی تھی۔ نیند کے عالم میں میری یک طرفہ گفتگو سن کر پوری بات اس کے پلے نہیں پڑسکی تھی۔

میں نے اسے بلیک ڈیڈ سے معلوم ہونے والی دونوں باتوں سے آگاہ کردیا۔

میری بے نام بے چینی شاید ان ہی خبروں کے لاشعوری انتظار کا نتیجہ تھی۔ تھوڑی دیر تک ویرا سے متوقع پیچیدگیوں کے بارے میں تبادلۂ خیال کرنے کے بعد میری آنکھوں میں نیند کے خمار نے ڈیرے ڈالنے شروع کردیے اور میں نے کمرا دوبارہ تاریک کردیا۔

اگلی صبح کے اخبار میں آئزک بیل پر ناکام قاتلانہ حملے اور پھر بم کے دھماکے میں ہلاک وزخمی ہونے والوں کے بارے میں تفصیلی خبریں موجود تھیں لیکن پچھلی رات کی بھرپور کارروائیوں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں تھا۔ ویرا نے ناشتے کے لیے تیاری کے دوران میں ٹیلی ویژن کھول دیا۔

تھوڑی دیر بعد ٹیلی نیوز میں یہ مختصر سی اطلاع فراہم کی گئی کہ کچھ اہم معاملات کی تفتیش کے لیے سی آئی اے نے زخمی آئزک بیل کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔

اصل کارروائی کے مقابلے میں وہ خبر مبہم اور ناکافی تھی۔ عباس کرمانی کی تلاش کے بارے میں مکمل سکوت اختیار کرلیا گیا تھا۔

ناشتا لگ جانے کے بعد ویرا نے گونگے ہیکسٹر کو نیوز اسٹینڈ کی طرف روانہ کردیا۔ اسے یقین تھا کہ حکام کی سخت رازداریوں اور وقت کی تاخیر کی وجہ سے جو خبریں صبح کے اخبارات میں شائع نہیں ہوسکی تھیں، ان کے [illegible] شام کے اخبارات وقت سے پہلے [illegible] میں آجائیں گے۔

”میرے لیے یہ سب غیر متوقع ثابت ہوا ہے۔“ ویرا نے نیچی آواز میں کھلے دل سے اعتراف کیا ”پچھلی رات تم ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے بدری سے باتیں کررہے تھے تو مجھے شبہ ہورہا تھا کہ تم ذہنی طور پر بُری طرح الجھ گئے ہو مگر بعد کے واقعات نے ثابت کردیا کہ تمہارے فیصلے صحیح تھے۔“

”سب کچھ واقعی بہت بری طرح الجھا ہوا تھا اور مجھے بہت سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے پڑے۔ نتائج سامنے آنے تک مجھے خود یقین نہیں تھا کہ آنے والے حالات میرے فیصلوں کو درست ثابت کرسکیں گے۔“

”یہاں آکر ہم بدری سے رابطہ کرنے کی سہولت سے محروم ہوچکے ہیں۔ وہ اس وقت تم سے بات کرنے کے لیے بُری طرح تڑپ رہا ہوگا۔“

میں مسکرا کر رہا گیا ”گیپ کا راز فاش کرکے وہ اپنے افسروں کی آنکھوں کا تارا بن چکا ہوگا۔ اسے میرے یا کسی اور کے بارے میں سوچنے کی ذرا بھی فرصت نہیں ہوگی۔“

”اس کی کہانی میں عباس کرمانی کا اہم کردار ضرور تھا مگر میں یہ بات ہضم نہیں کرپارہی کہ آناً فاناً میں اس کی اتنے بڑے پیمانے پر تلاش شروع کردی گئی۔“ ویرا نے سگریٹ سلگا کر کہا۔

”اب وہ ہر قیمت پر گیپ کی اصل دستاویز حاصل کرنا چاہیں گے۔ وہ کاغذ امریکا سے نکل گئے تو ہر طرف ان کی ایسی رُوسیاہی ہوگی کہ اس کا ازالہ کرنا ناممکن ہوجائے گا۔“

”یہ سمجھ رہے ہو تو پھر تم اب تک وہ کاغذ یہاں کیوں لیے بیٹھے ہو؟“ ویرا نے میرا بازو دبا کر اضطراری لہجے میں پوچھا ”انہیں خاموشی سے اول خان کو روانہ کیوں نہیں کردیتے؟“

اسے جواب دیتے دیتے میں اچانک سوچ میں پڑگیا۔ ویرا کے اس سوال سے پہلے میں اپنی جگہ یہ فیصلہ کیے بیٹھا تھا کہ گیپ کے کاغذات کسی بُرے وقت میں [illegible] لیے [illegible] ثابت ہوسکتے ہیں۔ تازہ ترین حالات میں وہ مسئلہ زیادہ اہم ہوگیا تھا۔ اس [illegible] میں مجھے کچھ دوسرے امکانات بھی نظر آنے لگے تھے۔ ان پر غور کیے بغیر گیپ کے پانچوں کاغذات [illegible] یا پاکستان روانہ کرنے کا فیصلہ خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔

ہم اس بحث میں الجھے ہوئے تھے کہ ہیکسٹر لوٹ آیا۔ وہ شام کے دو اخبارات کے ہنگامی ایڈیشن تھے۔ ان میں سے ایک اخبار کی چنگھاڑتی ہوئی سرخی میں میرا نام سب سے نمایاں تھا!

''ڈینی یا کرمانی؟'' اس اخبار کی کئی انچ چوڑی اور پورے صفحے پر پھیلی ہوئی وہ سہ لفظی سرخی ایک سوالیہ نشان کے ساتھ بہت نمایاں اور دہشت انگیز نظر آرہی تھی۔

ان تین الفاظ کے نیچے جمی ہوئی ذیلی سرخی میں ارب پتی یہودی سرمایہ دار آئزک بیل کی سی آئی کے ہاتھوں گرفتاری کا ذکر تھا۔ دوسرے اخبار کی سرخیاں اتنی سنسنی خیز نہیں تھی۔ وہ میں نے ویرا کے حوالے کردیا اور خود پوری خبر کے مطالعے میں مصروف ہوگیا۔

گیپ امریکی حکومت اور اس کے سازشی شرکا کے درمیان کیا ہوا ایک ایسا سیاہ اور شرمناک معاہدہ تھا کہ سرکاری طور پر کہیں اس کا حوالہ تک نہیں دیا جاسکتا تھا۔ وہ اسی وقت تک اہم اور موثر تھا جب تک اس کا راز متعلقہ فریقوں کے درمیان محدود تھا۔ آئزک بیل کے ہاتھوں سے گیپ کے پانچوں اصل کاغذات نکل جانے کے بعد خبر میں اس کی طرف خفیف ترین اشارہ تک نہیں کیا گیا تھا لیکن اخباری نامہ نگار نے اس بات پر کھلی کھلی حیرت کا اظہار کیا تھا کہ واشنگٹن اور نیویارک میں بہت زیادہ معتبر اور بارسوخ تصور کیے جانے والے، ڈیوڈ اسٹارز کے سربراہ کے سر پر اچانک ہی مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔

کوئنز مڈ ٹاؤن ایکسپریس وے پر اسے ایک عام اور بے یارومددگار امریکی کی طرح کسی نے گولی مار کر بری طرح زخمی کردیا۔ اس سے پہلے کہ نیویارک کی انتظامیہ اس کو دی وی آئی پی علاج معالجے اور دیکھ بھال کی خصوصی سہولتیں فراہم کرتی، اس کی گاڑی میں رکھا ہوا سوٹ کیس ایک ہولناک دھماکے سے پھٹ گیا۔

اس دھماکے میں ایک اہل کار کی موت اور متعدد افراد کے زخمی ہونے کے بعد بھی مقامی انتظامیہ اس کے لیے فکر و تشویش کا اظہار کرتی رہی مگر آدھی رات کو حالات نے نہ جانے کیا پلٹا کھایا کہ فیرفیکس اور ورجینیا کے دوسرے مرکزی مقامات سے سی آئی اے والوں کا ایک لشکر گاڑیوں اور ہیلی کاپٹروں کی مدد سے نیویارک پہنچا اور نہایت سرعت سے آئزک بیل کو اپنی تحویل میں لے کر فوری طور پر ورجینیا واپس لوٹ گیا۔

سی آئی اے کے ذمے داروں نے اس پورے گوریلا ایکشن پر سختی سے اپنی زبان بند رکھی ہوئی تھی لیکن آئزک بیل نے اسٹریچر پر اسپتال سے جاتے ہوئے اخباری نمائندوں کو دیکھ کر غصیلی مگر نقاہت آلود آواز میں دعویٰ کیا تھا کہ اسے ڈینی نے اس حال کو پہنچایا تھا۔

آئزک بیل کے اسی الزام سے اخبار نے اپنی سرخی نکالی تھی جب کہ دوسری طرف کی خبریں یہ تھیں کہ سی آئی اے والے نیویارک پولیس کی مدد سے پورے شہر میں عباس کرمانی نامی کسی ایرانی نژاد شخص کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

آئزک بیل پر حملہ آور ہونے والوں کی سیاہ بیوک کا نمبر جعلی ثابت ہونے کے بعد یہ بات کھل گئی تھی کہ اس پر باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت حملہ کیا گیا تھا۔ اخبار کی دلیل یہ تھی کہ جب آئزک بیل خود ڈینی نامی اشتہاری مجرم کو ناکام قاتلانہ حملے کا ملزم نامزد کررہا تھا تو سی آئی اے اسے بھول کر عباس کرمانی کو کیوں تلاش کررہی تھی؟ وہ کون تھا؟ یکایک وہ اس قدر اہم کیسے ہوگیا تھا کہ آئزک بیل کی گرفتاری کے ساتھ پورے نیویارک میں سرگرمی سے اس کی تلاش کی ہمہ گیر مہم شروع کردی گئی تھی؟

سرکاری اداروں سے کوئی اشارہ نہ ملنے کی وجہ سے اخبار نے اپنی ایک کہانی گھڑلی تھی جس میں ذرا بھی جان نہیں تھی۔ اس کی اہمیت بس اتنی ہی تھی کہ اس میں میرا نام شہ سرخی کی زینت بنادیا گیا تھا۔

وہ واقعہ بہت غیر معمولی تھا۔ پورا اخبار اسی واقعے کے بارے میں چھوٹی بڑی خبروں سے بھرا ہوا تھا۔ ان خبروں سے آئزک بیل کا کردار پوری طرح شکوک وشبہات کی زد میں آگیا تھا۔

وہ کوئنز مڈ ٹاؤن ایکسپریس وے پر ٹریفک کے ضابطوں کی خلاف ورزی کرکے گاڑی پارک کیے کیوں کھڑا تھا؟ وہ گاڑی سے اتر کر کس کا انتظار کررہا تھا؟ اس کے بڑے بریف کیس یا چھوٹے سوٹ کیس میں ڈالروں کے نیچے سادے کاغذوں کی گڈیاں کیوں بھری ہوئی تھیں؟ رقم اور سادہ کاغذوں سے بھرے ہوئے اس سوٹ کیس میں ٹائم بم کیوں نصب کیا گیا تھا؟ وہ ڈینی

سے کیوں خوف زدہ تھا؟ کیا ڈینی امریکا میں موجود ہے؟ سوالات کی ایک بھرمار تھی جو اس واردات کے حوالے سے منطقی طور پر جنم لے چکی تھی اور آئزک بیل کے لیے ان میں سے کسی سوال کا جواب دینا آسان نہیں تھا۔

یہ سب سامنے کی کہانیاں اور ظاہری سوالات تھے۔ آئزک بیل کی طرف سے سی آئی اے کے بڑوں کی برہمی کے بارے میں بدری ناتھ مجھے بتا چکا تھا۔ وہ لوگ امریکی سی ون تھرٹی کے ذریعے سلطان شاہ کے اغوا اور پھر سلطان شاہ کے ہاتھوں اس جہاز کے یرغمال بنائے جانے کے قصوں میں آئزک بیل کے کردار پر ناخوش تھے اور اسے نیچا دکھانے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔ بدری ناتھ نے گیپ کا مسودہ اس کی تحویل سے نکل کر عباس کرمانی کے قبضے میں پہنچنے کی خبر دے کر انہیں وہ سنہرا موقع فراہم کردیا تھا۔

آئزک بیل کو نیویارک کے اسپتال سے اٹھالے جانے کے لیے سی آئی اے والے اتنی راز داری اور سرعت کے ساتھ حرکت میں آئے تھے کہ ان کی کارروائی مکمل ہونے تک کسی کو کانوں کان ان کے عزائم کی خبر نہیں ہوسکی تھی مگر آئزک بیل کی گرفتاری کی تصدیق ہوتے ہی ایف بی آئی والے بھی اسے اپنا مطلوب مجرم قرار دے رہے تھے۔

نیویارک کی ایک ایکسپریس وے پر ہونے والے مہلک دھماکے کی ذمے داری آئزک بیل پر عائد ہوتی تھی۔ اس کے نتیجے میں ایک پولیس افسر ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے تھے۔ اس اعتبار سے وہ دہشت گردی کی ایک ناکام کارروائی تھی جس کے نتیجے میں مطلوبہ شخص کے بجائے بے گناہ سرکاری ملازمین ہلاک اور زخمی ہوئے تھے اور وہ ایف بی آئی کا کیس بن گیا تھا۔

جب تک آئزک بیل کے ستارے اس کی یاوری کررہے تھے، وہ امریکا میں بہت طاقتور اور ناقابل شکست نظر آرہا تھا۔ یوں محسوس ہورہا تھا جیسے امریکا کے صدر سے لے کر بیوروکریسی تک سب اس کے حامی اور مددگار ہیں لیکن وقت کی ذرا سی کروٹ سے سب کچھ یکسر بدل کر رہ گیا تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ سی آئی اے اور وفاقی تحقیقاتی ادارے کے ساتھ ساتھ نیویارک کے ریاستی حکام بھی اس کے خلاف اپنی فرد جرم تیار کرچکے ہوں گے۔

ٹائم بم کے مہلک دھماکے کا واقعہ ان کی ریاست میں پیش آیا تھا اور اس کے متاثرین امکانی طور پر اسی ریاست کے باشندے تھے۔ وہ اپنے مجرم کو وفاق کے حوالے کرکے چین کی بنسری نہیں بجاسکتے تھے۔ اپنے لوگوں کے تحفظ کے لیے قانونی کارروائی کی پہلی اور بنیادی ذمے داری ان پر ہی عائد ہوتی تھی۔

اپنے سر سے گیپ نامی معاہدے کا سایہ ہٹتے ہی آئزک بیل ہر طرف سے اس بری طرح عتاب میں آیا تھا کہ مجھے اس کے مصائب پر یقین کرنا دشوار ہورہا تھا۔

وہ معاہدہ آئزک بیل کے لیے ایک سرحدی لکیر کی طرح ثابت ہوا تھا۔ اس لکیر کے ایک طرف طاقت، اخبار، اثرورسوخ اور مطلق العنانی کے ساتھ بے لگام زندگی گزارنے کی آزادیاں اس کا مقدر تھیں اور اس لکیر کے اس پار ذلت ورسوائی کے کئی کئی طوق اس کے منتظر تھے۔

میرے چہرے پر ابھرنے والے تجسس اور اضطراب نے ویرا کو بھی اس سنسنی خیز اخباری شہ سرخیوں کی طرف متوجہ کردیا تھا۔ اس نے میرے عقب میں آکر میرے ساتھ ساتھ ہی وہ سب کچھ پڑھ ڈالا تھا۔ ساتھ ہی وہ بے ساختہ اور تحیر زدہ آوازوں میں اپنے ردعمل کا مظاہرہ بھی کرتی جارہی تھی۔

میں نے خبریں چاٹ لینے کے بعد وہ دونوں اخبار ایک طرف ڈالے تو ویرا کا مطالعہ تشنہ تھا۔ اس نے لپک کر ان اوراق کو اٹھالیا۔

''یہ بہت برا ہوا...... بہت برا'' وہ اپنے سر کو جھٹکتے ہوئے ہیجان انگیز سرگوشیانہ آواز میں بولی'' اس بڑی سرخی میں تو تمہارا نام کھل کر آیا ہے......''

''اپنی آواز دھیمی رکھو!'' میں نے اس کی بات کاٹ کر اس کے کان میں بہت دھیمی آواز میں غرا کر کہا''دیکسٹر گونگا ہے، بہرا نہیں ہے۔''

''تم بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کررہے؟'' اس بار ویرا کی آواز واقعی بہت نیچی ہوگئی تھی''ہوسکتا ہے کہ وہ

عباس کرمانی کی تلاش کا ڈراما رچا کر دراصل تم کو ڈھونڈتے پھر رہے ہوں۔ تمہیں دھوکا دینے کے لیے انہوں نے خود ہی اخبارات کو یہ کوراسٹوری فراہم کی ہو۔"

"بعض اوقات تم بالکل کند ذہن ہو کر رہ جاتی ہو......فی الحال یہ بھولی رہو کہ خبر میں میرا نام آیا ہے۔ وہ ڈیبی نام کا کوئی اور بھی تیسرا شخص ہوسکتا ہے......"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس طرح ہم کھل کر بات کرسکیں گے اور اس گونگے کو کسی بات پر شبہ تک نہیں ہوسکے گا۔" اس نے خوش ہو کر جلدی سے کہا۔

میں بے اختیار ہنس پڑا "اس وقت شاید ہم دونوں ہی اخبار دیکھ کر اعصاب زدہ ہوگئے ہیں اور بے سروپا باتیں کررہے ہیں۔"

ویرا کا منہ بن گیا "اس وقت میں نے کون سی بے سروپا بات کہی ہے؟"

"میں نے دونوں کا ذکر کیا ہے۔ تمہارے ساتھ شاید میری عقل بھی چرنے کے لیے گئی ہوئی ہے۔ بیکسٹر گونگا ہو یا بہرا، ایک بات یقینی ہے کہ وہ اردو سے اسی طرح نابلد ہے جیسے میں ہسپانوی زبان میں پیدل ہوں۔ ہم اپنے جوش اور جذبات پر قابو رکھیں تو اس کے فرشتوں کو بھی ہماری گفتگو میں دلچسپی نہیں ہوسکتی۔ اب آرام سے سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر بات کرو۔"

ویرا کے ہونٹوں پر خفت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کرسی سنبھال لی۔

غیر متوقع طور پر پیش آنے والے پرخطر یا ہنگامی حالات میں یوں ہی ہوتا ہے کہ ہجوم میں سے کوئی آواز لگادے کہ کوا کان لے گیا تو کوئی اپنے اور دوسروں کے کانوں کا جائزہ لینے کی زحمت نہیں کرتا، پوری بھیڑ اس خیالی کوے کے پیچھے دوڑ لگا دیتی ہے جو کسی کا کان نہیں لے گیا ہوتا۔

اس وقت ہم دونوں ہی ذہنی دباؤ اور عدم تحفظ کے احساسات میں مبتلا تھے۔ میرے ذہن میں ایک دوراز کار اندیشے نے سر ابھارا اور ویرا نے سوچے سمجھے بغیر اس اندیشے کو جوں کا توں تسلیم کرلیا۔ غنیمت یہ تھا کہ میری وہ غیر منطقی ذہنی حالت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہی تھی۔

"تم اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے میرے ذہن کو یوں ہی بھٹکاتے رہتے ہو۔" ویرا نے اپنی خفت مٹانے کے لیے ترشی سے کہا۔ "تم نے خبروں کے ذریعے دھوکا دینے والی بات کا جواب نہیں دیا۔"

"یہ صرف اسی وقت ممکن تھا جب انہیں بدری پر شبہ ہوتا کہ وہ انہیں کسی فرضی ایرانی سائے کے پیچھے دوڑانے کی سازش کررہا ہے۔ ایسی صورت میں وہ لوگ لمبی دوڑ لگا کر اسحاق گھنٹی کو یہاں سے اٹھا کر نہ لے جاتے۔"

"کیا گھنٹی کی گرفتاری کے لیے یہ جواز کافی نہیں تھا کہ اس کے بریف کیس میں ہونے والے دھماکے سے ایک پولیس افسر ہلاک ہوگیا تھا؟" ویرا نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری عقل ابھی تک چرنے گئی ہوئی ہے۔ وہ مہلک دھماکا شام ساڑھے پانچ بجے کے لگ بھگ ہوا تھا۔ انہوں نے اس کی گرفتاری کے لیے آدھی رات کا وقت کیوں منتخب کیا؟ دراصل یہ کھیل میری اور بدری کی گفتگو کے بعد شروع ہوا۔ اوقات کا تعین یہ بتا رہا ہے کہ بدری نے ان لوگوں کو یہ باور کرادیا تھا کہ اسحاق گھنٹی سبز فائل کے پانچوں کاغذ ایرانی ایجنٹ کو سونپ کر یا اس کے ہاتھوں ان سے محروم ہو کر بالکل یتیم ہوچکا تھا۔ اس کے لامحدود دفاعی ہتھیار کے ناکارہ ہونے کے بعد ہی وہ لوگ اس کے اسپتال پر چڑھائی کرنے کا حوصلہ کرسکے......"

"وہ پکڑا گیا مگر تمہارا نام بھی جھنڈے پر چڑھ گیا۔" ویرا نے بات کا رخ بدل دیا۔

یہ اس کا خاص انداز تھا۔ وہ کسی بھی نکتے پر کبھی کھل کر اپنی ہار نہیں مانتی تھی۔ جوں ہی اس کی گرفت کا امکان قوی ہونا شروع ہوتا، وہ جھٹ گفتگو کا موضوع بدل دیتی تھی۔

"سرخی نے مجھے بھی دہلا دیا تھا۔" میں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا "متن پڑھنے کے بعد مجھے اس شوشے کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ اسحاق گھنٹی اب ہارا ہوا جواری ہے۔ اس کی کسی بات کو اہمیت نہیں دی

جائے گی۔ ساری مہم عباسی کی تلاش پر مرکوز رہے گی۔"

"یہ کہانی زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گی۔ ورجینیا میں امریکا کے بہترین سازشی دماغ موجود ہیں۔ ایران میں امریکا دشمن انقلاب آجانے کے باوجود وہاں ان کے گماشتوں کا ایک مضبوط نیٹ ورک قائم ہے۔ وہ جلد ہی یہ کھوج نکال لیں گے کہ ایرانی خفیہ سروس میں عباس کرمانی کا کوئی وجود نہیں ہے اور تہران والے گیپ کے معاملے میں بے خبر ہیں۔"

"ان نتائج پر پہنچنے کے لیے انہیں کافی وقت درکار ہوگا۔ اس وقت تک ہم یہاں سے ہزاروں میل دور جا چکے ہوں گے۔ جہاں حالات خطرناک ہوں۔ وہاں تجربے کار ایجنٹ خود خطرہ مول لینے کے بجائے کرائے کے آدمیوں سے کام چلاتے ہیں۔ کرمانی ان میں سے بھی ہوسکتا ہے۔ مجھے فارسی میں ذرا بھی استعداد ہوتی تو میں دیکھتا کہ وہ کرمانی کے وجود پر کیسے شبہ کرتے ہیں۔"

"فارسی میں تم امریکا والوں کو صرف تیل کے دام ہی بتا سکتے ہو۔ میں فارسی کے بس چند الفاظ جانتی ہوں لیکن ایرانیوں کے سے لب ولہجے میں انگریزی ضرور بول سکتی ہوں۔ اگر تم ڈھنگ کی کوئی بات سوچ رہے ہو تو میں تمہاری معاونت کرسکتی ہوں۔"

ویرا کی اس پیش کش نے چند ثانیوں کے لیے مجھے سوچ میں ڈال دیا۔ کام اس سے بھی لیا جاسکتا تھا مگر خرابی وہی تھی کہ اس طرح ایک مرتبہ پھر سوچنے والوں کو یہ اشارہ مل جاتا کہ ان کے خلاف میدان میں ایک جوڑا اترا ہوا ہے۔

امریکا دشمن جوڑے کا ذکر آتے ہی ان دونوں ہر باخبر شخص کے ذہن میں میرا اور ویرا کا نام ابھرتا تھا۔ ہم دونوں کے خلاف تشہیر کی بھرپور انعامی مہم اتنے زور وشور سے چلائی گئی تھی کہ اس کے بداثرات ہمیں کسی بھی وقت اپنی گرفت میں لے سکتے تھے۔

میرا ذہن تیزی سے کام کرتا رہا۔ سامنے کوئی متبادل راہ نہیں تھی۔ اسی اثنا میں مجھے مرعوب کرنے کے لیے ویرا نے ایرانی لب ولہجے میں انگریزی کے چند فقرے ادا کیے تو میں چونک پڑا۔

بے جگر اور ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک کامیاب اداکارہ اور صداکارہ بھی تھی۔ میں اپنی آنکھیں بند کرلیتا تو تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ میرے سامنے کسی ایرانی خانم کے بجائے ویرا الائیڈ بیٹھی ہوئی انگریزی جھاڑ رہی ہوگی۔

کچھ نہ ہونے سے کچھ نہ کچھ ہونا ہی بہتر تھا۔ میں نے بہت سرعت کے ساتھ اس فیصلے پر پہنچنے کے بعد ویرا کو بریف کرنا شروع کردیا۔

میری بریفنگ سن کر ویرا قائل ہوگئی کہ عباس کرمانی کے خود ساختہ کردار میں جان ڈالنے کے لیے اپنے مخالفین کو گم راہ کرنا ضروری تھا۔

ویرا اشاروں کے استعمال میں جھنجلا دینے والی ناکامی کے بعد لکھ کر بیکسٹر کو کچھ سمجھانے کا ارادہ کررہی تھی کہ اس گونگے کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ادب اور نرمی سے ویرا کے ہاتھ سے بال پین لیا اور تیزی سے پیڈ پر کچھ لکھنے لگا۔

میں سگریٹ کے گہرے کش لے کر خاموشی سے اس صورت حال سے لطف اندوز ہورہا تھا۔

بیکسٹر کی تحریر مکمل ہونے سے پہلے ہی ویرا بھنا کر پھٹ پڑی۔ "ہاں، ہاں! مجھے معلوم ہے کہ تم صرف گونگے ہو، بہرے نہیں ہو۔ میری ہر بات سن اور سمجھ سکتے ہو۔ اشاروں کے ذریعے میں تمہیں یہ احساس دلانا چاہ رہی تھی کہ تمہارے جواب سمجھنا میرے لیے کتنا دشوار ہے۔ پتا نہیں تمہارے جیسے دلیر جنگ جو شخص کو تمہارا آقا ہماری خدمت میں کیوں ضائع کررہا ہے۔ تم سے بہتر......"

میں نے بڑھ کر سختی سے ویرا کے دہانے پر ہاتھ جما کر اسے خاموش کردیا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ بے خیالی میں سرزد ہونے والی اپنی حماقت پر پردہ ڈالنے کے لیے وہ بے رحمی کے ساتھ بیکسٹر کی دل آزاری پر تل چکی تھی۔

بیکسٹر کی کدورت ہمارے لیے کسی بھی وقت سنگین مشکلات کا سبب بن سکتی تھی۔

"سوری، بیکسٹر!" میں نے ویرا کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "نفسیات میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد اس لڑکی کا دماغ پھر گیا ہے۔ ابھی اس

نے تمہارے اشاروں کی نقل کر کے تمہارے نرم ردعمل کا مشاہدہ کیا۔اب یہ تمہیں اشتعال دلا کر دوسرا تجربہ کرنا چاہتی ہے۔یہ بہت نامناسب بات ہے۔تم انسان ہو، کوئی تجرباتی مشین نہیں ہو۔''

میری بات پوری ہونے سے پہلے بیکسٹر نے کاغذ پر بال پین گھسیٹنا شروع کر دیا۔لکھنے سے فارغ ہو کر اس نے پیڈ اٹھا کر میرے سامنے کر دیا۔اس کا چہرہ فخر اور خوشی کے احساسات سے تمتما رہا تھا۔

اس کی تحریر پڑھ کر میں حیران رہ گیا، اس نے لکھا تھا''اتنی اچھی مسی پر یوں ظلم نہ کرو۔اسے چھوڑ دو۔یہ جو کچھ بھی کرتی ہے، اچھی لگتی ہے۔''

''بیکسٹر، یو گٹ آؤٹ!'' میں نے غرا کر درشت لہجے میں اسے حکم دیا''میرے طلب کئے بغیر تم اپنے کمرے سے نکل کر اس چھت کے نیچے نہیں آؤ گے۔''

اس گونگے نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اپنا سر جھٹکا، کندھے اچکائے اور مڑ کر مغموم انداز میں نکاس کے راستے کی طرف چل دیا۔میری پھٹکار سن کر اس کا چہرہ یک بہ یک بجھ گیا تھا۔

ٹیلی فون لائن پر سی ایس ڈی کی موجودگی میں مقامی رابطے کسی خوف یا خطرے کے بغیر کئے جا سکتے تھے لیکن شہر یا ملک سے باہر فون کرنے کی صورت میں بلنگ ریکارڈ کے لیے کچھ کوائف سی ایس ڈی پر اثر انداز ہوئے بغیر خودکار طریقے سے ریکارڈ ہونے یقینی تھے۔

ان کوائف میں دوسرے نمبر اور گفتگو کے دورانیے کا ریکارڈ ہونا ہر شک و شبے سے بالا تھا۔اس کا تجربہ میں پاکستان جیسے ملک میں برسوں سے کرتا چلا آ رہا تھا۔محض اسی خوف کی بنا پر میں نے ہوٹل چین پلازا چھوڑا تھا۔

امریکا میں جہاں اس وقت تک کمپیوٹر زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو چکا تھا، سی آئی اے والوں کے لیے فون کے بلنگ ریکارڈ سے یہ سراغ لگانا مشکل نہیں تھا کہ رچمنڈ کے جیفرسن ہوٹل میں مقیم بدری ناتھ کو نیویارک کے کس نمبر سے فون کیا جاتا رہا تھا۔

وہ الجھنیں میرے ذہن کے کسی عقبی حصے میں اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ موجود تھیں مگر میں ویرا اور بیکسٹر کی تازہ ترین جھڑپ سے غافل نہیں تھا۔میں نے ملامت آمیز لہجے میں ویرا سے کہا''اس وقت تم نے بیکسٹر کے ساتھ زیادتی کی ہے۔وہ ایسے سلوک کا مستحق نہیں تھا۔''

''تم دخل نہ دیتے تو میں شاید اسے جوتے مار کر یہاں سے نکال دیتی۔''ویرا نے برہمی کے عالم میں کہا!''حرام زادہ ایسی مر مٹنے والی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا کہ غصے میں، میں یہ تک بھول بیٹھی کہ وہ صرف گونگا ہے، بہرا نہیں ہے۔ندیدے مردوں کو میں ہمیشہ سے اپنی جوتی کی نوک پر رکھتی آئی ہوں۔''

''اس میں بیکسٹر زیادہ قصوروار نہیں ہے۔قدرت نے تمہیں اتنی فیاضی سے حسن و جمال کی رعنائیوں سے نوازا ہے کہ لوگ بے اختیار تمہاری طرف جھکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ بے چارہ تمہاری جھاڑ سن کر بھی تمہارے ہی گن گا رہا تھا۔یقین نہ ہو تو پیڈ کی آخری تحریر پڑھ لو۔''

بیکسٹر کے گھسیٹے ہوئے آخری فقرے ویرا کی نظروں سے محفوظ رہے تھے۔انہیں پڑھتے ہی ایک مرتبہ پھر اس کا پارہ چڑھنے لگا۔

میں نے خاصی مشکل سے اس کا دماغ ٹھنڈا کیا اور اسے یاد دلایا کہ وہ ایک اہم ذمّے داری اپنے سر لے بیٹھی ہے جس کا پورا ہونا ضروری ہے۔

وہ منہ میں کچھ بڑبڑاتی ہوئی فون ڈائریکٹری کی طرف متوجہ ہو گئی۔

معاً میرے کانوں میں ایک دبی دبی اور کریہہ سی چیخ کی آواز آئی۔یوں محسوس ہوا تھا جیسے کسی کا گلا گھونٹ کر اسے قتل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہو میرے کان کھڑے ہو گئے۔ویرا اپنی جھلاہٹ کی وجہ سے شاید اس غیر معمولی آواز پر دھیان نہ دے سکی تھی۔

میں اسے ٹیلی فون ڈائریکٹری کی ورق گردانی میں مصروف چھوڑ کر خاموشی سے کچن سے نکل گیا۔

باہر چمکیلی دھوپ اور صاف ستھری فضا میں مختصر سا سرسبز لان نکھرا نکھرا سا نظر آ رہا تھا۔میرے لیے اس خوب صورت منظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہیں تھا۔میرے کان مکان کے کسی بھی حصے سے ابھرنے والی کسی غیر معمولی آواز پر جمے ہوئے تھے اور میں چوکنے انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔اچانک وہی بلکہ اس سے بھی زیادہ گھٹی گھٹی اور ڈراؤنی آواز دوبارہ میرے کان کے پردوں سے ٹکرائی اور اس بار میں نے اندازہ لگا لیا کہ آواز کا مخرج مکان کے عقب میں واقع تھا۔

وہ مکان مختصر تھا پھر بھی اس کی کوئی دیوار احاطے یا پڑوس کی دیوار سے ملی ہوئی نہیں تھی۔اندر قدم رکھے بغیر احاطے میں سے ہی پورے گھر کا طواف کیا جا سکتا تھا۔

مکان کے پچھواڑے بند گیراج اور اسی سے ملحق سرونٹ کوارٹر تھا۔پیش قدمی کے ساتھ میرے کانوں میں دبی دبی سسکیوں کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ان کے درمیان میں تیسری بار ابھرنے والی ہلکی سی چیخ نے آخرکار مجھے سرونٹ کوارٹر کے دروازے پر پہنچا دیا۔

بیکسٹر مجھ سے زیادہ دراز قامت اور توانا نظر آتا تھا۔اس وقت یہی شبہ ہو سکتا تھا کہ کوئی پہلے سے اس کمرے میں موجود تھا جس نے گونگے بیکسٹر کو بے خبری میں جکڑ لیا تھا اور اب فائر کرنے کا خطرہ مول لیے بغیر گلا گھونٹ کر اسے مارنے کے درپے تھا۔

دروازہ بند تھا، کھڑکی پر پردہ کھنچا ہوا تھا۔میں نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو وہ اندر سے بولٹ تھا۔میں دبے قدموں کھڑکی سے جا لگا۔

ذرا سی جستجو کے بعد دہرے پردے کی درمیانی جھری سے اندر کا منظر دیکھتے ہی میری کھوپڑی خلا میں معلق ہو گئی۔

وہ بہت صاف ستھرا اور قرینے سے آراستہ کمرا تھا۔وہاں کسی قسم کی مزاحمت کے کوئی آثار نہیں تھے۔بس بڑی سی مسہری پر شکن آلود بستر پر بیکسٹر خود بائیں پہلو کے بل کئی تکیوں کے درمیان سمٹا شاید بلک بلک کر رو رہا تھا۔اس کے ہلتے ہوئے جسم کے ساتھ اس کی سسکیاں اور پھر گھٹی گھٹی ایک دلدوز چیخ سن کر میں ایک ہی نتیجہ اخذ کر سکا کہ وہ گونگا ہونے کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر تھوڑا کھسکا ہوا بھی تھا۔

ہماری رفاقت کو پہلا دن بھی پورا نہیں ہوا تھا۔وہ بلیک ڈیڈ کی طرف سے ہماری خدمت پر مامور کیا گیا ایک عام سا ملازم تھا۔ویرا کی برہمی یا میری سرزنش پر اس کا وہ انتہائی جذباتی ردعمل دیکھ کر میں مداخلت کئے بغیر خاموشی سے لوٹ گیا۔

ویرا بیٹھک میں ٹیلی وژن کے سامنے جمی سگریٹ نوشی میں مصروف تھی''کیا اس لعنتی کا لیے کو منانے گئے تھے؟'' مجھے دیکھتے ہی اس نے قہقہہ لگا کر پوچھا۔

''میں یہ یقین کرنا چاہ رہا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں محصور ہو چکا ہے یا باہر چوکھٹ سے لگا بیٹھا ہے۔'' میں نے بے پروائی سے جواب دیا''جب تک وہ منہ لپیٹے اپنے بستر میں پڑا ہوا ہے، ہم آزادی کے ساتھ بات چیت کر سکتے ہیں۔یہ بتاؤ کہ تم نے اپنا کام پورا کر لیا یا میرے انتظار میں ہو؟''

''میں کسی کا انتظار نہیں کرتی۔''اس نے اپنی گردن اکڑا کے تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ کہا''ٹائمز کے دفتر میں اس وقت طوفان مچا ہوا ہوگا۔میں نے اس کے سینئر نیوز ایڈیٹر کو دھمکی دی ہے کہ نیویارک میں عباس کرمانی کی تلاش کا ڈراما ختم نہ ہوا تو ورلڈ ٹریڈ سینٹر سمیت، مین ہٹن کی کوئی بھی معروف اور فلک بوس عمارت بموں سے اڑا دی جائے گی۔''

''تم نے اپنے بارے میں اسے کیا بتایا؟'' میں نے خوش ہو کر متجسس لہجے میں پوچھا۔

''کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔عباس کرمانی کا نام اور لہجہ ہی میرے تعارف کے لیے کافی تھا۔وہ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا مگر میں نے غیر ضروری باتوں میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔اپنا پیغام پہنچا کر فوراً ہی فون بند کر دیا۔''

حریف کی صفوں میں انتشار اور خوف و ہراس پھیلانے کے لیے ایسی کارروائیاں ناگزیر تھیں۔میں نے وہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا اور مجھے توقع تھی کہ اس کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔میں نے سوچتے ہوئے کہا''سب کچھ ٹھیک جا رہا ہے۔بس ہم بدری سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔''

''مجھے تم سے اختلاف ہے۔مجھے یوں محسوس ہو رہا

ہے جیسے ہم ایک جگہ تھم کر رہ گئے ہیں۔'' ویرا نے فضا میں سگریٹ کے دھوئیں کے مرغولے اگلتے ہوئے کہا۔
''اگر تمہاری مراد ٹھکانے سے ہے تو ہم نیویارک میں ضرور رکے ہوئے ہیں لیکن ہم نے پرنسٹن میں بھی ایک اہم کام سرانجام دیا ہے۔''
''نیویارک میں رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' وہ قدرے تنک کر بولی'' واقعات میں پیش رفت نہیں ہو رہی۔ اب شاید اگلے چند روز بالکل ہی جمود رہے گا۔''
''کراچی کے ایٹمی بجلی گھر میں تخریب کاری کا سرا یہاں دریافت ہوا۔ وہاں بھیجے جانے والے پرزوں میں تخریب کاری کی سازش پرنسٹن میں ناکام بنائی گئی۔ گیپ کا اہم ترین مسودہ حاصل کیا گیا اور سب سے بڑھ کر، اسحاق گھنٹی اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ اس کے خاتمے کو تم نے اپنی زندگی کا انتقامی مشن بنایا ہوا تھا......''
''میں مانتی ہوں کہ میرا مشن پورا ہو گیا۔ اس کا جو انجام ہوا ہے اس میں کوئی مزہ نہیں آیا۔ اسے ہم کسی پیاسے کتے کی طرح بھگا بھگا کر اپنے ہاتھوں سے جہنم واصل کرتے تو میرے دل میں واقعی ٹھنڈک پڑ جاتی۔'' ویرا کے لہجے سے اس کی دلی خلش کا اظہار ہو رہا تھا۔
''دراصل سب کچھ آسانی اور سبک روی سے حاصل ہوتا چلا گیا اس لیے تمہیں محرومی ستا رہی ہے۔ یہی نتائج زبردست کشت وخون کے بعد حاصل ہوئے ہوتے تو تمہاری خوں ریز انا کو تسکین مل جاتی۔ جینی نہ ملی ہوتی تو ہم اب تک بھٹک رہے ہوتے۔''
''ہاں...... تم کہہ سکتے ہو۔ جینی نے بڑی معصومانہ بے خبری میں اسحاق گھنٹی کے پیروں کے نیچے سے تختہ کھینچ لیا ورنہ ابھی لڑائی جاری ہوتی۔'' وہ مسکرا کے بولی۔
''تم بھول رہی ہو کہ یہاں ہماری حیثیت کتنی مخدوش ہے۔ ہمارا شمار بدترین اشتہاری مجرموں میں کیا جا رہا ہے پھر بھی ہم زندہ اور محفوظ ہیں۔ تمہارا بدترین دشمن دھیرے دھیرے موت کی بھیانک دلدل میں اترتا جا رہا ہے۔''
''کاش وہ برقی کرسی کا ایندھن بن سکے!'' ویرا نے حسرت آمیز لہجے میں کہا'' میں مانتی ہوں کہ وہ بہت بری طرح پھنسا ہوا ہے لیکن تم نیویارک کے یہودی فتنہ گروں سے واقف نہیں ہو۔ اسے بچانے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔ وہ عدالتوں میں اپنی بقا کی قانونی جنگ لڑنے کی تیاریاں کر رہا ہے اور ہم اپنی بقا کے لیے کمزور، غیر قانونی ہتھکنڈے استعمال کر کے قانون کے محافظوں کو عباس کرمانی نامی مفرورضے کے پیچھے دوڑا رہے ہیں۔''
''تم دیکھنا کہ ٹائمز کے سینئرز نیوز ایڈیٹر سے تمہاری گفتگو کیا رنگ دکھاتی ہے۔'' میں نے پُریقین لہجے میں کہا'' کھلی جنگ میں ان ہتھکنڈوں کو مصلحت اور حکمت عملی کا نام دیا جاتا ہے۔''
''اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ میری دھمکی پر وہ تلاش کی مہم ترک کر دیں گے۔ صرف اتنا ہو سکتا ہے کہ جو کچھ وہ برسرعام کر رہے ہیں، اب چوری چھپے کرتے رہیں گے۔''
''تم خود اس بات کا اعتراف کرتی رہی ہو کہ امریکی عام طور پر بزدل ہوتے ہیں......''
''یہ میں نے کہا؟'' اس نے حیرت سے دیدے پھاڑ کر پوچھا۔'' امریکی بہت نڈر اور بے جگر ہوتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکا میں سفید فاموں کی آبادکاری کا آغاز بدنام مجرموں اور ہولناک قاتلوں نے کیا تھا۔ ان کی نسلوں میں جرم اور دیدہ دلیری کا خمیر آج بھی باقی ہے۔''
''تم بہک رہی ہو۔ میں تاریخ کی نہیں، آج کے امریکا کی بات کر رہا ہوں۔ ان جنگوں کی بات کر رہا ہوں جنہیں امریکی عوام کی تائید حاصل رہی ہے......''
ویرا کو اپنی بھولی ہوئی بات فوراً یاد آ گئی۔ اس نے میری بات کاٹ کر کہا'' ہاں، یہ درست ہے۔ امریکیوں نے آج تک اپنی سرزمین پر کسی جنگ کا مزہ نہیں چکھا۔ وہ دوسروں کے علاقوں میں لڑ کر ہارتے اور جیتتے رہے ہیں۔''
''تمہاری آج کی دھمکی یہاں کی رائے عامہ کو ہلا کر رکھ دے گی۔'' میں نے کہا'' کیا تم تصور کر سکتی ہو کہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر، راک فیلر سینٹر یا کسی اور ہائی رائز میں ہونے والے دھماکے یہاں کیسی بھیانک جانی اور مالی تباہی لا سکتے ہیں؟''
''رائے عامہ کے دباؤ کا احترام ضرور کیا جاتا ہے لیکن سی آئی اے والے جونک بن کر اپنے دشمنوں کا پیچھا جاری رکھتے ہیں۔ وہ عباس کرمانی کی تلاش ترک نہیں کریں گے۔''
''یہ بات میں بھی جانتا ہوں۔ بس ذرا ان کا زور ٹوٹ جائے گا اور ہمیں اس مکان سے باہر گھومنے پھرنے کی تھوڑی سی آزادی میسر آ جائے گی۔''
''تم باہر کہاں جاؤ گے؟'' ویرا نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔
''دو کام بہت اہم ہیں۔ بدری ناتھ کا کزن شیام ناتھ اور دوسرا ڈاک خانہ!''
ویرا کے بشرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی'' میں سمجھی تمہارا کہیں اور جانے کا ارادہ ہے۔''
میں نے اس کا مدعا بھانپ کر کہا'' اب تم چاہو تو ہم دونوں ہی جینی سے ملنے جا سکتے ہیں۔''
''تمہارا خیال ہے کہ اسحاق گھنٹی نے سی آئی اے کی حوالات سے ہدایات جاری کر کے وہاں سے اپنے آدمی ہٹا لیے ہوں گے؟'' ویرا نے طنز سے پوچھا۔
''اب اس کی کسی ہدایت کی ضرورت نہیں رہی۔ مات ہوتی ہے تو ہر مہرہ اپنی جگہ پر بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کے انجام سے باخبر ہوتے ہی ہر محاذ سے اس کے آدمیوں کے پاؤں اکھڑ گئے ہوں گے۔ کل رات وہ بہت خوف زدہ تھی۔ اسے تمہارے سہارے کی ضرورت تھی۔''
''مجھے معلوم ہے۔ اس کے لیے ہم اپنی گردنیں نہیں کٹوا سکتے تھے۔ وہ کتنی بھی خوف زدہ رہی ہو، مجھے یقین ہے کہ مری نہیں ہو گی۔ میں اسے ابھی فون کیے لیتی ہوں۔''
ویرا فوراً ہی اسپیکر فون پر جینی کا نمبر ملانے لگی۔ اس کے کہے بغیر مجھے معلوم تھا کہ مجھے گفتگو سننے کی مگر اس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں ہو گی۔
نمبر ملتے ہی جینی نے پہلی گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا۔ ویرا کی آواز پہچانتے ہی اس نے شکوے شروع کر دیے'' پچھلی رات میری زندگی کی بدترین رات تھی۔ مجھے مان تھا کہ مجھے سہارا دینے کے لیے تم ہر رکاوٹ کو عبور کر کے میرے پاس پہنچو گی۔ میں نے پوری رات آہٹوں پر چونک چونک کر سہمتے ہوئے گزاری۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ صبح تک میں زندہ بچوں گی۔''
ویرا خاموشی سے اس کی شکایات سنتی رہی پھر بولی'' اچھا ہوا کہ تم نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔ آج کی خبروں سے تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ پچھلی رات ہمارے لیے بھی کم کٹھن نہیں تھی۔ شکاری کتے ہمارے خون کی بو پر لگے ہوئے تھے۔ وہ نہ پکڑا جاتا تو ہم مار دیے گئے ہوتے۔'' ویرا نے اپنے لہجے میں شدت پیدا کر کے جینی کی طبیعت کا ابال وہیں ختم کر دیا۔
''خدا کا شکر ہے کہ رات گزر گئی۔ تم بھی زندہ ہو اور میں بھی تم سے باتیں کر رہی ہوں۔''
''کیا رات سے تم اپنے گھر میں ہی محصور ہو؟'' ویرا نے تجسس سے پوچھا۔
''نہیں، تم نے مجھے ڈرا دیا تھا کہ میں دفتر نہ گئی تو میری ذات شبہات کی زد میں آ جائے گی۔ بے خوابی کے اثرات کو میک اپ کی تہوں میں چھپا کے دفتر گئی تو وہاں الو بول رہے تھے۔ گیارہواں فلور سیل پڑا ہوا تھا۔ دونوں خاص لفٹیں بند تھیں اور ایک فیڈرل ایجنسی کے دو افسر رنگس کے ملازموں کے کوائف نوٹ کر کے انہیں لوٹا رہے تھے۔ ان مرحلوں سے گزر کر میں گھر لوٹ آئی۔''
''خطرات چھٹ چکے ہیں۔ اب تم بے فکری سے گھوم پھر سکتی ہو۔''
''مجھے یہ سب ایک بھیانک خواب معلوم ہو رہا ہے۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ زخمی کیسے ہوا اور پھر رات گئے کیسے دھر لیا گیا......'' جینی مزید کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر ویرا نے اس کی بات کاٹ دی۔
''تم پُرکشش اور ذہین لڑکی ہو۔ ان فضول باتوں پر اپنا سر نہ کھپاؤ، یکسو ہو کر کوئی نئی نوکری تلاش کرو۔ رنگس کے دن اب گنے جا چکے ہیں۔''
''مجھے نوکری کی اتنی جلدی نہیں۔ کچھ دن آرام کرنے کے بعد ہی سوچوں گی۔ کہیں یہ سب میری دی ہوئی اسی فائل کی وجہ سے تو نہیں ہوا جس کی تلاش میں وہ پاگل ہوا جا رہا تھا؟''

"وہ اہم ضرور تھی لیکن ان واقعات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔" ویرا کا لہجہ اچانک سرد ہو گیا "تمہیں منع کیا تھا کہ آئندہ اس کا نام نہ لینا۔ وہ فائل مصیبت کا پیغام ہے۔ جس کے پاس جائے گی اس کو اسی انجام کو پہنچا دے گی جس سے تمہارا باس دوچار ہوا ہے۔"

"پھر تم میرے پاس کب آ رہی ہو؟" جینی اس سے مل کر اپنے سوالوں کے جوابات پانے کی خواہاں تھی۔

"پرخطر اور دہشت انگیز رات گزر گئی۔ اب کسی وقت بھی تمہاری طرف آ جائیں گے۔ اسلم نے تمہارا گھر دیکھا ہی ہوا ہے۔ کسی وقت اچانک پہنچیں گے۔"

"تم نے رات کو اسلم سے میری بات بھی نہیں کرائی۔" جینی نے ویرا کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔

"وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کہیں نکل گیا تھا اور اب تک غائب ہے۔" ویرا نے مجھے آنکھ مار کر جینی کو جواب دیا "وہ بہت ...... خود سر بلکہ سر پھرا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا گزارہ ایسے ہی لوگوں کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔ عام آدمی مجھے بے ہودہ لگتے ہیں۔"

"اوخدا! تو کیا رات سے تم اسی نائٹ کلب کے تہ خانے میں قید ہو؟" جینی بے چاری کی تحیر زدہ آواز ویرا کے لیے ہمدردی کے جذبات سے لبریز تھی۔

"تمہارا کیا خیال تھا؟ میں کسی آرام دہ کمرے میں عیش کر رہی ہوں؟"

"اوہ، ڈارلنگ، سوری! آئی ایم ویری سوری۔" جینی کی آواز مزید جذباتی ہو گئی "کاش میں اس آڑے وقت میں تمہارے کام آ سکتی۔ میرا گھر کافی بڑا ہے۔ تم دونوں بہت آرام سے یہاں رہ سکتے ہو۔ کاش! میں تمہارے کسی کام آ سکتی۔"

ویرا نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہا "رات میں تمہارے کام نہیں آ سکی۔ اب تم بے بس ہو۔ ہمارا آپس کا حساب مفت میں برابر ہو گیا۔"

مزید چند نجی مکالموں کے تبادلے کے بعد ویرا نے فون بند کر دیا۔

"تمہارے دماغ پر جینی اس بری طرح سوار ہے کہ تم نے اب تک یہ نہیں پوچھا کہ مجھے ڈاک خانے میں کیا کام ہے۔" میں نے ویرا کو چھیڑا۔ دراصل میں اہم موضوع پر ویرا سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ براہ راست اس کی بات چھیڑتا تو وہ بقراط بننے کی کوشش کرنے لگتی۔

"بلکہ یہ بھی بتا دو کہ شیام ناتھ کے پاس تمہیں کیا کام ہے۔" ویرا نے بے پروائی سے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہاں سے بدری کا کوئی پیغام مل سکے۔ راستے میں کہیں سے اول خان کو فون کروں گا۔ اب تک سلطان شاہ کو امریکی ائر ایمبولینس کے ذریعے انقرہ سے کراچی پہنچ جانا چاہیے۔ میں اس پرواز کی سلامتی کی طرف سے بہت فکرمند ہوں۔"

"اس پروگرام میں ڈاک خانے کا کوئی تذکرہ نہیں آیا۔ کیا سلطان شاہ کو مبارک باد کا ٹیلی گرام بھیجنے کا ارادہ ہے؟" ویرا نے مزاحیہ انداز میں پوچھا۔

"یہ خیال بھی برا نہیں ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں رہ کر بھی ہم ہر وقت اس کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں اسی کے ساتھ گیپ کے پانچوں اصل کاغذ اول خان کو پوسٹ کر دوں گا۔" میں نے غیر محسوس انداز میں وہ سنگین مسئلہ پیش کر دیا۔

"پہلے تمہارا خیال تھا کہ وہ پانچوں کاغذات امریکا میں تمہارے لیے سلامتی کے ضامن ثابت ہو سکتے ہیں۔" ویرا نے تیوریاں چڑھا کر ناقدانہ انداز میں کہا۔

"یہ خیال اس وقت درست ہوتا جب ہمارا مقابلہ آدمیوں سے ہوتا۔ یہاں آدم خوروں سے پالا پڑا ہے۔ انہیں شبہ بھی ہو گیا کہ وہ پانچوں کاغذ میری تحویل میں ہیں تو وہ کسی قیمت پر مجھے یہاں سے زندہ نہیں نکلنے دیں گے معاہدے کے کاغذ حاصل کرنے کے لیے میرا انجر پنجر چیر کر رکھ دیں گے۔ ایسی صورت میں وہ کاغذ موت کا پروانہ ثابت ہو سکتے ہیں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے بھی سگریٹ سلگا کر اسے سوچنے کا موقع فراہم کر دیا۔ چند ثانیوں بعد وہ خود ہی بولنے لگی "پاکستان کے خیر خواہوں کو وائٹ ہاؤس میں بیٹھنے والوں کی مکروہ صورتیں دکھانے کے لیے گیپ کے پانچوں اصل کاغذوں کا امریکا سے باہر نکلنا ضروری ہے۔ نقل کی تصدیق کے لیے اصل کا ہمارے

یں رہنا ضروری ہے کیونکہ اسٹیشنری کے صدارتی ارک نوٹو کاپی میں نہیں آ سکتے۔ اس گندے ے پر لوگ اسی وقت یقین کریں گے جب وہ اپنی وں سے اصل دیکھیں گے لیکن پھر ہم یہاں بے مددگار رہ جائیں گے۔"

میرے لیے اصل اہمیت اس بات کی تھی کہ ویرا نے ی تجویز کی تائید کی تھی ورنہ اس کے فوائد اور نقصانات ی پہلے ہی ہر پہلو سے بہت کچھ سوچ چکا تھا۔

اپنے کسی برے وقت میں گیپ کے ان اصل غذوں کو بلیک میلنگ کا ذریعہ بنانا ہمارے لیے خودکشی مترادف ہوتا۔ بظاہر ہماری ہر شرط کو منظور کر کے اسی یشن میں پہنچا دیا جاتا جس میں آرنک بیل بلیک ڈیڈ ہاتھوں بری طرح زخمی ہوا تھا۔

ہمارے حریف انتہائی شقی القلب اور خوں خوار تھے وہ ہماری جانیں لینے سے کم کسی منصوبے پر غور تک نہ رتے اور کاغذات سے محرومی کے ساتھ ہی ہمیں بادل خواستہ داعی اجل کو لبیک کہنا پڑ جاتا جو اس راستے کوئی بہتر انجام نہ ہوتا۔

گیپ کے اصل کاغذات کو امریکا سے باہر بھیج دینے ، بعد ہم اس کی نقل سے ہر کام لے سکتے تھے۔ کسی ے بازی کے لیے یہ شرط بھی رکھی جا سکتی تھی کہ ہمیں ظت کے ساتھ امریکا سے باہر پہنچا کر معاہدے کے ل کاغذ حاصل کیے جا سکتے ہیں اور وہ پانچ اصل کاغذوں ک رسائی سے پہلے ہمیں زندہ رکھنے پر مجبور ہو جاتے۔

"مجھے اول خان کو ہدایت دینی ہو گی کہ امریکا سے ماری واپسی تک گیپ کا راز فاش نہ کیا جائے ورنہ ہمارا کھیل خراب ہو سکتا ہے۔" میں نے حر فلامی کے انداز میں کہا۔

"یہ ضروری ہوگا...... میری رائے میں وہ کاغذ ڈاک سے بھیج کر تم بڑا خطرہ مول لو گے۔" ویرا نے ہونٹ سکیڑ کر پر تشویش لہجے میں کہا "کاغذ گم بھی ہو سکتے ہیں۔"

"مجھے یقین نہیں کہ امریکی اپنے ملک سے روزانہ باہر جانے والے لاکھوں خطوط کو سنسر کر کے یہ کاغذ اڑانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔" میں نے بے یقینی سے کہا۔

"یہاں کوئی خطرہ نہیں۔ میں نے کراچی کے اخباروں میں کئی بار غیر ملکی ڈاک کے کھلے ہوئے لفافوں اور ڈاک کے ادھ جلے بنڈلوں کی دریافت کی شکایات پڑھی ہیں۔ بدقسمتی سے تمہارا لفافہ کسی کام چور ڈاکیے کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ کبھی اول خان تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

عام ڈاک کے بارے میں ویرا کے اس مشورے پر حرف گیری کی ذرا بھی گنجائش نہیں تھی۔ ویرا خبروں کی بات کر رہی تھی، میں ذاتی طور پر بارہا ایسے تجربوں سے گزر چکا تھا کہ خط غائب ہو گیا یا کوئی بھاری لفافہ ملا تو اسے پھاڑ کر یا کھول کر تلاشی لینے کی تمام تر نشانیاں موجود تھیں۔

ایسی شکایات کی ذمے داری ڈاک لانے والے مظلوم اہل کار کے سر نہیں ڈالی جا سکتی تھی۔ ڈاک کی تقسیم کے آخری مرحلے پر لفافہ اس کے ہاتھ آنے سے پہلے متعدد منازل، مراحل اور ہاتھوں سے گزر چکا ہوتا ہے۔ ان میں اصل مجرم کی صحیح نشان دہی ناممکن ہو کر رہ جاتی ہے۔

ان مذموم شکایات کا ازالہ ذمے داری کے انفرادی احساس سے ہی ہو سکتا تھا۔ یہ بدقسمتی ہے کہ ہم اجتماعی اور انفرادی طور پر اس اثاثے سے محروم ہیں۔

رجسٹری کی صورت میں وہ لفافہ نیو یارک کے پوسٹ آفس سے ہی اہمیت اختیار کر لیتا جب کہ میں کسی امریکی کو یہ شائبہ تک نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ میرے لفافے میں کوئی اہم چیز پاکستان بھیجی جا رہی ہے۔ ملی جلی بھاری عام ڈاک کے مقابلے میں مختلف ممالک کے لیے انفرادی طور پر وصول کیے ہوئے پیکٹ اور لفافے بہت آسانی سے سنسر یا تلاشی کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ میں خود ہی اول خان کو گیپ کے کاغذ پہنچا کر واپس لوٹ آؤں؟"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"واشنگٹن اور نیو یارک میں تمہارے بہت سے سفارتی اور دوسرے سرکاری محکمے ہوں گے۔ تم ان سے رجوع کیوں نہیں کرتے؟"

ویرا اس وقت واقعی بہت دور کی کوڑی لائی تھی۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ اس سے کسی موضوع پر تبادلہ خیال رائگاں جاتا ہو۔ ہمیشہ وہ سرسری انداز میں کوئی ایسی سامنے کی بات کہہ جاتی تھی جو مشکل حالات میں بھول کر بھی ذہن میں نہیں آتی۔

نیو یارک کی ٹیلی فون ڈائریکٹری میں تمام غیر ملکی مشن یکجا کر دیے گئے تھے۔ ان میں پاکستان کے حوالے سے دو نام مجھے فوراً ہی نظر آ گئے۔

اقوام متحدہ میں پاکستان کے سفیر اور مستقل مندوب کا دفتر مین ہٹن کی پینسٹھویں اسٹریٹ پر مشرقی سمت کی عمارت نمبر آٹھ میں واقع تھا جسے مین ہٹن کی اصطلاح میں ایٹ ایسٹ، سکسٹی ففتھ اسٹریٹ لکھا گیا تھا۔

دوسرا پتا قونصل جنرل کا تھا۔ اسی اسٹریٹ پر بارہ ایسٹ کی عمارت پاکستان ہاؤس کے نام سے موسوم تھی گویا میرے مسئلے کا حل بروکس سے ذرا سی مسافت پر مل سکتا تھا۔ کسی ذمے دار پاکستانی اہل کار کی تلاش میں مجھے واشنگٹن کا سفر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

ویرا اپنی جگہ بیٹھی پر امید نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میرے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو دیکھ کر وہ بے ساختہ بول پڑی ''اب تم ۔ِ ہ لگاؤ گے کہ میں نے پالیا۔''

''میں کوئی فلاسفر ہوں اور نہ اس وقت پانی کے ٹب میں براجمان ہوں۔ ویسے نیو یارک کی ایک ہی سڑک کے مختصر سے حصے میں دو عمارتیں میری منزل ہو سکتی ہیں۔'' میں نے کہا۔

''کمال ہے کہ تمہیں آج تک نیو یارک میں پاکستانی سفارتی دفاتر کا دیدار کرنے کا خیال نہیں آیا۔'' میرے اقرار پر ویرا نے ہلکے سے پُرغرور لہجے میں کہا۔

''میں مان چکا ہوں کہ تم پاکستانیوں سے زیادہ پاکستانی بن چکی ہو۔'' میں نے جواب دیا ''بیرون ملک پاکستانی سفارتی دفاتر سے میں اب تک دور ہی رہا ہوں۔ کسی اجنبی کو یہ جتانے کی کیا ضرورت ہے کہ پاکستان یا پاکستانی سفارت خانے سے میرا کوئی تعلق ہے۔''

میں نے ڈائریکٹری سے قونصل خانے کے فون نمبر ایک کاغذ پر نوٹ کیے اور فوراً ہی فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ پاکستان سے باہر کسی بھی سرکاری اہلکار سے میرا پہلا براہ راست رابطہ ثابت ہونے والا تھا۔

''اسپیکر فون استعمال کرنا۔'' ویرا کی ہدایت سن کر میرا ریسیور کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ متذبذب انداز میں رک کر بٹن کی طرف مڑ گیا۔

ویرا کہہ رہی تھی ''تمہارے سفارتی افسروں سے لوگ شاکی رہتے ہیں۔ ذرا میں بھی سنوں کہ تم جیسے تیس مار خان کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔''

میں نے اسپیکر فون آن کر دیا لیکن نمبر ملانے سے پہلے کہا ''میں فون پر اپنا تعارف نہیں کرا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ میری باتیں اس کے لیے بے سروپا ہوں......''

''تم فکر نہ کرو۔ تمہیں ان باتوں کی پوری پوری رعایت ملے گی۔'' ویرا ہنس پڑی۔

ریسیور اٹھا کر دوسری طرف سے امریکی انداز میں ہائے کہہ کر گفتگو کا آغاز کیا گیا مگر بولنے والے کا لہجہ چغلی کھا رہا تھا کہ اس کی وہ مشق زیادہ پختہ نہیں ہو سکی تھی۔

''جی میرا نام اسلم خان ہے۔ میں ایک اہم کام کے سلسلے میں آپ کو زحمت دینی چاہتا ہوں۔'' میں نے نرم اور شائستہ انداز میں اپنا مدعا بیان کیا اور خاموش ہو گیا۔

''بولتے رہیں، میں سن رہا ہوں۔'' میری اردو کے جواب میں دوسری طرف سے اردو ہی میں ٹوکا گیا۔ اس شخص کی آواز پختہ اور لہجہ مربیانہ تھا۔

''دراصل میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے بے دھڑک کہہ دیا۔

''مگر کس سلسلے میں؟ پاسپورٹ کھو گیا ہے، کوئی کیس ہو گیا ہے یا وطن واپسی کے لیے کسی مدد کی ضرورت ہے؟'' اس بار آواز میں ہلکی سی بے زاری اُمڈ آئی۔

''ان میں سے کوئی بھی مسئلہ نہیں ہے۔ مگر بہت اہم ہے۔'' اس بار مجھے ناپ تول کر الفاظ کا انتخاب کرنا پڑا ''مجھ سے زیادہ شاید میرے ملک کا مسئلہ ہے۔''

اسپیکر پر ہلکی سی استہزائیہ ہنسی کے بعد تلخ آواز ابھری ''سر! یہ ہمارے لیے نئی بات نہیں ہے۔ ہر پاکستانی کو یہ عادت سی ہو گئی ہے کہ وہ اپنے ذاتی مسئلے کو

ان کی بقا کا مسئلہ قرار دے کر ہم سے رعایتیں لینا ہے۔ مسئلہ جانے بغیر آپ کو ملاقات کے لیے وقت دیا جا سکتا۔ اس کی حفاظتی وجوہ بھی ہیں۔ آئی ایم ......''

اس سے پہلے کہ وہ اپنا فقرہ مکمل کر کے فون بند کرتا، نے جلدی سے کہا ''کیا میں آپ کا اسم گرامی جان ہوں؟''

''ضرور! آپ کے اس خادم کو میجر جنجوعہ کہتے ''آواز کی تلخی کچھ گہری ہو گئی ''مجھے معلوم ہے کہ اب پاکستان جا کر اخباروں میں میرے خلاف لکھیں ر میں طریقہ کار سے مجبور ہوں۔ ویسے بھی میں ل قونصلر ہوں۔ آپ متعلقہ افسر کو فون کریں یا پھر ن میں سفارت خانے سے بات کریں۔ میں یہاں تجارتی اور درآمدی و برآمدی معاملات کی دیکھ کرتا ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ میرا مسئلہ آپ ہی حل کر سکتے ۔'' میں نے ویرا سے نظریں چار کیے بغیر شرمساری ساتھ کہا ''میں فون پر واشنگٹن والوں کو بھی کچھ نہیں بتا ا گا۔''

میرے اصرار سے اتنا ضرور ہوا کہ اس کے دل میں تجسس بیدار ہوا اور اس نے فون بند کرنے کے ے قدرے جھلاہٹ کے ساتھ کہا ''آپ کیوں نہیں ے کہ حفاظتی وجوہ کی بنا پر ہم آپ کے کوائف اور ل جانے بغیر آپ کو ملاقات کا وقت نہیں دے ۔ اگر آپ کوئی تاجر یا صنعت کار ہیں تو مجھے اپنے ے میں ہی بتائیے۔ میں ایک اجنبی کو کیسے وقت دے ا ہوں؟''

''آپ اول خان کے نام سے واقف ہیں؟'' وہ ر تھا۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس سے نازک سوال کر ڈالا۔ دوسری طرف چند ثانیوں کے سکوت چھا گیا۔

''اگر میں کہوں کہ نام شناسا معلوم ہوتا ہے تو اس کیا فرق پڑے گا؟'' اس مرتبہ میجر جنجوعہ کی آواز سے نا فور ہو چکی تھی۔

''بہت فرق پڑتا ہے میجر صاحب!'' میں نے دھیمی آواز میں کہا۔ ''وہ اور اس کے آدمی بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ بھی نہیں ہوتے۔ اب میں اپنا کیا تعارف کرا سکتا ہوں؟''

''آپ ......آپ کا مطلب ہے کہ......آپ اس کے آدمی ہیں؟'' اس کے ایک ایک لفظ سے تجسس کا سمندر پھوٹا پڑ رہا تھا۔

''آدمی نہیں، میں اس کا ساتھی ہوں۔ میرا......'' میری بات ادھوری رہ گئی۔

''اوہ خدا! آپ کیوں نہیں کہتے کہ آپ وہ ہیں جس کا نام آج پھر یہاں سننے میں آیا ہے......مسٹر ڈ......اسلم، مجھے بتائیے کہ آپ کب آنا چاہتے ہیں۔ میں دروازے پر آپ کا استقبال کروں گا۔ میں اپنی ترش کلامی پر شرمندہ ہوں۔ آپ کے......''

''انجانے میں نہ جانے کیا کچھ ہو جاتا ہے۔ آپ اس کی پروا نہ کریں۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر اسے مزید ندامت سے بچاتے ہوئے کہا ''مجھے آپ کی یہ بات پسند آئی کہ ہر پاکستان اپنے ذاتی مسئلے کو ملک کی بقا کا مسئلہ قرار دینے کا عادی ہو گیا ہے۔ آپ قواعد وضوابط سے ہٹ کر کام نہیں کر سکتے۔ مجھے پہچان لینے کے بعد بھی آپ کی سرمہری برقرار رہتی تو میں پاکستان واپس جا کر واقعی ڈان میں ایک شکایتی مراسلہ ضرور بھجواتا۔''

میرے چبھتے ہوئے مذاق نے اسے مضطرب کر دیا اور وہ بوکھلا کر بولا ''سر! وہ بات آپ کے لیے نہیں تھی۔ آپ یقین کریں کہ لوگ ہمارے پاس جعل سازیوں کے لیے آتے ہیں۔ انہیں کورا سا جواب دے دیا جاتا ہے تو وہ اخباروں میں لکھتے ہیں۔ بیشتر شکایتوں میں بس عناد بھرا ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم سب فرشتے ہیں۔ بعض جگہ ہماری غلطی بھی ہوتی ہے جس پر ہمیں اپنے دفتر خارجہ کو جواب دہی کرنی پڑتی ہے۔ یہ بتائیں کہ کب آ رہے ہیں۔ باقی باتیں ملاقات پر ہوں گی۔''

''کیا میرا وہاں آنا مناسب ہوگا؟'' میں نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"ہوسکتا ہے کہ آپ کا کام یہاں آئے بغیر نہ ہوسکے۔" اس کا لہجہ متذبذب تھا۔

"ایک بہت اہم لفافہ اول خان تک پہنچانا ہے۔ وہ کاغذات میں اب زیادہ دیر تک اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکتا۔ ڈاک میں لفافہ گم ہوسکتا ہے۔ میری کوشش تھی کہ کوئی برا وقت آنے سے پہلے میں وہ کاغذ کسی فرض شناس اور ذمے دار افسر تک پہنچا دوں۔"

"پھر آپ کا آنا مناسب نہیں ہوگا۔ وقت اور مقام بتادیں۔ میں خود قدم بوسی کے لیے حاضر ہوجاؤں گا۔ میں آپ کے مقام اور مرتبے سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

"مجھے شرمندہ نہ کریں، ملاقات کا پروگرام طے کرنے کے لیے میں دوبارہ کب تک فون کراؤں؟"

"میں تین بجے تک ہوتا ہوں مگر آج پانچ بجے تک انتظار کروں گا۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ رابطے کے لیے آپ نے میرے نمبر کا انتخاب کیا۔"

وہ اپنے ہر فقرے کے ساتھ میری عزت افزائی کے دو بول بول رہا تھا۔ میں ویرا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی حرکتوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔ وہ کرسی میں یوں اکڑی بیٹھی تھی جیسے میجر جنجوعہ کی وہ ساری تعریفیں بالواسطہ اسی کے لیے ہوں۔

بات بن گئی تھی۔ ویرا کے سامنے میری عزت رہ گئی اور سر سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا۔

"تم شروع میں بلاوجہ مجھ سے نظریں چرا رہے تھے۔ اس شریف آدمی کی جگہ تم ہوتے تو دو ہی جملے سننے کے بعد فون بند کردیتے۔" اب میں ویرا خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھی کیونکہ اسی کی تجویز پر عمل کرنے میں نے ایک مشکل کا آسان حل تلاش کیا تھا۔

"مجھے شرمندگی ہو رہی تھی کہ وہ پاکستانیوں کا کچا چٹھا تمہیں بھی سنا رہا تھا۔"

"شرمندگی کی کیا ضرورت تھی۔ اس حمام میں سب ہی ننگے ہوتے ہیں۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ پشاور میں بدکاری کے اڈوں کا ایندھن بننے والے امریکی لڑکے اور لڑکیاں آئے دن اپنے قونصل خانے سے امدادی رقوم حاصل کرکے نشے بازی پر اڑانے کے عادی ہیں۔" ویرا نے بے پروائی سے کہا "فرق صرف اتنا ہے کہ تمہارے سفارت خانے مفلس ہیں، پریشان ہوجاتے ہیں، مالدار ملکوں کے سفارت خانے اپنے باشندوں کی کچھ نہ کچھ اعانت کردیتے ہیں اور کوئی شور نہیں مچاتا۔"

"پیشہ ور لوگوں کی بات اور ہے۔ کچھ لوگوں کو جائز شکایات ہوتی ہیں۔"

"جائز شکایات کسے اور کہاں نہیں ہوتیں۔ ان سے منہ چھپانا بے کار سی بات ہے۔" ویرا اس وقت خوشگوار موڈ میں تھی اور مسلسل میجر جنجوعہ کی باتوں کی حمایت کررہی تھی "اس نے تم سے بہت مناسب رویہ اختیار کیا۔ یہ لوگ بھی روزانہ ایک جیسے حیلے بہانے سن سن کر تنگ آجاتے ہیں۔ تعارف کے بعد تم نے دیکھ ہی لیا کہ تمہارا نام سنے بغیر وہ کیسا موم ہوگیا تھا۔"

"اس وقت تم اس موم کی موم بتی بنی ہوئی ہو۔ اب ذرا مجھے کام کرلینے دو۔"

ویرا کا منہ بند کرا کے میں نے سادہ کاغذ پر اول خان کے لیے چند سطور لکھیں جن میں صورت حال کی مختصر سی تصویر بھی پیش کردی۔ گیپ کے پانچوں کاغذات کے ساتھ اول خان کے لیے وہ تحریر یقیناً مسرت کا ذریعہ ثابت ہوتی۔

"خط لکھ ہی رہے ہو تو ایک ایک لفافہ غزالہ اور سلطان شاہ کے لیے بھی لکھ ڈالو۔" ویرا نے سنجیدگی سے مشورہ دیا "جب سے تم نے پاکستان چھوڑا ہے، کسی کو دو سطریں تک نہیں لکھیں۔ ہر ایک کو بس فون پر ٹرخا رہے ہو۔"

"وہ میں تخلیے میں لکھوں گا۔ ایسا اہم کام تمہارے سامنے نہیں کیا جاسکتا۔" میں نے اپنی بھول کا اعتراف کرنے کے بجائے جلدی سے بات بنادی۔

"یہ تمہارا حق ہے، میں اس سے انکار نہیں کرسکتی۔" اس نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا "بے چاری غزالہ پھر بھی یہ ضرور سوچے گی کہ اسے تمہارا خط مل رہا ہے اور مجھے تمہارا ساتھ میسر ہے۔ میرے لیے یہ اعزاز بہت کافی ہے۔"

میں اسے گھورتا ہوا کرسی سے اٹھ گیا "ذرا عمدہ سی چائے تیار کرو۔ میں تمہارے گونگے عاشق کا جائزہ لے کر آتا ہوں۔ وہ تمہارے فراق میں منہ لپیٹے بھونڈی آوازوں سے رو رہا تھا۔"

ویرا غرا کر میری طرف لپکی اور میں تیزی سے وہاں سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

سرونٹ کوارٹر بدستور بند تھا۔ میں نے کھڑکی کے پردوں کے درمیان میں سے جھانکا تو بستر پر بیکسٹر کی پوزیشن میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ اس طرح روتے روتے پہلو کے بل سکڑ کر سو گیا تھا۔ اس کی ٹانگیں بدستور پیٹ سے لگی ہوئی تھیں اور جسم بالکل ساکت تھا۔

یہ بہت اچھا تھا کہ اپنی خوراک مل جانے کے بعد وہ خود ہی سو گیا تھا اور ہمیں دیر تک اس کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔

میں مکان کے اگلے نکڑ تک پہنچا تو لان کے درمیان بنی ہوئی پختہ روش پر ایک نئی اور چمک دار کرسلر سے بلیک ڈیڈ اتر رہا تھا۔ اس کے تین حواری اس سے پہلے ہی اپنی نشستیں چھوڑ کر نیچے آچکے تھے۔ وہ تینوں چہرے میرے لیے اجنبی نہیں تھے۔

بلیک ڈیڈ کے ساتھ آنے والوں میں اس کے ڈرائیور اور گن مین کے ساتھ میک بھی شامل تھا۔ اس وقت وہ چاروں شریفانہ لباس میں تھے اور کسی کے پاس اسلحے کی جھلک نظر نہیں آرہی تھی۔

پڑوس کے لان پر چست نیکر اور ٹی شرٹ میں ملبوس ایک جواں سال امریکی خاتون برقی مشین سے گھاس کاٹنے میں مصروف تھی۔ اس نے اپنے پڑوس کے مکان میں اس چہل پہل کا خیر مقدم کرتے ہوئے ایک بلند آہنگ ہائے اچھالی۔ تین فٹ اونچی دیوار پر وہ ہمیں اور ہم اسے پوری طرح دیکھ رہے تھے۔ سب نے جوابی ہاتھ لہرا کر اس کے استقبال کا جواب دیا۔ اس اثنا میں، میں بلیک ڈیڈ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ مجھ سے پرتپاک انداز میں ہاتھ ملاتے ہوئے اس کی متجسس نظریں میرے پیچھے کسی کو تلاش کررہی تھیں۔ آخر وہ مجھ سے بیکسٹر کے بارے میں پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"اس وقت مناسب خبر یہ ہوتی کہ میں نے اسے شوٹ کردیا ہے۔" برابر کے لان پر ایک کھوجی پڑوسن کی موجودگی کی وجہ سے میں نے نیچی آواز میں جواب دیا "مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ پیچھے اپنے کمرے میں بے فکری کی نیند سو رہا ہے۔ میں اس کو دیکھ کر آرہا ہوں۔"

میں نے دروازے کی طرف اس کی پیشوائی کی۔ صرف میک ہمارے پیچھے آیا، باقی دونوں افراد باہر ہی رکے رہے۔

ویرا کچن میں چائے بنانے میں مصروف تھی۔ اس کی ہائے کا جواب دیتا ہوا، بلیک ڈیڈ وہیں گھس گیا اور حیرت سے بولا "کمال ہے۔ دھوپ میں اسلم ہمیں باہر سے لارہا ہے اور تم کچن میں مصروف ہو پھر یہاں اس حرام زادے بیکسٹر کی کیا ضرورت ہے۔"

"اسلم نے اسی لیے تم سے کہا تھا کہ اس کی جگہ ہمیں کوئی بولنے والا حلال زادہ دے دو۔" ویرا نے بے پروائی سے کہا "مگر تم اسی کے گن گا رہے تھے۔"

"وہ ایسا نہیں ہے۔ بہر حال میں میک کو لے آیا ہوں۔ یہ بھی تمہارے لیے کام کرے گا۔ تم دونوں اس سے بڑی حد تک واقف بھی ہوچکے ہو۔"

"وہ گونگا ہے اور یہ بولتا بہت ہے۔" ویرا نے مسکرا کر بے دھڑک کہہ ڈالا "اس کی موجودگی میں ہمیں بس رات کو ٹیلی وژن کھولنے کی ضرورت پیش آئے گی۔"

بلیک ڈیڈ نے خوش دلی سے قہقہہ لگا کر بے تکلفی سے ویرا کی پشت پر ہاتھ مارا "خوب چہک رہی ہو۔ تم بس ایسے ہی موڈ میں اچھی لگتی ہو۔ آؤ، اندر چل کر باتیں کریں گے۔ چائے میک بنائے گا۔"

یہ کہہ کر بلیک ڈیڈ نے مڑ کر میک کو ہدایت کی کہ وہ جا کر بیکسٹر سے رپورٹ لے کر آئے اور پھر کچن سنبھالے۔ اسے ہدایت دے کر وہ ہمارے ساتھ ہولیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تمہارے آتے ہی گفتگو کی ابتدا بیکسٹر کے ناخوشگوار موضوع سے ہوئی۔ مجھے توقع نہیں

تھی کہ تم اطلاع دیے بغیر اتنے سویرے آ پہنچو گے۔"

"یہاں کے حالات دیکھ کر میں الجھن کا شکار ہو گیا ہوں۔" اس نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے فکر مندانہ انداز میں کہا۔" دوسری گفتگو سے پہلے ہمیں یہ مسئلہ نمٹا لینا چاہیے۔ ہوا کیا ہے؟"

میں نے تھوڑی دیر قبل پیش آنے والے واقعات اختصار کے ساتھ دہرا کر کہا" ہوسکتا ہے کہ اس کی بدنگاہی کے بارے میں روزی کو غلط فہمی ہوئی ہو لیکن اس نے میرے لیے جو کچھ لکھا، وہ بدتمیزی اور گستاخی کے زمرے میں آتا ہے۔"

بلیک ڈیڈ نے ایک گہرا سانس لے کر اپنی جگہ پہلو بدلا اور آگے جھک کر دھیمی آواز میں کہنے لگا" وہ دن رات کام کرنے والی ایک انتھک انسانی مشین ہے۔ وہ بہت ہی بے ضرر جمال پرست ہے۔ یہ برداشت نہ کر سکا ہوگا کہ تم اس کی وجہ سے روزی پر کسی بھی قسم کا تشدد کرو۔"

"تم اس کی طرف داری کر رہے ہو۔" ویرا نے بھڑک کر کہا۔" ہم اپنے ذاتی معاملات میں کسی خدمت گار کو اس حد تک دخل انداز ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"خوب صورت عورتوں کے معاملے میں وہ بہت حساس طبیعت کا مالک ہے۔ انہیں پریشان دیکھ کر دکھی ہو جاتا ہے۔ تم نے ذرا سے تحمل سے کام لیا ہوتا تو تم دیکھتیں کہ وہ کسی وفادار کتے کی طرح سر جھکائے تمہارے پیر دبا رہا ہوتا۔"

"اوہ چارلی! ایسی کراہت انگیز باتیں مت کرو۔" ویرا نے اس کا اصل نام لیے بغیر احتجاج کیا" اس سے پیر دبوانے سے بہتر ہوتا کہ میں اپنے پیروں پر نیم مردہ کیچوے چھوڑ دیتی......"

"تم اپنی مرضی کی مالک ہو۔" وہ شانے اچکا کر بولا" میری دانست میں وہ میرا ایک بہترین آدمی ہے۔ وہ تم دونوں کو اتنا ناپسند ہے تو میں اسے واپسی پر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ قصہ ختم۔"

"تھینک یو چارلی! یو آر گریٹ۔" ویرا نے فراخ دلی سے اپنی ممنونیت کا اظہار کیا۔

"اس کی جمال پرستی کا اندازہ تم دونوں اس بات سے لگا سکتے ہو کہ وہ کئی بار مجھ سے کہہ چکا تھا کہ جس دن اس نے اپنی زندگی کی حسین ترین عورت دیکھ لی، وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ خوشی سے نہ مر سکا تو وہ خودکشی کر لے گا۔" بلیک ڈیڈ نے اضافہ کیا۔

"وہ یقیناً کسی ذہنی کج روی کا شکار ہے۔ اب اس کے بارے میں سر کھپانا بے سود ہے۔" میں نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔" ہمیں میک کو دیکھنا ہوگا۔"

"تم نے یہ سب دیکھ لیے ہوں گے۔" بلیک ڈیڈ نے میز پر پڑے ہوئے اخبارات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا" ان میں تمہارا نام آنا قابل فہم ہے۔ یہ عباس کرمانی کہاں سے پیدا ہو گیا۔ اس کی وجہ سے میری ساکھ پر اثر پڑا ہے۔"

"میرے لیے بھی یہ نام نیا ہے۔" میں نے اپنی بے خبری کا اظہار کرتے ہوئے کہا" پتا نہیں سی آئی اے والوں کو یہ کہاں سے مل گیا۔"

"خبروں میں تمہارے سوا کسی اور کا نام نہ آتا تو میرا کام بہت آسان ہو جاتا۔ اب بہت سے ذہن عباس کرمانی میں الجھ گئے ہیں۔ میرے بارے میں سوچنے کے مواقع محدود ہو گئے ہیں۔" وہ مضطربانہ لہجے میں بولا" یہ عجیب بات ہے کہ آئزک بیل ان کے سامنے سچ بول رہا ہے لیکن وہ اسے جھوٹا قرار دے کر سارا کریڈٹ اس ایرانی کو دینے پر تل گئے ہیں۔ یہ گورکھ دھندا میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"میں نے اس ایرانی کا نام کل رات پہلی بار تمہاری زبان سے سنا تھا یا اب اخباروں میں دیکھا ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔ تم نے خود بتایا تھا کہ وہ رات ہی سے شہر بھر میں اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اسے ان کا ڈراما بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

"ایرانی ڈفر ہوتے ہیں۔" وہ صوفے پر ہاتھ مار کے بولا" ایسا ایرانی کہاں پیدا ہو گیا جو آئزک بیل جیسے عفریت سے ٹکر لینے کی ہمت کر سکے۔"

"یہ نہ کہو۔" ویرا نے دخل دیتے ہوئے کہا" ایرانی

عورت کی آنکھ سے کاجل اور مرغی کے پیٹ سے انڈا اس طرح چراتے ہیں کہ انہیں چوری کا پتا تک نہیں چل پاتا۔"

"ویرا!" بلیک ڈیڈ نے اسے گھورا" کیا تم مجھے گھسنا چاہ رہی ہو؟"

"اب میں ایسی کوشش نہیں کر سکتی۔ میں تمہیں ایک ایرانی کہاوت کا انگریزی ترجمہ سنا رہی تھی۔" ویرا نے پوری سنجیدگی سے کہا" دوسری بات یہ کہ تم نے روانی میں میرا اصل نام لے ڈالا ہے۔"

"اس چھت کے نیچے ہمیں کسی احتیاط کی ضرورت نہیں۔" بلیک ڈیڈ نے ویرا کی وضاحت قبول کر کے بے پروائی سے کہا" ہم بے تکلفی سے بات کر سکتے ہیں۔"

میں ویرا کی دیدہ دلیری پر حیران رہ گیا۔ مرغی کے پیٹ سے انڈا چرانے کی بات کر کے اس نے یقیناً بلیک ڈیڈ کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی تھی کیونکہ وہ محاورہ میں نے کہیں نہیں سنا تھا۔ بلیک ڈیڈ کے چونکنے پر ویرا نے اسے مطمئن بھی کر دیا تھا۔

"عباس کرمانی فراڈ نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"وہ میری اور آئزک بیل کی لڑائی تھی جو میں نے جیت لی۔" اس نے میرے منہ در منہ ڈھٹائی سے کہا "اگر عباس کرمانی رنگ میں بھنگ کر رہا ہے تو اسے برسر زمین ہونے کے بجائے زیر زمین پہنچانا ہوگا۔ میں یہ کام بھی تمہارے ساتھ مل کر کرنا چاہتا ہوں۔"

بلیک ڈیڈ کی وہ تجویز سن کر میرے فرشتے کوچ کر گئے۔ وہ میرے تخلیق کیے ہوئے سائے کی تلاش کا کام میرے ہی ذمے لگانا چاہ رہا تھا مگر میرے لیے انکار کی کوئی راہ نہیں تھی۔ میں نے پیشانی پر کوئی بل لائے بغیر کہا" میری مجبوریاں تمہارے علم میں ہیں۔ ان کے ساتھ ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔"

"یہ نہ بھولو کہ ان مجبوریوں کے باوجود تم نے آئزک بیل کو میرے قدموں میں لا ڈالا تھا۔"

"وہ ویرا کا مشن تھا۔ وہ اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے پر تلی ہوئی ہے۔"

"پھر اب بھی یہی سمجھو۔ عباس کرمانی کو ٹھکانے لگانا میرا مشن ہے۔"

"اس معاملے میں سی آئی اے والے کسی سنگین غلط فہمی کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔" معاملے کی نزاکت بھانپ کر ویرا بھی گفتگو میں شریک ہو گئی۔

"تم کیسی غلط فہمی کا امکان محسوس کر رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

مشکل یہ آن پڑی تھی کہ بلیک ڈیڈ کسی پیشگی اطلاع کے بغیر اچانک ہمارے سر پر مسلط ہو گیا تھا اور اس سے گفتگو کے بارے میں ہمیں اپنی حکمت عملی بنانے کی مہلت نہیں مل سکی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ بلیک ڈیڈ سے ہم دونوں بیک وقت گفتگو کرتے رہے تو مختلف سمتوں میں بہک کر بلیک ڈیڈ کے ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کر دیں گے جن کا ازالہ کرنا دشوار ہو جائے گا۔

"سی آئی اے والے بہت گھاگ ہوتے ہیں۔ آئزک بیل ان کے سامنے بہت جلد سچ اگلنے پر مجبور ہو گیا۔ وہ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ تم امریکا میں موجود ہو۔ انہوں نے آئزک بیل کے روابط کا کھوج لگایا تو عباس کرمانی کا مشتبہ نام سامنے آیا۔ وہ دل و جان سے اس کی تلاش میں معروف ہو گئے۔" ویرا بولی۔

"میں تمہاری بات پوری طرح سمجھ رہا ہوں۔" بلیک ڈیڈ نے کھوپڑی ہلا کر کہا" اب ایف بی آئی والے بھی میدان میں اتر چکے ہیں۔ ان دونوں اداروں کی تھیوری یہ ہو سکتی ہے کہ عباس کرمانی ایک طرف آئزک بیل سے مل رہا تھا دوسری طرف ڈینی نے نام کی آڑ لے کر اسے کوئی بڑا نقصان پہنچانے کے درپے تھا۔ اس نے وہ فائل اڑائی اور پھر اسی کے ذریعے بلیک میل کر کے آئزک بیل کو ایکسپریس وے پہنچنے پر مجبور کیا اور ناکام قاتلانہ حملے میں اسے زخمی کر کے بھاگ گیا؟"

تائید طلب لہجے میں اپنی بات مکمل کر کے وہ خاموش ہوا تو میں دل ہی دل میں اس کے احمقانہ تعاون کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ شاید ویرا خود بھی اپنی بات اس جامع انداز میں مکمل نہیں کر سکتی تھی جو بلیک ڈیڈ نے اختیار کیا تھا۔

''بالکل!'' ویرا نے پورے خلوص سے اس کی تائید کی ''میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔''

''اگر میں پورے حالات سے باخبر نہ ہوتا تو خود بھی یہی سوچ رہا ہوتا۔'' بلیک ڈیڈ نے قدرے جھنجلا کر کہا ''پورے شہر میں لوگ یہی سوچ رہے ہیں۔''

مجھے دھیان آیا کہ مائیک کو بیکسٹر کی طرف گئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ وہ وہاں سے کوئی خبر نہیں لایا تھا مگر میں نے اس بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھی۔

بلیک ڈیڈ قدرے توقف کے بعد براہ راست میری طرف متوجہ ہو گیا ''غور کیا جائے تو یہ سارا کیا دھرا تمہارا ہے۔ میری مشکل کے ذمے دار تم ہو!''

''الزام تراشی کے معاملے میں بعض اوقات تم بالکل بے دھڑک زبان کھولتے ہو۔'' میں نے لہجے میں ہلکی سی تلخی گھولتے ہوئے کہا ''کیا عباس کرمانی کا شوشہ میں نے چھوڑا ہے؟''

''وہ جائے جہنم میں۔ ساری خرابی کی جڑ یہ ہے کہ تم نے آئزک بیل کی فائل کو بے سروپا سمجھ کر تلف کر دیا۔ اس وقت وہ ہمارے پاس محفوظ ہوتی تو میں وہ لوٹا کر سی آئی اے والوں کو قائل کر سکتا تھا کہ وہ عباس کرمانی کے پیچھے جھک مار رہے ہیں۔''

''یہ بات بالکل درست ہے۔ اس سے اتفاق کرنے کی صورت میں بھی سارا الزام تمہارے سر آتا ہے۔ فائل اس وقت تلف کی گئی جب تم ہمیں گھاس ڈالنے پر آمادہ نہیں تھے اور ہمیں امریکا سے بھاگ جانے کا مشورہ دے رہے تھے۔''

''ان ناخوشگوار باتوں کو بھول جاؤ۔'' اس نے منہ بنا کر تیزی سے کہا۔

''پھر یہ بھی بھول جاؤ کہ وہ فائل میں نے تلف کر دی تھی۔'' میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا ''عباس کرمانی کی تلاش میں کافی وقت لگے گا۔ تم چاہو تو دوسری راہ اختیار کر کے پورے نیویارک کو اپنی قوت کا احساس دلا سکتے ہو۔''

''وہ کیسے؟'' طاقت، قوت اور برتری کے تذکرے اس کی سدا بہار کمزوری تھے۔

اسی وقت مائیک مختصر سی راہ داری سے منہ لٹکائے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں چائے اور دیگر لوازم سے سجی ہوئی ٹرے موجود تھی۔

مائیک کی صورت دیکھتے ہی بلیک ڈیڈ کو بیکسٹر یاد آ گیا ''میں نے چائے لانے سے پہلے تمہیں کوئی اور کام کرنے کی ہدایت دی تھی۔'' وہ مائیک پر برس پڑا۔

''سوری سر! اب وہ ہمارے درمیان نہیں ہے۔'' مائیک کا چہرہ کچھ اور لٹک گیا۔

میں اپنی جگہ سن ہو کر رہ گیا۔ بلیک ڈیڈ بے ساختہ اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ویرا آنکھیں پھاڑ کر بے یقینی سے مائیک کا چہرہ تک رہی تھی۔

بلیک ڈیڈ مزید کچھ کہے بغیر تیزی کے ساتھ باہر چل دیا۔ وہ خبر اتنی غیر متوقع اور صدماتی تھی کہ ہم بھی چائے کو بھول بھال کر اسی کے پیچھے ہو لیے۔

سرونٹ کوارٹر کا دروازہ اندر کا بولٹ توڑ کر زبردستی کھولا گیا تھا اور قبضوں پر ایک طرف جھول رہا تھا۔ اندر مسہری پر بیکسٹر بالکل اسی حالت میں پڑا ہوا تھا جس میں، میں نے اسے تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا۔ ڈرائیور اور گن مین سوگوار چہروں کے ساتھ مسہری کے پہلو میں کھڑے تھے۔

بلیک ڈیڈ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا سیدھا مسہری تک پہنچا اور بیکسٹر پر جھک کر زور زور سے اس کے رخسار پر طمانچے مار کر مضطربانہ لہجے میں اسے آوازیں دینے لگا۔

''بے سود ہے باس!'' مائیک نے تقریباً رو دینے والی آواز میں کہا ''ہم پوری طرح یقین کر چکے ہیں۔ نبض کے ساتھ دل کی دھڑکنیں مفقود ہیں۔ بند پپوٹوں کے نیچے پتلیاں پھر چکی ہیں۔ ابھی بدن گرم ہے۔ شاید یہ تھوڑی دیر پہلے ہی مرا ہے۔''

''اجازت ہو تو اسے سیدھا کر دیں!'' ڈرائیور نے مسمسی آواز میں پوچھا ''بدن ٹھنڈا ہو گیا تو یہ اسی حالت میں اکڑا رہ جائے گا۔''

''اس کے ہاتھ پیر اسیدھے کرو۔'' بلیک ڈیڈ نے بے رخی سے کہا اور دونوں ہاتھ کمر پر باندھ کر بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔

''یہ ہوا کیسے؟'' وہ ٹہلتے ٹہلتے خود کلامی کرنے لگا۔ ''وہ ذرا سی ڈانٹ پھٹکار سے یوں مر جانے والا دیوزاد نہیں تھا......''

''باس!'' مائیک نے چھوٹی سی دیوار گیر ڈریسنگ ٹیبل کے قریب پہنچ کر اسے متوجہ کیا ''بیکسٹر نے شاید پانی سے یہ سب ایک ساتھ نگل لیں۔''

ہم تینوں تیر کی طرح اس میز کی طرف گئے۔ وہاں تیز خواب آور گولیوں کی ایک خالی شیشی کھلی ہوئی رکھی تھی، ڈھکن ایک طرف لڑھکا ہوا تھا، وہیں پانی کا گلاس بھی تھا جس میں بس چند قطرے باقی تھے۔ بیکسٹر کی زندگی کے خاتمے کے تمام تر اسباب وہی تھے۔

اس گونگے سیاہ فام کی ناگہانی خودکشی پر یک بہ یک میرا دل بھاری ہونے لگا۔

''سوری ڈیڈ!'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''میں نے اسے گھر سے نہ نکالا ہوتا تو شاید یہ سانحہ رونما نہ ہوا ہوتا...... بیکسٹر میری توقع سے زیادہ حساس اور خوددار ثابت ہوا۔''

بلیک ڈیڈ نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس کی بڑی بڑی چمکیلی آنکھیں نمی سے دھندلائی ہوئی تھیں۔

''بیکسٹر خوددار اور حساس نہیں، بہت ڈھیٹ آدمی تھا۔ میرے مہمانوں کی جھڑکیاں وہ سر جھکا کر سہنے کا عادی تھا۔ اتنا سخت جان نہ ہوتا تو برسوں پہلے مر چکا ہوتا۔'' بلیک ڈیڈ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بھرائی ہوئی جذباتی آواز میں کہنے لگا ''اس کے دشمن اس سے گھبراتے تھے، وہ ایک ہی مکے میں کسی کا بھی جبڑا توڑ دیتا تھا۔ لڑنے مرنے والے آدمی حساس ہو جائیں تو خون ریزی نہیں کر سکتے۔ اچھا ہوا کہ تم نے اسے نکال دیا ورنہ اس وقت اس کی لاش گھر میں پڑی ہوتی۔ اس نے خودکشی کر کے ویرا کے حسن کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔''

آخر میں اس کے ہونٹ جڑ گئے۔ کوئی کچھ نہ کہہ سکا۔ ہم لوگ دوبارہ مسہری کی طرف گئے تو بیکسٹر کی لاش کو چت لٹا دیا گیا تھا۔ اس کی بند آنکھوں اور مرجھاتے ہوئے چہرے سے ایک ابدی سکون جھلک رہا تھا۔

میرے سوا سب نے لاش کے گرد کھڑے ہو کر انگلیوں سے اپنے سینوں پر صلیب کے نشان بنائے، مرنے والے کے احترام میں سر کو خم دیا اور الٹے قدموں پیچھے ہٹ آئے۔

''مائیک! آج تم چھٹی پر ہو۔'' بلیک ڈیڈ کی تحکمانہ آواز گونجی۔ ''بیکسٹر کی تدفین کا انتظام کرو اور شام کو ہارلم کے مفلوک الحال لوگوں میں دس ہزار ڈالر کی خیرات بانٹ دو۔ رب یسوع مسیح بیکسٹر کی مغفرت کرے۔ اب ہم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔''

وہ مجھے اور ویرا کو ساتھ لے کر سرونٹ کوارٹر سے باہر نکل گیا۔

''اس کی موت کے بارے میں تمہارے کہے ہوئے آخری فقرے میرے پلے نہیں پڑ سکے۔'' کمرے میں کافی دیر کے سکوت کے بعد آخر مجھے ہی زبان کھولنی پڑی۔

''ہو سکتا ہے کہ اسے اس بات سے اذیت پہنچی ہو کہ اس کی وجہ سے ویرا کو تمہاری زیادتی کا نشانہ بننا پڑا لیکن یہ کوئی بات نہیں تھی۔ میں تھوڑی دیر پہلے ہی تمہیں اس کی جمال پرستی کے بارے میں بتا رہا تھا۔ بس وہ ویرا کو دیکھنے کے لیے زندہ تھا۔ اپنی زندگی کی حسین ترین عورت دیکھ کر اس نے اپنے وعدے کے مطابق خودکشی کر لی۔''

''اس کے ساتھ اپنے آخری سلوک پر میں زندگی بھر پچھتاتی رہوں گی۔'' ویرا کی آواز بھی دل گرفتہ ہو گئی تھی ''ہم یہاں بیٹھے اس کے بارے میں بحث کر رہے تھے اور وہ نہ جانے کتنی دیر پہلے اپنے بند کمرے میں اس دنیا سے ہر رشتہ توڑ چکا تھا۔''

''تمہیں پچھتانے کی ضرورت نہیں تمہیں، تو خوش ہونا چاہیے کہ اس نے اپنی جان دے کر تمہیں اپنی زندگی کی حسین ترین عورت کا اعزاز بخشا ہے۔ ایسی خوشی مس یونیورس بن کر بھی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ بے ضرر جمال پرست ہے۔

تمہاری دلکشی اور خوبروئی پر اپنے لہو کا نذرانہ دے کر اس نے میری بات درست ثابت کر دی ہے۔"

کچھ دیر تک اسی کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں پھر اچانک بلیک ڈیڈ کو خیال آیا۔ "وہ بہت اچھا آدمی تھا، مجھے اس کی خودکشی پر صدمہ ہے لیکن اب عمر بھر اسے نہیں رویا جا سکتا۔ مائیک اس کی تدفین کے بعد رات میں کسی وقت تمہارے پاس آ جائے گا۔ چاہو تو اس دوران میں تمہارے لیے کسی اور کو بلا لیا جائے۔"

"نہیں مائیک کے آنے تک گزارہ ہو جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ تمہارے آدمی بیکسٹر کی موت کی ذمے داری ہم دونوں کے سر نہیں سمجھیں گے۔"

"وہ میرے سامنے بہت کم کھلتا تھا۔ اس کے ساتھی اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ ضرور ہو گا کہ اب ہر شخص اس حسین لڑکی کو دیکھنا چاہے گا جسے دیکھ لینے کے بعد بیکسٹر کے دل میں مزید زندہ رہنے کی آرزو باقی نہیں رہی مگر اسے میں دیکھ لوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے لمحہ بھر توقف کیا پھر بولا "تم میرے لیے کوئی متبادل راہ عمل تجویز کر رہے تھے۔"

"ہاں، وہ بات ادھوری رہ گئی تھی۔" میں نے اسے یہ تاثر دینا چاہا جیسے وہ تجویز میرے بجائے صرف اسی کے مفاد میں ہو۔ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے میں کہا۔ "تم آئزک بیل کے قریبی ساتھیوں کو اپنا نشانہ بنا کر ہر شخص پر یہ واضح کر سکتے ہو کہ تم آئزک بیل اور اس کے ساتھیوں کے دشمن ہو اور نیویارک میں ان ہی کے ستارے گردش میں آئے ہوئے ہیں۔"

"میں نے رنکس کی دو لڑکیوں کو اٹھوا لیا تھا، انہیں تم نے رہا کرا دیا۔"

"تم بات کی روح کو ذرا دیر سے سمجھتے ہو۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "میں اس کے ساتھیوں کی بات کر رہا ہوں، ملازموں کی نہیں۔"

"ساتھی؟" اس نے حیرت سے کہا "اس کے ساتھیوں کو میں کہاں ڈھونڈتا پھروں گا۔"

میں اپنی زبان سے نام لیے بغیر واضح اشارے اس کے ذہن میں انڈیل رہا تھا مگر وہ بوجھ بجھکو بنا ہوا تھا۔

اس کی ذہنی سطح ایک علاقائی داداگیر سے زیادہ بلند نہیں تھی۔

"رنکس میں اس کے پارٹنرز تمہارا نشانہ بن سکتے ہیں۔" میں نے دانستہ کہا۔

"وہ بلاشرکت غیرے رنکس کا مالک ہے۔" وہ اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے بولا "اس کے بعد وہ صرف ڈیوڈ اسٹارز کی سرگرمیوں میں گہری دلچسپی رکھتا ہے۔"

"ہاں...... آں۔" میں نے نجوم داؤدی کے بارے میں سرسری لہجہ اپناتے ہوئے جواب دیا "اگر وہ وہاں زیادہ سرگرم ہے تو تم اس کے بارے میں بھی سوچ سکتے ہو۔"

"ویسے تو ہر یہودی اس کی مالی مدد کرتا ہے لیکن اس کے ارب پتی ارکان ہی ڈیوڈ اسٹارز کہلاتے ہیں۔ وہی اس کے عہدے دار ہوتے ہیں اور فیصلے بھی وہی کرتے ہیں۔"

"بس تو پھر ان ہی میں سے دو چار کو اڑا دو۔" میں نے بھی بے نیازی سے کہا۔

"ان کی تعداد درجنوں میں ہے۔ زیادہ تر بڑے بڑے چندے دے کر گھر بیٹھے رہتے ہیں۔ اس قسم کی دوسری جماعتوں کی طرح اصل دماغ دو چار ہی ہوتے ہیں۔ ان کی گردنیں دبوچی جائیں گی تو سارے یہودی بلبلا اٹھیں گے۔"

"یہودیوں سے ڈرتے ہو تو کوئی اور راہ سوچو!" میں نے فوراً اس کی رگ دبا دی۔

"میں یہودیوں یا عربوں سے نہیں ڈرتا۔" وہ بھنا کر بولا۔ "آئزک بیل بھی یہودی تھا۔ تمہاری مخالفت کے باجود اس پر اکلوتی گولی میں نے چلائی تھی۔"

"تم چاہو گے تو دوسرے ڈیوڈ اسٹارز سے ہم نمٹ لیں گے۔" میں نے کہا۔

"شوق سے نمٹو۔ میں کل تک تمہیں دو چار اہم ڈیوڈ اسٹارز کے نام پتے فراہم کر دوں گا۔" اس نے بلا تامل پیشکش کی "مگر یہ تمہارا شوق ہو گا۔ یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ نیویارک کے یہودیوں کی مخالفت سے میں گھبرا رہا ہوں۔"

"بچوں جیسی وضاحتیں مت کرو۔ ہم سامنے نہیں آ سکتے۔ ہمارے مارے ہوئے شکار بھی تمہارے کھاتے میں لکھے جائیں گے۔ ہماری بھی ہلکی پھلکی ورزش ہو جائے گی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم مزید کچھ عرصے تک نیویارک میں رکو گے؟"

"آئزک بیل پر تمہارا فائر خطانہ ہوا ہوتا تو اب تک ہم واپس جا چکے ہوتے۔" میرے بولنے سے پہلے ویرا جواب دینے لگی۔ "اب اس کے انجام کے انتظار میں رکنا پڑے گا۔ اسے کوئی رعایت دی گئی تو میں دوسری کوشش کروں گی۔ اسے ہر حال میں مرنا پڑے گا۔"

ویرا کا وہ عذر لنگ تھا۔ راس المیڈا سے وہ پاکستان میں بھرپور انتقام لے چکی تھی۔ آئزک بیل اس بری طرح کچلا گیا تھا کہ وہ زندگی بھر ابھر کر پرانی سطح پر واپس نہیں آ سکتا تھا۔ ہمیں مزید چند موثر کارروائیوں کے لیے وہاں رکنا تھا۔ اس کے لیے وہی بہانہ مناسب تھا۔

"اور یہ وقت تم میرے ساتھ رہ کر گزارو گی؟" اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"اس کا انحصار تمہاری مرضی پر ہے۔ ویسے بھی میں نیویارک میں نہیں بیٹھی رہوں گی۔ ایک مدت کے بعد یہاں آئی ہوں تو ذرا دوسری ریاستوں کی سیر بھی کروں گی۔"

"پورے امریکا میں میرے قابل اعتماد دوست پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ سب نیویارک آتے ہیں تو میں ہی ان کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔ میرے پاس سیاحت کے لیے اتنا وقت نہیں ہے۔ وہ بہت شوق سے تمہاری مدد کریں گے۔"

ادھر ادھر کی باتوں میں اس نے ایک مرتبہ پھر بیکسٹر کا ذکر چھیڑا تو میں نے فوراً ہی اس سے کھانے کے بارے میں سوال کر ڈالا۔

اس نے گھبرا کے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی اور اٹھ گیا۔ "تمہارا شکریہ۔ آج مجھے ایک بزنس لنچ پر جانا ہے لیکن تم دونوں کے کھانے کا کیا ہو گا؟"

"تم کو رخصت کر کے ہم بھی مین ہٹن جائیں گے۔" میں نے بتایا" وہیں کسی اچھے ریستوران میں کھانا کھالیا جائے گا۔"

اس نے ہمیں مین ہٹن چھوڑنے کی رسمی پیشکش کی جسے میں نے قبول نہیں کیا۔

امریکیوں اور دوسری مغربی اقوام میں یہ ایک اچھی بات ہے کہ وہ لوگ کسی بھی دوست یا مہمان پر اپنی پسند مسلط نہیں کرتے۔ اپنی رائے کے ساتھ دعوت دیتے ہیں۔ قبول کر لی جائے تو فبہا ورنہ اصرار نہیں کرتے۔

بیکسٹر کی لاش لے کر مائیک کافی دیر پہلے سینٹ جانز کی میت گاڑی میں جا چکا تھا۔ میرے لیے یہ بات حیران کن بات تھی کہ اس انتظام کے لیے اس نے گھر کا اکلوتا فون سرے سے نہیں چھوا تھا۔ شاید وہ لوگ باہمی رابطوں کے لیے ٹرانسمٹر زاستعمال کرتے تھے۔

ایمبولینس، اسپتال، ڈاکٹر اور ڈیتھ سرٹیفکیٹ کے بغیر کسی مردے کے لیے براہ راست میت گاڑی کا بندوبست ہو جانا بھی حیرت ناک تھا۔ میرے استفسار پر بلیک ڈیڈ نے بتایا کہ ایسے مواقع پر سیاہ رنگ کی ماتمی گاڑی کے بجائے اس کے آدمی سفید شیشوں والی بند وین طلب کرتے تھے تاکہ پڑوسیوں کو کسی قتل، خودکشی یا ناگہانی موت کا شبہ نہ ہو سکے۔

ڈرائیور اور گن مین کے ساتھ بلیک ڈیڈ رخصت ہو گیا اور میں اطمینان کا سانس لے کر اندر آ گیا۔ بلیک ڈیڈ کی بروقت آمد نے ہمیں ایک بڑی اذیت سے بچالیا تھا۔ بیکسٹر کی لاش ہم دونوں میں سے کوئی دریافت کرتا تو بوکھلاہٹ میں رازداری کا برقرار رکھنا ناممکن ہو جاتا۔

"اے حسن کی دیوی! ایک انسانی جان کی بھینٹ لے کر تم اب تو خوش ہو؟" خواب گاہ میں بستر پر گر کر میں نے شوخ لہجے میں ویرا سے پوچھا۔

ویرا نے منہ پھیر لیا" اس بارے میں مذاق کرو گے تو میں اسی وقت یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

میری توقع کے برعکس اس کی آواز رندھی ہوئی تھی۔ میں نے تیزی سے اٹھ کر دیکھا تو وہ رومال سے اپنی آنکھوں کے گوشے صاف کر رہی تھی۔

"اب تم میری زبان سے اس بے زبان مظلوم کا ذکر نہیں سنو گی۔" میں نے اسے پچکار کر کہا" مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی موت نے تمہیں اتنا متاثر کیا ہو گا۔"

اس نے میری آنکھوں میں جھانکا اور زبان سے کچھ کہے بغیر باتھ روم میں چلی گئی۔

اس وقت ڈیڑھ کا عمل تھا۔ میں نے فرصت کو غنیمت جان کر میجر جنجوعہ کا نمبر ملایا۔

میری آواز سن کر وہ خوش ہو گیا" میں بہت باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ کب اور کہاں آ جاؤں؟"

"یہ شہر میرے لیے اجنبی ہے۔ چار بجے کے بعد آپ کوئی جگہ تجویز کر دیں۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔" میں نے محفوظ مقام کے تعین کی ذمے داری اسی پر ڈال دی۔

"آپ کہاں سے آئیں گے؟"

"برونکس یا پھر مڈ ٹاؤن کے کسی بھی حصے سے۔" میں نے سوچ کر کہا۔

"برونکس سے پاکستان ہاؤس بہت قریب ہے۔ آپ کا وہاں آنا مناسب نہیں، ہم لوگ عام تفریح گاہوں سے ذرا پرہیز کرتے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ چار بجے آپ مجھے میٹرو پولیٹن میوزیم آف آرٹ کے پاس مل جائیں۔ وہاں سے میں آپ کو لے لوں گا۔"

باہمی شناخت کے ساتھ پروگرام طے ہو گیا اور میں نے فون بند کر دیا۔

باتھ روم میں شاور سے پانی گرنے کی آواز سے اندازہ ہوا کہ ویرا غسل میں مصروف تھی۔ غزالہ، سلطان شاہ اور اول خان کے نام الگ الگ خطوط کے لفافے گیپ کے پانچوں کاغذوں کے ساتھ بڑے لفافے میں بند کر کے میں نے روانگی کی تیاری شروع کر دی۔

اس وقت میرا اور ویرا کا بنیادی مسئلہ بھوک کا تھا۔ گھر سے مین ہٹن کے اوپری مشرقی علاقے میں ہم نے ٹیکسی دانستہ اس سڑک سے گزاری جس پر پاکستان دو اہم سفارتی دفاتر واقع تھے۔ وہاں سے نکل کر ہم نے آرٹ میوزیم کو پیچھے چھوڑا اور ایک بارونق علاقے میں ٹیکسی چھوڑ دی۔

ویرا صبح سے صرف چائے پر گزارہ کرتی آ رہی تھی۔ اسے بیئر کی شدید طلب محسوس ہو رہی تھی۔ ہم نے ایک ریستوران میں بیٹھ کر بیئر اور سینڈوچز سے شکم پری کی پھر کسی بوتھ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ وقت بہت نامناسب تھا لیکن میں میجر جنجوعہ سے ملنے سے پہلے اول خان سے مختصر سی بات ضرور کرنی چاہ رہا تھا۔

پہلا خالی فون بوتھ نظر آتے ہی ہم دونوں اندر گھس گئے۔ اول خان نے نیند سے بوجھل آواز میں کال ریسیو کی مگر پھر فوراً ہی اعتدال پر آ گیا۔ اس سے میری بات ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا اور وہ خود بھی حالات جاننے کے لیے مضطرب تھا۔

"سب سے پہلے یہ سن لو کہ آج میں اپنے قونصل خانے کے میجر جنجوعہ کو تمہارے نام ایک سربمہر لفافہ دے رہا ہوں۔ اس میں معاہدے کے پانچوں اصل کاغذ موجود ہیں۔ تمہارے مشورے کے مطابق میں نے اس بوجھ سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"آنکھ بند کر کے دے دو۔" اس کی مسرت آمیز آواز آئی" تم بالکل صحیح آدمی سے ٹکرائے ہو۔ اس لفافے کے لیے اس سے بہتر امین نہیں مل سکتا تھا۔"

"گھنٹی پر کل شام ناکام قاتلانہ حملہ ہوا، وہ بری طرح زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا۔ آدھی رات کے بعد اسے گرفتار کر لیا گیا۔ یہاں واقعات میں اچانک بہت تیزی آ گئی ہے۔"

"خدا تم دونوں کو وہاں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ تم بہت بڑے بڑے کام دکھا رہے ہو۔ پرزے ایک آدھ دن میں پہنچنے والے ہیں۔ ساری تیاریاں مکمل ہیں چوبیس گھنٹوں میں کینوپ کو دوبارہ گرڈ سے ملا دیا جائے گا اور دشمن منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔"

"ان باتوں سے پہلے یہ بتاؤ کہ سلطان شاہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ اس وقت میرے لیے سلطان شاہ کینوپ سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔"

"وہ واپس آ گیا ہے۔ اسے اسپتال میں رکھنا ضروری تھا مگر وہ زبردستی کلفٹن والے فلیٹ میں گیا ہے۔ مجبوراً اسی کے کمرے میں ساری طبی سہولتیں میسر کی گئی ہیں.... دو نرسیں اس کی دیکھ بھال پر مامور ہیں۔"

"اس کی حفاظت کا کیا بندوبست ہے؟" میرے ذہن میں فلم چل پڑی تھی۔

"چوبیس گھنٹے ایک کمانڈو اندر رہے گا۔ دو دو درہ کر نگرانی کریں گے۔" اول خان کے پاس میرے ہر سوال کا تسلی بخش جواب موجود تھا۔

"غزالہ اس وقت کیا کر رہی ہے؟" میری دانست میں وہ سلطان شاہ کی زیادہ بہتر خیر گیری کر سکتی تھی۔ اول خان نے مجھے یہ بتا کر حیران کر دیا کہ غزالہ اس کے ساتھ ہی فلیٹ پر منتقل ہو گئی تھی۔

مجھے یہ سن کر اطمینان ہوا کہ سلطان شاہ کے ساتھ ہر وقت فلیٹ کے اندر چار نفوس اور باہر دو کمانڈوز موجود رہیں گے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ زخم خوردہ دشمن اس کی مکمل صحت یابی سے پہلے اس پر قاتلانہ حملے کی کوشش ضرور کریں گے۔ نک موڈلے کا پاکستان سے ورجینیا پہنچنا اس امر کا غماز تھا کہ وہ نئے تخریبی منصوبے لینے کے لیے اپنے وطن لوٹا تھا۔

"وہ مصر ہے کہ مدن موہن کے چکر میں پکڑے جانے والوں میں سے دو تین آدمیوں کو ذبح کر کے کہیں پھینک دیا جائے۔ اس کا خیال ہے کہ اس طرح دشمنوں کو یہ باور کرایا جا سکتا ہے کہ تم پاکستان میں موجود ہو۔"

"ایسی لاشیں شہریوں میں خوف و ہراس کی لہر دوڑا دیں گی۔ وہ صحیح سمت میں سوچ رہا ہے مگر کمزوری کی وجہ سے جذباتی ہو رہا ہے۔ میری بھی خواہش ہے کہ وہاں کوئی بڑا چکر چلتا رہے۔ میرا نام چھپنے کے باوجود یہاں کوئی یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں کہ میں امریکا میں موجود ہوں۔ اس سے مجھے زبردست فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔"

"تم مطمئن رہو۔ یہاں ہم غافل نہیں ہیں۔ دشمن کو سر اٹھاتے ہی بے رحمی سے کچل دیا جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی ناکامیوں کے بعد سب ہی زیر زمین چلے گئے ہیں۔"

"اس بھول میں نہ رہنا۔ را اور سی آئی اے کا گٹھ جوڑ بہت پرانا ہے۔ وہ اچانک کسی بھی سمت سے وار

کر سکتے ہیں۔ انہیں سکون سے پینپنے نہ دو۔ ان کے بلوں کو کریدتے رہو۔ کوئی نہ کوئی موذی تمہارے ہاتھ آتا ہی رہے گا۔"

"تمہاری جیسی چھیڑ چھاڑ کر کے اس کو بھانا میرے بس سے باہر ہے۔ گڑبڑ ہوگئی تو الٹی آنتیں بھی گلے پڑ سکتی ہیں۔" اول خان نے اپنی مجبوری بیان کر ڈالی۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا" ذرا سلطان شاہ کی حفاظت کے ساتھ نگرانی بھی کراتے رہنا۔ مکمل صحت یابی تک میں اس پر بھروسا نہیں کر سکتا۔"

"کیا؟" مجھے اس کی آواز سے اندازہ ہوا کہ حیرت سے اس کا منہ کھل گیا ہوگا۔ وہ پوچھ رہا تھا" کیا انقرہ میں اس کی برین واشنگ کا شبہ کر رہے ہو؟"

میں بے ساختہ ہنس پڑا" ایسی کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ ڈر ہے کہ کہیں وہ اپنی صحت مندی کے زعم میں سب کو دھوکا دے کر باہر نکلنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس وقت اس پر ایسی ہی ضد سوار ہے۔"

"بس، اب میجر سے ملاقات کا وقت ہو رہا ہے۔ یہ خیال رہے کہ میرے بھیجے ہوئے اصل کاغذ تمہارے پاس میری امانت ہوں گے۔ ہماری واپسی سے پہلے ان کا راز فاش ہوا تو ہماری جانیں ہر وقت سولی پر لٹکی رہیں گی۔"

"لیکن نقل کے سلسلے میں، میں کچھ لوگوں سے بات کر چکا ہوں۔ تم نے اس متن کی ڈی کوڈنگ کے لیے خود ہی مجھے ہدایت کی تھی۔"

"تو کیا ڈاک سے بھیجا ہوا وہ لفافہ تمہیں اتنی جلدی مل گیا؟"

"لفافہ نہیں ملا مگر میں اس معاہدے کا ذکر کر بیٹھا ہوں۔ اس سے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا نا؟" اول خان نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"نقل سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بس اصل دبائے رکھنا۔ ہمارے دفتر خارجہ میں جو افسران ہمیشہ سے پاک امریکا دوستی کے حامی چلے آ رہے ہیں، اس معاہدے کا ایک ایک لفظ ان کے ہوش اڑا دے گا۔ وہ کبھی بھی ہمارے دوست رہے ہیں اور نہ رہیں گے۔"

"یہ تو روز اول ہی سے ظاہر ہوتا چلا آ رہا ہے کہ وہ ہمارے دشمنوں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔"

"راجن اور وکرم کی تربیت کا قصہ تازہ ترین ہے۔" میں نے اسے یاد دلایا۔



اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات انیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو ستمبر 2010میں شائع ہو رہا ہے۔

